توضيح المسائل

تصنيف

سماحة المرجع الديني الشيخ محمد اليعقوبي

توضیح المسائل

بسم الله الرحمن الرحيم

توضیح المسائل

فتاوی

آیۃ اللہ الشیخ محمد یعقوبی دام ظلہ

ترجمہ

مولانا محمد عدنان نقوی، شیخ نصیر الرضا صفدر

مرکز

معارف اِسلامی

العمل بهذه الرسالة الشريفة المسماة (سبل السلام) مجز ومبرء للذمه ان شاء الله تعالى وهو الموفق والمستعان

''اِس رسالہ شریفہ میں درج احکام کے مطابق عمل انجام دینا کافی ہے اوراس سے مکلف کا ذمہ بری ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ''

(محمد الیعقوبی۔ ۱۱ محرم ۱۴۳۱ھ)

کتاب الاجتہاد و التقلید

- اجتہاد وتقلید کا بیان۔۔
- شرائط تکلیف۔۔
- مسائل تقلید۔۔
- اجتہاد اور مجتہد کے فرائض۔۔
- خاتمہ در معنیٔ عدالت۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

کسی مجتہد کے رسالہ عملیہ سے مراد وہ اَحکام شرعیہ ہوتے ہیں ۔جنہیں وہ تشریع اسلامی کے مصادر یعنی کتاب وسنت سے مقررہ اصول وضوابط کی روشنی میں اپنی بصیرت واجتہاد کے مطابق اخذ کرتا ہے۔

جیسے جیسے اِسلامی علوم اور بالخصوص علمِ فقہ واصولِ فقہ میں ارتقا ہوا۔ایسے ایسے علماءِ اعلام کے رسائل عملیہ اور توضیحاتِ مسائل میں زیادہ نفاست دیکھنے میں آئی۔اُن کی تالیفات تحقیق اور جدید اُسلوب کے اُس معیار پہ پوری اُترتی ہیں۔جہاں آج وہ علوم پہنچے ہوئے ہیں۔یہ کتابیں اپنے مؤلفین کے علمی مقام ومنزلت کی آئینہ دار اور اُن کے خلوص ودین داری کا منہ بولتا ثبوت ہونے کے ساتھ گزشتہ علماءِ اعلام کی کاوشوں اور مجاہدات کے ثمرات اپنے دامن میں محفوظ کیے ہوئے ہیں۔

یہ واضح ہے کہ ہر علم کی ایک خاص زبان، اصطلاحات اور اُسلوبِ بیان ہوتا ہے۔جس کا ادراک ہر کسی کو نہیں ہوتا۔اُن سب کو سمجھنے کے لیے علم کے ایک خاص مرتبہ پر فائز ہونا ضروری ہوتا ہے۔بعینہٖ علم فقہ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔بایں وجہ رسائل عملیہ کو مبادیاتِ علم کے مطابق ترتیب نہیں دیا جا سکتا۔کیونکہ اُن کا مقصد ہر سطح اور ہر طبقے تک شریعتِ مقدسہ کے اَحکام پہنچانا ہے۔لہٰذا عصر حاضر کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے جدید اور سہل انداز میں اِن اَحکام کو سمجھانا ضروری ہے۔

اِسی لیے ہم نے فقہِ اجتماعی کہ جو تمام تر اقتصادی، سیاسی، معاشرتی، انسانی اور دیگر اُمور میں اَحکام ِ شرعیہ پہ مشتمل ہے، کی ابتداء میں اِس امر کا برملا اظہار کیا ہے کہ ہماری یہ کتاب دوسرے فقہاءِ عظام کے

رائج رسائل عملیہ کے اعتبار سے اگلا قدم ہے۔

ہم نے اُس رسالۂ شریفہ میں سابقہ اور معاصر مجتہدین کی روش کو اختیار کیا۔ اور اُس کے ساتھ ساتھ دورِ حاضر کی ثقافت اور بعض نئے مسائل کو بھی خاطر خواہ توجہ دی۔ جیسا کہ ہم نے **کتاب الاجتہاد و التقلید** میں کوشش کی ہے کہ موجودہ دور کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے ابنائے قوم کے مسائل کا حل پیش کریں۔ اور فقہِ اجتماعی کے سیاسی پہلو کو بیان میں لائیں۔

کیونکہ قرآن اور احادیثِ معصومینؑ سے مستفاد ہوتا ہے کہ صرف حکمِ شرعی بیان کرنے پر اکتفاء نہ کیا جائے۔ بلکہ اُس پر عمل درآمد کرانے کے لیے جملہ عقلی، نفسیاتی اور قلبی عوامل کر بروئے کار لایا جائے۔ کیونکہ حقیقت میں ضرورت بھی اِسی امر کی ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت سے منحرف اکثر لوگ مثلاً اِس بات سے لاعلم نہیں ہوتے کہ نماز واجب ہے اور بے پردگی حرام ہے۔ اُن کے پاس کمی صرف ارادہ ٔصادقہ کی ہوتی ہے۔

❋❋❋

تکلیفِ شرعی، ایک شرف ہے

جب ہم اُس کتاب میں تکلیف اور مکلف کے بارے میں بات کریں۔تو اس سے مراد تنگی یا مشقت نہیں ہوگی ۔ بلکہ یہ ایک شرف و منزلت ہے کہ جو آسمانوں اور زمین کے خالق اللہ تعالی نے اُس کمزور وناتواں انسان کے لیے منتخب کیا ہے ۔ تاکہ وہ زمین پر اُس کا خلیفہ اور اُس کے پیغام کا حامل ہو۔مثلاً اگر کوئی حاکم وصاحبِ اقتدار کسی شخص کے ذمہ کوئی کام لگائے۔تو وہ اپنے آپ میں بڑا فخر محسوس کرے گا کہ رئیس الدولہ نے مجھے یہ حکم کیا ہے۔بعینہٖ اُس شخص کی خوشی اور اندر کے جذبات کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے ۔جسے خدائے بے نیاز نے اپنے حکم کے اہل سمجھا ہو۔یہی وجہ ہے کہ بعض عارفین جب سن بلوغت کو پہنچے۔ تو انہوں نے اُس روز باقاعدہ تقریب کا انعقاد کیا کہ آج کے دن خدا نے ہمیں اُس امانت کو اٹھانے کا شرف عنایت کیا۔جس کے بارے میں وہ اپنی کتاب میں اِرشاد فرماتا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾

''بیشک ہم نے (اِطاعت کی) امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی۔تو انہوں نے اُس (بوجھ) کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اُس سے ڈر گئے اور انسان نے اُسے اٹھالیا۔بیشک وہ (اپنی جان پر) بڑی زیادتی کرنے والا (ادائیگیٔ امانت میں کوتاہی کے انجام سے) بڑا بے خبر و نادان ہے۔'' (الاحزاب)

ہم نے اُس رسالے کو سُبُلُ السَّلَام کا نام دیا ہے۔کیونکہ اَلسَّلَام خداوند متعال کے اسماءِ حسنی میں سے ایک ہے۔ہم اُس اسم کے وسیلہ سے سلامتی کی راہوں پر چلیں گے۔ جو ہمیں خدا تک پہنچا دیں گی۔ دوسرا یہ کہ ہر مسلمان اپنے سلام میں یہی کلمہ استعمال کرتا ہے۔آج کے اِس دور میں انسان دنیا کی سختیوں سے تنگ اور مختلف النوع مسائل میں گھرا ہوا ہے۔لہٰذا اُسے تلاش بھی سلامتی اور آسودگی کی ہے۔اگر

وہ خدا کی طرف رجوع کرے اور اُس کا فرمان توجہ سے سنے۔تو وہ اپنے مضبوط ومحکم منہج کا بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

''اللہ اُس کے ذریعے ان لوگوں کو جو اُس کی رضا کے پیرو ہیں، سلامتی کی راہوں کی ہدایت فرماتا ہے اور انہیں اپنے حکم سے (کفر و جہالت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان و ہدایت کی) روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی سمت ہدایت فرماتا ہے۔'' (المائدہ)

ہم امید کرتے ہیں کہ یہ رسالہ شریفہ بھی سلامتی کی اُن راہوں کا ایک مصداق ہوگا۔ اور تمام علماء و مفکرین کے اسلامی آثار کو اہل ایمان اور دنیا کی دیگر اقوام کے سامنے ایک ایسے نظام کی صورت میں پیش کرے گا۔ جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط اور نوع انسانی کی سلامتی، سعادت اور بھلائی کی جانب راہنمائی کرنے پر قادر ہوگا۔ کیونکہ نوع انسانی ہمیشہ انہی چیزوں کی تلاش میں رہتی ہے۔ لیکن جب تک خدا اُس کی ان باتوں کی طرف راہنمائی نہ کرے، وہ کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتی۔ انہی راہوں پہ چل کر باذن خدا تمام مطلوبہ نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

محمد الیعقوبی / النجف الاشرف

۵ محرم الحرام ۱۴۳۰ ہجری

علم فقہ کی اہمیت

علمِ فقہ، اسلامی علوم میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔اس کی مدد سے انسان خدا سے مربوط ہونے کا صحیح طریقہ سیکھتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ علم فقہ، خدا کی خاص رحمت ونوازش سے حاصل ہوتا ہے۔جیسا کہ فرمانِ معصوم ہے:اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا یُفَقِّھُہٗ فِی الدِّیْنِ ''جب خدا کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اُسے دین کی سمجھ بوجھ عطا کرتا ہے۔'' پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ فقہاء رسولوںؑ کے امین ہوتے ہیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرو، بلاشبہ دین کو سمجھنا بصیرت کی کلید، عبادت کی تکمیل، بلند مقامات اور دنیا وآخرت میں جلیل القدر مرتبہ کرنے کا وسیلہ ہے، ایک فقیہ کو عبادت گزار شخص پر اس قدر فضیلت حاصل ہے جتنی فضیلت سورج کی باقی ستاروں اور سیاروں کے مقابلے میں ہے۔جو شخص اپنے دین کی سمجھ بوجھ نہیں رکھتا خدا اُس کے کسی بھی عمل کو پسند نہیں کرتا۔(بحارالانوار)

امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں: لوگوں کو چاہیے کہ وہ ایسے فقیہ کی تقلید کریں جو خود کو گناہوں سے بچانے والا، اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ،نفسانی خواہشات کی خلاف ورزی کرنے والا اور اپنے مولا (خدا) کے حکم کی پیروی کرنے والا ہو۔(احتجاج طبرسی: جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے ارشاد فرمایا: تمہیں جو بھی نئے مسائل درپیش ہوں اُن کے بارے میں ہماری حدیثیں بیان کرنے والے راویوں کی رجوع کرو۔وہ ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں اور ہم خدا کی طرف سے اُن پر حجت ہیں۔(کمال الدین)

آئمہ معصومین علیہم السلام کا دور سب سے اہم دور ہے۔اس دور میں احکام شرعی دریافت کرنے کا بنیادی مرجع آئمہ اہل بیت علیہم السلام تھے اسکے باوجود آئمہ طاہرینؑ نے امور شرعی میں تفکر واستدلال اور اجتھاد کے لئے مناسب ماحول فراہم کیا۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آئمہ طاہرینؑ نے بارہا اس بات پر تاکید کی

ہے کہ ان کا فریضہ اصول وقواعد بیان کرنا ہے اور لوگوں پر یہ واجب ہے کہ وہ ان اصول وقواعد کے تحت احکام شرعی کا استنباط کریں۔ آئمہ طاہرینؑ کے شاگردوں میں مختلف علوم کے ماہر پائے جاتے تھے۔ کچھ علم کلام کے ماہر تھے، کچھ علم حدیث میں جب کہ کچھ علم فقہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آئمہ طاہرینؑ کے زمانوں میں ان کے بعض اصحاب بھی فقہ و اجتہاد میں شہرت رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک گروہ وہ بھی تھا جو استنباط احکام میں عقل کو استعمال کرنے سے شدت سے پرہیز کرتا تھا۔

شیعہ فقہ کو کتابی صورت دینے سے مکتب فقہ تشیع میں ایک نیا موڑ آیا۔ یہ دور جو غیبت صغری کے آغاز سے شروع ہوتا ہے۔ فقہ میں تین اہم رجحانات دیکھے جاسکتے ہیں۔ سب سے پہلا رجحان ان علماء کا تھا جو حدیث کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اس میں احکام شرعی کے بیان میں حدیث کو زیادہ دخل رہا ہے۔ اس نقطہ نظر سے وابستہ علماء اجتہاد کے مخالف تھے اور فقہ کو حدیث نقل کرنے میں ہی منحصر سمجھتے تھے۔ ان علماء میں بزرگ محدث شیخ محمد بن یعقوب کلینی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔ شیخ کلینی اُصول کافی مصنف ہیں اور اُن کا شمار مذہب شیعہ کے جلیل القدر و بزرگ ترین محدثین کرام میں ہوتا ہے۔ آپؒ چوتھی صدی ہجری کے نصف اول میں ایران کے مشہور علاقے ''ری'' میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے ابتدائی علوم اپنے والد اور ماموں سے حاصل کئے۔ علم رجال اور حدیث سے آشنا ہونے کے بعد انہوں نے حدیث میں کتابیں لکھنا شروع کردیں۔ آپؒ نے اپنی عمر بھر کی علمی کاوشوں کے نتیجے میں احادیث کا عظیم مجموعہ ترتیب دیا جس کا نام اصول کافی رکھا۔ یہ کتاب ان کی بیس سالہ کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اصول کافی شیعہ مسلمانوں کی حدیث کی چار بنیادی کتابوں میں ایک ہے۔ اس میں دو جلدیں اصول کافی کی ہیں، پانچ جلدیں فروع کافی کی ہیں اور ایک جلد روضہ الکافی کی ہے۔ اس کتاب میں اُنہوں نے رسول خدا ﷺ اور اہل بیت علیہم السلام کی سولہ ہزار ایک سو ننانوے حدیثیں نقل کی ہیں۔

فقہ میں دوسرا گروہ ان علماء کا تھا جو اجتہاد کے قائل تھے۔ اجتہاد کے قائل علماء میں جنید اسکافی کو پیشرو کی حیثیت حاصل ہے۔ وہ چوتھی صدی ہجری میں عراق میں رہتے تھے۔ جنید اسکافی علمی اور مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ گرچہ اُنہیں حدیث و کلام میں بھی دسترس حاصل تھی لیکن ان کا خاصہ استدلالی فقہ تھا۔ جنید اسکافی مختلف علوم پر عبور رکھتے تھے اور انہیں فقیہ، محدث اور اصولی متکلم کہا جاتا ہے۔ انہیں ادب اور فہرست

نویسی میں بھی مہارت حاصل تھی۔علماء رجال اور فہرست نویسوں نے ان کی کتابوں کی تعداد پچاس بتائی ہے۔ جو اُنہوں نے علم فقہ،اصول،کلام اور علوم ادب کے متعلق لکھی ہیں۔آپؒ کی کتاب تہذیب الشیعۃ کو چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں شیعہ فقہ کی معروف ترین کتاب سمجھا جاتا تھا۔آپؒ کا انتقال تین سو اکیاسی ہجری قمری میں شہرری میں ہوا۔

اجتہاد وتقلید

جب کسی مکلف میں تکلیف شرعی کی عمومی شرطیں پوری ہوجاتی ہیں تو احکام شرعیہ کی بجا آوری کا پابند ہوجاتا ہے۔اور وہ شرطیں، بلوغت،عقل اور قدرت ہیں۔بنابریں جب تک بچہ بالغ نہ ہو،مجنون عاقل نہ ہو اور مجبور قادر نہ ہو تو اس پر تکلیف شرعی عائد نہیں ہوتی۔یہاں بعض احکام کی کچھ اور بھی خاص شرطیں ہیں جو اپنے اپنے مقام پر ذکر کی جائیں گی۔جیسے حج کے واجب ہونے کے استطاعت مالی شرط ہے۔

مسئلہ (۱): بچہ اُس وقت بالغ ہوتا ہے کہ جب اس میں بلوغت کی نشانیاں ظاہر ہوں،جیسے شہوت کا ابھرنا،جنس مخالف کی طرف مائل ہونا،امورِ جنسی سے متاثر ہونا اور بعض دوسرے جسمانی اور نفسانی تغیرات کا واقع ہونا۔لڑکوں میں احتلام یعنی نیند یا بیداری میں منی کا نکلنا اور اسی طرح لڑکیوں کو حیض آنا بلوغت کی حتمی علامت ہوتا ہے۔واضح رہے کہ جب تک لڑکی قمری نو سال پورے نہ کرلے،وہ بالغ نہیں ہوتی،خواہ اُسے ایسا خون ہی آجائے جس میں خون حیض کی صفات موجود ہوں۔اور لڑکوں میں ایسی کوئی حد مقرر نہیں ہوتی۔البتہ معروف یہ ہے کہ لڑکے لڑکیوں کے بعد بالغ ہوتے ہیں۔

لیکن جب مذکورہ بالا علامات میں سے کوئی بھی ظاہر نہ ہو تو ان کی بلوغت کا تعین ان کی عمر کے سالوں سے کیا جائے گا۔چنانچہ جب لڑکا قمری پندرہ سال مکمل کرلے اور لڑکی قمری تیرا سال مکمل کرلے تو وہ بالغ ہوجاتے ہیں۔اور قمری سال،شمسی سال سے گیارہ دن کم ہوتا ہے۔

بچوں کے والدین اور سرپرستوں کو چاہیے کہ وہ ان کے بالغ ہونے سے پہلے ہی انہیں فرائض الٰہیہ

کی بجا آوری اور گناہوں سے بچنے کا عادی بنائیں۔تا کہ جب وہ اس عمر میں پہنچیں تو انہیں کسی طرح کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

مسائل تقلید

مسئلہ (۲): مجتہد میں شرط ہے کہ وہ عادل اور حکم شرعی کے استنباط کی صلاحیت رکھنے کے علاوہ، حلال زادہ ہو،اس کے تمام قوائے نفسانی اور عقلی سلامت ہوں ، اپنے فریضے سے عہدہ برآ ہوسکتا ہو، عاقل و بالغ ہو اور شیعہ اثناعشری ہو، کیونکہ وہ اہل بیت اطہارؑ کے علم کی روشنی میں احکام شرعیہ کو ان کے ماننے والوں تک پہنچانے کے لیے ایک واسطہ ہوتا ہے۔اس لیے اس کا ان (شیعوں) میں سے ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح جب مجتہد کی طرف رجوع کرنے والے اور اس سے فتوی لینے والے مرد ہوں تو اُس میں شرط ہے کہ وہ مرد ہو اور لوگوں کی زندگی کے امور پر نظر رکھتا ہو، تا کہ وہ اصل موضوع کو آسانی سے سمجھ سکے اور اس پر صحیح طریقے سے حکم لگا سکے۔نیز اُسے فقہی امور میں وسیع الاطلاع اور حکم شرعی تک رسائی کے مقدمات پر احاطہ ہونا چاہیے۔لہذا جب مجتہد میں یہ شرائط جس قدر زیادہ پائی جائیں تو لوگوں کو اس کی تقلید کرنی چاہیے۔اور اعلمیت بھی یہی (زیادہ شرائط کا موجود ہونا) ہے۔

لیکن جب یہ شرائط ایک سے زائد مجتہدین میں پائی جائیں تو مکلف کو چاہیے کہ وہ اُن تمام مجتہدین میں سے اُس کی تقلید کرے جو اعلمیت کے دائرے میں داخل ہو۔اور اگر کسی مسئلے کی بابت اعلم مجتہدین کے مابین اختلاف ہو تو مکلف کو چاہیے کہ وہاں احتیاط پر عمل کرے۔مثلاً اگر وہ اپنے میقات سے احرام باندھے اور رات کو سفر کرے ، اور اس رات کو بارش بھی نہ ہوں ،تو ایسی صورت میں ،جبکہ بعض مجتہدین کہتے ہوں کہ حالت احرام میں سایے میں سفر کرنا حرام نہیں اور بعض کہتے ہوں کہ ایسا کرنا مطلقاً حرام ہے۔تو یہاں احتیاط کے تقاضے کے پیش نظر سایے میں سفر نہیں کرنا چاہیے۔کیونکہ پوری زندگی میں حج ایک دفعہ واجب ہوتا ہے اس لیے یہاں احتیاط کرنا بہتر ہے۔

جب مرجعیت کا مقصد ہی زندگی میں پیش آنے والے مسائل میں صحیح راہنمائی کرنا ہے تو شرط ہے کہ

کسی زندہ مجتہد کی طرف رجوع کیا جائے کہ جو بعض اوقات کسی فوت شدہ مجتہد کے فتاوی کو کافی سمجھتے ہوئے اور جدید واختلافی مسائل میں انہیں اپنا رسالہ عملیہ فرض کرتے ہوئے اپنے مقلدین کو اس کی طرف رجوع کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

مسئلہ (۳): اگر مکلف ایک مجتہد کی تقلید کر رہا ہو اور اس کی وفات ہو جائے تو مکلف کو چاہیے کہ فوراً ایسے زندہ مجتہد کی طرف رجوع کرلے جس میں وفات پا جانے والے مجتہد جیسی شرائط (مثلاً اَعلمیت و عدالت وغیرہ) موجود ہوں۔ اس سے مراد وہ مجتہد ہے جو لوگوں کے لیے واضح کرتا ہے کہ کن امور میں اس کے فتوی پر عمل کرنا ہے اور کن امور میں فوت شدہ مرجع کے فتاوی سے راہنمائی لینی ہے۔ لیکن اگر مکلف اپنی غفلت یا سستی یا فوت شدہ مجتہد کے ساتھ اپنی قلبی وابستگی اور عقیدت کے سبب ایسا نہ کرے تو اسے چاہیے کہ اس دورانیے میں بجالائے ہوئے اعمال کے متعلق زندہ مجتہد سے اپنا وظیفہ معلوم کرے۔

مسئلہ (۴): کسی مجتہد کا اجتہاد اور اس کا اَعلم ہونا اس وقت ثابت ہوتا ہے کہ جب اہلِ خبرہ اس کے بارے میں شہادت دیں اور اس کے اس مرتبے پر فائز ہونے کی تصدیق کریں۔ اہل خبرہ، حوزہ علمیہ کے اساتذہ ہوتے ہیں جو مجتہدین کے بحثوں کو سمجھنے کی قدرت وصلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس بابت اپنی رائے پیش کرے اور نہ ہی اس سلسلے میں ان کا قول معتبر ہے، البتہ یہ کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہو۔ ہاں یہ جائز ہے کہ وہ اہل خبرہ کی بات کو اپنے اقربا اور ساتھیوں سے نقل کریں، جیسے کوئی اہل خبرہ کی بات سن کر اپنے گھر کے افراد کو اس سے آگاہ کردے۔ یہ عقلاء کی ایک روش ہے جو تمام علوم وفنون کی طرح اس علم فقہ میں بھی جاری ہوتی ہے۔

اہل خبرہ میں علمی برتری کے علاوہ شرط ہے کہ وہ باتقوی، ہوائے نفس سے خالی اور ذاتی یا گروہی مصلحتوں سے بالاتر ہوں، تاکہ ان کی شہادت قابل قبول ہو۔

مسئلہ (۵): انسان پر اپنے دین کی اس قدر معرفت حاصل کرنا ضروری ہے کہ وہ خدا کے حضور اپنی ذمہ سے عہد برآء ہو جائے۔ لہذا اسے چاہیے کہ وہ اتنا علم حاصل کرے تاکہ اپنے فرائض واجبات کو صحیح طریقے سے انجام دے سکے اور محرمات سے اپنا دامن بچا سکے۔

مسئلہ (٦): عقائد میں تقلید جائز نہیں ، بلکہ ضروری ہے کہ انسان اپنے عقائد کو کسی قانع واطمینان بخشد لیل سے حاصل کرے۔ چناچہ اس میں یہی آسان سی دلیل کافی ہے کہ انسان کائنات کے نظام کو دیکھ کر توحید کا عقیدہ رکھ لے، کیونکہ اگرز میں وآسمان میں خدا کے علاوہ کوئی معبود ہوتے تو ان میں فساد پیدا ہو جاتا ۔ یا جیسے حضرت علی امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا کہ اگرتمہارے رب کا کوئی شریک ہوتا تو اس کے پیغمبر بھی تمہارے پاس آتے۔

مسئلہ (٧): مرجع تقلید کی ذمہ داریاں اگر چہ بہت زیادہ ہوتی ہیں مگر انہیں حسب ذیل تین عناوین میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

١) اصول تشریعہ کی مدد سے پیش آمدہ حالات وواقعات کے بارے میں فتاوی واحکام کا استنباط کرنا۔

٢) لوگوں کے مابین اختلافات کا فیصلہ کرنا۔

٣) عامۃ الناس کے امور کی سرپرستی کرنا۔

مسئلہ (٨): اجتہاد واجب کفائی یا واجب اجتماعی ہے۔اس کا مطلب یہ کہ امت مسلمہ پر واجب ہے کہ وہ ابناء اسلام کو ایسے ظروف وحالات مہیا کریں تا کہ اس قدر افراد درجہء اجتہاد پر فائز ہو جائیں جو ان کی ضرورت کو پورا کر سکیں۔ کیونکہ امت کی قیادت اور اس کی ہدایت واصلاح کا فریضہ ایسے افراد ہی انجام دے سکتے کہ جن میں مذکورہ بالا شرائط کے علاوہ یہ شرط بھی موجود ہوتی ہے۔ یہ اجتہاد والی شرط موجود ہوتی ہے۔اس پر مزید یہ کہ خداوند عالم نے معصومین ؑ کی زبان سے وعدہ دلوایا ہے کہ اس کی زمین کسی ایسی حجت سے کبھی خالی نہ ہوگی کہ جس کی طرف اپنے مسائل میں رجوع کرے گی۔

***

کتاب الطھارۃ

- پانی اور اُس کی اَقسام۔۔
- احکامِ خلوت ۔۔
- وضو، غسل اور تیمم۔۔
- عورتوں کے مخصوص مسائل۔۔
- احکامِ میت۔۔

طہارت کا بیان

طہارت کی دوقسمیں ہیں: طہارت معنویہ اور طہارت ظاہریہ۔

پہلی قسم

طہارت معنویہ سے مراد انسان کا اپنے دل کو خیانت، حسد، کینہ، اور انانیت جیسی بری صفات سے پاک کرنا اور اسے بے جا خواہشات، ناعاقبت اندیشی اور خدا سے غفلت سے نجات دلانا ہے۔ یہ خدا تک پہنچنے کا کامل ترین راستہ ہے۔ اس سلسلے میں اخلاق اور خدا کی معرفت پہ مشتمل کتابیں موجود ہیں جن میں ایسی اچھی اور بری صفات کا تفصیل کے ساتھ ذکر موجود ہے۔ نیز ان کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ پہلی قسم کی صفات کو کس طرح اپنایا جاسکتا ہے اور دوسری قسم کی صفات سے کس طرح دامن کو بچایا جاسکتا ہے۔

دوسری قسم

طہارت ظاہریہ حدث سے ہوتی ہے یا خبث سے۔

''خبث'' وہ نجاستیں ہوتی ہیں کہ جو انسان کے بدن کو لگتی ہیں جیسے پیشاب اور خون وغیرہ۔ اور ان کو زائل کرنے کا ایک خاص طریقہ ہوتا ہے۔

جبکہ حدث ایک خاص اثر ہوتا ہے جو انسان سے صادر ہوتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں: حدث اصغر اور حدث اکبر۔

۱) حدث اصغر وہ ہوتا ہے کہ جو وضو یا اس کے بدلے میں تیمم کا موجب بنتا ہے۔ اس میں نیند اور پیشاب و پاخانے کا خارج ہونا شامل ہے۔

۲) حدث اکبر وہ ہوتا ہے کہ جو غسل یا اس کے بدلے میں تیمم کا موجب بنتا ہے۔ یہ جنابت اور حیض وغیرہ کو شامل ہوتا ہے۔

پانی کی قسمیں اوران کے احکام

بنیادی طور پر پانی کی دو قسمیں ہیں: آب مطلق اورآب مضاف۔

آب مطلق: اس سے مراد وہ خالص پانی ہوتا ہے کہ جو نہروں ،سمندروں اور چشموں وغیرہ میں موجود ہوتا ہے۔

آب مضاف: اس سے مراد وہ پانی ہوتا ہے جس میں کسی اور چیز کی آمیزش ہوتی ہے یا جو پھلوں کا رس وغیرہ ہوتا ہے۔ جیسے انار کا پانی اورعرق گلاب۔ یہ حقیقت میں پانی نہیں ہوتا، اسے مجازاً پانی کہا جاتا ہے۔

آبِ مطلق

''آبِ مطلق'' کی دوصورتیں ہوتی ہیں۔پہلی صورت میں یہ کسی ایسے منبع سے متصل نہیں ہوتا کہ جس سے کچھ مقدار لی جائے تو اس میں ہونے والی کمی خودبخود پوری ہوجائے۔دوسری صورت میں یہ کسی منبع ومصدر کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔اس طرح کہ اگر اُس سے پانی کی کچھ مقدار نکالی جائے تو وہ کمی خودبخود پوری ہوجائے۔جیسے کنوے اور چشمے وغیرہ کا پانی۔

پہلی صورت میں، یعنی جو پانی کسی مصدر سے ملا ہوا نہیں ہوتا وہ کبھی تھوڑا ہوتا ہے اور اس مقدار میں نہیں کہ اسے شرعاً ''کُر'' کہا جا سکے۔لہٰذا ایسے پانی کو آب قلیل کہا جاتا ہے۔اور کبھی ایسا پانی مقدار میں اتنا ہوتا ہے کہ وہ کُر کی شرعی حد کو پورا کرتا ہے۔اُسے آبِ کُر، یا آبِ کثیر کہا جاتا ہے۔ان دونوں قسم کے پانیوں کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں۔

اس تقسیم سے قطع نظر بعض اوقات پانی جاری بھی ہوتا ہے اور اس پر وہ احکام لاگو ہوتے ہیں کہ جو بعد میں بیان کیے جائیں گے۔ایسے پانی کو جاری اور متصل بالمادہ کہا جاتا ہے۔اور آب کثیر اگرچہ کسی مادہ کے ساتھ متصل نہ بھی ہو، اسے اور آب جاری کو آبِ معتصم اور ان کے علاوہ پانیوں کو آبِ غیر معتصم کہا جاتا ہے۔[1]

آبِ قلیل

یہ وہ پانی ہوتا ہے کہ جو نہ کر کی مقدار کے برابر ہو اور نہ ہی کسی منبع سے متصل ہو۔ایسا پانی نجاست کے لگتے ہی نجس ہوجاتا ہے، خواہ وہ اس کے کسی ایک طرف ہی لگے۔اور اس میں کوئی بھی فرق نہیں نجاست براہ راست اس پر پڑے یا یہ کسی ایسی نجس شدہ چیز سے لگے کہ جسے متنجس اول کہا جاتا ہے۔

---

[1] آب معتصم سے مراد وہ پانی جو نجس چیز کو ایک ہی دفعہ میں پاک کر دیتا ہے۔اور جب تک نجاست کی وجہ سے اس کے رنگ، بو یا ذائقے میں تبدیلی نہ ہو نجس نہیں ہوتا۔''از مترجم''

مسئلہ(۹): اگر نجس شدہ قلیل پانی کو کُر یا جاری پانی سے ملا دیا جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔جیسے اسے کسی کُر پانی سے متصل ٹوٹی کے نیچے رکھ کر اسے کھول دیا جائے۔ یا اسے پانی کے ایسے ذخیرہ میں ملا دیا جائے جو کُر یا اس سے زیادہ مقدار میں ہو۔جیسا کہ اگر اس نجس قلیل پانی پر بارش کا پانی پڑے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔البتہ یہ ضروری ہے بارش اتنی ہو کہ اسے ''بارش'' کہا جا سکے۔لہذا اگر بالکل ہی معمولی سی بوندا باندی ہو اور اسے بارش نہ کہا جا سکے تو پاک نہیں ہوگا۔

آبِ جاری

بہت سے پانیوں کو جاری کہا جاسکتا ہے۔جیسے بارش کا پانی جو چھت سے پرنالے کی ذریعے نیچے آتا اور زمین پر بہتا ہے۔چشموں سے نکلنے والا پانی کہ جو زمین پر جاری ہوتا ہے اور نلکے کا پانی جو زمین پر بہتا ہے۔ یہ معتصم ہوتا ہے کیونکہ یہ اس کا ایک مادہ ہوتا ہے۔لہذا یہ نجاست کے لگنے سے نجس نہیں ہوتا۔

اور جہاں تک اس جاری پانی کی بات ہے کہ جو قلیل ہو،خواہ وہ اوپر سے نیچے آرہا ہو جیسے جگ یا صراحی سے گرنے والا پانی، یا وہ نیچے سے اوپر کی طرف بہہ رہا ہو جیسے فوارے وغیرہ کا پانی،تو ان دونوں صورتوں میں اس کا وہ حصہ نجاست سے نجس ہوگا جو اُس سے متصل ہوگا۔یعنی یہاں قلیل پانی کا حکم اس کے صرف اُس حصے پر لاگو ہوگا جو عین نجس سے ملا ہوگا۔

مسئلہ(۱۰): پانی اس وقت جاری سمجھا جائے کہ جب اسے عرف عام میں جاری کہا جا سکے۔لہذا اس میں شرط ہے کہ یہ اس قدر تیزی سے بہہ رہا ہو اور اتنی مقدار میں ہو کہ دیکھنے والے اسے جاری کہہ سکیں۔

مسئلہ(۱۱): ٹوٹی اور شاور کا پانی جب تک جاری پانی سے متصل ہوں تو وہ اس کے حکم میں ہوگا لیکن اگر ان کا اتصال جاری (یا کر) پانی کے ساتھ نہ ہو تو قلیل شمار ہوں گے۔

آبِ کثیر

جس پانی کی مقدار کُر کے برابر ہو اسے آبِ کثیر کہا جاتا ہے۔اس کی پہچان دو طریقوں سے کی جاتی ہے۔ایک پیمائش کے اعتبار سے اور ایک وزن کے اعتبار سے۔

پیمائش کے اعتبار سے اس کی چند ایک صورتیں بیان کی جاتی ہیں۔ جو ۲۷ بالشت مکعب اور ۸/۷ ۴۲ بالشت مکعب کے درمیان ہیں۔

اور وزن کے لحاظ سے یہ ۳۷۷ سے ۴۰۰ لٹر کے درمیان ہوتا ہے۔ میرے نزدیک اس کی مقدار ۳۷۷ لٹر ہے لیکن بہتر ہے کہ احتیاطاً ۴۰۰ لٹر پر اعتبار کیا جائے۔

مسئلہ(۱۲): آبِ کُر نجاست کے لگنے سے نجس نہیں ہوتا، چہ جائیکہ کسی نجس چیز کے لگنے سے نجس ہو۔لیکن اگر عین نجاست یا کسی نجس چیز کے لگنے کی وجہ سے اس کا رنگ، بو اور ذائقہ بدل جائے تو وہ نجس ہوجاتا ہے۔

مسئلہ (۱۳):

اگر (نجاست کی وجہ سے) آب کثیر میں رنگ ، بواور ذائقے کے علاوہ کوئی تبدیلی واقع ہو جیسے اس کی کثافت میں تبدیلی آجائے تو وہ نجس نہیں ہوتا۔

مسئلہ (۱۴): اگر آبِ کثیر کے رنگ ، بواور ذائقے میں پاس پڑی ہوئی نجاست کی وجہ سے کوئی تبدیلی واقع ہو جائے تو وہ نجس نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ وہ نجاست اسے چھو نہ رہی ہو۔

بارش کا پانی

بارش کا پانی معتصم ہوتا ہے اور جب بارش ہو رہی ہو تو اس کا پانی نجاست کے لگنے سے نجس نہیں ہوتا اور دوسری چیزوں کو پاک بھی کرتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے ۔لیکن اگر بارش کا پانی چھت سے درختوں کے پتوں سے رس رس کر نیچے گرے اور کسی نجس چیز کے ساتھ لگے تو نجس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ معتصم پانی وہ ہوتا ہے کہ جو وہ متصل بالمادہ اور جاری حالت ہو۔

آبِ مضاف

اس سے مراد وہ پانی ہے جو قدرتی طور پر تر چیزوں جیسے پھلوں وغیرہ سے نچوڑا جائے ، یا اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز ملا دی جائے جس کی وجہ سے اسے عام اور مطلق پانی نہ کہا جا سکے۔ جیسے عرق گلاب اور اسی طرح دوسرے تمام مائعات جیسے شیرہ ،سرکہ اور تیل وغیرہ۔ آبِ مضاف چاہے قلیل ہو یا کثیر ، نجاست کے لگتے ہی نجس ہو جاتا ہے ۔لیکن اگر یہ زور کے ساتھ کسی نجاست پر گرے تو اس کا صرف وہی حصہ نجس ہوگا کہ جو اس نجاست کے ساتھ متصل ہوگا۔

مسئلہ (۱۵): اگر آب مضاف نجس ہو جائے تو وہ اصلاً پاک ہی نہیں ہوتا۔ خواہ اس کا اتصال کر یا جاری پانی کے ساتھ ہو جائے ۔لیکن اگر یہ کر پانی میں مل کر بالکل اسی کی طرح ہو جائے اور مضاف نہ رہے تو پاک ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے تمام مائعات کا حکم بھی یہی ہے۔

مسئلہ (۱۶): آب مضاف نہ تو حدث کو رفع کرتا ہے اور نہ ہی خبث کو۔ (یعنی اس سے نہ تو کسی چیز کو پاک کیا جا سکتا ہے اور اس سے نماز کے لیے طہارت کی جا سکتی ہے۔)

مسئلہ (۱۷): کتے اور سور کے علاوہ ہر چیز کا جھوٹا پاک ہے ۔ بنا بر احتیاط وجوبی کافر غیر کتابی کا جھوٹا نجس ہے لیکن کافر کتابی (یہود و نصاری) کا جھوٹا پاک ہے۔ اور بلی کے علاوہ ان تمام جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے کہ جن کا گوشت حرام ہے۔ روایات میں وارد ہوا ہے کہ مومن کے جھوٹے میں شفا ہے۔ بلکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ مومن کا جھوٹا ستر بیماریوں سے شفا دیتا ہے۔

مسئلہ (۱۸): اگر آب مطلق میں کوئی اور چیز جیسے مٹی ،صابن یا بیری کے پتے وغیرہ مخلوط ہوں تو وہ مضاف

نہیں بنتا، بلکہ وہ اس وقت تک کسی چیز سے ملا ہوا پانی ہی کہلاتا ہے کہ جب تک یہ یقین نہ ہوجائے کہ اب وہ پانی نہیں رہا اور مٹی یا صابن کا پانی ہوگیا ہے۔

بیت الخلاء کے احکام

رفع حاجت کے واجبات

جب انسان رفع حاجت کے لیے بیت الخلاء میں جائے تو اس پر درج ذیل چیزیں واجب ہیں:

اولاً: شرمگاہ کو چھپانا: یعنی جب انسان پیشاب و پاخانے کے لیے جائے تو اس پر واجب ہے کہ اپنی اگلی و پچھلی شرمگاہ کو ہر اس سے چھپائے کہ جو ممیز ہو۔ سوائے اس کے کہ جس کے ساتھ انسان کے جنسی تعلقات جائز ہوتے ہیں ۔ جیسے میاں و بیوی پر اپنی شرمگاہیں ایک دوسرے سے چھپانا واجب نہیں ہے۔

ثانیاً: روبقبلہ یا پشت بقبلہ ہو کر نہ بیٹھنا: انسان پر واجب ہے کہ وہ قضائے حاجت کے وقت روبقبلہ نہ ہو اگرچہ وہ اپنی شرمگاہ کو تھوڑا موڑ لے یا شرمگاہ کو روبقبلہ رکھے اور بدن کو موڑ لے۔ البتہ وہ استبراء اور استنجاء کے دوران ایسا کرسکتا ہے۔ لیکن اگر وہ قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنے پر مجبور ہو تو اسے اختیار ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ روبقبلہ نہ ہو۔

مسئلہ (۱۹): کسی بھی انسان کے لیے مالک کی اجازت کے بغیر اس مملوکہ زمین پر رفع حاجت کرنا جائز نہیں ،خواہ بطورِ اشارہ اس کے بارے میں مالک کی مرضی کو جان لے۔ یعنی اسے اتنا اطمینان ہونا چاہیے کہ اگر وہ اس کے مالک سے اس کے متعلق اجازت لے تو وہ انکار نہ کرے گا۔

استنجاء

پیشاب کے مقام کو قلیل پانی کے ساتھ دو مرتبہ دھونا واجب ہے۔ اور پہلی مرتبہ اتنی مقدار میں پانی ڈالنا چاہیے جس سے عین نجاست زائل ہوجائے۔ لیکن اگر پانی آب کر یا جاری ہو تو وہ ایک مرتبہ دھونا ہی کافی ہے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ اتنی مقدار میں پانی ڈالا جائے کہ اسے عرف عام میں دھونا کہا جاسکے۔

اگر پاخانے کا مقام معمول سے زیادہ آلودہ ہو تو اسے دیگر نجس چیزوں کی مانند پانی سے دھونا متعین ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر وہ معمول سے زیادہ نجس نہ ہو تو انسان کو اختیار ہوتا ہے کہ اسے پاک کرنے کے لیے پانی استعمال کرے یا پتھر یا اسی جیسی کوئی دوسری چیز مثلاً ٹشو پیپرز وغیرہ سے پاک کرے کہ جو نجاست کو زائل کرسکے۔ لیکن یہاں بھی افضل یہ ہے کہ اسے پانی سے پاک کرے۔ اور اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ پہلے کسی چیز سے پاک کرے اور اس کے بعد پانی کا استعمال کرے۔

اِستبراء

''استبراء'' جیسے بھی کیا جائے اس میں اہم بات یہ ہے کہ اس سے وہ مقصد پورا ہوجائے کہ جس کے لیے استبراء کیا جائے۔اور وہ ہے پیشاب کی نالی کو پیشاب کے باقی رہ جانے والے قطروں سے خالی کرنا۔لیکن اس کا سب سے افضل طریقہ وہ ہے جسے روایات شریفہ میں خرطات تسع کہا گیا ہے۔اس کی کیفیت یہ ہے کہ پہلے مقعد کو عضوتناسل کی جڑ تک تین مرتبہ خوب نچوڑا جائے،اس کے بعد یہاں سے ختنہ کے مقام تک تین مرتبہ سونتا جائے اور اس کے بعد تین مرتبہ ختنے کی جگہ کو اچھی طرح نچوڑا جائے۔

مسئلہ(۲۰):

استبراء کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر بعد میں کوئی رطوبت پیشاب کی نالی سے خارج ہو اور اس بارے میں احتمال ہو کہ یہ پیشاب ہے یا نہیں،تو وہ پاک سمجھی جاتی ہے۔حتی کہ وہ مقدار میں زیادہ ہی ہو۔اور اس سے(نماز کے لیے)وضو بھی واجب نہیں ہوتا۔لیکن اگر کوئی رطوبت استبراء سے پہلے نکلے اور اس کے بارے میں شک ہو کہ وہ پیشاب ہے یا نہیں تو اسے پیشاب ہی سمجھا جائے گا۔لہذا اسے پاک کرنا اور(نماز کے لیے)وضو واجب ہوجائے گا۔خواہ اس نے اس لیے استبراء نہ کیا ہو کہ وہ اس کے بس میں نہ ہو۔اسی طرح اگر کسی کو پیشاب کرنے کے بعد اتنی دیر گزر جائے کہ اس کو اطمینان ہوجائے کہ اب اس کی پیشاب کی نالی میں کوئی قطرہ باقی نہیں رہا تو اسے بھی استبراء کے ساتھ ملحق کیا جائے گا۔(یعنی اگر بعد میں کوئی رطوبت نکلے جس کے بارے میں شک ہو کہ آیا پیشاب ہے یا نہیں تو اسے پاک سمجھا جائے گا اور اس سے (نماز کے لیے)دوبارہ وضو کرنا بھی واجب نہیں ہوگا۔)

مسئلہ(۲۱):استبراء عورتوں کے لیے نہیں ہوتا۔لہذا اگر استنجاء کے بعد کوئی مشتبہ رطوبت نکلے تو اُن پر دوبارہ وضو واجب نہیں ہوتا۔البتہ بہتر یہ ہے کہ وہ پیشاب کے بعد کچھ دیر انتظار کریں،کھانسی کریں اور اپنی شرمگاہ کو چوڑائی میں سونتیں۔

وضو کا بیان

وضو کے اجزاء اور اس کا طریقہ کار:

وضو کے چار اجزاء ہیں: چہرہ دھونا، دونوں بازو دھونا، سر کا مسح اور دونوں پاؤں کا مسح۔ یہاں درج ذیل امور میں بحث ہوگی:

اوّل: چہرہ دھونا

واجب ہے کہ چہرے کو لمبائی میں سر کے بال اگنے کی جگہ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی درمیان والی انگلی سے انگوٹھے کے مابین آنے والی جگہ کو دھویا جائے۔ اس سے زیادہ دھونا واجب نہیں مگر یہ کچھ جگہ اضافی بھی دھوئی جائے تاکہ مقررہ حد تک دھونے کے بارے میں یقین ہو جائے۔

دوم: ہاتھوں کا دھونا

ہاتھوں کو کہنیوں سے انگلیوں کے کناروں تک دھونا واجب ہے۔ اسی طرح واجب ہے کہ ابتداء کہنی سے کی جائے اور اوپر سے نیچے کی طرف دھویا جائے۔ نیچے کی طرف دھونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی کہنی اس طرح دھوئے کہ عرفِ عام میں کہا جائے کہ اس نے اپنا بازو اوپر سے نیچے کی طرف دھویا ہے۔ یعنی دھونے کی حرکت نیچے کی طرف ہو۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ کہنی کی ایک ایک جزو کو اوپر سے نیچے دھویا جائے جسے 'جزو بجز' وضو کہا جاتا ہے۔

سوم: سر کا مسح

سر کے سامنے والے حصے کا مسح کرنا واجب ہے جو کہ پیشانی طرف سے ایک چوتھائی حصہ ہوتا ہے۔ اور اس میں صرف لمبائی یا چوڑائی میں عنوان مسح کا صادق آنا کافی ہوتا ہے۔ اگرچہ ذرا سا ہاتھ رکھ کر کھینچ ہی لیا جائے۔

چہارم: پاؤں کا مسح

انگلیوں کے سروں سے کعبین (ٹخنوں) تک پاؤں کا مسح واجب ہے۔ اس سے مراد وہ جگہ جہاں پاؤں او رپنڈلی کی ہڈیاں ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں۔ اس کا چوڑائی میں صرف عنوان مسح صادق آنا ہی کافی ہے۔

وضوءِ جبیرہ

''جبیرہ'' سے مراد وہ پٹی اور پلاسٹر ہے جسے کسی عضو پر لگے ہوئے زخم، یا پھوڑے، ٹوٹے ہوئے مقام پر لپیٹا جاتا ہے اور جس کے لیے پانی کا استعمال مضر ہوتا ہے۔ اس جبیرہ کا حکم زخم پر موجود ہر اس چیز کے لیے ہوتا ہے جسے اس تک پانی کے پہنچنے کو روکنے کے لیے لگایا جاتا اور جس کا وہاں سے ہٹانا اس کے مزید زخمی ہونے اور مشقت کا باعث بنتا ہے۔ مثلاً جو گاڑیوں کی مرمت کا اور عمارتوں کی تعمیر کا کام کرتے ہیں ان کے ہاتھوں میں تیل اور اسی طرح کے دوسرے ذرات رہ جاتے ہیں اور انہیں جلد سے جدا کرنا کافی مشقت کا باعث ہوتا ہے۔

جس شخص کے اعضاء وضو میں سے کسی عضو پر جبیرہ ہو، اگر وہ اسے اتار کر یا اسے پانی کے نیچے ڈبو کر دھو سکتا ہو تو اسے معمول کے مطابق دھوئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اوپر سے نیچے کی ترتیب کا بھی لحاظ رکھے۔ لیکن اگر ایسا کرنے میں اسے ضرر کا اندیشہ ہو یا اس کے لیے مشقت کا باعث ہو تو وہ اس صرف گیلا ہاتھ پھیر لے۔ اسی طرح اگر وہ جبیرہ کے نیچے پانی نہ پہنچا سکتا ہو تو بھی صرف اوپر سے تر ہاتھ پھیر لے۔ اور اگر وہ (گیلا) ہاتھ جلد پر پھیر سکتا ہو تو پھیرے۔ اس میں ضروری ہے کہ وہ مکمل طور پر ہاتھ پھیرے اور کوئی جگہ رہنے نہ دے۔ مگر یہ کہ اس کے لیے مکمل طور پر ہاتھ پھیرنا مشقت کا باعث ہو۔

وضوءِ جبیرہ کے کافی ہونے کے لیے سابقہ امور کے علاوہ درج چیزیں بھی شرط ہیں:

۱۔ جبیرہ یا پٹی نجس نہ ہو، یعنی وہ پاک ہو، اگر چہ اس کا صرف ظاہر والا حصہ ہی پاک ہو۔ بنا بریں اگر وہ اندر سے نجس ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

۲۔ جبیرہ یا پٹی لمبائی اور چوڑائی میں اپنے معمول سے زیادہ نہ ہو۔ یعنی ہاتھ ایک انگلی متاثر ہو مگر پٹی پورے ہاتھ پر لپٹی ہو۔

۳۔ جبیرہ یا پٹی مباح ہو۔ چنانچہ اگر وہ غصبی ہو تو اس پر وضو کے لیے گیلا ہاتھ پھیرنا جائز نہیں، بلکہ ایسے شخص کا فریضہ تیمم ہوگا۔

۴۔ جس عضو کے لیے پانی ضرر رساں ہو اور وہ اعضاء وضو میں سے ہو۔ لہذا اگر ان کے علاوہ کسی عضو کے لیے پانی کا استعمال مضر ہو تو ایسا شخص وضو جبیرہ پر اکتفاء نہیں کر سکتا، اور اس کا وظیفہ تیمم کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

مسئلہ (۲۲): اگر کسی کا جبیرہ نجس ہو اور اس پر کوئی پاک کپڑا رکھ کر تر گیلا ہاتھ پھیرنا ممکن ہو تو ایسا کرے، ورنہ اس پر لازم ہے تیمم کرے۔

مسئلہ (۲۳): جو زخم اور پھوڑے کھلے ہوتے ہیں ان کا حکم بھی وہی جبیرہ والا ہے کہ جو گزر چکا ہے۔ اور اگر وہ

کھلے نہ ہوں اور وضو میں دھونے کے مقام پر ہوں اور انہیں دھونا ممکن ہو تو انہیں دھونا واجب ہے۔ اور اگر انہیں دھونا ممکن نہ ہو تو ان کے آس پاس کی جگہ کو دھو یا جائے گا اور ان کے اوپر سے گیلا ہاتھ پھیرا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ پاک ہو اور تر ہاتھ پھیرنے سے اس کے مزید خراب ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ بصورت دیگر ان پر کوئی پاک کپڑا رکھ کر گیلا ہاتھ پھیرا جائے گا۔ اگر کسی پھوڑے یا زخم کے اطراف میں دھونا ضروری ہو یا وہ نجس ہو تو اسے دھونا ممکن نہ ہو تو ایسے شخص کا وظیفہ تیمم ہے۔

مسئلہ (۲۴): اگر مسح کے مقام پر کوئی زخم یا پھوڑا ا ور اس پر پٹی نہ بندھی ہو اور وہ پورے حصے پر پھیلا ہوا ہو۔ چنانچہ اگر اس پر مسح کرنا ممکن ہو تو کرے، لیکن اگر وہ نقصان کے اندیشے یا اس کے نجس ہونے کی وجہ سے مسح نہ کرسکتا ہو تو اس کا فریضہ تیمم ہے۔

مسئلہ (۲۵): اگر اعضاء وضو میں سے متاثرہ عضو ٹوٹا ہوا ہو اور وہ کھلا ہو اور اگر اسے دھونا ضرر رساں ہو تو ایسے شخص کا شرعی وظیفہ تیمم ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ اس کے آس پاس کی جگہ کو دھو لے جیسا کہ زخم یا پھوڑا کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ ٹوٹا ہوا عضو اعضائے مسح میں سے ہو اور کھلا ہو۔ تو اگر اس پہ مسح کرنا ممکن ہو تو معمول کے مطابق وضو کرے۔ اور اگر اس پر مسح کرنا ممکن نہ ہو تو تیمم کرے۔ لہذا ضروری ہے اگر وضو کے عضو پر زخم یا پھوڑا ہو یا وہ ٹوٹا ہوا ہو تو اس کا حکم علیحدہ علیحدہ سمجھنا ضروری ہے۔

مسئلہ (۲۶): اگر پٹی حد سے زیادہ پھیلا کر باندھی گئی ہو اور اسے چھوٹا کرنا ممکن ہو تو واجب ہے کہ اسے چھوٹا کیا جائے۔ لیکن اگر اسے چھوٹا کرنا ممکن نہ ہو تو ایسے شخص کا وظیفہ تیمم ہے۔ بشرطیکہ وہ عضو ایسا نہ ہو جو دھونے اور مسح کرنے میں مشترک ہو۔ اگر ایسی صورت ہو تو تیمم اور وضو جبیرہ دونوں کرنا پڑیں گے۔

مسئلہ (۲۷): غسل میت کے علاوہ تمام غسلوں میں بھی جبیرہ کا حکم جاری ہوتا ہے۔

وضو کی شرائط:

اس میں درج چیزیں شرط ہیں:

۱) وضو کا پانی پاک ہو، نجس نہ ہو۔

۲) پانی مطلق ہو، مضاف نہ ہو۔ (یعنی وہ کسی چیز سے نکالا ہوا عرق نہ ہو اور نہ ہی اس میں حد سے زیادہ کسی چیز کی آمیزش ہو، جس کی بنا پر اسے خالص پانی نہ کہا جاسکے۔

۳) پانی مباح ہو، یعنی کسی کا غصب شدہ نہ ہو۔

۴) اسے نجاست کو دھونے میں استعمال نہ کیا گیا ہو، اور بنا بر اصل شرع اسے حدثِ اکبر کو رفع کرنے یعنی واجب غسل کرنے میں استعمال نہ کیا گیا ہو۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس کے علاوہ دوسرا پانی ملنا مشکل نہ ہو۔

۵) جن جن مقامات کو دھونا یا اُن پہ مسح کرنا ہے، وہ پاک ہوں اور اُن پر کوئی ایسی چیز موجود نہ ہو جو جلد تک پانی کے پہنچنے میں مانع بنے۔

۶) جس جگہ اعضاء وضو کو دھویا جائے وہ مباح ہو، کسی سے غصب نہ کی گئی ہو۔ بنابر احوط وجوبی مسح کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔

۷) پانی کے استعمال کرنے میں کوئی مانع نہ ہو۔ مثلاً ایسی بیماری ہو جس میں پانی کا استعمال مضر ہو۔ یا پیاس کی وجہ سے اپنی یا کسی دوسرے انسان بلکہ حیوان کی جان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو جس کی عرف میں کچھ نہ کچھ مالیت ہو۔ خواہ وہ اس کا ذاتی ہو یا کسی دوسرے ایسے شخص کا جس کی مملوکہ چیزوں کی حفاظت ضروری ہے۔

۸) نیت کرنا۔ یعنی انسان یہ افعال بجالاتے ہوئے وضو کا قصد کرے۔ نہ کہ محض صفائی ستھرائی یا ٹھنڈک حاصل کرنے یا یونہی بلا وجہ دھونے لگے۔

۹) دھونے اور مسح کرنے کے تمام افعال خود انجام دینا۔ لہذا اگر کسی شخص کو کوئی دوسرا شخص وضو کرائے اور اسے وضو کرنے والے کا فعل نہ سمجھا جا سکے تو اُس کا وضو باطل ہوگا۔ مگر یہ کہ وہ خود مجبور ہو یا اِن افعال کو انجام دینے پر قادر نہ ہو۔

۱۰) اعضاء وضو کے دھونے اور مسح کرنے میں اس طرح تسلسل ہو کہ ان تمام افعال عرف میں ایک ہی فعل کہا جا سکے۔

۱۱) وضو کے افعال کی انجام دہی ترتیب کے ساتھ ہو۔ یعنی سب سے پہلے چہرہ، پھر دایاں بازو، پھر بایاں بازو، پھر سر کا مسح، پھر دائیں پاؤں کا مسح اور پھر بائیں پاؤں کا مسح کیا جائے۔

وضو میں خلل واقع ہونے کے احکام

مسئلہ (۲۸): جس شخص کو یہ یقین ہو کہ اس کی طہارت باقی نہیں تھی۔ مگر شک کرے کہ بعد میں طہارت کی تھی یا نہیں تو اسے چاہیے کہ طہارت (وضو) کرے۔

مسئلہ (۲۹): اگر کسی شخص کو نماز یا ایسے عمل کی انجام دہی کے دوران جس میں طہارت شرط ہوتی ہے، شک ہو کہ طہارت کی ہے یا نہیں تو اسے چاہیے کہ نماز یا جو عمل وہ انجام دے

مسئلہ (۳۰): کسی عضو کو دھونے یا مسح کرنے کے دوران خلل واقع ہو جائے تو مکلف کو چاہیے کہ اس خلل کا ازالہ کرے اور پھر وضو کے بقیہ افعال کو انجام دے کر وضو پورا کرے۔ اسی طرح اگر اسے وضو کے افعال سے کسی فعل کی انجام دہی کے بارے میں شک ہو اور وہ ابھی اس سے فارغ نہ ہوا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے شک کا ازالہ کرے اور وضو کامل کرے۔ لیکن اگر اُسے کسی فعل کے انجام دینے کے بعد شک گزرے تو اس کی پرواہ نہ کرے۔

مسئلہ (۳۱): اگر انسان کو مکمل کر لینے کے بعد یقین ہو جائے کہ اس نے وضو کا کوئی فعل چھوڑا ہے۔ مگر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ فعل واجب تھا یا مستحب، تو بنابر ظاہر اس کا وضو درست سمجھا جائے گا۔

مبطلاتِ وضو

جب انسان ایک دفعہ وضو کر لےتو وہ باطہارت رہتا ہے ۔ یہاں تک کہ اس سے وضوتوڑنے والے امور میں سے کوئی امر صادر ہوجائے ۔ چناچہ ایسی صورت میں اس پر ہر ایسےفعل کے لیے وضو کرنا واجب ہوجاتا ہےجس کی ادائیگی میں طہارت مشروط ہوتی ہے۔جیسے نماز وغیرہ۔اس کے علاوہ مستحب ہے کہ انسان ہمیشہ باطہارت رہے۔ چناچہ روایت میں آیاہے کہ اگرکسی کو باطہارت حالت میں موت آئےتو وہ شہید مرتا ہے۔

اگر انسان کا کیا ہوا وضوٹوٹ جائےتو اسے حدثِ اصغر کا واقع ہونا کہتے ہیں۔یہ درج ذیل امور سے صادر ہوتا ہے:

۱،۲) پیشاب و پاخانہ نکلنے سے، چاہے اپنے مقررہ مقام سے نکلے یا علاج کی غرض سے لگائی گئی نالی وغیرہ سے نکلے۔بشرطیکہ اسے ان دو میں کوئی ایک سمجھا جاسکے۔(لہذا اگر خارج ہونے والی چیزان کے علاوہ ہوتواس کاحکم جدا ہوگا۔)

۳) ریح کا خارج ہونا۔خواہ مقعد سے ہو یااس کے راستے پہ لگائی نالی سے۔لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اسے'ریح' کہا جاسکے۔لیکن جو نالی عورت کے اگلی شرمگاہ کے راستے پر لگائی جاتی ہےاس سے جو ہوا نکلتی ہےاس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔خواہ وہ کئی دفعہ سنائی دے۔

۴) وہ نیند جو عقل پہ غالب آجائے۔اس میں کوئی فرق نہیں کہ انسان کھڑا ہو یا بیٹھا ہو یا لیٹا ہو۔لیکن شک ہو کہ عقل پہ غالب آئی یا نہیں تو اس کا اندازہ قوت سماعت سے لگایا جائے گا۔کیونکہ اونگھ کا اثر آنکھ پہ غالب آجاتا ہے اور وہ خودبخود بند ہوجاتی ہے، جبکہ اس دوران انسان اپنے آس پاس کی باتیں سن رہا ہوتا ہےاورانہیں سمجھ رہا ہوتا ہے۔تو ایسی صورت میں اگر آنکھ بند بھی رہےتو انسان کا وضو باقی رہتا ہے۔

مسئلہ(۳۲): نیند کی مانند ہراُس چیز کا یہی حکم ہے جو عقل پہ غالب آجائے۔جیسے دیوانگی، بے ہوشی، نشہ، حواس کا سُن ہوجانا۔

مسئلہ(۳۳): مذی، ودی اور وذی کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔یہ وہ قطرات ہیں جو بعض صورت میں مرد کے آلہ تناسل سے خارج ہوتے ہیں۔مذی' ان قطروں کو کہا جاتا ہے جو شہوت اور جنسی جذبات ابھرنے پر خارج ہوتے ہیں۔ودی' وہ رطوبت ہے جو پیشاب کے بعد نکلتی ہے۔وذی' وہ رطوبت ہے جو منی کے بعد مخرج سے نکلتی ہے۔اس کے بارے میں زیادہ بہتر اور واضح یہ ہے اس کے نکلنے سے غسل نہیں ٹوٹتا۔

۵) استحاضہ۔اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔ان شاءاللہ

وضو کے بعض احکام

وضوخود سے واجب نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ یہ صرف ان امور کی انجام دہی سے قبل واجب ہوتا ہے جن کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہوتا ہے۔ جیسے واجب و مستحب نمازیں۔ اسی طرح نماز کے بعض بھولے ہوئے اجزاء جیسے سجدۂ سہو کے لیے۔ اور واجب طواف کی نماز کے لیے خواہ وہ حج کا عمرہ کا۔ چاہے وہ عمرہ واجب ہو یا مستحب۔

مسئلہ (۳۴): جو شخص باطہارت نہ ہو اس کے لیے قرآن کے حروف حتی کہ اس کی مدوں اور تشدیدات کو بھی چھونا جائز نہیں۔ البتہ وہ قرآن میں تجویدی علامات، قرآن کے علاوہ کتابوں میں لکھی ہوئی آیات اور قرآن کے اوراق و غلاف کو بغیر طہارت کے مس کر سکتا ہے۔ احوط یہ ہے کہ اگر قرآن کے علاوہ کہیں خدا کا نام ''اللہ'' لکھا ہوا ہو تو اسے بھی نہ چھوا جائے۔ لیکن اگر وہ بندوں کے نام کا جز و ہو (مثلاً عبداللہ) تو ایسی صورت میں اسے چھونے میں کوئی حرج نہیں۔ بعینہٖ یہی حکم ائمہ معصومین علیہم السلام کے ناموں کا ہے۔

مسئلہ (۳۵): وضو ایک بذاتِ خود ایک مستحب عمل ہے تا کہ انسان باطہارت رہے۔ اسے قربۃً الی اللہ کی نیت سے انجام دینا ہی کافی ہے، ضروری نہیں کہ اسے واجب کی نیت سے انجام دیا جائے۔ مثلاً نماز کا وقت داخل ہونے کی صورت میں نماز ادا کرنے کے لیے۔ پس جب اسے قربت کی نیت سے کیا جائے گا تو اس سے وہ تمام امور انجام دیے جا سکتے ہیں جن کے لیے وضو ضروری ہوتا ہے۔

مسئلہ (۳۶): اس حکم کے جاری ہونے میں کوئی فرق نہیں خواہ قرآن کی کتابت عربی رسم الخط میں ہو یا کسی اور خط میں جس میں قرآن کے الفاظ موجود ہوں۔ (ترجمہ نہ ہو) جیسا کہ کتابت میں کوئی فرق نہیں ہو کہ وہ سیاہی سے ہو یا کندہ کی ہوئی ہو، یا کشیدہ شدہ اور نقش و نگار کے ساتھ ہو۔ جس طرح مس کرنے والے عضو میں یہ فرق نہیں کہ اس میں جان ہو یا نہ۔ جیسے بنا بر احتیاطِ مستحب بال وغیرہ بھی چھوئیں۔

مسئلہ (۳۷): جب فرض نماز کا وقت داخل ہو جائے تو وضو کو فرض فعل کو انجام دینے کی نیت کے ساتھ کرنا جائز ہے۔ بلکہ وجوب کا قصد کرنا بھی ممکن ہے۔ جیسا کہ اس وقت اسے طہارت حاصل کرنے یا کسی اور اچھے قصد کے ساتھ بھی انجام دینا جائز ہے۔ لیکن اگر نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے وضو کیا جائے تو نماز کے لیے واجب کی نیت کرنا جائز نہیں۔ ہاں نماز کی تیاری کی نیت کی جا سکتی ہے۔ اور یہ مستحب بھی ہے۔

اغسال کا بیان

بعض اغسال واجب ہوتے ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں:

اول: وہ جو بذات خود واجب ہوتے ہیں جیسے غسل میت۔ اور وہ جو کسی دوسرے سبب سے واجب ہوتے ہیں جیسے غسل نذر۔ یہ غسل ایک دوسری چیز کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔

ثانی: وہ اغسال جو کسی دوسرے فریضے (مثلاً نماز) کی انجام دہی کے لیے واجب ہوتے ہیں۔ اس قسم میں جنابت، حیض، استحاضہ اور مس میت کا غسل شامل ہیں۔

جب کہ بعض غسل مستحب ہیں۔ جو بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے بعض وقت کے ساتھ مربوط ہوتے ہیں جیسے غسل جمعہ۔ اور بعض مخصوص جگہوں کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں جیسے حرم میں داخل ہونے کا غسل اور توبہ کا غسل۔

غسل جنابت

غسل جنابت دو چیزوں سے واجب ہوتا ہے:

۱) مقررہ مقام سے منی کا نکلنا: اس مقام سے مراد اگلی شرم گاہ ہے۔ منی کے نکلنے سے غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے خواہ اختیار سے نکلنے یا بغیر اختیار کے، بیداری میں نکلے یا نیند میں، تھوڑی مقدار میں ہو یا زیادہ اور جماع کے دوران ہو یا اس کے بغیر۔

لیکن جہاں تک عورت کا مسئلہ ہے تو اس کی اگلی شرم گاہ جنسی جذبات ابھرتے وقت جو رطوبتیں نکلتی ہیں اگر چہ وہ زیادہ ہی مقدار میں ہوں اس پر جنابت کا حکم عائد نہیں ہوتا۔ اس پر اسی صورت میں غسل واجب ہوگا جب وہ شہوت اور جنسی جذبات میں اپنی انتہاء کو پہنچے۔ اس میں ہیجان کی کیفیت پیدا ہو اور اس کا بدن ڈھیلا ہو جائے۔ خواتین میں یہ حالت کم کم دیکھی جاتی ہے۔ یہاں احوط یہ ہے کہ صرف غسل پر اکتفاء نہ کیا جائے، اگر اس سے حدثِ اصغر صادر ہوا تو غسل کے ساتھ وضو بھی کرے۔

مسئلہ (۳۸): منی خارج ہونے کے بعد پیشاب سے پہلے جو رطوبت نکلے ظاہر کی بنا پر اس پہ بھی منی کا ہی حکم لگایا جائے گا۔

۲) غسل جنابت کے واجب ہونے کا دوسرا سبب جماع ہے۔ اگر چہ انزال نہ بھی ہو۔ جماع اس وقت ثابت ہوتا ہے جب ختنے کا مقام مکمل طور پر عورت کی اگلی شرم گاہ میں داخل ہو جائے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب ختنے کا مقام صحیح و سالم حالت میں ہو۔ اگر وہ کٹا ہوا ہو تو اس کا ختنے کی متعارف مقدار کے برابر داخل ہونا ضروری ہے۔

وہ امور جن کی بجا آوری غسل جنابت پر موقوف ہے

وہ امور جن کی ادائیگی غسل جنابت پر موقوف ہے ان کی تعداد چھ ہے اور وہ حسب ذیل ہیں:

اول: نمازِ جنازہ کے علاوہ تمام نمازیں۔ اسی طرح نماز کے بھولے ہوئے اجزاء، بلکہ احوط وجوبی کی بنا پر سجدۂ سہو بجالانے کے لیے بھی۔

دوم: احرام پہن کر مطلقاً واجب طواف کرنے کے لیے۔

سوم: روزہ رکھنے کے لیے۔ یعنی اگر مکلف جان بوجھ کر طلوعِ فجر تک جنابت کی حالت پر باقی رہے اور غسل نہ کرے تو اس کا روزہ باطل ہوجاتا ہے۔

چہارم: قرآن کریم کے حروف اور خدا کے نام ''اللہ'' کو مس کرنا۔ خدا کا نام چاہے قرآن میں ہو یا کسی اور مقام پر۔

پنجم: مسجد میں ٹھہرنا، بلکہ مطلقاً مسجد داخل ہونا۔ خواہ مسجد میں کوئی چیز رکھنے کے لیے ہی ہو۔

ششم: واجب سجدے والی سورتوں کی سجدے والی آیات تلاوت کرنا ۔ وہ سورتیں یہ ہیں : حم السجدۃ (سورۃ فصلت)، الم السجدہ (سورۃ سجدہ)، سورۃ النجم اور سورۃ العلق۔

غسل کے واجبات

غسل کرنے میں درج ذیل چیزیں واجب ہیں:

۱۔ نیت کرنا اور غسل کے مکمل ہونے تک نیت پہ باقی رہنا۔

۲۔ ظاہری جلد کو اس طرح دھونا کہ اس پر دھویا جانا صادق آجائے۔ لہٰذا اگر جلد تک پانی کے پہنچنے میں کوئی چیز رکاوٹ بن رہی ہو تو اس کا زائل کرنا واجب ہے۔

۳۔ بدن کے اُن حصوں میں خلال کرنا جہاں پانی جلد تک نہ پہنچتا ہو۔

۴۔ سر اور داڑھی کے بالوں کو اچھی طرح دھونا مگر یہ کہ وہ حد سے زیادہ طویل جیسے عورتوں کے بال لمبے ہوتے ہیں۔

۵۔ غسل کو ترتیبی یا ارتماسی طریقے کے مطابق انجام دینا۔ ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

ترتیبی غسل: یعنی سب سے پہلے سر اور گردن، اس کے بعد بدن کا مکمل دایاں حصہ اور اس کے بعد مکمل بایاں حصہ دھونا۔ یہ ضروری ہے کہ اس عضو کو دھونے کے دوران ساتھ دوسرے عضو کو بھی ملا لیا جائے تا کہ تمام اعضاء کا دھل جانا

یقینی ہوجائے۔

اِرتماسی غسل : اس سے مراد پورے بدن کو نیت کر کے یک بارگی میں پانی میں اس طرح ڈبونا غسل مکمل ہو جائے۔اور پانی کے اندر ہی ضرورت ہوتو بالوں میں خلال کرے اور اپنے پاؤں زمین سے اٹھائے رکھے۔البتہ یہ واجب ہے ارتماسی غسل جنابت بدن کو پاک کرنے کے بعد کیا جائے۔

۶۔ غسل کے لیے استعمال ہونے والا پانی خالص ہو۔کسی چیز کا عرق یا کسی چیز کے ساتھ ملاوٹ شدہ نہ ہو۔

۷۔ پانی پاک ہو۔

۸۔ پانی مباح ہو۔کسی سے غصب کیا ہوا نہ ہو۔

۹۔ انسان غسل کے تمام افعال خود انجام دے۔لہذا کسی مجبوری کے بغیر انسان کے لیے جائز نہیں کہ کوئی دوسرا اس کی طرف غسل کے امور انجام دے۔(واضح رہے کہ یہاں غسل خود انجام دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے بدن کے تمام اعضاء پر خود پانی ڈالے اور انہیں پاک کرے۔چناچہ اگر کوئی شخص اسے پانی مہیا کرے یا اسے گرم کر کے دے یا اس جیسے دیگر کاموں میں معاونت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ معاونت کرنے والے کے لیے کارِ ثواب ہے۔)

۱۰۔ پانی کے استعمال کرنے میں کوئی عذر مانع جیسے بیماری نہ ہو۔

۱۱۔ غسل سے پہلے تمام اعضاء پاک ہوں۔

مسئلہ(۳۹):

زیادہ افضل واحوط یہ ہے کہ غسل ارتماسی کی بجائے غسل ترتیبی انجام دیا جائے۔

مسئلہ(۴۰):

مفادِ عامہ کی خاطر لگائی گئی پانی کی سبیلوں سے وضو اور غسل کرنا جائز نہیں۔لیکن اگر اس کے بارے میں عمومی اجازت ہو کہ اسے جیسے چاہیں استعمال کریں تو اس سے ان افعال کو انجام دیا جاسکتا ہے۔

غسل جنابت کے احکام

مسئلہ(۴۱): غسل جنابت کے صحیح ہونے میں یہ بات شرط نہیں کہ غسل سے پہلے پیشاب کیا جائے تا کہ اگر کوئی منی کے قطرات ہیں تو باہر نکل آئیں۔ لیکن اگر کوئی شخص غسل سے پہلے پیشاب نہ کرے اور غسل کر لے پھر اس کے آلہ تناسل سے کوئی رطوبت نکلے جس کے بارے میں شبہ ہو کہ یہ منی ہے یا نہیں، تو ظاہر کی بنا پر اسے منی ہی تصور کیا جائے گا۔ لہٰذا اس پہ دوبارہ غسل کرنا واجب ہو جائے گا۔ خواہ اس نے اپنے آلہ تناسل کو کسی کپڑے یا ٹشو وغیرہ سے اچھی طرح نچوڑا ہو یا نہیں۔ لیکن اگر اسے نچوڑنے یا کسی اور طریقے سے تسلی ہوگئی ہو کہ اب پیشاب کی نالی میں منی باقی نہیں رہی تو اس نکلنے والی رطوبت کو منی نہیں سمجھا جائے گا۔

مسئلہ(۴۲): غسل جنابت وضو کی جگہ ان تمام امور کے لیے کافی ہوتا جن کی بجا آوری وضو کے ساتھ مشروط ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر واجب غسل میں یہ خاصیت موجود ہوتی ہے ماسوائے استحاضہ متوسطہ میں کیے جانے والے غسل کے۔ کیونکہ نماز وغیرہ کی ادائیگی کے لیے استحاضہ متوسطہ کے غسل کے ساتھ وضو کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ مستحب غسل جو دلیل معتبر کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اس کے بعد بھی نماز وغیرہ کے لیے وضو کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے روزِ جمعہ کا غسل۔ لہٰذا جو غسل کسی معتبر دلیل سے ثابت نہ ہو، یا اس کے موضوع کے بارے میں شک ہو یا اسے احتیاط کی نیت سے انجام دیا جائے تو احوط یہ ہے کہ (نماز وغیرہ کی ادائیگی کے لیے) اس کے ساتھ وضو بھی کیا جائے۔ خواہ استحباب کی نیت سے ہی ہو۔

مسئلہ(۴۳): اگر غسل کے دوران حدثِ اصغر صادر ہو جائے (یعنی ریح یا پیشاب نکل جائے) تو مکلف اپنے غسل کو مکمل کرے گا اور نماز وغیرہ کی ادائیگی کے لیے الگ سے وضو کرے گا۔ اور وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ نئے سرے سے غسل کی نیت کر کے اسے شروع سے دوبارہ انجام دے۔ پھر اسے وضو کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ البتہ مستحب احوط یہ ہے کہ انسان اپنے اس غسل کو بھی پورا کرے اور اس کے ساتھ ایک دوسرا غسل کرے اور ساتھ میں وضو بھی کرے۔

مسئلہ(۴۴): اگر انسان اپنے بدن کے ایک حصے کا غسل مکمل کر چکا ہو اور اسے شک ہو کہ آیا درست کیا ہے یا نہیں تو ظاہر یہ ہے کہ وہ اپنے شک کی پرواہ نہ کرے، خواہ وہ اس سے اگلے عضو کو دھونے لگ گیا ہو یا نہ۔

خون کی قسمیں اور اُن کے احکام

وہ خون جو عورت کی شرمگاہ سے نکلتا ہے اس کی چند ایک اقسام ہیں اور ان کے الگ الگ احکام ہیں۔

اوّل: خونِ حیض: اسے ماہواری بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ رحم میں جس مادے کا انزال ہوتا ہے یہ اسے ہر ماہ باہر نکالتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس میں نر کا نطفہ موجود نہ ہو۔ یہ اس کے ساتھ بعض ریشوں اور معدہ کے مواد کو بھی منتقل کرتا ہے تا کہ وہ بیضہ کی خوراک بنے۔

دوم: خون بکارت: یہ وہ خون ہے جو عورت کا پردۂ بکارت پھٹنے کے وقت باہر آتا ہے۔

سوم: نفاس کا خون: یہ وہ خون ہے جو بچے کی پیدائش کے وقت نکلتا ہے۔

چہارم: زخم اور پھوڑے کا وہ خون جو بدن کے اس حصے کے ساتھ لگ جائے۔

پنجم: خون استحاضہ: یہ وہ خون ہے جو رحم کے کسی مرض کا شکار ہونے کی صورت میں باہر آتا ہے۔ اسے مذکورہ بالا اقسام کے ساتھ ملحق نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرے اور چوتھے نمبر پر خون کی جن جن قسموں کا ذکر ہوا ہے ان میں غسل واجب نہیں ہوتا صرف نجاست کے مقام کو ہی پانی سے پاک کر لینا کافی ہے۔ اس کے علاوہ جو تین قسم کے خون ہیں وہ حدثِ اکبر ہیں اور ان کے نکلنے پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔

حیض

غسلِ حیض کا سبب وہ خونِ حیض ہے جو جسے بالغہ اور معمول کے مطابق عورت ہر ماہ میں ایک دفعہ دیکھتی ہے۔

اسے خونِ حیض صرف اسی صورت میں کہا جائے گا کہ جب وہ فرج سے باہر آئے۔ لہذا اگر خون رحم سے نکل کر فرج کی فضا کی طرف آئے مگر اس سے باہر نہ نکلے تو اس پہ حیض کا حکم جاری نہیں ہوگا۔ لیکن وہ فرج سے باہر آ جائے خواہ تھوڑی مقدار میں ہی ہو یا روئی کے ایک ٹکڑے کو آلودہ کر دے یا اس سے تھوڑا کم یا زیادہ ہو تو اس پہ حیض کا حکم لگایا جائے گا۔ اگر چہ وہ اتنا نکلنے کے بعد باقی فرج کی فضا (نالی) میں ہی ٹھہر جائے۔

حیض کے خون کی کچھ نشانیاں ہیں جن کی مدد سے اس کی پہچان کی جا سکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس کا رنگ سیاہ یا سرخ ہوتا ہے، وہ گرم ہوتا ہے اور فشار و جلن کے ساتھ باہر آتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس استحاضہ کے خون میں یہ صفات موجود نہیں ہوتی اور وہ زرد رنگ کا ہوتا ہے۔

اس بنا پر جب عورت دیکھے کہ اس کے اندر سے نکلنے والے خون میں حیض کی تمام تر نشانیاں موجود ہیں تو اسے چاہیے کہ اس کی عمومی شرائط کا لحاظ رکھے جن کا ذکر ذیل میں آئے گا۔ جیسے نماز و روزہ ترک کر دے اور تین دن تک اسی طرح رہے۔ چنانچہ اگر وہ تین روز تک اسی طرح آتا رہے تو وہ خون حیض ہوگا۔ لیکن اگر اس کی نشانیوں میں تبدیلی

نمایاں ہو مثلاً اس کا رنگ ہلکا پڑ جائے اور وہ زرد رنگت اختیار کر لے تو ایسی صورت میں وہ خون حیض نہیں، بلکہ استحاضہ کہلائے گا۔ اور عورت کو ان تین دنوں کے نماز و روزہ کی قضا کرنا ہوگی۔

خون حیض کے نکلنے کی مدت

ہر وہ خون جس کو قمری نو سال سے کم عمر بچی دیکھے، خواہ لحظہ بھر کے لیے ہی تو اس پر حیض کا حکم لاگو نہیں ہوتا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اسے مذکورہ بالا نشانیوں کے ساتھ دیکھ کر اطمینان کر لے کہ اس نے نو سال قمری مکمل کر لیے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکی کو نو سال قمری پورے ہونے سے پہلے حیض کا خون نہیں آتا۔ اسی طرح جو عورت یائسہ ہو، اگر وہ اپنی اگلی شرم گاہ سے آتا دیکھے تو اسے حیض نہیں سمجھے گی۔ مگر یہ کہ وہ جانتی ہو کہ ابھی وہ یائسہ نہیں ہوئی۔[1] مثلاً جب اسے اپنی عمر کے بارے میں اچھی طرح معلوم نہ ہو یا یہ علم نہ ہو کہ عورت کب یائسہ ہوتی ہے؟ تو وہ اپنے خون کو حیض تصور کرے گی۔ اس کی مدت میں عورت کی رہائش کے علاقوں کی وجہ سے تبدیلی بھی ہوتی رہتی ہے۔ جیسے کوئی علاقہ گرم ہوتا ہے تو کوئی ٹھنڈا اور کوئی معتدل آب و ہوا والا۔ اسی طرح عورت کا حاملہ ہونا بھی اس کی مدت میں تبدیلی کا سبب بنتا ہے۔ لیکن یائسہ ہونے کی اوسط عمر ۵۰ سے ۶۰ سال کے درمیان ہے۔ اور اس میں سیدہ و غیر سیدہ میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ (۴۵): عام طور پر جو عورت حاملہ ہوتی ہے اسے حیض نہیں آتا۔ لیکن کبھی کبھی خلاف معمول اُسے ان دنوں بھی حیض آجاتا ہے۔ بعض اوقات حمل سے پہلے اور بعض اوقات حمل ظاہر ہونے کے بعد۔ لہذا اگر وہ ان ایام میں اپنی اگلی شرم گاہ میں خون دیکھے اور اسے یقین ہو کہ حیض والا خون ہے تو اسے چاہیے کہ حائضہ کے احکام پر عمل کرے۔ لیکن اگر اسے اطمینان نہ ہو، اور وہ معمول کے دنوں میں یا اس کے ایک یا دو دن کے قریب میں ظاہر ہو تو اور اس میں حیض والی صفات (جیسے گاڑھا سرخ یا سیاہ رنگ والا ہونا اور فشار و جلن کے ساتھ خارج ہونا) پائی جاتی ہوں تو اُسے حیض سمجھے۔ لیکن اگر وہ خون معمول کے دنوں سے ہٹ کر آئے اور اس میں حیض والی صفات موجود نہ ہوں تو اُسے استحاضہ سمجھے۔

لیکن اگر صورت یہ ہو کہ وہ خون آئے تو معمول کے دنوں میں مگر اس میں خون حیض کی صفات موجود نہ ہوں۔ یا اس میں خون حیض کی صفات تو پائی جاتی ہوں مگر وہ معمول کے دنوں میں نہ ہو اُسے چاہیے کہ ان چیزوں سے اجتناب کرے جن سے حائضہ عورت کو منع کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اُن اعمال کو بھی انجام دے کہ جو خونِ استحاضہ والی عورت کے بارے میں بیان کیے گئے ہیں۔

حیض کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت

خون حیض کا کم سے کم دورانیہ تین دن ہے۔ اور اس سے مراد طلوعِ فجر سے غروب آفتاب تک کا وقت ہے۔ لہذا اگر اسے پہلا خون رات کے وقت آئے تو اسے تین دنوں میں سے شمار نہیں کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے

---

[1] یائسہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کو بڑھاپے کی عمر میں حیض آنا بند ہو گیا ہو۔

۔اس صورت میں اسے پہلی رات کہا جائے گا۔پہلی دفعہ خون باہر آنے کے بعد اگر باقی ایام میں شرم گاہ کے اندر کی طرف ہی رہے تو کافی ہے۔درمیان والی دوراتیں بھی حساب میں داخل ہوں گی اور اُس مدت کو شامل ہوں گی جس کے بارے میں ہم بیان کریں گے کہ اس میں خون کا آنا بند نہ ہو۔سوائے چند معمولی وقفوں کے جو کہ خواتین میں متعارف ہیں۔البتہ تینوں دنوں کے بعض حصے میں ان کا موجود ہونا کافی نہیں۔لیکن دنوں کے بعض حصوں کو ملا کر تین دن پورے ہو جانا کافی ہے۔مثلاً اگر وہ ایک دن کے درمیانی حصے میں خون دیکھے تو اس میں شرط ہے کہ وہ چوتھے دن کے درمیانی حصے تک رہے۔

حیض کا دورانیہ زیادہ سے زیادہ دس دن کا ہوتا ہے۔چناچہ اگر خون دس دنوں سے زیادہ رہے تو اضافی دنوں کا خون حیض شمار نہیں ہوگا۔

دوبارہ حیض آنے میں طُہر کی مدت کم سے کم دس دن ہوتی ہے۔یعنی اس حالت میں یا تو اصلاً خون موجود ہی نہیں ہوتا یا پھر استحاضہ کا خون ہوتا ہے۔لیکن اگر ایک حیض کے دو خون آنے کے درمیان کوئی پاکی آجائے تو طہر کی مدت میں بھی کمی واقع ہو سکتی ہے۔

حیض کی عمومی شرطوں کا خلاصہ درج ذیل چار نکات سے سمجھا جاسکتا ہے:

۱۔ عورت کی عمر کے قمری نو سال پورے ہوں۔اور ساٹھ سال زیادہ نہ ہو۔

۲۔ تین دن لگا تار خون آتا رہے۔

۳۔ خون کا آنا دس دنوں سے زیادہ نہ ہو۔

۴۔ دو دفعہ حیض آنے میں طہر کی مدت دس دن سے کم نہ ہو۔

عادت رکھنے والی عورتیں

ماہواری کے ایام میں عورتوں کی طبیعت مختلف ہوتی ہے۔بعض کے حیض کے دن مقرر مثلاً چھے روز ہوتے ہیں۔لیکن اُسے حیض آنے کا وقت معین نہیں ہوتا۔ایسی عورت کو عدد رکھنے والی کہا جاتا ہے۔بعض کو حیض آنے کا وقت مقرر ہوتا ہے (مثلاً ہر قمری مہینے کی پانچ تاریخ کو) لیکن دورانیہ معین نہیں ہوتا۔ایسی عورت کو وقت کی عادت (Routine/Habitual) رکھنے والی کہا جاتا ہے۔اور بعض کا وقت اور دورانیہ دونوں معین ہوتے ہیں۔اور اُسے وقت و عدد رکھنے والی عورت کہا جاتا ہے۔

جب عورت کو پے در پے دو حیض آتے ہیں تو وہ سمجھ جاتی ہے کہ اس کا مزاج کس طرح کا ہے؟ اگر اس کے دونوں حیضوں کی مدت اور تاریخ ایک جیسی ہو تو وہ وقت و عدد کی عادت رکھنے والی ہوگی،اگر اُن دونوں حیضوں کی تاریخ ایک ہو لیکن دورانیہ معین نہ ہو تو وہ صرف وقت کی عادت رکھنے والی کہلائے گی۔اور اگر اُن دونوں حیضوں کا دورانیہ معین ہو اور تاریخ مقرر نہ ہو تو اُسے مدت کی عادت رکھنے والی کہا جائے گا۔

مسئلہ (۴۶): وقت کی عادت رکھنے والی خواہ عدد کی عادت رکھنے والی ہو یا نہ، اپنی عادت کے مطابق یا اس سے

ایک دودن پہلے یا بعد خون دیکھتے ہی حائضہ قرار پائے گی۔ بالخصوص اس وقت کہ جب اُس نے اپنے حساب سے شمار کر رکھا ہو کہ مہینے کے اس حصے میں اسے خون حیض آتا ہے۔ لہذا وہ عبادت ترک کر دے گی اور حائضہ عورت کے احکام پر عمل کرے گی۔ اگرچہ اس خون میں حیض والی علامات موجود نہ بھی ہوں۔ لیکن اگر اس پر واضح ہو جائے کہ یہ واقعاً حیض نہیں اور تین دن پورے ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے تو اُس پر نماز کی قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ (۴۷): جو عورت وقت کی عادت رکھنے والی نہ ہو، چاہے وہ عدد کی عادت رکھتی ہو یا اصلاً عدد کی عادت رکھنے والی نہ ہو۔ جیسے وہ عورت جسے پہلی مرتبہ حیض آئے۔ تو یہ خون دیکھتے ہی حائضہ ہو جائے گی بشرطیکہ اس میں حیض والی علامات موجود ہوں۔ جیسے گرم و سرخ رنگ والا ہونا اور فشار و جلن کے ساتھ خارج ہونا۔ لیکن اگر اس کے خون میں یہ صفات موجود نہ ہوں تو اس کے تین دن بعد حائضہ ہوگی۔ مگر اسے چاہیے کہ وہ اِن تین دنوں میں احتیاط کا پہلو ہاتھ سے نہ جانے دے اور حائضہ عورت جن کاموں سے اجتناب کرتی ہے یہ بھی اُن سے اجتناب کرے اور جو احکام استحاضہ والی عورت کے ہوتے ہیں اُن پہ بھی عمل کرے۔ مختصر یہ کہ جب بھی خون تین دن سے کم ہو تو وہ حیض نہیں ہوتا۔

مسئلہ (۴۸): جب خون عادتِ وقتیہ سے اتنا زیادہ پہلے یا بعد میں آ جائے جیسے دس دن پہلے یا بعد۔ تو ایسی صورت میں اگر اس میں حیض والی تمام نشانیاں موجود ہوں یا عورت کو معلوم ہو کہ مہینے کے اِس حصے میں اس کو حیض آتا ہے تو اُس خون کو حیض ہی سمجھا جائے گا۔ بصورت دیگر وہ خون استحاضہ کہلائے گا۔ یہاں بھی عورت کے لیے احوط یہ ہے کہ وہ ان چیزوں سے دور رہے۔ جن سے حائضہ عورت اجتناب کرتی ہے اور اس کے ساتھ استحاضہ والی عورت کے وظیفے پر عمل کرے۔

ایک ماہ میں دوخونوں کے درمیان طہر میں خلل واقع ہونا

جو بھی خون عورت اپنی عادت کے دنوں میں دیکھتی ہے وہ حیض کا خون ہوتا ہے۔ اگرچہ اس میں حیض والی صفات موجود نہ ہوں۔ اور ہر وہ خون جو وہ اپنی عادت سے ہٹ کر دیکھتی ہے، اس میں چاہے حیض والی صفات ہوں یا نہ، تو وہ استحاضہ ہوتا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ اسے معلوم ہو کہ خون حیض کو حسب عادت آ گیا تھا، خواہ تھوڑا پہلے یا بعد میں۔ لیکن اگر اسے اس کے بارے میں علم نہ ہو اور وہ جانتی ہو کہ یہ خون ماہواری ہے تو وہ حائضہ قرار پائے گی۔ اور اس میں صفات کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا۔ اور ان دو صورتوں کے علاوہ قول اظہر یہ ہے کہ وہ خون کی صفات دیکھ کر عمل کرے گی۔
(یعنی اگر وہ سرخ، گرم اور فشار و جلن کے ساتھ نکلے تو حیض اور اگر زرد، ٹھنڈا اور جلن کے بغیر نکلے تو استحاضہ ہوگا۔)

مسئلہ (۴۹): جب عورت تین دن لگاتار خون دیکھے پھر بند ہو جائے۔ پھر تین یا اس سے زیادہ دن مزید خون دیکھے۔ اس صورت میں اگر وہ دونوں خون اور ان کے مابین پاکی کا عرصہ دس دن سے زیادہ نہ ہو اور وہ اس کی عادت کے ایام میں ہو یا اُس میں حیض کی علامات موجود ہوں تو وہ دونوں ایک حیض شمار ہوں گے اور ان کے درمیان ایک طہر متخلل ہوگا۔ لیکن اگر اُن دونوں خونوں کا مجموعی عرصہ دس دن سے اوپر چلا جائے اور ان کے درمیان کم سے کم طہر کا فاصلہ نہ ہو۔ تو ایسی

صورت میں اگر ان میں سے ایک عرفاً اپنی عادت کے مطابق ہو اور دوسرا نہ ہو تو جو عادت کے مطابق ہوگا وہ حیض ہوگا اور دوسرے کو مطلقاً استحاضہ سمجھا جائے گا، (چاہے اس میں استحاضہ والی صفات نہ بھی ہوں۔) لیکن اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک عادت کے موافق نہ ہو (جیسے اصلاً وہ عورت عادت ہی نہ رکھتی ہو) تو اگر ان میں سے ایک میں حیض والی صفات موجود ہوں اور دوسرے میں نہ ہو تو جس میں صفات موجود ہوں گی اسے حیض اور جس میں نہ ہوں گی اُسے استحاضہ سمجھا جائے گا۔ او رجب اسے علم یا اطمینان ہو کہ یہ خون اپنی عادت تقریبی کے وقت میں آیا ہے تو بھی اسے حیض گردانا جائے گا۔

مسئلہ (۵۰): جب مذکورہ بالا دونوں خونوں میں حیض کی صفات موجود ہوں یا نہ ہوں تو اگر اسے یہ سمجھ آ رہی ہو کہ آئندہ اس کی ماہواری کی روٹین یہ ہوگی تو اس کا خون استحاضہ ہوگا۔ اگر اسے علم ہو کہ یہ ہر ماہ میں آنے والا حیض کا خون ہے تو پہلا خون آنے پر حائضہ ہوگی اور دوسرے خون کے وقت احتیاط کرے گی۔ (یعنی حائضہ عورت جن چیزوں سے اجتناب کرتی ہے وہ بھی ان سے دور رہے گی اور مستحاضہ والے احکام پہ بھی عمل کرے گی۔) لیکن اگر اسے ان دونوں کے متعلق کچھ علم نہ ہوں تو وہ صفات کو دیکھ کر ان کے مطابق عمل کرے گی۔ لہذا اگر ان دونوں میں صفات موجود ہوں تو وہ ایک حیض شمار ہوگا۔ مثلاً وہ دس دن تک رہے۔ بصورت دیگر وہ خون استحاضہ شمار ہوگا۔ یہاں بھی بہتر یہ ہے کہ یہ عورت ان چیزوں سے اجتناب کرے جن کی حائضہ عورت کو ممانعت ہوتی ہے اور اُن احکام کو بجالائے جو مستحاضہ کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔

مسئلہ (۵۱): جب دو خونوں کے مابین اقل طہر خلل پیدا کرے، اور بعد میں اس کی مدت طویل ہو جائے۔ تو ان میں سے ہر ایک مستقل حیض شمار ہوگا۔ بشرطیکہ وہ دونوں اپنی عادت پہ آئیں، یا اُن میں حیض والی صفات موجود ہوں یا خود عورت کو کسی طریقے سے معلوم ہو جائے کہ یہ حیض ہے۔ ان صورتوں کے علاوہ اسے خونِ استحاضہ سمجھا جائے گا۔

استبراء اور استظہار

''استبراء'' سے مراد عورت کا یہ جاننا ہے کہ آیا وہ حیض سے پاک ہوگئی اور رحم خون سے خالی ہوگیا یا نہیں؟

''استظہار'' سے مراد عورت کا یہ جاننا ہے کہ اس کے حیض کے ایام شروع ہوئے ہیں یا نہیں؟ لہذا جونہی وہ اپنی شرمگاہ میں حیض کا خون مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ دیکھے گی تو نماز و روزہ ترک کر دے گی۔

جب عورت کا دس دن پورے ہونے سے پہلے رک جائے اور اسے احتمال ہو کہ ابھی رحم میں مزید خون موجود ہے تو وہ تھوڑی سی روئی لے کر اپنی شرمگاہ میں رکھ کر استبراء کرے گی۔ اگر اُس پہ خون لگا ہو تو وہ خود کو حائضہ سمجھے گی اور اگر روئی خون سے آلودہ نہ نکلے تو وہ غسل کرے گی اور اپنی عبادات و اعمال انجام دے گی۔ یہاں اگر اسے گمان ہو بھی کہ خون دوبارہ شروع ہو جائے گا تو اس کے لیے مزید تحقیق کرنا ضروری نہیں۔ مگر یہ کہ اسے اپنی عادت کی رو سے علم و اطمینان ہو کہ یہ خون دوبارہ شروع ہو جائے گا تو اسے چاہیے کہ احتیاط کی بنا پر غسل کرے اور نمازیں پڑھے۔ سوائے اس صورت کے کہ

اسے مطمئن ہو یہ سارا حیض کا خون ہے۔

مسئلہ (۵۲): اگر ایسی عورت بھول جانے یا غفلت جیسے عذر کی بنا پر استبراء کیے بغیر غسل کرلے اور اتفاق سے پاکی کے دن شروع ہو جائیں تو اس کا غسل صحیح ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر استبراء نہ کرے اور اتفاق سے رحم خالی ہو جائے اور اس نے غسل کی نیت بھی کی ہو تو بھی غسل صحیح ہوگا۔ لیکن اگر وہ استبراء نہ کرسکے تو اقوی یہ ہے کہ جب تک اسے پاک ہونے کے بارے میں علم یا اطمینان نہ ہو جائے وہ حائضہ ہی رہے گی۔ بشرطیکہ وہ خون دس دن سے زائد نہ ہو۔ اگرچہ مستحب احوط یہ ہے کہ جب بھی اسے پاک ہونے احتمال ہو غسل کرے یہاں تک کہ اسے پاک ہونے کا یقین ہو جائے۔ اور اس کے بعد دوبارہ غسل کرے اور دوبارہ روزہ رکھے۔

حائض کی اقسام

۱۔ وقت اور عدد دونوں کی عادت رکھنے والی۔

۲۔ صرف وقت کی عادت رکھنے والی۔

۳۔ صرف عدد کی عادت رکھنے والی۔

۴۔ اپنے وقت اور عدد دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو بھول جانے والی۔

۵۔ مُبتدِئہ: وہ عورت جو زندگی میں پہلی دفعہ حیض کا خون دیکھے اور اس کی کوئی عادت نہ بنی ہو۔

۶۔ مضطربہ: وہ عورت جس کی عادت ہمیشہ ایک جیسی نہ رہے اور اس میں ردوبدل ہوتا رہے۔

مسئلہ (۵۳): جب مُبتدِئہ اپنی شرم گاہ میں خون دیکھے اور وہ دس دن سے زیادہ آئے تو وہ ان کے درمیان فرق رکھے گی۔ یعنی اسے جو خون آرہا ہے، اگر اس کے کچھ حصے میں حیض والی علامات موجود ہوں اور کچھ میں نہ ہوں یا اس کا بعض حصہ سیاہ ہو اور بعض سرخ یا پھر بعض حصہ سرخ اور بعض زرد۔ تو اس پر واجب ہے حیض کی علامات والے خون کے وقت خود کو حائضہ سمجھے۔ بشرطیکہ وہ تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ نہ ہو۔

مسئلہ (۵۴): اگر مُبتدِئہ عورت سابقہ مسئلہ میں مذکورہ علامات کو نہ پہچان سکے، جیسے اس خون میں وہ صفات موجود نہ ہوں یا وہ تین دن سے کم یا دس دن سے زیادہ ہو۔ تو وہ اپنی ان رشتہ دار خواتین کے وظیفے پر عمل کرے گی جو عدد کی عادت رکھنی والی ہوتی ہیں۔

مسئلہ (۵۵): مضطربہ عورت کو اگر دس دن مکمل ہونے سے پہلے ہی خون بند ہو جانے کا علم ہو تو بھی وہ اِن تمام دنوں میں خود کو حائضہ سمجھے گی۔ اور اگر اسے دس دن کے بعد بھی خون جاری رہے تو وہ چھے یا سات دن خود کو حائضہ شمار کرے گی اور باقی ایام میں مستحاضہ۔ اور اگر اسے خون کے جاری رہنے کے بارے میں شک ہو تو وہ اس کے جاری ہونے سے دس روز تک احتیاط پہ عمل کرے گی۔ (احتیاط سے مراد وہی ہے جو اوپر مسئلہ (۵۰) میں قوسین کے درمیان ذکر ہوئی

ہے۔)

نقطہ

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مضطربہ، مُبتدئہ سے ایک لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ مضطربہ جس وقت خون کی علامات میں تمیز نہ کر سکے تو وہ بلا واسطہ عدد کی عادت رکھنے والی خواتین کے وظیفے پر عمل کرے گی۔ جبکہ مُبتدئہ سے تمیز نہ ہو سکنے کی صورت میں وہ اپنی قریبی رشتہ دار خواتین کی عادت کی مطابق عمل کرے گی۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو عدد کی عادت رکھنے والی خواتین کی شرعی ذمہ داری کے مطابق عمل کرے گی۔

مسئلہ (۵۶): جو عورت تمیز کھو بیٹھی ہو جبکہ اسے اپنی عادت کا عدد یاد ہو مگر وقت بھول چکی ہو، یا وہ صرف عدد کی عادت ہی رکھنے والی ہو، وقت کی نہیں۔ اگر وہ حیض کی علامات کا خون تین دن یا اس سے اوپر دیکھے جو دس سے زائد نہ ہو تو وہ سارا حیض شمار ہوگا۔ اور بالفرض اسے خون دس دن سے زیادہ جاری رہے تو جتنے روز اُسے عادتاً حیض آنے کا احتمال ہو اتنے روز کا خون حیض تصور کرے گی اور باقی دنوں کے خون کو استحاضہ سمجھے گی۔ لیکن اسے دو طرح کے عدد کا احتمال ہو (جیسے وہ متردد ہو کہ آیا معمول کے مطابق اسے چھے دن حیض آتا ہے یا سات دن۔) تو اسے چاہیے کہ کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ عدد میں احتیاط کرے، اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ دس روز پورے ہونے کے احتیاط سے کام لے۔

حیض کے احکام

مسئلہ (۵۷): حائضہ عورت پر ان تمام عبادات کا بجالانا حرام ہے جن میں طہارت شرط ہوتی ہے جیسے، نماز، روزہ، طواف، اور اعتکاف۔ اقوی یہ ہے کہ حرمتِ تشریعی ہے نہ کہ حرمت ذاتی، جیسے شراب نوشی کی حرمت ذاتی ہے کیونکہ اس کی خلاف ورزی گناہ کا موجب بنتی ہے۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہوا حیض کی حالت میں امور کی انجام دہی مشروع نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ حائضہ عورت پہ وہ تمام چیزیں حرام ہو جائیں گی جو مجنب پر حرام ہوتی ہیں جیسے قرآن کے حروف کو مس کرنا، آیاتِ سجدہ کی تلاوت کرنا، مسجد نبویؐ اور مسجد الحرام سے گزرنا اور ان کے علاوہ مساجد میں ٹھہرنا۔ یہ حرمتِ ذاتی ہے نہ کہ تشریعی۔

مسئلہ (۵۸): حائضہ عورت کی اگلی شرمگاہ میں جماع کرنا مرد و عورت دونوں پر حرام ہے۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ ایسا کرنا گناہانِ کبیرہ میں سے ہے۔ بلکہ احوط وجوبی ہے کہ مقامِ ختنہ کو اتنی ذرا سی مقدار میں بھی نہ داخل کیا جائے جسے عرفاً جماع کا نام دیا جا سکتا ہو۔ اور جہاں تک پیچھے سے جماع کرنے کا مسئلہ ہے۔ تو بنابر احوط وجوبی اسے بھی ترک کیا جائے۔

مسئلہ (۵۹): حائضہ عورت کو دی گئی طلاق اور ظہار صحیح نہیں، اس صورت میں کہ جب اسے دخول کیا گیا ہو،

(خواہ دبر سے ہو)، اور وہ حاملہ نہ ہو اور اس کا شوہر حاضر یا حاضر ہونے کے حکم میں نہ ہو۔[1]

مسئلہ (٦٠) : حیض کی وجہ ان تمام عبادات کے لیے حدثِ اکبر سے غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے جن میں طہارت کی شرط ہوتی ہے۔ یہ مشروع ہے اور قربتِ مطلقہ کی نیت سے اسے انجام دیا جا سکتا ہے۔ اس کا طریقہ غسل جنابت کی طرح ہے۔ اسے ترتیبی وارتماسی دونوں طریقوں سے انجام دینا ممکن ہے اور نماز وغیرہ کے لیے اس کے ساتھ الگ سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

مسئلہ (٦١) : حیض کے ایام میں عورت سے جو روزے، بلکہ وقت معین کی جو بھی نذر رہ جائے وہ اس کی قضا کرے گی۔ مگر نماز یومیہ اور نماز آیات کی قضا اس پر واجب نہ ہوگی۔

اِستحاضہ

عام طور پر اِستحاضہ کا خون زرد رنگ کا اور پتلا ہوتا ہے اور حیض کے برعکس فشار و جلن کے بغیر خارج ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اس میں حیض والی صفات بھی موجود ہوتی ہیں مگر اس میں حیض کی عمومی شرائط کا موجود ہونا مشروط نہیں۔ اس کے کم یا زیادہ ہونے کی کوئی حد نہیں، اسی طرح اس کے درمیان آنے والے طہروں کی بھی کوئی حد معین نہیں۔ یہ خون بالغ ہونے سے پہلے، اس کے بعد حتی یائسہ ہونے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

اِستحاضہ کی اقسام اور احکام

استحاضہ کی تین قسمیں ہیں: قلیلہ، متوسطہ اور کثیرہ۔

استحاضہ قلیلہ : وہ ہوتا ہے جس میں خون بہت کم ہو اور روئی کے اندر سیرایت نہ کرے۔

استحاضہ متوسطہ: وہ ہوتا ہے جس میں اتنا خون آئے کہ شرم گاہ کے آگے رکھی ہوئی روئی کے اندر سیرایت کر جائے۔

استحاضہ کثیرہ: وہ ہوتا ہے جس میں خون روئی میں سیرایت کر کے باہر آ جائے۔

مسئلہ (٦٢) : احتیاط واجب کی بنا پر عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آیا وہ نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں کہ وہ تھوڑی سی روئی لے کر اپنی شرمگاہ میں رکھے، پھر کچھ دیر کے بعد نکال دیکھے۔ اس میں مذکورہ بالا علامات میں سے جو بھی علامت موجود ہو اس کے مطابق عمل کرے۔ (جیسا کہ ان کے احکام تفصیل کے ساتھ ذیل میں دیے جا رہے ہیں۔) لیکن اگر وہ جان بوجھ کر یا بھولے سے روئی کے ذریعے تحقیق نہ کرے اور خود سے عمل انجام دے۔ تو ایسی صورت میں اگر اس کا بجالایا ہوا عمل اس کے لازم فریضے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو اور اس کے ساتھ قربۃً الی اللہ

---

[1] ظہار بھی طلاق کی مانند عورت سے علیحدگی کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ مرد اپنی بیوی سے کہے تو مجھ پہ ایسے حرام ہے جیسے میری ماں مجھے پہ حرام ہے۔ اس کا ذکر سورۃ مجادلہ میں ہوا ہے اور اس کے تفصیلی احکام متعلقہ ابواب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ (از مترجم)

کی نیت بھی ہوئی تو صحیح ہوگا ورنہ باطل۔

مسئلہ (٦٣) : استحاضہ قلیلہ والی عورت پہ واجب ہے کہ روئی کو تبدیل کرے یا اسی کو پاک کر کے دوبارہ استعمال کرے اور اگر شرم گاہ کا ظاہری حصہ نجس ہو تو اسے اچھی طرح دھولے۔ اس کے ساتھ ہر نماز کے لیے الگ وضو بھی کرے، چاہیے وہ نماز واجب ہو یا نفل۔ البتہ نماز کے بھولے ہوئے اجزاء، نماز احتیاط اور سجدہ سہو جو کہ نماز کے ساتھ متصل ہوتے ہیں ان کی ادائیگی اسی وضو سے کرے جو نماز کے لیے کیا ہو۔

مسئلہ (٦٤) : استحاضہ متوسطہ والی عورت کے لیے سابقہ مسئلے میں مذکورہ احکام کے علاوہ واجب ہے کہ دن میں ایک دفعہ غسل بھی کرے۔ اس کا وقت وضو سے پہلے اور ہر اس نماز سے پہلے ہے جس سے قبل خون آیا ہو۔ اور اس کے بعد والے دنوں میں غسل کا وقت نماز فجر کے وضو سے پہلے ہوگا۔ یعنی اگر وہ دوسرے دن بھی طلوع فجر کے وقت استحاضہ متوسطہ کی حالت میں رہے تو اس پر واجب ہے کہ نماز فجر کے لیے غسل کرے اور اس کے بعد ایک دفعہ وضو کر کے نماز ادا کرے۔ اگر وہ کسی وجہ سے صبح کی نماز سے پہلے غسل نہ کر سکے تو اس پر واجب ہے کہ ظہرین کی نماز کے لیے غسل کرے۔ اور اسی طرح اگر وہ ظہرین کے لیے کسی وجہ سے غسل نہ کر پائے تو مغربین کے لیے کرے۔ اور فجر کی نماز کے لیے نیا غسل (اور وضو) کرے۔

جب عورت پہ نماز فجر ادا کرنے کے بعد استحاضہ وسطی کی حالت آئے تو اس پر واجب ہے کہ نماز ظہرین کے لیے غسل کرے اور ساتھ وضو بھی کرے۔ اگر اسے یہ حالت نماز ظہر کے بعد درپیش ہو تو عصر کے لیے وضو اور غسل انجام دے۔ یہ حکم استحاضہ متوسطہ کے شروع ہونے والے دن کا ہے۔ جہاں تک اس کے بعد کے دنوں کی بات تو جیسے اوپر بیان ہوا ہے کہ وہ ہر روز نمازِ فجر کے لیے وضو کرنے سے پہلے غسل کرے۔

اگر اسے نماز کے دوران خون استحاضہ متوسطہ آئے تو اس پر واجب ہے غسل اور وضو کر کے نئے سرے سے نماز ادا کرے۔

یاد رہے کہ عورت جب استحاضہ متوسطہ میں غسل کرے گی تو نماز کے لیے اس کے ساتھ وضو بھی کرنا ہوگا۔ لیکن اگر اس کا غسل استحاضہ متوسطہ کے ختم ہونے پر ہو تب نماز کے لیے الگ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ (٦٥) : استحاضہ کثیرہ والی عورت پہ سابقہ مسئلے میں ذکر شدہ احکام کے علاوہ دو مزید غسل واجب ہیں۔ ایک ظہرین کی نماز کے لیے اور ایک مغربین کی نماز کے لیے (یعنی اسے دن میں تین غسل کرنے ہوں گے۔ جبکہ استحاضہ متوسطہ والی عورت کے لیے ایک غسل واجب تھا۔) استحاضہ کثیرہ والی عورت کے لیے ایک غسل ایک دن میں دو سے زیادہ فرض نمازیں ادا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ (٦٦) : اگر عورت کو استحاضہ کثیرہ نمازِ فجر کے بعد آئے تو اُس پر واجب ہوگا کہ ایک غسل نمازِ ظہرین کے لیے کرے اور ایک نمازِ مغربین کے لیے۔ اگر اس کو یہ حالت نمازِ ظہرین کے بعد درپیش ہو تو اُس پر صرف نمازِ مغربین کے

لیے ایک غسل واجب ہوگا۔ اور اگر اُسے ظہر وعصر یا مغرب وعشاء کے درمیان استحاضہ کثیرہ آئے تو ان میں سے دوسری نماز کے لیے رجاء یا احتیاط کی نیت کے ساتھ اس پر غسل واجب ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ اسے وضو بھی کرنا ہوگا۔

مسئلہ (٦٧): عورت پہ واجب ہے کہ وہ تھوڑی سی روئی لے کر شرم گاہ پہ رکھے اور کسی کپڑے سے باندھ دے تاکہ خون باہر نہ آئے۔ لیکن اگر اس کے لیے کسی عذر کی بنا پر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ جان بوجھ کر ایسا نہ کرے اور نماز کے دوران خون نکل آئے تو اسے چاہیے کہ نئے سرے سے (وضو کر کے دوبارہ) نماز ادا کرے۔

مسئلہ (٦٨): ظاہر یہ ہے کہ استحاضہ کثیرہ والی عورت کا روزہ اس وقت صحیح ہوگا جب وہ دن کی نمازوں سے قبل غسل انجام دے۔ حتی کہ احوط واجب کی بنا پر اس پہ روزہ سے پہلے والے دن کا مغربین کی نماز کے لیے غسل بھی واجب ہوگا۔ لیکن اگلی رات کا غسل کرنا مستحباً شرط ہے۔ استحاضہ متوسطہ میں احوط وجوبی کی بنا پر روزہ اس وقت درست ہوگا کہ جب وہ نماز فجر کے لیے غسل بجالائے۔

جس وقت عورت استحاضہ کثیرہ یا متوسطہ کا غسل کرے تو شوہر کے لیے اس کے ساتھ مقاربت کرنا جائز ہوگا۔ جہاں تک مسجدوں میں جانے، واجب سجدے والی سورتوں کو تلاوت کرنے اور قرآن کے حروف کو مس کرنے کا مسئلہ ہے تو اس میں کوئی پابندی نہیں، (یعنی وہ غسل کے بغیر باوضو ہو کر یہ افعال انجام دے سکتی ہے۔) اگرچہ بہتر یہ ہے کہ استحاضہ کی نوعیت کو دیکھ پہلے اپنا شرعی فریضہ انجام دے اس کے بعد یہ کام انجام دے۔

نفاس

یہ وہ خون ہے جو بچے کی ولادت کی وقت یا اس کے بعد رحم سے نکلتا ہے۔ لیکن اس میں اتنا فاصلہ نہیں ہونا چاہیے کہ اسے نفاس نہ کہا جا سکے۔ اس کی کم ہونے کی کوئی حد معین نہیں، البتہ یہ دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔ پس اگر وہ اس کو پہلے دن دیکھے تو اسے دسویں دن سے اوپر نہیں جانا چاہیے اور اگر ولادت کے چوتھے روز دیکھے تو چودھویں دن سے اوپر نہیں جانا چاہیے۔ بالفرض وہ دس دن سے زیادہ خون دیکھے تو وہ (اضافی دنوں کا خون) نفاس نہیں کہلائے گا۔ اور اگر وہ ان دنوں میں بالکل بھی خون نہ دیکھے تو اُسے اصلاً نفاس ہوگا ہی نہیں۔ اس کا حساب ولادت کے مکمل ہونے کے بعد ہوگا نہ کہ شروع ہونے کے بعد۔ اگرچہ اس کے احکام اسی وقت جاری ہوں گے کہ جب وہ آنا شروع ہوگا۔ دو دفعہ نفاس کے آنے میں کم سے کم طہر کا فاصلہ آنا معتبر نہیں، بلکہ اصلاً دو نفاسوں کے درمیان فاصلہ ہو ہی نہیں سکتا۔

مسئلہ (٦٩): ظاہر یہ ہے کہ جو خون بچہ ساقط ہونے کے وقت جاری ہوتا ہے وہ بھی خون نفاس ہے اور اس عورت کے احکام بھی وہی ہیں جو نفاس والی عورت کے لیے ہیں۔ یہاں بہتر ہے کہ وہ احتیاط کی راہ اختیار کرتے ہوئے ان چیزوں سے پرہیز کرے جن سے نفاس والی عورت کو منع کیا گیا ہے۔ اور ان افعال کو بجالائے جو استحاضہ والی عورت کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔

مسئلہ(۵۰۷): جن عورتوں کا نفاس کا خون آتا ہے ان کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

۱۔ وہ عورت جسے دس دن خون آئے، اس سے زیادہ نہ ہو۔ یہ سارا خون نفاس کہلاتا ہے۔

۲۔ وہ عورت جس کا خون دس دن سے زائد ہو، اور وہ حیض میں عدد کی عادت رکھتی ہو۔ دس دن سے زائد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس سے خون آنا دیکھا ہو، اس دن سے۔ نہ کہ ولادت والے دن سے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ ایسی صورت میں اس کا خون اتنے دن نفاس کا سمجھا جائے گا جتنے اسے حیض آنے کی عادت ہوگی۔ اور باقی دنوں کا خون استحاضہ قرار پائے گا۔ مزید ایسی عورت کے لیے احتیاطِ واجب کی بنا پر ضروری ہے کہ وہ اپنی عادت سے اوپر دس دنوں تک اُن چیزوں سے پرہیز کرے جن سے حائضہ عورت کو منع کیا گیا ہے اور ان اعمال کو انجام دے کہ جو استحاضہ والی عورت کے لیے بیان ہوئے ہیں۔

۳۔ وہ عورت جس کا خون دس دن سے زائد ہو اور اس کی کوئی عادت نہ ہو۔ چناچہ خواہ وہ مضطربہ ہو یا مبتدۂ، اُسے چاہیے کہ اپنے نفاس کا خون اپنی رشتہ دار خواتین کے ایامِ حیض کے برابر سمجھے اور باقی خون کو استحاضہ قرار دے۔ اور اگر اُن خواتین کی عادت دس دن سے کم ہو تو اُسے چاہیے کہ احتیاط پر عمل کرتے ہوئے ان کی عادت سے کچھ دن مزید بھی اس میں شامل کرلے تاکہ دس دن پورے ہوجائیں۔

مسئلہ(۵۱۷): جس طرح حیض والی عورت کے لیے خون کے دس سے اوپر روز ہوجانے پر اس کے شروع ہونے کا وقت معلوم کرنا، اس کے ختم ہونے کا یقین کرنا، حیض کے ایام میں رہ جانے والے روزوں کی قضا کرنا اور نمازوں کی قضا نہ کرنا واجب ہے اور اس کے ساتھ مجامعت اور اسے طلاق دینا حرام ہے۔ اسی طرح نفاس والی عورت کا بھی یہی حکم ہے۔

بنابراحوطِ وجوبی جو چیزیں حیض والی عورت پر واجب ہیں وہ نفاس والی پر بھی واجب ہیں، جو اُس کے لیے حرام ہیں وہ اِس کے لیے بھی حرام ہیں۔ جو اُس کے لیے مستحب ہیں وہ اِس کے لیے بھی مستحب ہیں اور جو اُس کے لیے مکروہ ہیں وہ اِس کے لیے بھی ہیں

احکام الاموات

اِحتضار

مسئلہ (۷۲): جس شخص کی جان نکل رہی ہو احتیاط کی بنا پر واجب ہے کہ اُسے قبلہ رخ کرکے پشت کے بل اس طرح لٹایا جائے کہ اس کا چہرہ اور پاؤں کے تلوے قبلہ کی سمت پر ہوں۔ بلکہ احوط واجب کی بنا پر جس کی جان نکل رہی ہو خود اُسے چاہیے کہ جتنا ہو سکے خود یہ کام کرے۔ مستحب احوط کی بنا پر جو کسی کی سرپرستی میں ہو، اسے قبلہ رخ کرنے کے لیے اس کے ولی و سرپرست کی اجازت لینی چاہیے، بشرطیکہ اس سے مرنے والے کو قبلہ رخ لٹانے میں جلدی کے منافی ہو۔ چناچہ اگر ولی و سرپرست سے اجازت لینا مرنے والے کو قبلہ سمت لٹانے میں جلدی کے منافی ہو تو یہ استحباب بھی ساقط ہو جائے گا۔

غسل میت

احوط کی بنا پر میت کو غسل دینے سے پہلے اُس کے تمام بدن سے نجاست کا زائل کرنا واجب ہے۔ زیادہ قوی قول یہ ہے کہ اگر بدن کے ہر ہر عضو کو اس کے غسل سے پہلے پاک کر لیا جائے تو بھی کافی ہے۔ لیکن جو پانی غسل کی نیت سے ڈالا جائے اس سے نجاست کا ازالہ کرنا کافی نہ ہوگا۔

مسئلہ (۷۳): میت کو بالترتیب تین غسل دیے جاتے ہیں:

۱۔ بیری کے پتے ملے پانی سے۔

۲۔ کافور ملے پانی سے۔

۳۔ خالص پانی سے۔

یہ تینوں اغسال، جنابت کے ترتیبی غسل کی طرح انجام دیے جائیں گے۔ اور ان میں دائیں طرف کو بائیں طرف سے پہلے دھونا اور اسی طرح نیت کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ پیچھے وضو کی بحث میں نیت کے ذیل میں اس کے بارے میں بتایا جا چکا ہے۔

مسئلہ (۷۴): اگر میت کو غسل دینے والا اس کا ولی نہ ہو تو اُس کے لیے ولی سے اجازت لینا ضروری ہے۔ بشرطیکہ اجازت لینا ممکن ہو اور حد سے زیادہ تاخیر کا سبب نہ بنے کہ میت کا بدن خراب ہو جائے یا اس میں کوئی غیر مناسب حالت پیدا ہو جائے۔ احتیاط واجب کی رو سے بیوی کا ولی اس کا شوہر ہے۔ پھر طبقہ اولیٰ میں میراث پانے والے یعنی والدین اور اولاد، بعد ازاں طبقہ ثانیہ کے افراد یعنی اجداد و بھائی، پھر طبقہ ثالثہ کے افراد یعنی چچا اور ماموں۔ پھر آزاد کرنے

والا مالک، پھر سرپرست وکفالت کرنے والا اور پھر حاکم شرعی ہوتا ہے۔

مسئلہ(۷۵): اگر ولی سے اجازت لینا مشکل ہو مثلاً وہ موقع پر موجود نہ ہو، یا اجازت نہ دے یا خود غسل دینے کے لیے آمادہ نہ ہو تو اس کے علاوہ لوگوں پر میت کو غسل دینا واجب ہوگا، خواہ اجازت کے بغیر ہی ہو۔

غسل کی شرائط

مسئلہ(۷۶): جو شخص میت کو غسل دے اس پر واجب ہے کہ کامل خلوص اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے غسل دے۔ اپنی نیت کو ریا وسمعہ کے ساتھ مخلوط نہ کرے۔ اور جو فعل انجام دے رہا ہو اس کی طرف متوجہ رہے۔ اگر بامر مجبوری کسی غیر مسلم کو غسل کے امور کی انجام دہی کی ذمہ داری دینا پڑے تو مرنے والا اپنی وفات سے قبل خود اسے ان امور کی ذمہ داری دے گا۔

مسئلہ(۷۷): واجب ہے کہ غسل میں استعمال ہونے والا پانی پاک اور مباح ہو۔ اور بیری کے پتے اور کافور بھی مباح ہوں۔ بلکہ احوط کی بنا پر وہ فضا مباح ہو جس میں میت کو غسل دیا جائے۔

مسئلہ(۷۸): اگر بیری کے پتوں اور کافور کا ملنا مشکل ہو تو زیادہ قوی قول یہ ہے کہ میت کو تینوں دفعہ خالص پانی سے غسل دینا واجب ہوگا۔ اور پہلے دو غسلوں میں بیری کے پتے ملے اور کافور ملے پانی کے بدلے میں خالص پانی استعمال کرنے کی نیت کی جائے گی۔ بنا بر احوطِ مستحب ان کے ساتھ تیمم بھی کیا جائے گا۔ اسی سے واضح ہوتا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک چیز ملنا دشوار ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

مسئلہ(۷۹): ضروری ہے کہ بیری کے پتے اور کافور پانی میں اتنی زیادہ مقدار میں نہ ملائے جائیں کہ وہ پانی مضاف ہو جائے اور نہ ہی اتنے کم کہ اسے بیری کے پتوں یا کافور ملا پانی نہ کہا جا سکے۔ آبِ خالص، جس سے تیسرا غسل دیا جائے اس میں شرط ہے کہ اس میں ان دونوں میں سے (یا ان کے علاوہ) کوئی چیز ملی ہوئی نہ ہو۔ لیکن اگر اس قدر معمولی مقدار ہوں کہ اسے مخلوط پانی نہ کہا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بیری کے پتے چاہے خشک ہوں چاہے سبز، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ بشرطیکہ پانی میں مخلوط ہو جائیں۔

مسئلہ(۸۰): اگر پانی کا ملنا دشوار ہو یا خدشہ ہو کہ پانی کے استعمال سے میت کی جلد پھٹ جائے گی، خواہ کم ہی ہو، تو احتیاط واجب کی بنا پر تین دفعہ تیمم دیا جائے گا اور ہر بار نیت کی جائے گی کہ یہ فلاں مثلاً پہلے غسل کے بدلے میں ہے۔ احوط کی بنا پر واجب ہے کہ اگر ہو سکے تو خود کے ہاتھوں سے بھی تیمم کرایا جائے اور ایک زندہ شخص بھی (تینوں غسلوں کے بدلے میں تین دفعہ) تیمم دے۔

مسئلہ(۸۱): میت کو غسل کے بدلے میں تیمم دینے کے لیے کچھ دیر انتظار کرنا شرط ہے کہ جب غسل دینے کا موقع پیدا ہونے کا امکان ہو۔ لیکن اگر ایسی کوئی امید نہ ہو تو تیمم دینا جائز ہے۔ لیکن اگر میت کو تیمم دیا جائے اور اتفاقاً تدفین سے پہلے میت کو غسل دینے کا امکان مل جائے تو اُسے غسل دینا واجب ہے۔ اسی طرح اگر میت کو قبر میں لٹا دیا

گیا ہو تب غسل دینے کا امکان ظاہر ہو تو بھی اسے غسل دینا واجب ہے۔لیکن اگر میت کو دفنا دیا گیا ہو پھر پانی ملے تو اُسے غسل دینا واجب نہیں۔ یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جب بیری کے پتے اور کافور ملنا دشوار ہوں۔

مسئلہ (۸۲): اگر دورانِ غسل یا اس کے بعد میت کا بدن اس میں سے نکلنے والی یا باہر کی کسی نجاست سے آلودہ ہو جائے تو اُسے پاک کرنا واجب ہے۔خواہ قبر میں لٹا دینے کے بعد نجس ہو (تو بھی یہی حکم ہے)۔لیکن دفن کے بعد واجب نہیں۔

مسئلہ (۸۳): اگر غسل دیے جانے کے بعد میت کے بدن سے پیشاب یا منی کے قطرات نکلیں تو دوبارہ غسل دینا واجب نہیں۔ اگر چہ قبر میں لٹانے سے کچھ دیر پہلے ہی ایسا ہو۔لیکن جیسا کہ سابقہ مسئلے میں ہو چکا ہے اس کے بدن (اور کفن) کے نجاست سے آلودہ ہونے کے مقام کو پانی سے پاک کرنا ضروری ہے۔

اگر اس کا پیشاب یا منی غسل کے دوران نکلے تو احوط مستحب ہے کہ اسے نئے سرے سے غسل دیا جائے۔اور اس سے زیادہ احتیاط کا پہلو یہ ہے کہ اس غسل کو مکمل کیا جائے اور اس کے بعد دوبارہ یہی غسل دیا جائے۔

غسل دینے والے کی شرائط

مسئلہ (۸۴): واجب ہے کہ مرد کو مرد اور عورت کو عورت غسل دے۔لہٰذا مرد کا عورت کو غسل دینا یا عورت کا مرد کو غسل دینا جائز نہیں۔لیکن درج ذیل صورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں:

۱۔ میت ایسے بچے کی ہو جس کی عمر چھ سال سے کم ہو۔

۲۔ میاں اور بیوی: ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو غسل دے سکتا ہے۔

۳۔ نسب یا دودھ کے ذریعے محرم بننے والے۔

مسئلہ (۸۵): اگر میت کو جان بوجھ کر یا غلطی سے غسل دیے بغیر دفن کر دیا جائے تو جائز، بلکہ واجب ہے کہ اسے قبر سے نکال کر غسل یا تیمم دیا جائے۔ بشرطیکہ ایسا کرنا میت کی توہین یا زندہ لوگوں کے لیے بہت زیادہ مشکل کا سبب نہ بنے۔ یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ جب کچھ غسل مکمل ہوں اور کچھ ادھورے رہ گئے ہوں، یا ان سب کا یا ان میں بعض کا باطل ہونا واضح ہو جائے۔

مسئلہ (۸۶): اگر میت حدث اکبر جیسے جنابت یا حیض کی حالت میں مرے تو اسے صرف میت کے (تین) غسل دینا ہی واجب ہوں گے۔

تکفین

میت کو تین کپڑوں میں کفن دینا واجب کفائی ہے۔

اوّل: لنگی: اس میں واجب ہے کہ یہ ناف اور گھٹنوں کی درمیانی جگہ کو ڈھانپ لے۔

دوم: پیراہن: واجب ہے کہ پیراہن اتنا لمبا ہو کہ کندھوں سے لے پنڈلیوں کے نصف تک تمام جگہ کو ڈھانپ لے۔

سوم: چادر: اس میں واجب ہے کہ یہ پورے بدن کو ڈھانپ لے۔

مسئلہ (۸۷): احوط وجوبی کی بنا پر ان تینوں کپڑوں میں شرط ہے کہ یہ بدن کو چھپا لے اور ان کے نیچے سے میت کا بدن نظر نہ آئے۔ خواہ یہ تینوں مل کر ایسا کریں۔

مسئلہ (۸۸): اگر کفن میت کے بدن سے نکلنے والی یا باہر کی کسی نجاست سے نجس ہو جائے تو واجب ہے کہ اس کا ازالہ کیا جائے خواہ اُس وقت میت کو قبر میں لٹا دیا گیا ہو۔ چاہے اُس حصے کو پاک کیا جائے یا کاٹ دیا جائے۔ بشرطیکہ نجس سے آلودہ ہونے والی جگہ بہت تھوڑی ہو اور اسے کاٹنے سے بدن ننگا نہ ہو۔

اگر ایسا نہ ہو سکے تو بصورتِ امکان اسے تبدیل کرنا واجب ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب قبر نہ کھولنی پڑے۔ لہذا اگر قبر کھولنی پڑے تو واجب نہیں۔ خواہ اسے جان بوجھ کر پاک کرنا ترک کر دیا گیا ہو۔

حنوط

میت کے سجدے کے ساتھ مقامات پر کافور کے ساتھ حنوط کرنا واجب ہے۔ اور وہ سات مقامات یہ ہیں: پیشانی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے انگوٹھوں کے سرے۔ اس میں اتنا کافی ہے کہ کوئی دیکھ کر کہے کہ حنوط ہو گیا ہے۔

مسئلہ (۸۹):

حنوط کا وقت غسل یا تیمم دینے کے بعد اور کفن دیے جانے سے پہلے یا اس کے دوران ہے۔ اسے کفن دیے جانے کے بعد تک موخر کرنے کے جائز ہونے میں اشکال ہے۔[1]

---

[1] واضح رہے کہ یہاں جان بوجھ کر کفن پہنانے کے بعد تک موخر کرنے کا ذکر ہوا ہے۔ لیکن اگر غلطی سے ایسا ہو جائے تو کفن کھول کر حنوط کیا جا سکتا ہے۔ (از مترجم)

نماز جنازہ

ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھنا واجب کفائی ہے۔ چاہے وہ مرد ہو یا عورت، مومن ہو یا مخالف، عادل ہو یا فاسق۔ البتہ مسلمان بچوں کی نماز جنازہ واجب نہیں، مگر یہ کہ وہ چھے سال یا اس سے زیادہ بڑے ہو جائیں۔ جو بچہ چھے سال سے کم عمر کا ہو اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا مستحب ہے۔ بشرطیکہ وہ پیدائش کے وقت زندہ ہو۔

مسئلہ(۹۰): نمازِ جنازہ کا مرحلہ غسل و کفن مکمل ہونے کے بعد آتا ہے۔ لہذا ان کاموں سے پہلے نمازِ جنازہ پڑھنا درست نہیں اور نہ ان دونوں کے مشکل ہونے کی وجہ سے نمازِ جنازہ ساقط ہوتا ہے۔ جیسا کہ دفن کے مشکل ہونے کی وجہ سے بھی یہ ساقط نہیں ہوتا۔

مسئلہ(۹۱): سب لوگوں سے زیادہ میت پر جنازہ پڑھانے کا حق اس شخص کا ہے جو میت کی میراث لینے کا زیادہ حق دار ہو۔ لہذا اگر وہ خود پڑھانا چاہے یا کسی کو اس پر مامور کرنا چاہے تو کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کے ساتھ مزاحمت کرے۔ بلکہ احوط وجوبی کی بنا پر نمازِ جنازہ اسی وقت صحیح ہوگا جب وہ اس کی اجازت دے گا۔ بشرطیکہ اس سے اجازت لینا ممکن ہو۔

مسئلہ(۹۲): احوط واجب کی بنا پر نمازِ جنازہ کی کیفیت یہ ہے کہ انسان نیت کر کے ایک تکبیر کہے، اس کے بعد شہادتین پڑھے، پھر دوسری تکبیر کہے اور محمدؐ و آل محمدؐ پر درودھ پڑھے، اس کے بعد تیسری تکبیر کہے اور اہل ایمان کے حق میں دعا کرے، اس کے بعد چوتھی تکبیر کہے اور مرنے والے کے لیے دعا کرے، اس کے بعد پانچویں تکبیر کہے اور اپنا رخ قبلہ کی سمت سے پھیر لے۔ اس میں کوئی قرآت، رکوع، سجدہ یا سلام نہیں ہے۔

مسئلہ(۹۳):

نماز جنازہ میں درج ذیل چیزیں واجب ہیں:

۱) نیت۔

۲) میت کو سامنے موجود ہونا۔ یعنی غائبانہ نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔

۳) نمازِ جنازہ پڑھنے والے کا قبلہ رخ کھڑے ہونا۔

۴) میت کا سر نمازِ جنازہ پڑھانے والے کے دائیں اور پاؤں اس کے بائیں طرف ہونا۔

۵) احوط مستحب کی بنا پر میت پشت کے بل چت ہو۔

۶) میت، نمازِ جنازہ پڑھنے والے اور قبلہ کے درمیان ہو۔ (یعنی میت اور نمازِ جنازہ پڑھنے والے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔)

۷) نمازِ جنازہ پڑھنے والا، میت کے کسی حصے کے بالمقابل کھڑا ہو، مگر یہ کہ وہ کسی امام کی اقتداء کر رہا ہو اور صف اس قدر لمبی ہو کہ اس کے لیے نماز کے کسی حصے کے بالمقابل کھڑا ہونا ممکن نہ ہو۔

۸) نمازِ جنازہ پڑھنے والا، میت سے اتنا دور کھڑا نہ ہو کہ اسے نماز پڑھنے والا نہ کہا جا سکے۔ مگر یہ کہ باجماعت پڑھ رہا ہو۔

۹) میت اور نمازی کے درمیان کوئی پردہ یا دیوار حائل نہ ہو، لیکن پردہ تابوت وغیرہ کی مانند ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

۱۰) نمازی کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ پڑھے۔ لہٰذا بیٹھ کر پڑھنے والی کی نماز جنازہ درست نہیں، مگر یہ کہ وہ کھڑا نہ ہو سکے۔

۱۱) نمازِ جنازہ کی تکبیریں اور دعائیں تسلسل کے ساتھ اور پے درپے ادا کی جائیں۔

۱۲) نمازِ جنازہ غسل، حنوط اور کفن دیے جانے کے بعد اور دفن سے پہلے پڑھی جائے۔ لیکن اگر ان امور میں سے کسی کی انجام دہی دشوار ہو تو نمازِ جنازہ پڑھنا ساقط نہیں ہوتا۔

۱۳) میت کے پردے کی مقامات ڈھکے ہوئے ہوں۔

۱۴) احوط وجوبی کی بنا پر نمازِ جنازہ پڑھنے والے کے کھڑے ہونے کی جگہ غصبی نہ ہو۔

۱۵) میت کے ولی کا اجازت دینا۔ سوائے اس کے کہ میت نے کسی شخص کو معین کر کے اپنی نمازِ جنازہ کے بارے میں وصیت کی ہوئی ہو۔ ایسی صورت میں اگر ولی اس شخص کو اذن نہ بھی دے تو اس سے اجازت لیے بغیر نمازِ جنازہ پڑھا سکتا ہے۔

تدفین

اسلامی معاشرے کے ہر فرد پر واجب ہے کہ وہ مسلمان اور ہر اُس میت کو دفن کریں کہ جو مسلمان کے حکم میں ہو۔ دفن سے مراد میت کو زمین میں اس طرح چھپانا ہے کہ درندے اُسے نقصان نہ پہنچا سکیں اور اس کی بدبو لوگوں کی اذیت کا سبب نہ بنے۔ یہ کافی نہیں کہ میت کو کسی کمرے یا تابوت میں رکھ دیا جائے۔ اگرچہ اس سے یہ دونوں مقصد حاصل ہو بھی جائیں۔

مسئلہ (۹۴): واجب ہے کہ میت کو قبر میں دائیں پہلو کے بل اس طرح لٹائیں تاکہ اس کا رخ قبلہ کی سمت پر ہو۔ اس کی مقدار اتنی ہی ہونی چاہیے جتنی نماز میں قبلہ رخ ہونے کی بیان کی گئی ہے۔

مسئلہ (۹۵): مسلمان کی میت کو کسی ایسی جگہ دفن کرنا جائز نہیں کہ جو اس کی ہتک حرمت کا سبب بنے۔ جیسے کندگی پھینکنے کے مقامات اور جہاں نالیوں کا پانی جمع ہوتا ہو۔ بعینہ غصب شدہ جگہ میں، دفن کے علاوہ مقاصد کے لیے وقف شدہ زمینوں میں اور امام بارگاہوں وغیرہ میں۔ اگرچہ میت کا وارث اس کی اجازت دے۔

مسئلہ (۹۶): میت کو کسی دوسرے مردے کی قبر میں دفن کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اس کی ہڈیاں خاک بن گئی ہوں۔ لیکن اگر کسی وجہ سے پہلے مردے کو قبر سے نکال لیا گیا ہو تو اقوی قول کی بنا پر وہاں تدفین جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ جگہ شرعاً کسی اور کی ملکیت نہ ہو۔

مسئلہ (۹۷): ظاہر یہ ہے کہ آج کے دور میں گورکن جس طرح ایک بڑی سرداب کے اوپر قبر کی چھت بناتے ہیں (سلیں رکھتے ہیں) وہ صحیح ہے۔ بشرطیکہ لحد زمین کی معمول کی سطح سے نیچے ہو۔ یعنی قبر کی چھت زمین کی متعارف سطح تک یا اس سے کچھ کم ہو۔

مسئلہ (۹۸): میت کو مشاہد مشرفہ اور مقدس مقامات کے علاوہ ایک شہر سے دوسرے شہر لے جانا مکروہ ہے۔ جہاں تک مقاماتِ مقدسہ کی بات ہے تو اگر میت کی تدفین نہ ہو تو اسے مقدس مقامات، بالخصوص نجف اشرف اور امام حسین علیہ السلام کے حرم میں لے جانا مستحب ہے۔ بعض روایات میں ملتا ہے کہ جس میت کو نجف اشرف کی سلامی کر کے دفن کیا جائے اس سے قبر کا عذاب اور منکر ونکیر کا محاسبہ کرنا معاف ہو جاتا ہے۔

مسئلہ (۹۹): میت کو مقاماتِ مقدسہ کی طرف لے جا کر دفن کرنے کی غرض سے بھی میت کو قبر سے نکالنا جائز نہیں۔ چہ جائیکہ کسی اور مقصد کے لیے قبر کھولی جائے۔ حتیٰ کہ میت کا ولی اس کی اجازت بھی دے اور اس سے میت کی بے حرمتی کا اندیشہ بھی نہ ہو۔ مگر یہ کہ مرنے والے نے خود اس امر کی وصیت کی ہو۔ یا کسی دھماکے کی وجہ سے قبر پھٹ جائے اور میت سامنے نظر آنے لگے یا قبر کسی آبی ریلے کی زد میں آکر خراب ہو جائے تو ایسی صورت میں میت کو دوبارہ اسی قبر میں دفن

کرنا واجب نہیں، بلکہ کسی اور جگہ تازہ قبر بنا کر دفن کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی ایسی حالت ظاہر نہ ہو جس کی بے حرمتی کا سبب بنے۔

مسئلہ (۱۰۰): اگر کہیں سے کوئی لاش پڑی ہوئی ملے جس کا سینہ ہو تو اسے غسل، حنوط اور کفن دے کر دفن کر دیا جائے گا۔ احوط وجوبی کی بنا پر یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ جب میت کا صرف 'سینہ' ملے اور اس سے سمجھا جا سکے کہ یہ کسی میت کا بدن ہے جس کا سر، بازو اور ٹانگیں کاٹ دی گئی ہیں۔ یا سینے کا کچھ حصہ ملے جسے 'سینہ' کہا جا سکتا ہو، یا اس کے بدن کی تمام ہڈیاں ملیں جو گوشت سے خالی ہوں یا بدن کی بیش تر ہڈیاں ملیں بشرطیکہ ان میں کچھ ہڈیاں سینے کی ہوں۔ جب صرف سینہ یا اس کا کچھ حصہ ملے تو کفن دینے میں قمیض اور لنگی پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔ اگر کوئی جگہ بچ گئی تو اس کے ساتھ چادر بھی ملا دی جائے گی۔

مسئلہ (۱۰۱): اگر میت کی سینے کے علاوہ بدن کے باقی حصوں کی ہڈیاں ملیں، چاہے ان پر گوشت ہو یا نہ، انہیں غسل دے کر اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا اور نمازِ جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔ اگر حنوط کرنے کے مقامات (جیسے پیشانی یا گھٹنے وغیرہ کی ہڈیاں) ملیں تو احوط کی بنا بر حنوط بھی واجب ہوگا۔ لیکن اگر میت کا گوشت ملے جس میں ہڈی نہ ہو تو اسے کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنا واجب ہے۔

مسئلہ (۱۰۲): اگر ساقط ہونے والے بچے کو چار مہینے پورے ہو گئے ہوں تو اسے غسل، حنوط اور کفن دیا جائے گا، مگر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ لیکن اگر وہ چار ماہ سے کم ہو اور عرفاً گوشت و ہڈی رکھتا ہو تو احوط وجوبی کی بنا پر اسے کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کیا جائے گا۔ مگر اس میں روح آ چکی ہو تو احوط یہ ہے کہ اس پر چار ماہ والے بچے کے احکام لاگو ہوں گے۔ لیکن اگر سقط ایسی حالت میں ہو کہ اُسے ایسا خون کہا جائے جس میں کوئی ہڈی یا گوشت عرفاً موجود نہیں ہوتا۔ تو اس کے بارے میں کچھ واجب نہیں۔

غسل مس میت

اگر کسی انسان کی میت کو ٹھنڈا ہو جانے کے بعد اور تین غسل مکمل ہونے سے پہلے مس کیا جائے تو غسل مسِ میت واجب ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ میت مسلمان کی ہو یا کافر کی، حتیٰ کہ ساقط شدہ بچے کی ہو جس میں روح آ چکی ہو، بنا بر احوط اگر چہ اس نے چار مہینے مکمل نہ کیے ہوں۔

مسئلہ (۱۰۳): میت کو چھونے والے اور میت کے چھوئے جانے والے اعضاء میں کوئی فرق نہیں کہ ان کے ظاہر سے مس کیا جائے یا باطن سے، ان میں پہلے جان موجود تھی یا نہ (جیسے ناخن)، میت کو مس کیا جائے یا میت کا کوئی عضو مس ہو جائے، حتیٰ کہ میت کے بالوں کو مس کرنے سے خواہ بدن کے کسی بھی حصے کے ہوں۔ اسی طرح اگر مس کرنے والا اپنے بالوں سے مس کرے، بشرطیکہ وہ بال عرف میں جلد کے تابع ہوں۔ بلکہ مطلقاً جیسے بھی مس کرنا صادق آئے احوط کی بنا پر غسل مس میت واجب ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ مس کرنے والا عاقل ہو یا دیوانہ، چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت اور مس کرنا اختیاری ہو یا با مرمجبوری۔ جیسے طبیب کا مس کرنا۔

مسئلہ (۱۰۴): اگر میت کا بدن ٹھنڈا ہونے سے پہلے چھوا جائے تو غسل مس میت واجب نہیں ہوتا۔ البتہ اگر میت کو چھونے والا عضو گیلا ہو یا میت کے بدن سے کسی رطوبت کی وجہ سے گیلا ہو جائے تو وہ نجس ہو جاتا ہے (لہذا اسے دھو کر پاک کرنا واجب ہے۔)

مسئلہ (۱۰۵): میت کو مس کرنا حدث اکبر نہیں، بلکہ حکم میں حدثِ اصغر کی طرح ہے۔ البتہ نماز وغیرہ کی ادائیگی کے لیے غسل کے واجب ہونے کا سبب بنتا ہے۔ اس غسل کے بعد نماز کے لیے الگ وضو کرنا ضروری نہیں۔ اگر چہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ وضو بھی کر لیا جائے۔ چونکہ یہ حدثِ اصغر ہے اس لیے وہ غسل کرنے سے پہلے مسجدوں میں داخل ہو سکتا ہے، ان کے اندر ٹھہر سکتا ہے، سجدے والی سورتوں کی تلاوت کر سکتا ہے۔ نیز وہ تمام افعال انجام دے سکتا ہے جن کو انجام دینے کی حدثِ اصغر والے کو اجازت ہوتی ہے۔ البتہ اس پر وہ چیزیں حرام ہوں گی جو حدثِ اصغر والے پر حرام ہوتی ہیں جیسے قرآن کریم کے حروف کو مس کرنا۔ اسی طرح اس کے وہ تمام اعمال جن میں طہارت شرط ہوتی اس وقت صحیح ہوں گے جب وہ غسل مسِ میت انجام دے گا۔

مسئلہ (۱۰۶): میت کے بدن سے کاٹے گئے یا الگ کیے ہوئے عضو کو مس کرنے سے بھی غسل مس میت واجب ہو جاتا ہے، بلکہ احوط کی بنا پر اگر کسی زندہ شخص کے بدن سے کاٹے ہوئے عضو کو مس کیا تو بھی واجب ہو جاتا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ حصہ گوشت اور ہڈی پر مشتمل ہو۔ لیکن اگر اس حصے میں دونوں میں سے کوئی ایک چیز نہ ہو مثلاً وہ گوشت ہو اور اس میں ہڈی نہ ہو، یا ہڈی اور اس پر گوشت نہ ہو تو ایسی صورت میں غسل واجب نہیں ہوتا۔ چاہے وہ عضو کسی زندہ شخص سے جدا ہوا ہو یا کسی میت سے۔

تیمم کا بیان

تیمم کے جائز ہونے کے موارد

اِس کے جائز ہونے کی دو اہم صورتیں ہیں:

پہلی صورت

اتنی مقدار میں پانی دستیاب نہ ہو سکے جو وضو یا غسل کے لیے کافی ہو یا ان کے لیے استعمال ہو سکے۔ تو ایسی صورت میں یہ درج ذیل حالات میں تیمم کا جواز ثابت ہوجاتا ہے:

۱۔ مکلف کو اپنے گھر یا جہاں تک اس کی رسائی ہو پانی نہ مل سکے۔

۲۔ پانی اس علاقے میں چند ایک مقامات پہ موجود تو ہو، مگر وہاں تک پہنچنا دشوار ہو۔

۳۔ اس کے علاقے میں پانی موجود تو ہو، مگر اس کا مالک کوئی دوسرا شخص ہو اور وہ اسے استعمال کرنے کی اجازت نہ دے۔ اور اس کے عوض اتنی قیمت کا مطالبہ کرے جو اس شخص کی مالی حیثیت سے بڑھ کر ہو۔ یا اُس پانی تک پہنچنے کے لیے حرام کاموں کا سہارا لینا پڑے۔

مسئلہ(۱۰۷): وہ مسافت جہاں تک پانی کی تلاش کے لیے جانا مکلف پر واجب ہے، اس کے طول وعرض کی کوئی حد معین نہیں۔ اس مسافت کے کم یا زیادہ ہونے کا معیار اس میں تکلیف و دشواری، یا جانی و مالی خطرہ کے حساب سے ہوتا ہے۔ (اگر جان یا مال کے ضائع ہوجانے کا خطرہ نہیں تو جہاں تک انسان کے لیے ممکن ہو پانی تلاش کرے۔ اور اگر ان میں سے کسی چیز کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس حد تک ہی تلاش کرے جو اس کے لیے نقصان دہ نہ ہو۔)

مسئلہ(۱۰۸): اگر وہ پانی کی تلاش میں کوتاہی کرے اور اس امید کے ساتھ تیمم کرلے کہ شاید وہ اُس حکم کا جواز پالے تو اس کا تیمم اس صورت میں درست ہوگا کہ جب اسے اتفاق سے پانی بھی نہ ملے۔

مسئلہ(۱۰۹): اگر کوئی شخص علم یا اطمینان رکھتا ہو کہ مذکورہ حد سے باہر پانی موجود ہے تو اس پر واجب ہے کہ پانی لینے کے لیے وہاں جائے، اگرچہ وہ بعید ہی ہو۔ مگر یہ کہ وہاں جانا اس کے لیے شدید تکلیف اور مشقت کا باعث ہو۔

مسئلہ(۱۱۰): اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو پانی کی تلاش کا واجب ہونا ساقط ہوجاتا ہے۔ جیسے جان، مال اور ناموس کے خطرے کے پیشِ نظر ساقط ہوتا ہے۔ اسی طرح پانی کی تلاش کا واجب ہونا اس صورت میں ساقط ہوجاتا ہے کہ جب اسے تلاش کرنا انسان کے لیے ایسی مشقت کا باعث بنے جو ناقابل برداشت ہو۔

مسئلہ(۱۱۱): اگر کوئی شخص پانی تلاش کرے اور پانی نہ ملنے پر تیمم کرکے نماز پڑھ لے۔ اس کے بعد اسی جگہ اس کے لیے پانی کا موجود ہونا واضح ہوجائے تو اس پر واجب ہے کہ وضو کرکے دوبارہ نماز پڑھے۔ لیکن اگر اسے نماز کا وقت

گزرنے کے بعد اس کا علم ہو تو اس نماز کی قضا واجب نہیں ہے۔

دوسری صورت

مکلف کے پاس پانی تو موجود ہو، مگر وہ اسے استعمال نہ کر سکتا ہو۔ اس کی حالتیں حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ پانی کے استعمال کرنے میں کسی ضرر کا خوف ہو، مثلاً کسی مرض کے پیدا ہو جانے، یا اس کے زیادہ ہو جانے، یا دیر سے صحت یاب ہونے کا اندیشہ ہو تو یا نفس یا بدن کے علاج میں دشواری کا باعث ہے۔ یا اس پانی میں ریت کے ذرات اس قدر ہوں کہ اسے استعمال کرنا ممکن نہ ہو۔

۲۔ پیاس کی وجہ سے اپنی یا کسی اور جان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو کہ جس کی حفاظت کرنا اس کے ذمہ ہو۔ یا کسی ایسے حیوان کے مرجانے کا خوف ہو جس کی حفاظت اور دیکھ بھال مکلف کے لیے ضروری ہو۔

۳۔ مکلف کا بدن یا لباس نجس ہو اور اس کے پاس صرف اتنا ہی پانی ہو کہ اس سے نجاست کا ازالہ کرے یا وضو کرے۔

۴۔ وضو اور نماز پڑھنے کے لیے وقت تنگ ہو، اور وضو کرنے کی صورت میں اسے پوری نماز یا اس کا کچھ حصہ وقت کے بعد پڑھنا پڑ رہا ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے تا کہ پوری نماز وقت کے اندر اندر پڑھ لے۔

۵۔ اُس شخص پر کوئی دوسرا ایسا حکم واجب ہو کہ جہاں صرف پانی ہی استعمال کیا جا سکتا ہو، اور اس صورت میں وضو کے لیے پانی نہ بچتا ہو۔ جیسے مسجد کو پاک کرنا۔

مسئلہ (۱۱۲): اگر کوئی شخص جان بوجھ خلاف ورزی کرے اور جہاں وضو کرنا مشقت کا باعث ہو (جیسے سخت سردی میں) اور وہ وضو کر لے تو اس کا وضو صحیح ہوگا۔ لیکن جس مورد میں وضو کرنا حرام ہو اور وہ وہاں وضو کر لے تو باطل ہوگا۔ مثلاً وضو کرنے کی صورت میں مکلف کو ایسے نقصان سے دوچار ہونا پڑے جس میں خود کو ڈالنا مکلف پر حرام ہو۔ (جیسے اپنی یا کسی دوسرے کی جان کے ضائع ہونے کی پرواہ کیے بغیر پانی کو وضو کے لیے استعمال کر دے۔)

تیمم کن چیزوں پہ کیا جا سکتا ہے

اقوی قول کی بنا پر ہر اُس چیز پہ تیمم کرنا جائز ہے جسے زمین کہا جا سکے۔ چاہے وہ مٹی ہو یا ریت، یا گارا، یا بجری، یا پتھر۔ چونے اور نورے والی زمین کا حکم بھی یہی ہے، قبل اس کے کہ وہاں آگ جلائی گئی ہو۔ جس چیز پر تیمم کیا جائے اس میں شرط نہیں کہ اس کا کچھ حصہ ہاتھ کے ساتھ لگے۔ اگرچہ مستحب احوط ہے کہ ممکنہ صورت میں صرف مٹی پر ہی تیمم کیا جائے۔

مسئلہ (۱۱۳): جس چیز پر زمین کا نام صادق نہ آئے اس پر تیمم کرنا جائز نہیں، اگرچہ وہ زمین کی اصل سے ہو۔

جیسے راکھ، نباتات، معدنیات، سونا اور چاندی وغیرہ کہ جنہیں زمین نہیں کہا جاسکتا۔ نیز قیمتی پتھروں جیسے عقیق اور فیروزہ بلکہ تمام معدنیات حتی کہ نمک اور پٹرول سے تیار ہونے والی چیزوں پر نہیں کیا جاسکتا۔ اگر چہ وہ جامد ہوں، جیسے تارکول۔ اسی طرح ٹھیکری، اور احوط کی بنا پر چونے اور نورے کو جلانے کے بعد بھی تیمم کرنا درست نہیں۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب وہ چیزیں مل سکتی ہوں جن پر تیمم کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر بحالت مجبوری انہی میں سے کسی چیز کے ساتھ تیمم کرنا پڑے تو اسی کے ساتھ تیمم کرنا لازم ہے۔ لیکن اگر نماز کا وقت گزرنے سے پہلے تیمم والی چیزیں دستیاب ہو جائیں تو نئے سرے سے تیمم کر کے دوبارہ نماز ادا کی جائے گی۔ لیکن نماز کا وقت گزر گیا ہو تو ضروری نہیں، اگر چہ احوط ہے کہ وقت گزرنے کے بعد بھی تیمم کر کے نماز کا اعادہ کیا جائے۔

مسئلہ(۱۱۴): نجس اور غصب شدہ زمین سے تیمم کرنا جائز نہیں، مگر یہ کہ اسے تیمم کرنے والے نے خود غصب نہ کیا ہو اور لاعلمی یا بھول کر اسے تیمم کرنے میں استعمال کرے۔ اسی طرح اگر تیمم کرنے والی چیز کے ساتھ کوئی دوسری چیز اس قدر زیادہ ملی ہوئی ہو کہ اس پر زمین کا نام صادق نہ آسکے تو اس کے ساتھ بھی تیمم کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ(۱۱۵): اگر انسان غبار سے تیمم کرنے سے عاجز ہو تو گیلی مٹی سے تیمم کر سکتا ہے۔ اگر وہ اسے تھوڑا خشک کر سکتا ہو اور اس کے پاس اس کام کے لیے وقت بھی ہو اور پھر تیمم کرے تو اس کے لیے معین ہو جائے گا۔

مسئلہ(۱۱۶): جو شخص زمین، گرد و غبار اور گیلی مٹی سے تیمم کرنے سے عاجز ہو اور اس کے پاس کوئی اور پاک کرنے والی چیز بھی نہ ہو۔ اس کے باوجود بھی اقوی قول کی رو سے اس پر وقت میں نماز پڑھنا واجب ہوگا۔ اور جب کوئی طہارت والی چیز دستیاب ہو جائے تو اس پر اس نماز کی قضا بھی واجب ہوگی۔

تیمم کا طریقہ کار

اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے۔ احوط وجوبی کی بنا پر ضروری ہے کہ دونوں ایک ساتھ زمین پر لگیں۔ لہذا اگر جان بوجھ کر انہیں ایک ساتھ نہ مارے تو اس کا تیمم باطل ہوگا۔ اس کے بعد ضروری ہے کہ ہاتھوں کے تلوے زمین پر لگیں، نہ کہ پشت۔ پھر ان دونوں ہاتھوں کو اپنی پوری پیشانی پر پھیرے۔ پیشانی سر کے بالوں کے اُگنے کی جگہ سے آبروؤں تک اور ناک کے اوپری حصے تک کے مقام کو کہتے ہیں کہ جو ماتھے کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ یہاں احوط یہ ہے پیشانی کے ساتھ آبروؤں پر ہاتھ پھیرا جائے۔ پھر پورے دائیں ہاتھ کو کلائی سے لے کر انگلیوں کے سروں تک بائیں ہاتھ کے تلوے سے مسح کیا جائے۔ پھر اسی طرح دائیں ہاتھ کے تلوے کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مکمل طور پر پھیرا جائے۔

مسئلہ(۱۱۷): پیشانی پر ہاتھوں کے تلوے پورے پھیرنا واجب نہیں، بلکہ اگر ان کا کچھ حصہ ہی اس طرح پھیرا جائے پوری پیشانی پہ مسح ہو جائے تو کافی ہے۔ کیونکہ یہاں جو چیز ضروری ہے وہ مسح کی جانے والی جگہ ہے، نہ کہ مسح کرنے

والاعضو۔

مسئلہ(۱۱۸): مسح چاہے ہتھیلی سے کیا جائے یا انگلیوں سے، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اور مسح کیے جانے والا عضو چاہے ہاتھ کی پشت یا پیشانی، اس سے بھی کچھ فرق نہیں پڑتا۔

مسئلہ(۱۱۹): اگر ہاتھ صرف زمین پہ رکھے جائیں، مارے نہ جائے تو کافی نہیں۔ نہ اس صورت میں کہ ان میں سے ایک ہاتھ مارا جائے اور ایک زمین پہ رکھا جائے، نہ اس صورت میں کہ انہیں ایک دوسرے کے آگے پیچھے زمین پہ مارا جائے اور نہ اس صورت میں کہ جزئیت کی نیت سے دوبار مارا جائے۔ لیکن اگر لاعلمی یا بھول جانے کی وجہ سے ایسا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر ہاتھوں کی پشت زمین پہ ماری جائے یا دونوں کے ہاتھوں کے تلووں کا کچھ حصہ زمین پہ مارا جائے اور کچھ حصہ چھوڑ دیا جائے تو کافی نہیں، خواہ ایک انگلی ہو۔ نیز یہ بھی کافی نہیں پیشانی پہ ایک ہاتھ سے مسح کیا جائے اور دوسرے ہاتھ کو چہرے یا ہاتھوں کی پشت پر پھیرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ یا پہلے ایک ہاتھ سے مسح کیا جائے پھر دوسرے ہاتھ سے۔

تیمم کی شرائط

تیمم میں شرط ہے کہ قربت واخلاص کی نیت کے ساتھ ہاتھوں کو زمین پہ مارا جائے۔

مسئلہ(۱۲۰): تیمم میں شرط ہے کہ اس کے تمام افعال تسلسل کے ساتھ انجام دیے جائیں، حتی کہ جو تیمم غسل کے بدلے میں ہو اس میں بھی یہی شرط ہے۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ تمام افعال ترتیب کے ساتھ انجام دیے جائیں۔

مسئلہ(۱۲۱): اگر تیمم کے افعال کی ترتیب کے خلاف انجام پائیں اور ان کے مابین تسلسل بھی ختم ہو جائے تو تیمم باطل قرار پائے گا۔ چاہے یہ خلافِ ترتیب لاعلمی یا بھول جانے کی وجہ سے ہو۔ لیکن اگر ان کے مابین تسلسل ختم نہ ہو اور دوبارہ ترتیب کے ساتھ انجام دیے جائیں تو صحیح ہوگا۔

مسئلہ(۱۲۲): انگوٹھی اور اسی طرح کی دوسری چیزیں جو جلد کے لیے حائل ہو، تیمم کرتے وقت انہیں اتارنا واجب ہے۔

تیمم کے احکام

مسئلہ(۱۲۳): اگر کوئی شخص تیمم کر کے کوئی ایسا عمل انجام دے رہا ہو جو طہارت پر موقوف ہو جیسے نماز۔ اگر اس عمل کی انجام دہی کے دوران پانی دستیاب ہو جائے تو اُس کا عمل باطل ہو جائے گا اور اس پہ واجب ہو جائے گا دوبارہ پانی سے طہارت کر کے اپنا فریضہ انجام دے۔ بشرطیکہ اس عمل کا وقت وسیع ہو، بصورتِ دیگر اسے چاہیے کہ جو فعل تیمم کے ساتھ انجام دے رہا ہے، اسے جاری رکھے۔

مسئلہ(۱۲۴): جو شخص حدثِ اکبر کی وجہ سے غسل کے بدلے میں تیمم کرے تو اسے غسل کی مانند وضو کرنے کی

ضرورت نہیں۔ اگراس کے بعداُس سے حدثِ اصغر صادر ہوجائے اور وہ کسی عذر کی وجہ سے وضو نہ کرسکتا ہوتو اسے چاہیے کہ وضو کے بدلے میں بھی تیمم کرے۔لیکن اگراس کا کوئی عذر نہ ہوتو اسے چاہیے کہ وضو کرے۔ جو تیمم غسل کے بدلے میں کیا ہو وہ اسی وقت باطل ہوگا جب اس شخص سے کوئی حدثِ اکبر صادر ہوگا۔

مسئلہ (۱۲۵): تیمم سے وہ تمام واجب ومستحب اعمال انجام دینا جائز ہے کہ جن کی بجا آوری طہارت کے ساتھ مشروط ہوتی ہے۔

مسئلہ (۱۲۶): جیسے ہی پانی سے طہارت کرنے کا موقع میسر آئے تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ صورت اس وقت ثابت ہوتی ہے کہ جب اتنا پانی میسر ہو جس سے طہارت کرنا کافی ہو اور اس کے لیے وقت بھی موجود ہو، اور اس (کے استعمال وغیرہ) میں کوئی مانع بھی نہ ہو۔

نجاسات کا بیان

مذکورہ بالا اَبحاث 'حدث' سے پاک ہونے کے بارے میں تھیں۔ یہاں ہم 'خبث' سے پاک کرنے کا بیان کرتے ہیں۔سب سے پہلے ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ نجاسات کون کون سی ہیں۔توان کی تعداد گیارہ ہے اور وہ یہ ہیں:

۱،۲) پیشاب اور پاخانہ

انسان اور تمام حیوانات کا پیشاب و پاخانہ نجس ہے۔ چاہے وہ بری ہوں یا بحری، یہ آگے سے نکلیں یا پیچھے سے یا کسی اور ذریعے سے اور چاہے وہ ذریعہ معمول کے مطابق ہو یا نہ ہو۔اس حکم سے حیوانات کی تین اصناف مستثنٰی کی گئی ہیں۔لہذا ان کے فضلات نجس نہیں۔وہ تین صنفیں حسبِ ذیل ہیں:

پہلی صنف: وہ حیوانات جن کا گوشت کھانا شرعاً حلال ہو۔ چاہے وہ پرندے ہوں یا حیوانات کی دوسری انواع واصناف سے تعلق رکھتے ہوں۔جیسے: بھیڑ بکری، گائے، اونٹ، گھوڑا، خچر اور مرغی وغیرہ۔ یہ حکم اس بنا پر ہے کہ وہ نجاست خور نہ ہوں اور پاخانہ وگندگی کھا کر گزارا نہ کرتے ہوں۔ایسی صورت میں اُن کا گوشت کھانا حرام اور فضلہ نجس ہوجاتا ہے۔ جب تک وہ اس عادت پہ قائم رہیں اور انہیں نجاست خور کہا جائے۔یہی حکم اس حیوان کا بھی ہے جس کے ساتھ کسی انسان نے بدفعلی کی ہو۔

دوسری صنف: پرندوں کی تمام انواع، چاہے ان کا گوشت کھانا جائز یا ناجائز۔ یہاں احتیاط کی بنا پر بہتر یہ ہے کہ جن کا گوشت کھانا حرام ہو ان کے فضلات کو نجس سمجھا جائے۔

تیسری صنف: وہ حیوانات جو خونِ جہندہ رکھتے ہو۔

مسئلہ (۱۲۷): خونِ جہندہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کی رگیں کاٹی جائیں تو اس کا خون اچھل کر نکلے، اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔لہذا جس حیوان کا خون قطروں کی صورت میں یا بہہ کر نکلے تو وہ خون جہندہ رکھنے والا نہیں ہوتا۔اس سے

وہ حیوانات مستثنیٰ ہیں جن کی رگیں ہی نہیں ہوتیں، جیسے اکثر حشرات، رینگنے والے جانور اور آبی حیوانات۔ اسی طرح وہ بھی کہ جن کی دم یا عرفاً گوشت ہی نہیں ہوتا۔ جیسے مکھی، مچھر اور کیڑے مکوڑے۔

۳) منی

ہر خون جہندہ رکھنے والے حیوان کی منی نجس ہے۔ اگرچہ اس کا گوشت کھانا حلال ہو۔ لیکن جو حیوانات خون جہندہ نہیں رکھتے ان کی منی پاک ہے۔ منی سے مراد افزائش نسل والا مادہ ہے، اگرچہ وہ انسان کی منی کی مانند نہ ہو۔ مثلاً منی ہلکی اور پتلی ہو تو بھی احوط کی بنا پر حکم اسے بھی شامل ہوگا۔

۴) مردہ

خون جہندہ رکھنے والے حیوان کا مردہ نجس ہے، اگرچہ اس کا گوشت کھانا حلال ہو۔ یہی حکم اس کے کاٹے جانے والے اعضاء کا ہے، خواہ وہ چھوٹے ہی ہوں۔ مردہ سے ہماری مراد وہ حیوان ہے جو تزکیہ کے بغیر مرا ہو۔ چاہے وہ طبعی موت مرا ہو، یا اسے قتل کیا گیا ہو، یا اس کا گلا گھوٹ دیا گیا ہو یا غیر شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو۔

مسئلہ (۱۲۸): مردے کے وہ اعضاء جو ذاتی طور پر نجس نہ ہوں۔ اگر وہ اُن اعضاء میں سے ہوں سے جن میں جان نہیں ہوتی تو پاک سمجھے جائیں گے۔ جیسے اون، بال، پشم، پر اور انڈہ کہ جب اس کے اوپر جھلی موجود ہو، اگرچہ سخت نہ بھی ہو۔

مسئلہ (۱۲۹): مردہ حیوان کے پیٹ سے جو معدہ نکالا جاتا ہے وہ پاک ہوتا ہے۔ البتہ اسے دھولینا ضروری ہوتا ہے کیونکہ وہ مردے کے نجس اعضاء کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔

مسئلہ (۱۳۰): جو حیوان خون جہندہ نہ رکھتا ہو اس کا مردہ پاک ہے، جیسے چھپکلی، بچھو اور مچھلی۔

مسئلہ (۱۳۱): کسی مسلمان سے یا مسلمانوں کے بازار سے جو گوشت، چربی اور کھالیں وغیرہ خریدی جاتی ہے، اگر ان کے صحیح شرعی طریقے سے ذبح کیے جانے کے بارے میں شک ہو، تو ظاہر کی بنا پر اُن پہ پاک اور حلال ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

مسئلہ (۱۳۲): روح داخل ہونے سے پہلے ساقط ہونے والا بچہ بھی نجس ہے، اس شرط کے ساتھ کہ احوط وجوبی کی بنا پر اُس میں عرفاً گوشت و ہڈی پیدا ہو چکے ہوں۔ یہی حکم انڈے میں مرجانے والے بچے کا بھی ہے۔

۵) خون

جو حیوان خون جہندہ رکھتا ہو، اس کا خون نجس ہے۔ لیکن جس حیوان کی رگ کاٹنے پر اس کا خون اچھل کر نہ نکلے تو اُس کا خون پاک ہے۔ جیسے مچھلی کا خون۔ یہ حکم ان حیوانات کے لیے نہیں کہ جن کا عرف میں خون ہی نہیں ہوتا۔ جیسے حشرات الارض وغیرہ۔

مسئلہ (۱۳۳): جو خون انڈے میں ہوتا ہے بنا بر اظہر وہ پاک ہے مگر اسے کھانا جائز نہیں۔ لہذا اس سے

اجتناب کرنا واجب ہے۔ اگر چہ سفیدی کو زردی سے الگ کر کے ہی ہو۔ بشرطیکہ وہ آپس میں مخلوط نہ ہو گئیں ہوں۔

مسئلہ (۱۳۴): جانور کو ذبح یا کسی بھی طریقے سے اس کا تزکیہ کرنے کے دوران اس کی گردن سے معمول کے حساب سے خون نکل جانے کے بعد جو خون نکلتا ہے وہ پاک ہے، مگر باہر کی کسی نجاست جیسے نجس چھری کو لگ جائے یا ذبح کے دوران نکلنے والے خون کے ساتھ مل جائے۔

۶،۷) کتا اور خنزیر

خشکی پر رہنے والا کتا اور خنزیر اور ان کے تمام اجزاء، رطوبتیں اور فضلات نجس ہیں۔ مگر سمندر میں رہنے والے کتا اور خنزیر نجس نہیں۔

۸) نشہ آور مائع

جو منشیات اصل میں مائع ہوں وہ نجس ہیں۔ نہ کہ وہ جو پہلے جامد پھر کسی طریقے سے مائع میں تبدیل کیا جائے۔ جیسے بھنگ۔ یہاں ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس مائع کو عرفاً شراب کہا جا سکے، چاہے وہ کسی بھی چیز سے تیار کیا جائے۔

مسئلہ (۱۳۵): جو سپرٹ فرنیچرز وغیرہ کی پالش میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح وہ صنعتی الکوحل جو دوائیوں اور پرفیومز وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے پاک ہیں۔

مسئلہ (۱۳۶): خشک منقیٰ اور کھجور سے تیار ہونے والی شراب نجس نہیں اور اگر اسے آگ پہ ابال دیا جائے تو حرام نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ اسے صرف آگ پہ گرم کیا جائے اور ابال نہ آئے۔ لہذا کھجور، منقیٰ اور کشمش کو کھانے پکانے کی چیزوں جیسے سالن اور روٹی کے ساتھ رکھنا جائز ہے۔ یہی حکم کھجور سے تیار ہونے والے شیرے کی تمام اقسام کا ہے۔

۹) فقاع

یہ شراب ہے اور اسے جَو سے تیار کیا جاتا ہے۔ لیکن جَو سے تیار ہونے والا شربت اور ہے۔ اسے شراب نہیں کہتے۔ البتہ جَو کے علاوہ کسی بھی چیز سے شراب بنائی جائے وہ نجس نہیں ہوتی، مگر یہ کہ اسے عرفاً شراب کہا جائے۔

۱۰) کافر

احوط واجب کی بنا پر کافر نجس ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی دین کا ماننے والا نہ ہو یا اسلام کے علاوہ کسی دین کو مانتا ہو یا دین اسلام کا ماننے والا ہو مگر اس بعض ضروری اور بنیادی چیزوں جیسے نماز کے واجب ہونے کا منکر ہو۔

مسئلہ (۱۳۷): کتابی کافر جو کہ صرف یہودی و نصرانی ہیں۔ ان کی طہارت کا حکم لگایا جائے گا۔ لہذا جب کتابی کافر پاک ہے تو اس کا جھوٹا بھی پاک ہے اور اس کا بچا ہوا کھانا کھانا جائز ہے۔ عرفاً اسے بھی پاک سمجھا جائے گا یہاں تک کہ ہمیں اس کے نجس ہونے کا علم ہو جائے۔

۱۱) نجاست خوار حیوانات کا پسینہ

نجاست کھانے والے اونٹ اور دوسرے جانوروں جیسے مرغی وغیرہ پسینہ نجس ہے۔

انتقال نجاست

مسئلہ(۱۳۸): جب ایک پاک چیز کسی نجس چیز کے ساتھ لگے تو وہ اس وقت نجس ہوتی ہے کہ جب وہ دونوں یا اُن میں سے کوئی ایک چیز اتنی تر ہو کہ اس کا گیلا پن دوسری تک پہنچ سکے۔ لہذا اگر وہ دونوں خشک ہوں یا اتنی گیلی نہ ہوں کہ ان کی تری ایک دوسرے تک نہ پہنچے تو ایسی صورت میں پاک چیز نجس نہ ہوگی۔

مسئلہ(۱۳۹): جو مائع رطوبت نہ رکھتا ہو جیسے پگھلی ہوئی معدنیات اور پارہ، صرف نجاست کے لگنے سے نجس نہیں ہوتے۔ لیکن جو بہنے والے مائعات جیسے خام آئل، مائع گیس اور پٹرول وغیرہ۔ یہ نجاست پڑتے ہی نجس ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ(۱۴۰): جو چیز کسی نجاست سے نجس ہوئی ہو، وہ نجاست کی طرح ہو جاتی ہے۔ اسے متنجس کہتے ہیں۔ جیسے ہی پاک چیز اسے لگے، وہ نجس ہو جاتی ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ دونوں یا اُن میں سے ایک تر ہو۔ جب ایک چیز کسی نجس شدہ چیز سے نجس ہوتی ہے۔ تو اسے متنجس ثانی کہتے ہیں۔ جو چیز اُس متنجس ثانی کو لگے وہ نجس نہیں ہوتی۔

مثال کے طور پر اگر کوئی بچہ زمین پہ پیشاب کرے اور کسی کپڑے یا ٹشو وغیرہ سے اس جگہ کو صاف کر دیا جائے تو وہ جگہ متنجس اوّل ہے۔ اب اگر اس جگہ پر پانی گرتا ہے اور اس کے چھینٹے ادھر ادھر پڑتے ہیں تو وہ چھینٹے متنجس ثانی ہوں اور جہاں بھی پڑیں وہ جگہ نجس نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی کے پاؤں گیلے ہوں اور وہ اُس نجس جگہ پر اپنا پاؤں رکھے تو وہ متنجس ثانی ہوگا۔ لہذا وہ آگے کسی چیز کو نجس نہ کرے گا، خواہ وہ گیلی ہی ہو۔ البتہ نماز سے پہلے اس پاؤں کو پاک کرنا واجب ہوگا۔

یہاں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ متنجس اوّل میں عین نجاست یا اس کے ذرات موجود نہ ہو، لہذا اگر اس میں عین نجاست یا اس کے ذرات موجود ہوں تو جو چیز اس سے نجس ہوگی وہ پھر متنجس اول قرار پائے گی۔ جیسے پیشاب والی جگہ پر پانی گرے اور اس میں پیشاب بھی شامل ہو جائے تو وہ پانی متنجس اول سمجھا جائے گا۔

یہ مسئلہ بہت ہی اہم اور ضروری ہے۔ کیونکہ اس میں اُن لوگوں کے لیے بڑی آسانی بیان کی گئی ہے جن کا اکثر و بیشتر ایسے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے جو طہارت و نجاست کی پرواہ نہیں کرتے۔

نماز میں معاف نجاستیں

اس کی حسبِ ذیل صورتیں ہیں:

پہلی صورت:

زخم اور پھوڑے کا خون

جب تک زخم اور پھوڑا ٹھیک نہ ہو جائیں، اگر ان کا خون بدن اور لباس پر لگا ہوا ہو تو نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

مسئلہ (۱۴۱): جس طرح نماز میں اس خون کی رعایت دی گئی ہے اسی طرح اس سے لگ کر نجس ہونے والی پیپ، اس کے اوپر لگائی گئی دوا اور اس کے ساتھ لگ کر نیچے بہنے والے پسینے کی بھی چھوٹ دی گئی ہے۔

مسئلہ (۱۴۲): جب بدن پہ زخم یا پھوڑے متعدد ہوں اور وہ ایک دوسرے کے اتنا قریب ہوں گے کہ انہیں ایک زخم یا ایک پھوڑا شمار کیا جا سکے تو اس پر ایک کا ہی حکم جاری ہوگا۔

دوسری صورت:

بدن اور لباس پر درہم بغلی کی مقدار سے کم خون لگا ہوا ہونا۔

جب بدن پہ خون لگا ہو جس کا احاطہ درہم بغلی سے کم ہو تو وہ بھی معاف ہے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ خون عین نجس یا مردار، یا حرام گوشت جانوروں کا یا دماء ثلاثہ (حیض، نفاس اور استحاضہ) میں سے نہ ہو۔ لہذا وہ ان چیزوں کا خون ہو تو اس کی رخصت نہ ہوگی۔

مسئلہ (۱۴۳): احوط یہ ہے کہ درہم کی مقدار اتنی سمجھی جائے جتنی شہادت کی انگلی کا اوپر والا پورہ ہوتا ہے۔ اگرچہ احتیاط کی بنا پر اُسے انگوٹھے کی اوپر والی گرہ کے برابر سمجھا جائے۔

تیسری صورت:

جو لباس نجس ہو وہ اکیلا ستر کے لیے کافی نہ ہو

یعنی وہ کوئی چھوٹا ملبوس ہو جو اکیلا انسان کے شرم کے مقامات کو چھپانے کے لیے کافی نہ ہو۔ جیسے موزے، جرابیں، اَزار بند، ٹوپی، پٹی اور بیلٹ وغیرہ۔ چاہے انہیں پہنا ہوا ہو یا جیب وغیرہ میں ساتھ رکھا ہوا ہو۔ چاہے یہ چیزیں سوت کی بنی ہوئی ہوں یا کسی اور چیز کی۔

مطہرات کا بیان

درج ذیل چیزیں خود بھی پاک ہوتی ہیں اور دوسری چیزوں کو بھی پاک کرتی ہیں:

آبِ مطلق

آبِ مطلق خود پاک اور اس سے جو چیز بھی ذیل میں بیان ہونے والے طریقے کے مطابق دھوئی جائے وہ پاک ہوجاتی ہے۔ بعض اوقات کسی چیز کو ایک سے زیادہ مرتبہ دھونا واجب ہوجاتا ہے۔

مسئلہ (۱۴۴): کسی نجس شدہ چیز کے پاک ہونے میں شرط ہے کہ اس سے عین نجاست زائل کی جائے اور اسکے بعد اس پر پانی ڈالا جائے۔

مسئلہ (۱۴۵): جن چیزوں میں رطوبتیں جذب ہوجاتی ہیں۔ جیسے صابن، مٹی، ٹھیکری اور لکڑی وغیرہ۔ ان کے اندر نجاست کا جذب ہونا عین ممکن ہے۔ لیکن ان کے ظاہر پر پانی ڈال کر اسے پاک کرنا ممکن ہوتا ہے۔ (یعنی ان کے صرف ظاہری حصے کو پاک کرلینا ہی کافی ہے۔)

مسئلہ (۱۴۶): اگر کتا کسی برتن سے کوئی چیز چاٹ لے یا پیے تو اُسے پہلے مٹی کے ساتھ اچھی طرح مانجھا جائے گا پھر دو بار پانی سے دھویا جائے گا۔ احتیاط یہ ہے کہ اگر ایسے برتن کو کثیر پانی کے ساتھ پاک کیا جائے تو وہ مٹی سے مانجھنے کی جگہ کافی نہیں ہوسکتا ہے۔ بلکہ مانجھنا اپنے مقام پر ثابت رہتا ہے۔

مسئلہ (۱۴۷): جس مٹی سے برتن کو مانجھا جائے، احتیاط کی بنا پر واجب ہے کہ مانجھنے سے قبل وہ مٹی پاک ہو۔

مسئلہ (۱۴۸): اگر لباس یا کوئی اور چیز پیشاب سے نجس ہوجائے تو اُس کو جاری پانی یا اس کے ساتھ متصل ٹوٹی سے ایک مرتبہ دھولیا جائے۔ لہذا اگر اسے جاری کے علاوہ کسی پانی حتی کہ کُر سے بھی دھویا جائے تو احوط کی بنا پر دو دفعہ دھونا واجب ہے۔ دو دفعہ دھونے کے درمیان ایک مرتبہ نچوڑنا ضروری ہے تاکہ غسالہ نکل جائے اور تعددِ عرفی صادق آجائے۔

مسئلہ (۱۴۹): قلیل پانی کے ساتھ کسی برتن کو دھونا اُس وقت ثابت ہوگا کہ اُس میں تھوڑا سا پانی ڈال کر اسے اس طرح گھمایا جائے تاکہ وہ برتن کے تمام نجس شدہ مقامات پر پہنچ جائے۔ پھر اُسے بہا دیا جائے۔ پس جب ایسا تین مرتبہ ہوگا تو تین بار دھونا کہیں گے اور یوں نجس برتن پاک ہوجائے گا۔

مسئلہ (۱۵۰): نجس چیز کے پاک ہونے میں شرط ہے کہ اس سے عینِ نجاست زائل ہوجائے۔ نجاست کی بو اور رنگ کا دور ہونا ضروری نہیں۔ لہذا اگر پاک کی جانے والی چیز میں نجاست کی بو اور رنگ باقی رہ جائیں تو حرج نہیں۔

مسئلہ (۱۵۱): جو زمین سخت ہو، یا جس پر اینٹوں یا پتھروں یا تارکول وغیرہ کا فرش بنا ہوا اس پہ قلیل پانی بہا کر اسے پاک کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اس سے عین نجاست کا ازالہ ہوجائے۔ اسی طرح نرم زمین کو بھی قلیل پانی سے پاک کیا جاسکتا ہے۔ حتی کہ وہ وہیں پہ جذب ہوجائے۔

مسئلہ (۱۵۲): وہ زیورات جنہیں کسی کافر نے بنایا ہو ان پر نجاست کا حکم لگایا جائے گا، جب اس کے کسی

دوسری رطوبت یا نجاست کے ساتھ لگنے کا علم نہ ہو تو اسے پاک سمجھا جائے گا۔لیکن اگر اس کا علم ہو تو انہیں دھونا واجب ہے ۔اس سے ان کا ظاہری حصہ پاک ہوجائے گا مگر اندر والا حصہ ناپاک ہی رہے گا۔

زمین

زمین پاؤں کے تلوے اور اس کے پہناوے جیسے جوتے اور موزے کے نچلے حصے کو پاک کرتی ہے۔لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس پر چلا جائے ،خواہ پانچ قدم ہی چلیں ،نیز اس پر عین نجاست بھی موجود نہ ہو۔

مسئلہ (۱۵۳) : زمین سے مراد اس کے وہ تمام حصے ہیں جن کو زمین کہا جا سکے ۔ چاہے وہ پتھر ہوں ، یا مٹی ، یا ریت ۔ بعید نہیں کہ یہ حکم اُن تمام چیزوں سے متعلق ہو کہ جن پر چلا جاتا ہو۔ جیسے اینٹ ، چونا اور تارکول ،حتی کہ ظاہر معدن پر بھی ۔ جیسے شور زدہ زمین ۔

سورج

مسئلہ (۱۵۴) : سورج زمین اور اُن تمام چیزوں کو پاک کرتا ہے جن پر زمین کا عنوان صادق آتا ہے ۔ جیسے گھروں اور مکانات کی چھتیں ۔اس سے زیادہ وہ چھتوں کی اندر کی طرف ، اور ان کے سائے میں آنے والے مقامات ، درختوں ، پھلوں ، چٹائیوں اور بوریوں وغیرہ کو پاک نہیں کرتا۔

مسئلہ (۱۵۵) : سورج سے پاک ہونے والے مقام میں شرط ہے کہ عین نجاست کے زائل ہونے کے ساتھ ساتھ وہ جگہ تر ہو۔اور اسے عرفاً سورج سے خشک ہونے والی جگہ کہا جائے ،اگر چہ اس کے خشک ہونے میں سورج کی تپش کے ساتھ تھوڑا بہت ہوا کا بھی عمل دخل ہو۔

مسئلہ (۱۵۶) : اگر زمین پیشاب سے نجاست ہو اور سورج کی روشنی پڑنے سے وہ جگہ خشک ہو جائے تو وہ پاک ہوجاتی ہے۔اور اس پر پانی ڈالنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

اِستحالہ

استحالہ سے مراد ہے: ایک چیز کا کسی دوسری چیز میں ڈھل جانا جو عرفاً اس سے مختلف ہو۔یعنی ایک چیز کی حقیقت اور نوعی صورت کا کسی اور صورت میں بدل جانا کہ جو اپنی اساسی شکل میں اس سے مختلف ہو۔جیسے لکڑی کا جل کر راکھ ہوجانا ۔لہذا آگ جس چیز کو راکھ ، دھوئیں یا بخارات میں تبدیل کردے وہ پاک ہوجاتی ہے ۔ چاہے وہ عین نجس ہو جیسے مردار ، یا کسی نجاست سے نجس ہوئی ہو جیسے لکڑی یا پانی وغیرہ۔اسی طرح اگر کوئی چیز آگ کے بغیر ان چیزوں میں ڈھل جائے تو وہ بھی پاک ہوجاتی ہے۔

مسئلہ (۱۵۷) : اگر کوئی مردار یا عین نجاست حتی کہ وہ کتا ہی ہو، مٹی بن جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔

اِنقلاب

یہ شراب کو پاک کرتا ہے کہ جب وہ شراب نہ رہے، چاہے سرکہ بنے یا کچھ اور۔

عصیر عنبی کا اُبل کر دو تہائی ختم ہوجانا

یہ حجم کے حساب سے ہوتا ہے نہ کہ وزن کے حساب سے۔ مثلاً اگر انگور کی شراب تین لٹر ہو اور اسے اس قدر جوش دلایا جائے کہ صرف ایک لٹر باقی رہ جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے اور اسے پینا جائز ہو جاتا ہے۔ یہ حکم اُس صورت میں ہوتا ہے کہ جب اسے نجس سمجھا جائے۔

انتقال

اِس طریقہ میں منتقل ہونے والی نجاست پاک ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ اسے اس چیز کا جز و نہ سمجھا جائے کہ جس کی طرف وہ نجاست منتقل ہوئی ہو۔ جیسے انسان کا خون پسو، کھٹل اور جوئیں چوس لیں۔

اِسلام

یہ تمام اقسام کے کافروں حتیٰ کہ اَقویٰ قول کی رو سے مرتد فطری کو بھی پاک کر دیتا ہے۔ اسی طرح اس کے بدن کے اجزاء جیسے بال، ناخن اور اس کے فضلات جیسے پسینہ، لعاب، بلغم اور قئے وغیرہ بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

تبعیت

جب کافر کلمۂ اسلام پڑھ لیتا ہے تو اقویٰ قول کی بنا پر اس کا نابالغ اور غیر ممیز بچہ طہارت میں اس کے تابع ہوتا ہے۔ جب تک کہ اس کی بدعقیدتی کے سبب اس پر کفر کا حکم نہ لگایا جا سکے۔

عین نجاست کا زائل ہو جانا

جب انسان کے اندرونی اعضاء اور حیوانات کے اندرونی و بیرونی تمام اعضاء سے عین نجاست خود بخود زائل ہو جائے تو وہ پاک ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جس مرغی نے پاخانے یا گندگی میں چونچ ماری ہو اگر اس کی چونچ سے پاخانے اور اس کی رطوبت زائل ہو جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔

مسلمان کا غائب ہونا

یہ مسلمان کے جسم، اس کے کپڑوں، بچھونے، اور برتنوں وغیرہ کے لیے مطہر ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب یہ چیزیں نجس ہوں اور ان کے پاک ہونے کا احتمال ہو، جیسے ان کا مالک انہیں ان کاموں میں استعمال کرتا ہو جن میں طہارت ضروری ہوتی ہے۔

نجاست خوار حیوان کا استبراء

نجاست کھانے والے حیوان کا استبراء اس کے فضلات کو پاک کر دیتا ہے۔ یعنی نجاست خوار کو ایک خاص مدت کے لیے پابند رکھ کر اسے پاک غذاء دی جائے حتیٰ کہ اُسے نجاست کھانے والا نہ کہا جا سکے۔ احوط وجوبی ہے کہ کسی بھی حیوان کا استبراء اس وقت ہو گا جب اسے پاک غذا کھاتے ہوئے وہ مدت گزر جائے جو شرعاً بیان کی گئی ہے۔

❋❋❋

کتاب الصلاۃ

- فرائض کی تعداد و تفصیلات ۔۔۔
- نماز کی شرائط ۔۔
- نمازِ جمعہ ۔۔
- مسافر کی نماز ۔۔
- مستحب نمازیں ۔۔

نماز کا بیان

آئمہ اہل بیتؑ کی بہت سی روایات میں نماز کی اہمیت اور اس کا واجب وموکد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اہل بیت عصمتؑ سے مروی احادیث میں نماز کے انفرادی واجتماعی فیوض وبرکات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ بعض احادیث میں ملتا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے، اگر یہ قبول ہوئی تو باقی اعمال بھی قبول ہوں گے۔ اور اگر یہ قبول نہ ہوئی تو باقی اچھے اعمال بھی رد کردیے جائیں گے۔ یہ ہر خوف خدا رکھنے والے انسان کے لیے تقرب الٰہی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اِس کی بدولت انسان بلندی کی اس انتہا کو پہنچ جاتا ہے کہ اسے اپنے پروردگار کے ساتھ راز ونیاز کرنے کا موقع ملتا ہے۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ جس وقت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے تمام گھر والوں کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا: لا تنال شفاعتنا مستخفا بالصلاۃ ''ہماری شفاعت اُس شخص کو نصیب نہ ہوگی جو نماز کو حقیر سمجھے۔''

نیز فرمایا:

امتحنوا شیعتنا فی اوقات الصلاۃ حیث یختبر ولاء المسلم و طاعته لربه بالمبادرۃ الی اداء الصلاۃ۔

''ہمارے شیعوں کی پہچان اوقاتِ نماز میں (اُن کی توجہ اور فریضہء الٰہیہ کی ادائیگی کی جانب سبقت سے) کرو، کیونکہ ایک مسلمان کی محبت اور اس کی اپنے رب کی اطاعت کا اندازہ نماز کی فوراً ادائیگی سے ہی کیا جاسکتا ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ مومن اور کافر کے درمیان صرف یہی بڑا فرق ہے کہ وہ نماز کو جان بوجھ کر چھوڑ دے۔

قرآن کریم کی کئی ایک (تقریباً سو) آیات میں اس کی تاکید کی گئی ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس کے ثمرات میں سے ایک یہ ہے کہ بے شک نماز فحاشی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ چنانچہ امام معصومؑ سے پوچھا گیا کہ یہ کس طرح معلوم کیا جاسکتا ہے کہ نماز قبول ہوئی ہے یا نہیں تو فرمایا: وہ جس قدر تمہیں فحاشی اور برائی کے کاموں سے روکے اسی قدر بارگاہِ خداوندی میں مقبول ٹھہری ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے اشتیاق کے ساتھ نماز کا وقت ہونے کا انتظار کرتے تھے تا کہ آپؐ اپنے رب سے خلوت نشین ہوں۔ آپؐ اپنے موذن جناب بلالؓ کو آواز دے کر بلاتے اور فرماتے: اَرِحْنَا یَا بِلَالُ۔ ''اے بلالؓ! اذان دو تا کہ ہمیں راحت وسکون ملے۔''

یہ نماز کے ان بیش بہا فوائد کا ایک معمولی حصہ بیان ہوا ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

فریضہ نمازوں کی تعداد

اصلِ شریعت میں اجمالی طور پر سات نمازیں واجب ہیں۔

۱)۔نماز یومیہ:

جمعہ کی نماز بھی روزانہ کی نمازوں میں سے ہے اور واجب تعیینی ہے۔مگر یہ کہ کوئی رکاوٹ مانع آجائے۔لہذا اگر اسے تمام تر شرائط کے ساتھ ادا کر دیا جائے تو نمازِ ظہر پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

۲)۔نماز طواف

۳)۔نماز آیات

۴)۔نمازِ میت

۵)۔منت اور اجارہ کی نمازیں

۶)۔نمازِ عیدین

۷)باپ کی قضا نمازیں جو بڑے بیٹے پر واجب ہوتی ہیں۔

یومیہ نمازیں پانچ ہیں: نمازِ فجر کی دو رکعتیں ہیں،نمازِ ظہر وعصر کی چار چار،نمازِ مغرب کی تین اور نمازِ عشاء کی چار رکعتیں ہیں۔

سفر اور خوف کی حالت میں چار رکعتی نماز دو رکعت ہو جاتی ہے۔

نمازوں کے اوقات

نمازِ ظہر وعصر کا وقت زوالِ آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔وقتِ زوال کے بعد کا وہ ابتدائی جس میں چار رکعت ادا کی جا سکیں وہ ظہر کے ساتھ مختص ہے۔لہذا اس وقت کوئی دوسری نماز ادا کی نیت سے نہیں پڑھی جا سکتی۔ اسی طرح غروب سے چار رکعت کے برابر کا وقت نمازِ عصر کے ساتھ خاص ہے، اس وقت میں سوائے نمازِ عصر کے کوئی دوسری نماز ادا کرنا ممکن نہیں۔

جو شخص مجبور نہ ہو اس کے لیے نمازِ مغربین کا وقت مغرب سے آدھی رات تک ہے۔مغرب کا وہ ابتدائی حصہ جس میں تین رکعت ادا کی جائیں نمازِ مغرب کے ساتھ خاص ہے۔اس لیے اس وقت کوئی دوسری نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اسی طرح اس کا آخری حصہ کہ جس میں چار رکعات کرنا ممکن ہو،نمازِ عشاء کے ساتھ مختص ہے۔اس میں کوئی دوسری نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔اس کے درمیان کا وقت دونوں نمازوں کے لیے ایک جیسا ہے۔مگر جو شخص نیند، عارضہ نسیان، حیض یا کسی اور وجہ سے مجبور ہو اس کے لیے نمازِ مغربین کا وقت طلوعِ فجر تک ہے اور اس سے پہلے چار رکعات کی ادائیگی کے برابر وقت نمازِ عشاء کے ساتھ مختص ہے۔لیکن اگر کوئی شخص جان بوجھ نمازِ مغربین آدھی رات گزر جانے کے بعد پڑھے تو اسے چاہیے

کہ مافی الذمہ کی نیت سے پڑھے۔(یعنی یہ نیت کرے کہ ادا ہے تو ادا اور قضا ہے تو قضا واجب قربۃ الی اللہ)

نمازِ فجر کا وقت صبح صادق کے طلوع سے طلوع آفتاب تک ہے۔

مسئلہ(۱۵۸): فجرِ صادق، افق پر نمودار ہونے والی وہ سفیدی ہے جو رفتہ رفتہ اور تیز اور مزید واضح ہوتی جاتی ہے۔اس سے پہلے فجرِ کاذب ہوتی ہے۔وہ ایک مستطیل نما سفیدی جو افق سے آسمان کی طرف بلند ہوئے ستون کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔

مسئلہ(۱۵۹): زوال سے مراد سورج کا نصف النہار کے وہمی دائرہ سے نکل جانا ہے۔ یہ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب کے عین وسط میں ہوتا ہے۔اور ایک مختصر سا وقفہ مزید بھی شامل کیا جاتا ہے تاکہ زوال کے واقع ہونے کا اطمینان ہو جائے۔اس کی پہچان معتدل شاخص کے سائے کے کم ہونے کے بعد بڑھنے سے ہوتی ہے۔ یا اس کی پہچان سائے کے مکمل طور پر ختم ہو جانے کے بعد نئے سرے سے نمودار ہونے سے کی جاتی ہے۔

مسئلہ(۱۶۰): اوّل وقت کے ظہر کے ساتھ خاص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس وقت میں جان بوجھ عصر کی نماز، ظہر کی نماز سے پہلی پڑھی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔لیکن اگر غلطی سے پڑھ لی جائے تو صحیح ہوگی۔اگر چہ احوط یہ ہے کہ ظہر پڑھ کے اسے دوبارہ پڑھا جائے۔اگر وہ نماز کے دوران اس بات کی طرف متوجہ ہو۔تو اپنی نیت ظہر کی طرف پھیر لے اور اس کے بعد عصر کی نماز ادا کرے۔لیکن اگر وہ نماز کے بعد متوجہ کہ اس نے پہلے عصر پڑھ لی ہے۔تو اس کے بعد ظہر پڑھ لے۔

مسئلہ(۱۶۱): جو صورتیں سابقہ مسئلے میں ذکر ہوئی ہیں بعینہٖ وہی صورتیں مغربین کی نماز کی ہوں گی۔البتہ یہاں قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ جس کی کوئی مجبوری نہ ہو اس کے لیے عشاء کے ساتھ مختص وقت آدھی رات سے قبل چار رکعت کی ادائیگی کے برابر وقفہ ہوگا۔اور جسے کوئی مجبوری ہو اس کے طلوع فجر سے اتنا پہلے کہ اس وقفے میں نماز عشاء ادا کی جاسکے۔

مسئلہ(۱۶۲): جب نماز کے اوّل وقت میں سے اتنی مقدار گزر جائے جس میں اختیاری حالت میں نماز ادا کی جاسکے، لیکن نماز ادا نہ کی جائے اور کوئی عذر مانع(جیسے حیض) در پیش ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہوگی۔اور اگر اتنی مقدار نہ گزری ہو تو قضا واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ(۱۶۳): وقت داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھنا جائز نہیں اور نہ ہی ایسی نماز کافی ہوتی ہے، مگر یہ کہ وقت کے داخل ہونے کا علم ہو جائے اور اس پہ کوئی دلیل دستیاب ہو جائے۔اس میں اطمینان، بلکہ وثوق ہونا کافی ہے جیسے کسی قابل اعتماد اور علم رکھنے والے، بلکہ کسی کا اس کے بارے میں بتانا کافی ہے۔

مسئلہ(۱۶۴): ظہرین اور مغربین کی نمازوں میں ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔یعنی پہلے ظہر اور بعد میں عصر اور اسی طرح پہلے مغرب اور بعد میں عشاء۔لہٰذا اگر بعد والی نماز کو جان بوجھ کر پہلے پڑھا جائے، تو بعد والی نماز کو دوبارہ پڑھنا پڑے گا۔

قبلہ

نمازی کے لیے اجمالی طور پر اس جگہ یا مکان کی طرف منہ کرنا واجب ہے جس میں خانہ کعبہ واقع ہے۔ اگر یقینی طور پر کعبہ کی سمت معلوم ہو تو عین اس کی طرف منہ کرنے سے قبلہ رو ہونا متحقق ہوگا، اور اگر اجمالی طور پر معلوم ہو تو اس کی طرف ایسے توجہ کرنی ہوگی کہ عرفاً قبلہ رخ ہونا ثابت ہو جائے۔

مسئلہ (۱۶۵): کعبہ کی طرف منہ کرنا واجب ہے، اس سے زیادہ واجب نہیں۔ لہذا جب اگر کوئی شخص قبلہ رو ہونے کی حقیقت جان لے۔ تو اس کے لیے حالتِ اختیار میں سجدہ کے مقام سے ایک بالشت دائیں یا بائیں ہو جانا جائز ہے۔

مسئلہ (۱۶۶): قبلہ رو کا علم رکھنا واجب ہے۔ واضح دلیل، بلکہ کسی معتبر کا بتانا، بلکہ اہل علاقہ یا وہاں کام کرنے والوں کا قبلہ کی سمت کے بارے میں بتانا بھی اس کے قائم مقام ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے شہر میں ان قبور و محرابوں کا دیکھتے ہوئے ان کے یہاں معلوم شدہ قبلہ سمت پر اعتماد کرنا بھی جائز ہے۔

نمازی کا لباس

ہر ممکنہ صورت میں واجب ہے کہ نماز اور اس کے متعلقہ امور حتی کہ بنا بر احتیاط واجب سجدہ سہو کی ادائیگی کے وقت انسان کی شرمگاہیں پوشیدہ رہیں۔ اگر چہ اس وقت کوئی دوسرا انسان نہ دیکھ رہا ہو اور وہ اندھیرے میں ہو۔

مسئلہ (۱۶۷): مرد کے پردے کے مقامات اس کی اگلی و پچھلی شرم گاہیں، اور ان کے آس پاس کی جگہ ہے۔ جبکہ عورت کے لیے سوائے چہرے، کلائیوں تک ہاتھوں اور پاؤں کے علاوہ پورے بدن کا ڈھکا ہوا ہونا واجب ہے۔ بلکہ عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ کوئی اضافی بڑی چادر بھی اوڑھ لے تا کہ اسے ایک حد تک تسلی و اطمینان ہو جائے کہ اس نے نماز کے لیے جتنا پردہ واجب تھا اتنا کر لیا ہے۔

نمازی کے لباس کی شرائط

نماز پڑھنے والے کے لباس کی درج ذیل شرائط ہیں:

۱۔ لباس پاک ہونا چاہیے، سوائے ان چند موارد کے جن میں تھوڑی رخصت دی گئی ہے۔

۲۔ لباس مباح ہو۔ لہذا غصب شدہ لباس کا پردہ بنا کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ لیکن اگر نمازی کا اس کے بارے میں علم نہ ہو، یا وہ بھول گیا ہو، یا اس کے حرام سے اس طرح بے خبر ہو کہ جس کی رعایت ممکن ہو، یا اس کے حرام ہونے کا بھول گیا ہو، یا وہ اسے پہننے پر مجبور ہو، اور اس نے خود اسے غصب نہ کیا ہو تو اسے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ (یعنی ایسی صورت میں غصبی لباس میں نماز ہو جائے گی۔)

۳۔ نمازی کا لباس مردار یا اس کے بدن کے اجزاء سے نہ بنا ہوا ہو جن میں روح موجود ہوتی ہے۔ اس

میں کوئی فرق نہیں کہ وہ اتنا لمبا ہو کہ فقط اسی میں نماز ادا کی جا سکے یا اس سے چھوٹا ہو۔ چاہے وہ حلال گوشت حیوان کے بدن کے اجزاء سے بنا ہوا یا حرام گوشت۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ جانور خون جھندہ رکھتا ہو۔

مسئلہ (۱۶۸): مردار کے اجزاء کو اٹھا کر نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ انہیں پہننا شمار نہ کیا جائے۔ جیسے پیٹی، گھڑی کا پٹہ، مفلر، بازو بند، بالیاں اور جوتے وغیرہ۔ لیکن اگر یہ عرفاً پہنے ہوئے لگتے ہوں، نہ کہ اٹھائے ہوئے تو ان کا مردار کے اجزاء سے ہونا جائز نہیں۔

۴۔ نمازی کا لباس حرام گوشت جانور کے اجزائے بدن سے نہ بنایا گیا ہو۔ حرام گوشت والے جانور میں کوئی فرق نہیں کہ وہ خون جھندہ رکھتا ہو یا نہ، نہ ان کے اجزاء میں کوئی فرق ہے کہ وہ اُن اعضا میں سے ہو جن میں روح موجود ہوتی ہے یا نہ، اور نہ ہی اس لحاظ سے کوئی فرق ہے کہ اُس لباس میں اکیلے نماز پڑھی جا سکتی ہو یا نہ۔ بلکہ بعید نہیں کہ اگر انسان کے بدن یا لباس پر حرام گوشت جانور کے بال موجود ہوں تو اُس کے لیے ایسے لباس میں نماز پڑھنا منع ہو۔[1]

۵۔ مردوں کے لیے سونے کا لباس نہ ہو۔ خواہ انگوٹھی، گھڑی یا انہی جیسی کوئی چیز ہو۔

مسئلہ (۱۶۹): مردوں کا نماز کے علاوہ بھی سونا پہننا حرام ہے، اور ایسا کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے۔

۶۔ مردوں کا لباس خالص قدرتی ریشم سے نہ بنا ہوا ہو۔ سونے کی مانند اسے بھی نماز کے علاوہ عام حالت میں پہننا مرد پر حرام ہے۔

مسئلہ (۱۷۰): یہ حکم صنعتی ریشم کے لیے نہیں، نہ ہی صنعتی اور قدرتی ریشم سے ملا کر بنائے گئے کپڑے کا ہے۔ بشرطیکہ یہ ملاوٹ اس قدر ہو کہ قدرتی ریشم کو قدرتی نہ کہا جا سکے۔

نماز پڑھنے کی جگہ

مسئلہ (۱۷۱): نماز چاہیے نافلہ ہو یا فریضہ، کسی ایسی جگہ پر ادا نہیں کی جا سکتی ہے کہ جہاں انسان کے اعضاء سجدہ میں سے کوئی عضو غصبی زمین پر لگے۔ چاہیے وہ حقیقت میں غصب شدہ ہو یا اس کی منفعت غصب شدہ ہو (جیسے اس کا کرایہ ادا نہ کیا گیا ہو،) یا وہ کسی ایسے حق سے متعلق ہو جس کی بنا پر اس جگہ کو استعمال کرنا جائز نہ ہو۔ بنا برا ظہر اس میں کوئی فرق نہیں کہ نماز پڑھنے سے اس بات سے باخبر ہو یا لاعلم۔

مسئلہ (۱۷۲): کھلی اور وسیع زمینوں میں نماز پڑھنا، ان کے پانی سے غسل کرنا اور اسے پینا جائز ہے، اس شرط

---

[1] واضح رہے کہ ہر پہناوے کو لباس کہا جاتا ہے چاہے وہ چھوٹا ہو بڑا۔ لہذا قمیض، شلوار، چادر، دوپٹہ، رومال، مفلر، گھڑی، انگوٹھی، کڑی، چھلا، کمر بند، ٹوپی، عمامہ، جورابیں، موزے اور سویٹر وغیرہ سب کو لباس کہا جاتا ہے۔ یہ وضاحت اس لیے کی ہے، کیونکہ عام طور پر لوگ لباس سے صرف پہننے والے کپڑے مراد لیتے ہیں۔

کے ساتھ کہ عام طور پر لوگ وہاں یہ کام کرتے ہوں اور اُن زمینوں اور کنوؤں کے مالکان انہیں روکتے نہ ہوں۔

مسئلہ (۱۷۳) : احوط یہ ہے کہ عورت نماز کے دوران مرد سے آگے کھڑی نہ ہو اور حالت اختیار میں یہ دونوں ایک دوسرے کے برابر میں کھڑے ہوں۔ بلکہ مرد کو تھوڑا آگے سجدہ کرنا چاہیے، خواہ کم سے کم ایک بالشت ہی ہو۔ مستحب احوط ہے کہ مرد کے کھڑے ہونے کی جگہ عورت کے سجدے والی جگہ سے آگے ہو، اگر چہ تھوڑا ہی ہو، یا ان کے درمیان کوئی پردہ یا حائل (جیسے ستون یا دیوار) ہو اور مرد وعورت کے بیچ میں دس ہاتھ کا فاصلہ ہو۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ مرد وعورت آپس میں محرم ہو یا غیر محرم، میاں بیوی ہوں یا کسی اور حوالے سے رشتہ ناطہ رکھتے ہوں، بالغ ہوں یا نابالغ ممیز۔

مسئلہ (۱۷۴) : نماز کی حالت میں کسی معصومؑ کی قبر سے آگے کھڑے ہونا جائز نہیں، کہ جب ایسا کرنے سے صاحب قبر کی توہین لازم آتی ہو یا عرفاً بے ادبی شمار ہوتی ہو۔

مسئلہ (۱۷۵) : سجدے والی جگہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ زمین یا اس کی نباتات میں سے ہو یا وہاں کوئی کاغذ کا ٹکڑا رکھا ہوا ہو۔ اس شرط کے ساتھ کہ کاغذ میں کوئی ایسا مواد استعمال نہ کیا گیا ہو کہ جس پر سجدہ کرنا جائز نہ ہو۔ جیسے کیمیائی مواد، ریشم اور روئی وغیرہ۔

مسئلہ (۱۷۶) : سب سے زیادہ فضیلت اس میں ہے کہ سجدہ خاکِ شفا پر کیا جائے۔ اس کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے، اس کے بعد امام رضا علیہ السلام کی تربتِ اقدس کی فضیلت سب سے زیادہ ہے۔ اور اس کے بعد باقی ائمہ طاہرینؑ کی قبور کی خاک کا مرتبہ آتا ہے۔

مسئلہ (۱۷۷) : جس چیز کو زمین نہ کہا جا سکے اس پر سجدہ کرنا جائز نہیں، جیسے معدنیات، سونا اور چاندی وغیرہ۔ اور جن چیزوں کو نباتات نہ کہا جا سکے اُن پر بھی سجدہ کرنا جائز نہیں۔ جیسے راکھ اور کوئلہ۔ اسی طرح ٹھیکری، شیشے، اینٹ، چونا اور نورہ کے پکائے جانے کے بعد ان پر سجدہ کرنا جائز نہیں۔ البتہ پکانے سے قبل ان پر سجدہ کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ (۱۷۸) : نباتات پر سجدہ کرنے میں شرط ہے کہ وہ کھائی جانے والی نہ ہوں۔ جیسے گندم، جو، سبزیاں اور پھل وغیرہ۔ اور نہ وہ پہننے کے کام آتی ہوں۔ جیسے کپاس، السی اور پٹ سن۔ خواہ ان کی بُنائی سے پہلے ہی ہو۔

مسئلہ (۱۷۹) : لکھے ہوئے کاغذ پر سجدہ کرنے میں کوئی اشکال نہیں، اس شرط کے ساتھ کہ لکھائی کا رنگ ہو، اس پہ لکھائی ابھری ہوئی نہ ہو۔

مسئلہ (۱۸۰) : نمازی کے نماز پڑھنے اور سجدہ کرنے کی جگہ میں خاص طور پر یہ شرط بھی ہے کہ وہ ایک جگہ سکون کی حالت میں ہو، مضطرب نہ ہو۔ لہذا چلتے ہوئی سواری اور جھولے وغیرہ پر نماز ادا کرنا جائز نہیں۔ کہ جس پر ایک جگہ ساکن رہنا ممکن نہ ہو۔

اَذان اور اِقامت

نماز پنج گانہ میں اذان و اقامت کا کہنا مستحب تاکیدی ہے۔ چاہے وہ ادا ہوں یا قضا، حضر وسفر میں قصر ہوں یا پوری، پڑھنے والا انسان تندرست ہو یا بیمار، با جماعت ہو یا جماعت کے بغیر، پڑھنے والا مرد ہو یا عورت۔ جو نماز ادا پڑھی جائیں اُن میں اِن دونوں کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ بالخصوص مغرب اور فجر کی نمازوں میں۔ ان دونوں میں سے جس کی مردوں کو زیادہ سختی کے تاکید کی گئی ہے وہ اقامت ہے۔

بلکہ احوط مستحب یہ ہے کہ مرد ہر نماز سے پہلے اقامت کہیں۔ بلکہ احوط مستحب یہ ہے کہ مرد ہر نماز سے پہلے اقامت کہیں۔ لیکن یومیہ نمازوں کے علاوہ فرض نمازوں جیسے نمازِ آیات اور نوافل کے لیے اذان و اقامت کہنا مشروع نہیں۔

مسئلہ (۱۸۱): درج ذیل موارد میں اذان و اقامت دونوں ساقط ہو جاتی ہیں:

۱۔ جو شخص نماز جماعت میں شامل ہو اور وہ اس کے لیے اذان و اقامت کہہ چکے ہوں۔ اگرچہ اس نے خود نہ سنی ہو۔

۲۔ جو شخص دوبارہ نماز جماعت قائم کرنا چاہتا ہے اور اس سے قبل جو جماعت ہوئی ہو، انہوں نے اس کے لیے اذان و اقامت کہی ہو۔ اس شرط کے ساتھ کہ ان میں سے کوئی شخص پہلی جماعت میں شامل رہا ہو۔ (اور اب دوبارہ جماعت کی صورت میں اِن کے ساتھ پڑھ رہا ہو۔ جیسا کہ جماعت کرنے والا زیادہ عالم و فاضل ہو تو اس کی اقتداء میں دوبارہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔)

۳۔ جو شخص سابقہ جماعت کے منتشر ہونے سے پہلے مسجد میں داخل ہو، چاہے وہ (امام یا ماموم بن کر) الگ یا با جماعت نماز ادا کرے یا اپنی نماز انفرادی طور پر پڑھے۔ اس شرط کے ساتھ کہ عرفاً وہ ایک ہی جگہ شمار ہو۔

۴۔ امامِ جماعت: اس کے لیے جماعت کی اقتداء کرنے والوں میں سے کسی کا اذان و اقامت کہنا کافی ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ اس نے نہ سنی ہوں۔

۵۔ جب نمازی کسی دوسرے شخص کو اذان و اقامت کہتے ہوئے سنے، چاہے یہ بعد والا نمازی امام ہو یا ماموم یا اپنی انفرادی نماز پڑھنے والا۔

مسئلہ (۱۸۲): اذان کی اٹھارہ فصلیں ہیں: اَللّٰہُ اَکْبَرُ (چار دفعہ)، اس کے بعد اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (دو دفعہ)، اس کے بعد اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ (دو دفعہ)، پھر حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ (دو دفعہ)، پھر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ (دو دفعہ)، پھر حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ (دو دفعہ) پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ (دو دفعہ) اور اس کے بعد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (دو دفعہ)

اقامت بھی اسی طرح ہے۔ البتہ اس کی تمام فصلیں دو دو بار کہی جائیں گی، سوائے آخری فصل (لا الہ الا اللہ) کے، وہ ایک بار کہی جائے گی۔ نیز حی علی خیر العمل کے بعد دو بار قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ کہا جائے گا۔ یوں اقامت کی سترہ فصلیں بن جائیں گی۔

مستحب ہے کہ جب رسول خدا ﷺ کا نام آئے تو آپؐ اور آپ کی آلؑ پر درود پڑھا جائے اور اذان وغیرہ میں شہادتین کو مولا علی علیہ السلام کی ولایت و امیر المومنین ہونے کی شہادت کے ساتھ مکمل کیا جائے۔ اور اِس کے بعد مولاؑ کی ذات پہ درود پڑھا جائے۔

مسئلہ (۱۸۳): اذان و اقامت کے صحیح ہونے کی شرطیں درج ذیل ہیں:

۱۔ نیت کرنا اور آخر تک اس نیت پہ قائم رہنا۔ نیت سے مراد دل یا دماغ کا قصد کرنا ہے جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ نیت کے معاملے میں کوئی خاص شرط نہیں۔

۲۔ اذان و اقامت کہنے والے کا عاقل اور سمجھ دار ہونا۔ اس بنا پر دیوانے کی کہی ہوئی اذان و اقامت کافی نہیں۔

۳۔ ان کے تمام تر کلمات و فصول پر ایمان رکھنا۔

۴۔ مردوں کے لیے مردوں کا ہی اذان و اقامت کہنا۔ لہذا احوط کی بنا پر عورتوں کی کہی ہوئی اذان و اقامت، عورتوں کے لیے ہی کافی ہوگی، مردوں کے لیے نہیں، حتی کہ ان کے محرم بھی ہوں۔

۵۔ اذان و اقامت کہنے میں ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے اذان کو اقامت پر مقدم کرنا، اسی طرح ان کی فصلوں میں بھی ترتیب کا خیال رکھنا۔

۶۔ اذان و اقامت اور ان کی فصلوں کو تسلسل کے ساتھ اور پے در پے ادا کیا جائے۔

۷۔ انہیں صحیح عربی تلفظ کے ساتھ ادا کیا جائے، اور تجوید و تلفظ کے تمام تر قواعد کا لحاظ رکھا جائے۔ بالخصوص ایسی صورت میں کہ جہاں لفظ کا معنی تبدیل ہونے کا خدشہ ہو۔

۸۔ نماز کے وقت کا داخل ہونا۔ لہذا وقت سے پہلے ان کی ادائیگی درست نہیں۔

مسئلہ (۱۸۴): جو شخص جان بوجھ کر اذان و اقامت یا ان میں سے کوئی ایک چیز نہ کہے اور نماز شروع کر دے تو اس کے لیے احتیاط کی بنا پر جائز نہیں کہ نماز توڑ کر دوبارہ پڑھے۔ لیکن اگر اس نے بھولے سے اذان و اقامت نہ کہی ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ اگر رکوع میں نہ پہنچا ہو تو اپنی نماز توڑ کر دوبارہ پڑھے۔

اگر وہ ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز یا اس کی بعض فصلیں پڑھنا بھول گیا ہو تو اس کے لیے نماز توڑنا جائز نہیں، مگر اس صورت میں کہ وہ بھولنے والی چیز اقامت ہو۔ لہذا ایسی صورت میں ظاہر کی بنا پر نماز توڑنا جائز ہے کہ جب اُسے قرات سے پہلے، بلکہ اس کے بعد یاد آئے تو بھی توڑ سکتا ہے۔ بشرطیکہ رکوع میں نہ گیا ہو۔ اگر وہ رکوع میں چلا گیا ہو تو احوط واجب ہے کہ اپنی نماز کو مکمل کرے۔

نماز کے واجبات

نماز کے گیارہ واجبات ہیں:

(۱) نیت۔

(۲) تکبیرۃ الاحرام۔

(۳) قیام۔

(۴) رُکوع۔

(۵) سجدے۔

(۶) ذکر یا تسبیح۔

(۷) قرات۔

(۸) تشہد۔

(۹) سلام۔

(۱۰) ترتیب۔

(۱۱) موالات (تسلسل)۔

ان میں سے چار ارکان ہیں۔ انہیں کم یا زیادہ کرنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔ چاہے جان بوجھ کر کیا جائے یا غلطی سے۔ وہ یہ ہیں تکبیر اور بعض صورتوں میں قیام کرنا (یعنی بوقت قرات اور بعد از رکوع قیام کرنا)، رکوع، دو سجدے اور نیت۔

اگر چہ نیت کے زیادہ ہونے کو فرض نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی یہ نماز کے ان اہم ارکان میں سے ہے جن میں کمی یا بیشی کرنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔ خواہ ایسا غلطی سے ہو یا لاعلمی کی وجہ سے۔

اس کے علاوہ نماز کے اجزاء غیر رُکنی ہیں۔ اگر اُن میں بھول چوک کی بنا پر کوئی کمی یا اضافہ ہوجائے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ اُن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

نیت

نیت سے مراد کسی فعل کو انجام دینے کا قصد کرنا ہے جس کا باعث خدا کا حکم ہو۔ یا خدا کا معنوی تقرب اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے یا اس کے غیض وغضب سے بچنے کے لیے یا اسے عبادت کے لائق سجدہ سمجھتے ہوئے کسی عمل کا انجام دینا ہے۔ چنانچہ ان میں جو بھی قصد کرلیا جائے کافی ہے۔

مسئلہ(۱۸۵): نیت کو زبان سے ادا کرنا اور اس کو تمام تر تفاصیل کے ساتھ ذہن میں لانا ضروری نہیں، بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ انسان جانتا ہو کہ وہ کون سا عمل انجام دے رہا ہے۔ یعنی اگر اُس سے پوچھا جائے تو وہ اس کے بارے میں اچھی طرح بتا سکے۔

مسئلہ(۱۸۶): جب نماز کی ایک سے دو مختلف صورتیں ہوسکتی ہوں تو شرط ہے کہ وہ معین کرے کہ کون سی نماز ادا کر رہا ہے۔ اور اس میں اجمالی طور پر معین کرنا بھی کافی ہے۔ جیسے ظہرین کی نمازوں کو پہلی اور دوسری کہہ کر مشخص کرنا۔

تکبیرۃ الاحرام

اِسے تکبیر افتتاح بھی کہتے ہیں۔ اور اس کی صورت یہ ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اس کی جگہ اس سے ملتے جلتے الفاظ جیسے اَللّٰہُ اَرْفَعُ یا اس کا ترجمہ کافی نہیں۔ جب تکبیرۃ الاحرام کہہ دی جائے تو انسان کے نماز کے منافی تمام کام حرام ہو جاتے ہیں۔ احوط یہ ہے کہ تکبیر کہتے ہی انسان پر یہ پابندی عائد ہوجاتی ہے۔ یہ رکن ہے اور اس میں کمی یا بیشی کرنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔ اسے احرام کی نیت کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔ لہذا اگر کوئی اس کے بعد ایک اور تکبیر کہے تو نماز باطل ہوجائے گی اور اس کے لیے ایک اور تکبیر کی ضرورت ہوگی، اگر وہ اس کے بعد چوتھی بار تکبیر کہہ دے تو اس کے لیے ایک پانچویں تکبیر کہنا پڑے گی۔ اسی طرح جفت تکبیروں سے نماز باطل اور طاق سے صحیح ہوگی۔

مسئلہ(۱۸۷): احوط وجوبی ہے کہ اسے پہلے یا بعد کسی کلام سے متصل نہ کیا جائے، چاہے وہ کلام دعا ہی ہو۔ جیسے یہ کہنا: اللهم بارك الله اكبر، یا الله اكبرُ بسم الله الرحمن الرحيم۔

مسئلہ(۱۸۸): تکبیرۃ الاحرام میں مکمل طور پر قیام کی حالت میں ہونا واجب ہے۔ لہذا اگر جان بوجھ کر یا غلطی سے قیام نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ ایسا کرنے والا امام جماعت ہو یا وہ مقتدی جو رکوع کی حالت میں جماعت کے ساتھ شامل ہوا ہو یا جیسے بھی ہو۔ بلکہ یہ بھی واجب ہے کہ انسان تھوڑا صبر کرے تا کہ تسلی ہوجائے کہ تکبیر مکمل قیام کی حالت میں کہی گئی ہے۔

قیام

یہ رکن ہے۔ یہ وہ قیام ہے جو تکبیرۃ الاحرام کہتے ہوئے اور رکوع میں جاتے وقت ضروری ہے۔ اسی کو قیام متصل برکوع کہا جاتا ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص جان بوجھ کر یا غلطی سے تکبیرۃ الاحرام کے وقت بیٹھا رہے تو اس کی نماز باطل ہے۔ اسی طرح اگر وہ غلطی سے بیٹھ کر رکوع کرے یا رکوع کے لیے قوس کی صورت میں یعنی جھکے ہوئے کھڑا ہو تو بھی اس کی نماز باطل ہے۔

ان کے علاوہ موارد میں قیام کرنا غیر رکنی ہے۔ جیسے رکوع کے بعد قیام کرنا، پہلی دو رکعتوں میں قرات کرتے ہوئے اور آخری ایک یا دو رکعتوں میں قرات یا تسبیح کرتے ہوئے۔ لہذا اگر وہ غلطی سے بیٹھ کر قرات کرے یا آخری ایک رکعت یا دو رکعتوں کی تسبیحات بیٹھ کر پڑھے، پھر کھڑا ہوجائے اور قیام کی حالت میں ہی رکوع میں چلا جائے اور اس کے

بعد اپنی نماز کو مکمل کردے تو صحیح ہوگی۔ اسی طرح اگر وہ رکوع کے بعد قیام کرنا بھول جائے اور سجدے میں چلا جائے تو بھی اس کی نماز صحیح ہوگی۔

مسئلہ (۱۸۹): انسان کے لیے واجب ہے کہ جہاں تک ممکن ہو قیام میں مکمل اعتدال کے ساتھ سیدھا کھڑا ہو۔ پس اگر وہ جان بوجھ کر جھکا رہے یا کسی ایک طرف زیادہ جھک جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ بالخصوص اس وقت کہ جب وہ اسی حالت میں قرات بھی کرے۔

مسئلہ (۱۹۰): تکبیرۃ الاحرام اور قرات کی حالت میں اطمینان کے ساتھ قیام کرنا اور پاؤں پر کھڑے ہونا واجب ہے۔ سوائے بیماری یا کسی معقول عذر کی صورت میں۔ احوط یہ ہے کہ انسان قیام کے وقت بالکل سیدھا کھڑا ہو اور عصا، دیوار یا کسی دوسرے انسان کا سہارا نہ لے۔ مگر یہ کہ وہ بیماری یا کسی معقول عذر کی وجہ سے سیدھا کھڑا نہ ہو سکے۔

قرات

ہر نماز چاہے نافلہ ہو یا فریضہ، اس کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ اور احوط کی بنا پر فرض نمازوں میں خصوصیت کے ساتھ پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک پوری سورۃ پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ (۱۹۱): نماز میں اُن سورتوں کا پڑھنا جائز نہیں کہ جن کو مکمل کرنے سے نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہو۔ لہٰذا اگر وہ یہ جاننے کے باوجود بھی انہیں پڑھے یا شروع کرے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔

مسئلہ (۱۹۲): احوط کی بنا پر نماز میں واجب سجدہ والی سورتیں پڑھنا جائز نہیں۔

مسئلہ (۱۹۳): ''بسم اللہ'' ہر سورۃ کا جزو ہے، مگر یہ آیت صرف سورۃ فاتحہ ہی کی ہے۔ اس بنا پر نماز میں سورۃ توبہ کے علاوہ جو بھی سورۃ پڑھی جائے اس کے ساتھ ''بسم اللہ'' پڑھنا واجب ہوگی۔ اگر انسان میں اسے کسی سورۃ کے لیے معین کر دے تو اس کی جگہ کوئی دوسری سورۃ نہیں پڑھ سکتا۔ مگر اس صورت میں اس سورۃ کے لیے ایک دفعہ الگ سے ''بسم اللہ'' پڑھے۔ لیکن اگر وہ کسی سورۃ کا خیال دل میں لائے بغیر ہی ''بسم اللہ'' پڑھے، تو اُسے چاہیے کہ دوبارہ ''بسم اللہ'' پڑھے اور اسے کسی سورۃ کے لیے معین کرے۔

مسئلہ (۱۹۴): احوط واجب ہے کہ نماز میں سورۃ الفیل اور سورۃ الایلاف اور اسی طرح سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الم نشرح نہ پڑھی جائیں۔

صحیح قرات کے مسائل

مسئلہ (۱۹۵): دورانِ قرات ہمزۂ وصل کو حذف کرنا واجب ہے۔ جیسے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے تمام ہمزے وصلی ہیں۔ یعنی ملا کر پڑھنے کی صورت میں ان کا تلفظ نہیں کیا جاتا۔ اگر انہیں جان بوجھ کر حذف نہ کیا جائے یعنی اس طرح پڑھا جائے: بِسۡمِ ، اَللّٰہِ تو قرات باطل ہو جاتی ہے۔ اسی کے مثل ہمزۂ قطعی کو اپنی جگہ پر قائم رکھنا (یعنی اس کا تلفظ کرنا) واجب ہے۔ جیسے: اِیَّاكَ اور اَنۡعَمۡتَ میں ہے۔ اگر یہاں پہ ہمزہ کو ساقط کر دیا جائے تو بھی قرات باطل ہو

جائے گی۔

مسئلہ (۱۹۶) : مد کو اس قدر لمبا کرنا واجب ہے کہ عرفاً اس کے مسمّی کے مقدار کے برابر ہو۔ درج ذیل موارد میں مد کو دو حرکتوں کے برابر کھینچا جائے گا: واؤ ساکن اس سے ماقبل حرف پر پیش، ی ساکن اس سے ماقبل حرف پہ زیر، اور الف ماقبل حرف پہ زبر۔ اگر اس مد کے بعد حرف ساکن آجائے تو مدِ لازم بن جائے گی، جیسے: ضَآلِّیْنَ۔ بلکہ احوط یہ ہے کہ ان صورتوں میں بھی مدِ لازم بنتی ہے: جَآءَ جِیْءَ، سُوْءٌ (یعنی جب مد کے بعد ہمزہ آجائے)

مسئلہ (۱۹۷): مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کو مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (یعنی مالک کی میم کے بعد الف کو نہ پڑھنا)، صِرَاطَ کو صاد اور سین دونوں کے ساتھ اور کفوا کی فاء کو پیش و سکون دونوں کے ساتھ اور آخر کو ہمزہ او رواؤ دونوں صورت میں پڑھنا جائز ہے۔ (یعنی اس کی چار صورتیں بن سکتی ہیں اور اُن میں سے کسی بھی صورت میں اس کو پڑھا جا سکتا ہے۔ وہ چار صورتیں یہ ہیں: كُفُواً، كُفْواً، كُفُؤًا، كُفْؤًا۔)

مسئلہ (۱۹۸): مردوں پر واجب ہے کہ نماز فجر اور مغربین کی پہلی دو رکعتوں میں قرات بالجہر کریں۔ (یعنی کم سے کم اتنی اونچی آواز میں پڑھیں کہ ساتھ والا شخص سن لے۔) اور اس کے علاوہ رکعات میں آہستہ آواز کے ساتھ پڑھیں۔ اسی طرح نماز ظہر وعصر کو آہستہ آواز میں پڑھیں، سوائے روزِ جمعہ کے۔ جمعہ کے روز انسان کو اختیار ہے، چاہے تو اونچی آواز میں پڑھے اور چاہے تو آہستہ آواز میں پڑھے۔

مسئلہ (۱۹۹): جن نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرات بالجہر کی جاتی ہے اُن میں ''بسم اللہ'' کو اونچی آواز میں پڑھنا واجب ہے۔ اور جن نمازوں میں دھیمی آواز کے ساتھ قرات کی جاتی ہے اُن میں مردوں کے لیے مستحب ہے کہ ''بسم اللہ'' اُونچی آواز میں پڑھیں۔ لیکن تیسری اور چوتھی رکعتوں میں احوط کی بنا پر آہستہ آواز میں قرات کرنا واجب ہے۔ اس میں سورۃ فاتحہ کی بسم اللہ اور دوسری سورۃ کی بسم اللہ میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ (۲۰۰): فجر اور مغربین کی پہلی دو رکعتوں میں عورتوں کے لیے قرات بالجہر واجب نہیں۔ انہیں اختیار ہے کہ چاہیں تو قرات بالجہر کریں یا آہستہ آواز میں قرات کریں۔ لیکن جہاں تک آہستہ آواز میں پڑھی جانے والی نمازوں (یعنی ظہرین کی پہلی دو رکعتوں) کی بات ہے تو اُن میں عورتوں کے لیے ہر صورت میں آہستہ آواز میں پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ (۲۰۱): اُونچی یا دھیمی آواز میں پڑھنا اس وقت صادق آتا ہے کہ جب عرف میں نمازی کی قرات کو اونچا یا آہستہ کہا جائے۔ ظاہر یہ ہے کہ اگر انسان کی آواز اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص تک پہنچے تو اسے قرات بالجہر کہیں گے اور اگر ساتھ والا اس کی آواز کو نہ سن سکے تو اسے قرات بالاخفاء (آہستہ آواز میں پڑھنا) کہیں گے۔

مسئلہ (۲۰۲): نمازی کو اختیار ہے کہ چاہے تو مغرب کی تیسری اور ظہرین وعشاء کی آخری دو رکعتوں سورۃ الحمد پڑھے یا تسبیحاتِ اربعہ پڑھے۔ تسبیحاتِ اربعہ یہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ یہ حکم

اُس نمازی کے لیے ہے جس نے جہری نمازوں (مغربین) میں کسی کی اقتداء میں نہ ہو۔لیکن جو کسی کی اقتداء میں ہو اس کے لیے احوط لازم ہے کہ تسبیحات اربعہ ہی پڑھے۔نیز یہ بھی واجب ہے کہ انہیں صحیح عربی تلفظ کے ساتھ ادا کیا جائے۔

تسبیحات کا ایک دفعہ پڑھنا کافی نہیں، بلکہ احوط واجب کی بنا پر ان کا تین بار تکرار کرنا واجب ہے۔زیادہ فضیلت یہ ہے کہ اس کے ساتھ استغفار کا بھی اضافہ کیا جائے۔واجب ہے کہ تیسری اور چوتھی رکعتوں میں تسبیح یا الحمد جو بھی پڑھی جائے آہستہ آواز میں ہو،حتیٰ کہ احوط وجوبی کی بنا پر بسم اللہ بھی اونچی آواز میں نہیں پڑھنی چاہیے۔

رکوع

نماز کی تمام رکعتوں میں رکوع کرنا واجب ہے۔ چاہے نماز نافلہ ہو یا فریضہ۔سوائے نماز آیات اور نمازِ جنازہ کے۔جیسا کہ نماز میں جان بوجھ کر یا غلطی سے بھی اس کی کمی وبیشی نماز کو باطل کر دیتی ہے۔اس میں درج ذیل چیزیں واجب ہیں:

۱۔ خضوع وانکساری یا وظیفہ شرعی ادا کرنے یا جزئیت کے قصد کے ساتھ، یا بغیر کسی تفصیلی قصد کے اس قدر جھکنا کہ ہاتھوں کی انگلیاں گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

۲۔ ذکر وتسبیح کرنا: یعنی ایک دفعہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ یا تین دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا۔ بلکہ خدا کی حمد، بڑائی اور تہلیل وغیرہ سے متعلق جو بھی ذکر پڑھا جائے کافی ہوگا۔ بشرطیکہ اس کے تین حصے بن سکیں اور وہ اس سے کم نہ ہو۔جیسے اسماءِ حسنیٰ میں سے کوئی نام۔لیکن ایسی صورت میں اسے تین بار پڑھنا ضروری ہے۔

۳۔ جتنا وقت واجب ذکر پڑھنے میں لگے اتنی دیر مکمل اطمینان کے ساتھ رکوع میں جھکے رہنا۔

۴۔ رکوع سے سر اٹھا کر سیدھا کھڑے ہو جانا۔یہ نماز کے واجبات میں سے ہے۔اسے رکوع کے واجبات میں شمار کرنا صحیح نہیں، اگرچہ فقہاء اسے رکوع کے واجبات میں ہی ذکر کرتے ہیں۔کیونکہ ذکر ختم ہوتے ہی رکوع ختم ہو جاتا ہے۔(اور یہ اُس کے بعد کا فعل ہے۔)

۵۔ رکوع سے اٹھنے کے بعد مکمل اطمینان کے ساتھ قیام کرنا۔

مسئلہ (۲۰۳): اگر رکوع کا واجب ذکر پڑھنے کے دوران انسان کسی بے اختیاری کی وجہ سے حرکت کرنے لگے تو اُس پر واجب ہے کہ حرکت کی حالت میں ذکر روک دے اور سکون آنے کے بعد دوبارہ ذکر پڑھے۔

مسئلہ (۲۰۴): اگر انسان رکوع کرنا بھول کر سجدے میں چلا جائے اور سجدہ گاہ یا زمین پر پیشانی رکھنے سے پہلے یاد آجائے تو اُسے چاہیے کہ پہلے سیدھا کھڑا ہو اور مکمل اطمینان کے ساتھ وہاں سے رکوع میں جائے۔بنا اظہر یہی حکم اُس صورت میں بھی ہے کہ جب اُسے ایک سجدہ کرنے کے بعد یاد آئے کہ اس کا رکوع رہ گیا ہے۔

سجود

ہر رکعت میں دو سجدے واجب ہوتے ہیں۔دو سجدے مل کر رکن بنتے ہیں۔لہٰذا ان دونوں کی ایک ساتھ کمی یا

پیشی نماز کو باطل کر دیتی ہے۔ چاہے عمداً ہو یا سہواً۔لیکن اگر اِن میں سے ایک کم یا زیادہ ہو جائے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔سجدے کا مفہوم اس وقت واضح ہوتا ہے کہ جب پیشانی کو خدا کے حضور بندگی وانکساری کی نیت سے زمین پر رکھا جائے۔سجدے میں درج ذیل چیزیں واجب ہیں:

۱۔ سات اعضاء کا سجدہ کرنا: پیشانی، ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے انگوٹھے۔

مسئلہ (۲۰۵): اِن اعضائے سجدہ میں سے پیشانی کے علاوہ باقی اعضاء کا زمین پر لگنا ضروری نہیں۔یعنی اگر انسان کپڑے سے بنی ہوئی جائے نماز یا قالین وغیرہ پر نماز پڑھ رہا ہو تو صرف پیشانی کے نیچے ایسی چیز رکھنی واجب ہے جس پر سجدہ کرنا جائز ہو۔

۲۔ پیشانی کو ایسی چیز پر رکھنا کہ جس پر سجدہ کرنا صحیح ہو۔وہ زمین اور اس سے پیدا ہونے والی نباتات ہیں۔بشرطیکہ وہ کھانے یا پہننے والی نہ ہو۔جیسے پھلوں اور سبزیوں کے تنے و پتے اور کپاس کے پودے وغیرہ۔

۳۔ رکوع کی مانند ذکر پڑھنا۔احوط یہ ہے کہ اگر بڑی تسبیح پڑھی جائے تو اس میں "العظیم" کی جگہ "الاعلیٰ" کہا جائے۔(سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ)

۴۔ مکمل سکون واطمینان کے ساتھ سجدہ کرنا۔

۵۔ ذکر کے دوران اعضاءِ سجدہ کا اپنی اپنی جگہوں پر ہونا۔

۶۔ انسان کے کھڑے ہونے اور سجدے کی جگہ کا ہموار اور برابر ہونا۔لیکن ایک اینٹ کی مقدار کے جتنا اوپر یا نیچے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔اس کی مقدار چار ملی ہوئی انگلیوں کے برابر مقرر کی گئی ہے۔

۷۔ پہلے اور دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر سیدھا ہونا اور اطمینان کے ساتھ بیٹھنا۔ہم سابقاً رکوع کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں کہ یہ نماز کے واجبات میں سے ہے۔اسے سجدہ کے واجبات میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔(یعنی یہ وہی اطمینان ہے جو پوری نماز میں واجب ہے۔اس لیے اسے رکوع یا سجدے کا واجبی جز نہیں شمار کیا جا سکتا)۔

۸۔ دو سجدے پورے بجالانا۔

مسئلہ (۲۰۶): اگر کوئی شخص صحیح طریقے سے سجدے میں جھک نہ سکتا ہو تو اُسے چاہیے کہ جس قدر ہو سکے نیچے جھکے اور سجدے کی جگہ کو اونچا کر کے اپنی پیشانی اس پر رکھے۔احوط یہ ہے کہ وہ اسے کسی ایسی چیز پر رکھے جو اپنی جگہ ساکن ہو اور ہلے جلے نہ۔یہ کافی نہیں کہ انسان سجدہ گاہ کو اپنے ہاتھ میں لے لے یا کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پہ رکھ کر اس پر سجدہ کرے۔

قرآن کریم کے واجب سجدے

قرآن کریم میں چار ایسی آیات ہیں جنہیں پڑھنے سے انسان پر سجدہ واجب ہوجاتا ہے۔اور وہ یہ ہیں:

۱) پارہ:۲۱۔سورۃ السجدہ (الم تنزیل): آیت ۱۵۔

۲) پارہ:۲۴۔سورۃ حم السجدہ (فصلت): آیت ۳۸۔

۳) پارہ:۲۷۔سورۃ النجم: آیت ۶۲۔

۴) پارہ:۳۰۔سورۃ العلق (اقرأ باسم ربك۔۔): آیت ۱۹۔

مسئلہ (۲۰۷): ان آیات کو پڑھنے یا کان لگا کر توجہ کے ساتھ سننے سے سجدہ واجب ہوجاتا ہے، خواہ انہیں پڑھنے اور سننے والا دونوں نماز کی حالت میں ہوں۔لیکن اگر اتفاق سے ان کی آواز کسی کے کان میں پڑ جائے تو اُس پر سجدہ واجب نہیں ہوتا۔اگر چہ احوط کی بنا پر مستحب ہے۔اِس سجدے کو فوری طور پر ادا کرنا واجب ہوتا ہے اور اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا گناہ ہے۔مگر یہ کہ انسان غفلت ونسیان یا لاعلمی کی بنیاد پر ایسا کر بیٹھے۔چناچہ اگر اسے یاد آجائے یا علم ہوجائے تو ممکنہ صورت میں فوراً سجدہ کرے، یا پھر موقع پاتے ہی سجدہ کرلے۔

مسئلہ (۲۰۸): اِس سجدے سے پہلے تکبیرۃ الاحرام اور اس کے بعد تشہد وسلام نہیں پڑھا جاتا۔اور نہ ہی اس میں حدث یا خبث سے طہارت کی شرط ہے، نہ قبلہ رخ ہونے کی، نہ مقام سجدہ کے پاک ہونے کی، نہ پردہ کے مقامات کے پوشیدہ ہونے کی اور پردہ بننے والے لباس سے متعلق دیگر شرائط۔اسی طرح نہ اس میں پیشانی کو زمین پر رکھنا واجب ہے نہ ہی یہ واجب ہے کہ اسے کسی ایسی چیز پر رکھا جائے جس پر نماز کا سجدہ کرنا صحیح ہو۔

تشہد

دو رکعتی نماز میں ایک مرتبہ تشہد (یعنی اقرارِ شہادتین) واجب ہوتا ہے۔اس کا مقام دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد ہے۔اس میں بیٹھنے کے دوران ٹھہراؤ اور ساکن ہونا واجب ہے۔جبکہ سہ رکعتی اور چار رکعتی نمازوں میں دوبار واجب ہے۔دوسری بار اس کا مقام آخری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد ہے۔یہ واجب غیر رُکنی ہے۔اگر اسے جان بوجھ کر چھوڑ دیا جائے تو نماز باطل ہوجاتی ہے اور اگر بھولے سے رہ جائے تو جب تک انسان اگلی رکعت کے رکوع میں نہ پہنچا ہو اسے بجالاسکتا ہے۔لیکن اگر وہ اگلی رکعت کے رکوع میں پہنچ چکا ہو تو نماز کے بعد اس کی قضا کرے گا۔یہ حکم دوسری رکعت کے بعد والے تشہد کے بارے میں ہے۔لیکن اگر اُس سے غلطی کی بنا پر آخری رکعت کا تشہد چھوٹ جائے اور سلام پڑھتے اسے یاد آجائے تو اُسے چاہیے کہ تشہد پڑھے اور اس کے بعد دوبارہ سلام پڑھے۔لیکن اگر اُس نے سلام پورا پڑھ لیا اور اس کے بعد اس کو یاد آئے تو اُس کی قضا کرے۔بشرطیکہ کہ نماز کے بعد کسی دوسرے فعل میں مشغول نہ ہوا ہو۔یا نماز کا تسلسل ختم نہ ہوا ہو۔

مسئلہ(۲۰۹): تشہد میں واجب خدا کے معبودِ واحد ہونے اور رسول خداﷺ کی رسالت کی گواہی دینا اور اس کے بعد محمد وآل محمد پہ درود بھیجنا ہے۔ بنابراحوط اس کی کیفیت یہ ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ

سلام

یہ نماز کے آخری واجب اجزاء میں سے ہے۔ اس کے ذریعے انسان کی نماز مکمل ہوتی ہے اور اس کے لیے وہ کام کرنا جائز ہوجاتے ہیں جو نماز کی حالت میں انجام نہیں دیے جاسکتے۔ اس کے حسبِ ذیل دو صیغے ہیں:

۱) اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ

۲) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ

احوط واجب ہے کہ انسان مذکورہ بالا طریقوں میں سے جس طریقے سے بھی سلام پڑھ دے اس کی نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ پہلا سلام پڑھے تو اس کے لیے دوسرا سلام پڑھنا مستحب ہے۔ مگر اس کے برعکس نہیں۔ رہی بات اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ کہنے کی تو یہ ''سلام'' کے صیغوں میں سے نہیں اور نہ ہی اس سے انسان کی نماز مکمل ہوتی ہے۔ البتہ واجب سلام سے پہلے اِس کا پڑھنا مستحب ہے۔

ترتیب

نماز کے افعال میں مذکورہ بالا ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص جان بوجھ کر نماز کے افعال کی ترتیب کا لحاظ نہ رکھے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی۔ بعینہٖ یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جب وہ ایسا غلطی سے یا لاعلمی کی بنا پر کرے۔ بشرطیکہ وہ جاہل تقصیری نہ ہو۔

لہٰذا اگر وہ کسی واجبِ رُکنی فعل کو دوسرے واجبِ رُکنی فعل پر مقدم کردے جیسے سجدوں کو رکوع سے پہلے انجام دے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی۔ لیکن اگر وہ غلطی سے یا جاہل قصوری ہونے کی وجہ سے نماز کے کسی واجبِ رُکنی فعل کو غیر رُکنی واجب فعل پر مقدم کردے جیسے قرات سے پہلے رکوع میں چلا جائے تو ایسی صورت میں وہ اپنی نماز کو جاری رکھے گا اور نماز کے بعد اس کے لیے دو سجدے سہو کرے گا۔

اگر وہ کسی غیر رُکنی واجب فعل کو رُکنی واجب فعل پر مقدم کردے تو وہ اس کا تدارک اس طرح کرے گا تاکہ نماز کی ترتیب میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔ (جیسے انسان قرات مکمل کرکے سیدھا سجدے میں چلا جائے اور ایک سجدہ کرنے کے بعد وہ متوجہ ہو کہ اس سے رکوع بجالانا رہ گیا ہے۔ ایسی صورت میں انسان اٹھ کر سیدھا کھڑا ہوگا اور مکمل اطمینان کے ساتھ رکوع انجام دے گا اور اس کے بعد نماز کو جاری رکھے گا۔ اور نماز کے اختتام پر دو سجدے سہو کرے گا۔) اسی طرح اگر وہ بعض غیر رُکنی واجب فعل کو کسی دوسرے غیر رُکنی واجب فعل پر مقدم کردے تو اسی طریقے کے مطابق اپنا عمل انجام دے گا۔

بشرطیکہ اُس نے اَگلے رُکنی واجب فعل کوشروع نہ کیا ہو۔

موالات

نماز کے افعال میں مولات واجب ہے۔یعنی انہیں اس طرح تسلسل کے ساتھ اور پے در پے انجام دیا جائے تا کہ اہل شرع کی نظر میں نماز کی صورت میں تبدیلی واقع نہ ہو۔کیونکہ نماز کے افعال کے تسلسل میں کسی ایسے خلل کے واقع ہونے سے نماز باطل ہوجاتی ہے جس سے نماز کی صورت میں تبدیلی واقع ہوجائے۔ چاہے ایسا جان بوجھ کر کیا جائے یا غلطی سے۔

قنوت

تمام فرض اور نافلہ نمازوں میں قنوت مستحب ہے۔ جوفرض نمازیں بلند آواز میں پڑھی جاتی ہیں اُن میں اور بالخصوص نمازِ صبح، مغرب، جمعہ اور وتر میں قنوت کا پڑھنا مستحبِ مؤکد ہے۔ بلکہ احوط مستحب یہ ہے کہ تمام فرض نمازوں میں اسے ترک نہ کیا جائے۔جیسا کہ نسلوں سے یہی معمول چلا آرہا ہے۔

مسئلہ (۲۱۰): انسان نماز کا قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے تو اگر وہ رکوع کی حد تک نہ جھکا ہو تو سیدھا ہو کر قنوت پڑھے گا اور اس کے بعد رکوع بجالائے گا۔لیکن اگر وہ رکوع کی حد تک جھک گیا ہو تو رکوع سے اٹھنے کے بعد اس کی قضا کرے۔

تعقیبات

اِس سے مراد نماز کے بعد دعا و اذکار میں مشغول ہونا ہے۔جیسے نماز کا سلام پڑھنے کے بعد ہاتھ بلند کر کے تین بار'اللہ اکبر' کہنا۔تعقیبات میں سب سے زیادہ فضیلت والا عمل جناب سیدہؑ کی تسبیح ہے۔اس میں ۳۴ بار اللہ اکبر، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار سبحان اللہ کہا جاتا ہے۔اس کے بعد مستحب ہے کہ انسان ایک بار لا الہ الا اللہ کہے۔

اسی طرح تعقیبات میں سورۃ فاتحہ، آیت الکرسی، آیہ شھد اللہ (سورۃ آل عمران کی آیت: ۱۸)، آیت ملک (اسی سورۃ کی آیت: ۲۵) اور دوسری بہت سی آیات، سورتیں اور دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔جن کی تفصیل تعقیبات کی کتابوں میں موجود ہے۔

نماز کے مبطلات

درج ذیل چیزوں سے نماز باطل ہوجاتی ہے:

۱) حدث کا صادر ہونا۔ نماز میں حدث اکبر یا حدث اصغر جو بھی صادر ہو، اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔ چاہے جان بوجھ کر ہو یا غلطی سے۔

۲) پورے بدن کا قبلہ کی سمت سے پھر جانا۔ چاہے غلطی ہو یا ہوا یا کسی کی ٹکر لگنے یا کسی اور وجہ سے ہو۔

۳) نماز کے دوران ایسا فعل انجام دینے سے جس سے شارع کی نظر میں نماز کی شکل تبدیل ہوجائے۔ جیسے ناچنا کودنا، بہت زیادہ تالیاں بجانا اور اپنے لباس کے دھاگوں اور اس کی بناوٹ میں حد سے زیادہ مشغول ہوجانا وغیرہ۔

۴) جان بوجھ کر کوئی بات کرنا جو دو حرفوں سے مل کر بنی ہو۔ جو ایک حرف ہو اور معنی دے اسے بھی اسی کے ساتھ ملحق کیا جاتا ہے۔

نماز میں سلام کا جواب دینا

مسئلہ (۲۱۱): نمازی کے لیے جائز نہیں کہ وہ نماز کے دوران کسی کو سلام یا اِس سے ملتے جلتے کلمات کہے۔ لیکن اگر اسے سلام کہا جائے تو اس کا جواب دینا جائز، بلکہ واجب ہے۔ اگر وہ نماز میں سلام کا جواب نہ دے تو اگرچہ اس کی نماز باطل نہ ہوگی، مگر اسے سلام کا جواب نہ دینے پر سخت گناہ ہوگا۔ البتہ نمازی کو سلام کہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ (۲۱۲): احوط یہ ہے کہ نماز کے دوران سلام کا جواب دیتے ہوئے وہی کلمات کہے جائیں جو سلام دینے والے نے کہے ہوں۔ مثلاً اگر سلام دینے والے نے ''سلام علیکم'' کہا ہو تو نمازی کے لیے واجب ہے کہ وہ بھی جواب میں یہی کلمات کہے۔

مسئلہ (۲۱۳): اگر کوئی شخص کچھ لوگوں کو سلام کہے جن میں نماز پڑھنے والا بھی شامل ہو تو اگر ان میں سے کوئی شخص سلام کا جواب دے دے تو احوط کی بنا پر نمازی پر اس کا جواب دینا واجب نہ ہوگا۔

۵) جان بوجھ کر قہقہہ لگا کر ہنسنا۔ اس سے مراد وہ ایسا ہنسنا ہے جس میں آواز گلے میں گھومے۔ بلکہ احوط وجوبی ہے کہ جس ہنسی میں آواز ہو اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔ بالخصوص اس وقت کہ اس کے دوران کچھ حروف بھی منہ سے نکل جائیں۔ لیکن مسکرانے یا غلطی سے قہقہہ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔

۶) جان بوجھ کرایسا رونا جس میں آواز باہر نکلے۔

۷) کھانا اور پینا۔ اگرچہ کم ہو، بشرطیکہ اسے کھڑے ہوکر کھانا پینا کہا جا سکے۔ (لہذا اگر انسان دانتوں میں خوراک کا کوئی ذرہ باقی رہ جائے وہ اسے نماز کے دوران نگل لے یا اسے ڈکار وغیرہ کی صورت تھوڑی خوراک اس کے منہ آجائے اور پھر واپس چلی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

۸) تکفیر یعنی نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا۔ (وسائل الشیعہ میں مولا امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ یہ مجاسیوں کا طریقہ ہے۔)

۹) سورۃ فاتحہ کے بعد جان بوجھ کر آمین کہنا۔ کہنے والا چاہے امام ہو یا مقتدی، آہستہ سے کہے یا اونچی آواز میں۔

نماز میں کسی چیز کا کم یا زیادہ ہو جانا

جو شخص نماز کے اجزاء و شرائط میں جان بوجھ کر کوئی خلل پیدا کرے تو اُس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ ایک حرف، یا قرات کی ایک حرکت یا کوئی ذکر ہی ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اس میں جزئیت کے قصد سے کسی قول یا فعل کا جان بوجھ کر اضافہ کرے۔ اس میں فرق نہیں کہ وہ رکن سے متعلق ہو یا غیر رکن سے۔

مسئلہ (۲۱۴): جو شخص غلطی سے نماز میں کسی جزو کا اضافہ کر دے، اور وہ رکن کا ہو تو نماز باطل ہو جائے گی۔

مسئلہ (۲۱۵): جو شخص رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا بھول جائے حتی کہ وہ سجدہ کر لے یا سجدے میں جھک جائے تو اسے چاہیے کہ اپنی نماز جاری رکھے۔

مسئلہ (۲۱۶): اگر کوئی شخص رکوع بھول جائے اور دو سجدے کر لے تو اسے چاہیے کہ دوبارہ نماز پڑھے۔ لیکن اگر اس کو دوسرا سجدہ کرنے سے پہلے یاد آ جائے اور وہ اٹھ کر رکوع کرے اور نماز کو مکمل کر دے تو بعید نہیں کہ وہ کافی ہو جائے۔ اگرچہ احوط مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد دوبارہ نماز پڑھے۔

مسئلہ (۲۱۷): اگر کوئی شخص نماز کا سلام پڑھنا بھول جائے اور اسے نماز کے منافی کوئی فعل انجام دینے سے پہلے یاد آ جائے اور وہ اس کا تدارک کر لے تو اس کی نماز صحیح ہو گی۔ اور اگر وہ نماز کے منافی کوئی فعل انجام دے چکا ہو، اور یاد آنے پر سلام پڑھ لے تو بھی اس کی نماز صحیح ہو گی۔ اس دوسری صورت میں احوط یہ ہے کہ اسے چاہیے کہ اس نماز کو دوبارہ سے پڑھے۔

شک

مسئلہ(۲۱۸): جس شخص کو شک ہو کہ اس نے نماز پڑھی ہے یا نہیں؟ تو اگر نماز کا وقت باقی ہو اسے چاہیے کہ نماز پڑھے، لیکن اگر نماز کا وقت گزر چکا ہو تو اپنے شک کی پرواہ نہ کرے۔

مسئلہ(۲۱۹): اگر انسان کو نماز مکمل کر لینے کے بعد کسی جزو یا شرط کے پورا نہ ہونے کے بارے میں شک ہو تو اُسے اپنے شک کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

مسئلہ(۲۲۰): کثیر الشک آدمی کو اپنے شک کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے، خواہ اس کا شک رکعتوں کی تعداد یا نماز کے دوسرے افعال یا شرائط کے بارے میں ہو۔ ایسا شخص شک ہوتے ہوئے بھی اپنی نماز کو صحیح سمجھے گا۔

مسئلہ(۲۲۱): کثیر الشک کو جاننے کا معیار عُرف ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی قابل توجہ نکتہ ہے کہ جس شخص کو مسلسل تین نمازوں میں شک پڑے تو اسے عرف میں کثیر الشک سمجھا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اسے ایک ہی نماز میں بار بار شک پڑے۔

رکعتوں کی تعداد میں شکوک

مسئلہ(۲۲۲): اگر نمازی کو رکعتوں کی تعداد کے بارے میں شک پڑے تو احوط مستحب کی بنا پر اسے چاہیے کہ تھوڑا سوچے اور نماز کو روک دے، اگر اس کا شک مضبوط ہو جائے اور وہ دو رکعتی نماز یا تین یا چار رکعتی نماز کی پہلی دو رکعتوں کے بارے میں ہو تو اُس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر اسے ان کے علاوہ نماز کی رکعات جیسے تیسری، یا چوتھی یا دونوں کے بارے میں شک ہو تو اس کی تصحیح حسبِ ذیل طریقے کے مطابق کی جا سکتی ہے۔

مسئلہ(۲۲۳): رکعتوں کے بارے میں شک کا درج ذیل صورتوں میں حل کیا جا سکتا ہے:

۱۔ انسان جو رکعت پڑھ رہا ہو اس کا دوسرا سجدہ کرنے کے بعد اسے شک عارض ہو کہ آیا یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری؟ تو وہ سمجھے گا کہ یہ اس کا تیسری رکعت ہے۔ اس کے بعد وہ ایک رکعت مزید پڑھ کے اپنی نماز مکمل کرے گا۔ اور احوط وجوبی کی بنا پر اس کے بعد کھڑے ہو کر ایک رکعت نمازِ احتیاط پڑھے گا۔ لیکن اگر وہ کسی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو تو نمازِ احتیاط کی ایک رکعت بھی بیٹھ کر پڑھے گا۔

۲۔ نماز میں کہیں بھی اسے شک ہو کہ یہ اس کی تیسری رکعت ہے یا چوتھی تو وہ یہ تصور کرے گا کہ یہ اس کی چوتھی رکعت ہے۔ چنانچہ وہ اپنی نماز کو مکمل کرے گا اور اس کے بعد کھڑے ہو کر ایک رکعت نمازِ احتیاط بجا لائے گا۔ اور اگر وہ نمازِ احتیاط بیٹھ کر پڑھے تو اُس کو دو رکعتیں پڑھنا پڑیں گی۔ احوط یہ ہے کہ نمازِ احتیاط کھڑے ہو کر ہی پڑھے۔ لیکن

اگر وہ کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو تو نمازِ احتیاط بھی ایک رکعت بیٹھ کر پڑھے گا۔

۳۔ نمازی جو رکعت پڑھ رہا ہو اس کے دوسرے سجدے کے بعد شک کرے کہ یہ اس کی دوسری رکعت ہے یا چوتھی؟ تو اسے چاہیے کہ وہ اس کو چوتھی رکعت سمجھ کر نماز مکمل کرے اور اس کے بعد کھڑے ہو کر دو رکعت نماز احتیاط پڑھے۔ اگر وہ کسی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو تو وہ بیٹھ کر ہی دو رکعت نمازِ احتیاط پڑھے۔

۴۔ اسے شک ہو کہ چوتھی رکعت پڑھ رہا ہے یا پانچویں تو اس کو چاہیے کہ اسے رکعت فرض کرے اور نماز مکمل کرے۔ اس کے بعد دو سجدے سہو کرے۔

مسئلہ (۲۲۴): نمازِ احتیاط واجب ہے۔ لیکن اس کا واجب ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لیے مشروط ہے، اگر نمازی اپنی نماز کو کامل کرنا چاہے۔ لیکن وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ شک کی صورت میں نماز کو توڑ دے اور دوبارہ نئے سرے سے پڑھے۔

نماز کے بھولے ہوئے اجزاء کی قضا کرنا

مسئلہ (۲۲۵): اگر انسان نماز کا ایک سجدہ بھول جائے اور اسے اگلی رکعت کے رکوع میں جانے کے بعد یاد آئے تو نماز کے بعد اس کی قضا واجب ہوگی۔ لیکن اگر مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر اس کے لیے نمازِ احتیاط پڑھنا لازم ہو جائے تو وہ اس بھولے ہوئے سجدے کی قضا نمازِ احتیاط کے بعد کرے گا۔

مسئلہ (۲۲۶): اگر انسان نماز کا تشہد بھول جائے اور اگر اسے اگلی رکعت کے رکوع میں چلے جانے کے بعد یاد آئے تو احوط وجوبی کی بنا پر اس پہ اس کی تشہد کی قضا نماز یا نمازِ احتیاط کے بعد واجب ہوگی۔ یہی حکم اُس صورت میں بھی ہے کہ جب نمازی ایک سجدہ اور آخری رکعت کا تشہد بھول جائے اور اسے نماز کا سلام پڑھنے اور عمداً یا سہواً نماز کے منافی کوئی فعل انجام دینے کے بعد یاد آئے۔ لیکن اگر اُسے سلام کے بعد نماز کے منافی کسی فعل کے انجام دینے سے پہلے یاد آئے تو لازم ہے کہ سجدہ، تشہد اور سلام پڑھ کر اس کا تدارک کیا جائے۔ اور احوط وجوبی کی بنا پر زائد سلام پڑھنے کی وجہ سے دو سجدے سہو کیے جائیں۔

مسئلہ (۲۲۷): سجدہ اور تشہد کے علاوہ نماز کے بقیہ بھولے ہوئے حصوں کی قضا نہیں کی جاتی۔

سجدۂ سہو

مسئلہ(۲۲۸): درج ذیل صورتوں میں دوسجدے سہو بجالانا واجب ہوجاتے ہیں:

۱) نماز میں غلطی سے کوئی بات کرنا۔

۲) بے محل سلام پڑھنا۔

۳) سجدہ اور تشہد بھول جانا۔ (ایسی صورت میں سجدہ یا تشہد بجالانے کے بعد سجدۂ سہو کیا جائے گا۔

۴) جہاں بیٹھنا ہو وہاں کھڑے ہوجانا۔

۵) جہاں قیام کرنا چاہیے وہاں بیٹھ جانا۔ بشرطیکہ وہ قیام رکن نہ ہو اور اس کا تدارک ممکن بھی ممکن نہ ہو۔ ایسی صورت میں نماز باطل ہوجائے گی۔

مسئلہ(۲۲۹): احوطِ واجب ہے کہ نماز جنازہ کے علاوہ تمام واجب نمازوں میں ہر کمی یا زیادتی پر سجدہ سہو بجالانا واجب ہوتا ہے۔ البتہ یہ واضح رہے کہ یہاں کمی یا زیادتی سے نماز کے کسی جزو کا کم یا زیادہ ہونا ہے۔ لیکن اگر جزو کی جزو میں کمی بیشی ہوجائے تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ جیسے سورۃ کی کسی آیت میں کمی کرنا، یا رکوع میں اطمینان نہ رہنا یا سجدے کے کچھ ذکر کو کم یا زیادہ کردینا۔ ایسے موارد میں سجدہ سہو کرنا احوط کی رو سے مستحب ہے۔

مسئلہ(۲۳۰): احوط کی بنا پر سجدۂ سہو فوراً کرنا چاہیے۔

مسئلہ(۲۳۱): ایک غلطی پر دوسجدے پے در پے کرنا ہوتے ہیں اور اُن میں قربت کی نیت کرنا واجب ہے۔ مگر اُن سے پہلے تکبیر کہنا واجب نہیں۔ نیز سجدۂ سہو بجالاتے ہوئے شرط ہے کہ پیشانی کو ایسی چیز پہ رکھا جائے جس پر سجدہ کرنا صحیح ہو۔ اور اس کے ساتھ باقی اعضاء سجدہ کو بھی زمین یا جائے نماز پر رکھا جائے۔ بلکہ احوطِ واجب ہے کہ سجدۂ سہو کرتے ہوں طہارت، قبلہ رخ ہونے اور باپردہ ہونے کی وہ تمام تر شرائط موجود ہوں جو نماز کے لیے ضروری ہیں۔

مسئلہ(۲۳۲): اگرچہ ان دونوں سجدوں میں کوئی خاص ذکر پڑھنا واجب نہیں اور نہ ہی کوئی ذکر ان کے لیے معین کیا گیا ہے۔ پھر احوط ہے کہ آدمی سجدۂ سہو میں یہ کہے: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ یا یہ کہے: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ

اگر وہ یہ دونوں ذکر بھی نہ پڑھے تو اسے چاہیے کہ وہ ذکر پڑھے جو نماز کے سجدے میں کہنا کافی ہو۔

مسئلہ(۲۳۳): سہو کے دوسجدے کرنے کے بعد تشہد و سلام پڑھنا واجب ہے۔ احوط یہ ہے کہ وہی تشہد پڑھا جائے جو عام طور پر نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

دوسری واجب نمازیں

نمازِ جمعہ

جمعہ کا دن خدا کی نظر میں بہت عزت وشان والا دن ہے۔ اس دن کو خدا نے نیکی کرنے والوں کے لیے اپنی رضا کے حصول کا بہت بڑا وسیلہ قرار دیا اور اس میں ان کے نیک اعمال کی برکتوں میں اضافہ کیا ہے۔ جیسا کہ جناب ابو بصیرؒ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی زبان مبارک سے سنا، آپؑ نے ارشاد فرمایا: **ما طلعت بیوم افضل من یوم الجمعة** ''سورج نے کسی دن پر طلوع نہیں کیا جو جمعہ کے دن سے زیادہ فضیلت رکھتا ہو۔''

ائمہ طاہرینؑ نے اپنے شیعوں کے لیے اس دن سے مستفیض ہونے کی خاطر، اس دن کے متعلق کچھ خاص چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ جن کے ذریعے وہ اپنے قلوب ونفوس کا تزکیہ کرتے ہیں، اپنے ابدان سے ہفتہ بھر کی کثافت کو دور کرتے ہیں اور ہفتے کے آئندہ دنوں کی اصلاح کا سامان کرتے ہیں۔ دعاؤں اور اذکار کی کتابیں روزِ جمعہ کے فضائل اور اس میں انجام دیے جانے والے مسنون اعمال سے لبریز ہیں۔

جو عمل اس دن سب سے زیادہ فضیلت کا حامل ہے، وہ نمازِ جمعہ کا ادا کرنا ہے۔ ائمہ طاہرینؑ نے اس کی بہت زیادہ تاکید کی اور اس کے فضائل وکرامات کا بیان کیا اور اسے ترک کرنے سے ممانعت فرمائی۔ چنانچہ صادق آل محمد علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: **ما من قدم سعت الی الجمعة الا و حرم الله جسدها علی النار**
''جو بھی جمعہ کی طرف چل کر جائے خدا اسے جہنم کی آگ پہ حرام کر دیتا ہے۔''

نمازِ جمعہ، واجب تعیینی ہے

مسئلہ (۲۳۴): جمعہ کے دن ظہر کے وقت مسلمانوں پر نمازِ ظہر کی بجائے نمازِ جمعہ ادا کرنا واجب ہے۔ اس صورت میں کہ جب ایک جامع الشرائط مجتہد نمازِ جمعہ قائم کرنے کی دعوت دے۔ کیونکہ اسے قائم کرنا ولی امر کی ذمہ داری ہے۔ اس دور میں ولی امر جامع الشرائط مجتہد ہے جو امت کے امور اور شریعتِ اسلامیہ کا ذمہ دار ہے۔ جمعہ واجب اور صحیح ہونے کی دو شرطیں ہیں:

۱۔ جمعہ کے لیے مطلوبہ تعداد میں نمازیوں کا موجود ہونا۔ کیونکہ اگر امام جماعت کو ملا کر کل نمازی پانچ سے کم ہوں تو نمازِ جمعہ ادا نہیں کی جا سکتی۔

۲۔ ایسے امامِ جماعت کا موجود ہونا جو دو خطبے اچھی طرح پڑھ سکتا ہو اور اس میں جماعت کے اہل ہونے کی تمام شرائط موجود ہوں۔

مسئلہ(۲۳۵): درج ذیل صورتوں میں جمعہ کا واجب ہونا ساقط ہوجاتا ہے:

۱) جمعہ قائم کرنے میں کوئی مانع موجود ہو۔ جیسے ظالم حکمران بزورِ طاقت اس سے روکنے کی کوشش کریں اور جمعہ قائم کرنے والے کو ظلم وتشدد کا نشانہ بنائیں۔

۲) جمعہ کا مقررہ وقت نکل چکا ہو۔ جو کہ زوال آفتاب سے لے کر شاخص کا سایہ اس کے برابر ہونے تک باقی رہتا ہے۔ کیونکہ نمازِ جمعہ کی قضا نہیں کی جاسکتی ہے۔

۳) ایک دوسرے جمعہ کا قائم ہونا جو اِس سے ساڑھے پانچ کلومیٹر سے فاصلے پر ہو۔

مسئلہ(۲۳۶): جن جن جگہوں پر جمعہ کی مذکورہ بالا دو شرطیں پائی جاتی ہوں۔ وہاں کے لوگوں پر واجب ہے نمازِ جمعہ کا اہتمام کریں یا کسی دوسری جگہ جا کر جمعہ کی نماز میں شریک ہوں۔

مسئلہ(۲۳۷): نمازِ جمعہ کا اوّل وقت وہی نمازِ ظہر کا وقت ہے۔ اور وہ زوال آفتاب کے بعد ہے۔ اس سے پہلے جمعہ کی نماز ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔ نمازِ جمعہ کا وقت کسی چیز کے سایہ کے اس کے سائز کے برابر ہوجانے تک باقی رہتا ہے۔ اگرچہ ظہر کا وقت اس کے بعد بھی چلتا رہتا ہے۔ اگر نماز جمعہ پڑھنے کے دوران وقت ختم ہوجائے تو صحیح ہوگی بشرطیکہ اس کی ایک رکعت وقت کے اندر پڑھی گئی ہو۔

مسئلہ(۲۳۸): ایک علاقے میں دو نمازِ جمعہ صحیح نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ واجب ہے کہ دو نمازِ جمعہ کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہو۔ اس کی مقدار تقریباً ساڑھے پانچ کلومیٹر ہے۔ اگر اس فاصلے کے اندر نمازِ جمعہ کی دو جماعتیں ایک ساتھ قائم ہوں تو وہ دونوں باطل ہوجائیں گی۔ لیکن اگر اُن سے ایک اپنے معمول کے مطابق دوسری سے پہلے قائم کی جاتی ہو تو بعد میں قائم نمازِ جمعہ باطل ہوجائے گی۔ تکبیرۃ الاحرام یا خطبوں کے پہلے یا بعد پڑھے جانے کی کوئی حیثیت نہیں۔ البتہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ وہاں جمعہ کے قائم کرنے کا وقت کے تقرر کے حساب سے کوئی خاص معمول نہیں اور اسے اچانک قائم کیا جارہا ہے تو اس صورت میں تکبیرۃ الاحرام کے پہلے یا بعد والے معاملے پر توجہ کی جائے گی۔ لیکن اگر وہ دونوں جمعہ کی نمازیں لاعلمی کی بنا پر ایک دوسرے کے قریب قریب قائم کی جائیں تو دونوں صحیح ہوں گی۔

وہ افراد جن پر جمعہ کی نماز ادا کرنا واجب ہے

نمازِ جمعہ چند شرائط کے ساتھ واجب ہوتی ہے جن کا انسان میں موجود ہونا ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر نمازِ جمعہ انسان پہ واجب نہیں رہتی۔ لیکن اگر وہ ادا کردے تو صحیح شمار ہوگی۔ وہ شرائط حسبِ ذیل ہیں:

۱) تکلیف، یعنی انسان بالغ اور عاقل ہو۔

۲) مرد، خواتین پر جمعہ کی نماز میں شریک ہونا واجب نہیں۔

۳) آزادی، جو شخص کسی کا غلام ہو اس پہ جمعہ واجب نہیں۔

۴) جہاں جمعہ پڑھا جائے وہاں انسان کی نماز قصر نہ ہوتی ہو۔ لہٰذا جس مسافر کی نماز قصر ہوجائے اس پہ جمعہ

واجب نہیں۔

۵) قوتِ بصارت کا حامل ہونا۔اس لحاظ سے اندھے شخص پر جمعہ کی نماز واجب نہیں۔

۶) چلنے پر قادر ہونا۔ جو شخص جسمانی طور پر معذور ہو اس پر جمعہ واجب نہیں۔

۷) نمازِ جمعہ میں حاضر ہونے کی قوت رکھنا۔ جو شخص مریض ہو اور نماز میں شامل نہ ہو سکتا ہو، اس پہ واجب نہیں۔

۸) عمر کے لحاظ سے نمازِ جمعہ میں شریک ہونے کی قابلیت رکھنا۔ جو شخص اس قدر بوڑھا اور کبیرُ السن ہو کہ نمازِ جمعہ میں شامل ہونا اس کے بس میں نہ ہو تو اس پہ بھی واجب نہیں۔

۹) انسان اور اس کے قریب ترین نمازِ جمعہ کے مابین مسافت دو فرسخ یا اس سے تھوڑی کم ہو۔ یہ تقریباً 10.944 کلومیٹر بنتا ہے۔لہذا اگر اتنی مسافت ہو تو اُس پر واجب ہے کہ جا کر نمازِ جمعہ میں شریک ہو، اور اگر اس سے زیادہ ہو تو واجب نہیں۔ یہ حکم اُن لوگوں کے ساتھ مختص ہے جو اُس شہر سے باہر رہتے ہوں جس میں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہو۔لیکن اگر شہر بغداد یا طہران کی طرح بڑے ہوں اور اس کے بعض لوگوں اور نمازِ جمعہ کے قائم ہونے کے مقام کے مابین اتنا یا اس سے زیادہ فاصلہ ہو تو بھی ان کے لیے جمعہ کی نماز میں شریک ہونا واجب ہے۔ کیونکہ شارعِ مقدس نے جو اس مسافت کی حد بندی کی ہے اس کا مقصد بستیوں اور شہر کے قریب دیہات میں رہنے والے لوگوں کو جمعہ کی نماز میں جمع کرنا ہے۔ نہ کہ ایک شہر کے رہنے والوں کو تقسیم کرنا۔

مسئلہ(۲۳۹): اگر کسی مسافر پر پوری نماز پڑھنا واجب ہو تو اس پر نمازِ جمعہ بھی واجب ہوگی۔ مثلاً جس شخص نے دس دن ٹھہرنے کا قصد کیا ہو یا ایک ماہ تک وہ تردد میں گزار دے کہ کب واپس اپنے گھر جائے گا، یا اس کا پیشہ سفر کرنا ہو جیسے ڈرائیور یا اس کی ڈیوٹی سفر میں ہو۔

مسئلہ(۲۴۰): جن لوگوں کو ہم معذور سمجھتے ہیں اگر وہ مسجد میں آکر نمازِ جمعہ میں شریک ہو جائیں تو اُن کی طرف سے صحیح ہوگی اور ظہر سے کفایت کرے گی۔

مسئلہ(۲۴۱): جس شخص پر جمعہ کی نماز واجب نہ ہو وہ ظہر کی نماز اوّل وقت میں پڑھ سکتا ہے۔ اگرچہ نمازِ جمعہ کے لیے جماعت کھڑی بھی ہو۔لہذا اس پہ واجب نہیں کہ وہ نماز کی ادائیگی کو جمعہ کے ادا کیے جانے تک موخر کرے۔ اور اگر وہ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ کو پائے تو یہ اس پر تعیینی یا تخییری کسی بھی طرح واجب نہ ہوگا۔

نماز جمعہ کی کیفیت

صبح کی نماز کی مانند نمازِ جمعہ کی دو رکعتیں ہیں۔ اِس کی ادائیگی سے نمازِ ظہر انسان سے ساقط ہو جاتی ہے۔ خواہ یہ اُس پر واجب تعیینی ہو یا واجب تخییری یا مستحب۔ نمازِ جمعہ کے لیے امام جماعت سمیت کم سے کم پانچ افراد کا ہونا ضروری

ہے جن میں اِسے ادا کرنے کی شرائط پائی جاتی ہوں۔ اس سے پہلے دو خطبے دینا ضروری ہے جن کا خدا کی حمد، محمد وآل محمد پہ درود وسلام، وعظ و نصیحت اور قرآن کی کسی سورۃ پہ مشتمل ہونا واجب ہے۔ اگر چہ وہ سورۃ مختصر ہی کیوں نہ ہو۔ دو خطبوں کے درمیان وقفہ دینا واجب ہے۔ خواہ بیٹھ کر ہو یا خاموش رہ کر۔ جیسا کہ خطیب پہ واجب ہے کہ وہ خطبے دیتے ہوئے کھڑا ہو، نیز یہ بھی واجب ہے کہ خطبوں کی ابتداء زوال کے وقت سے کی جائے۔ اس سے قبل خطبے دینا جائز نہیں۔

مسئلہ (۲۴۲): خطبے نماز سے پہلے ہونے چاہئیں، لہذا نماز کے بعد یا اس کے آگے پیچھے خطبے دینا جائز نہیں۔

مسئلہ (۲۴۳): یہ واجب نہیں کہ جو خطبہ دے، نماز کی جماعت بھی وہی کرائے، جیسا کہ یہ بھی واجب نہیں جمعہ کا خطبہ پڑھنے یا جمعہ کی نماز پڑھانے والا مسلمانوں کا عادل ولی وحاکم ہو، چہ جائیکہ وہ امام معصومؑ ہو۔

مسئلہ (۲۴۴): نمازِ جمعہ میں قرات بالجہر واجب ہے، لیکن اس دن اگر ظہر کی نماز پڑھی جائے تو اس میں واجب نہیں۔ بلکہ احوط یہ ہے کہ جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز (حسب معمول) آہستہ آواز میں پڑھی جائے۔

نمازِ عیدین

اگر نماز عیدین کے بارے میں جامع الشرائط فقیہ حکم دے جو مسلمانوں کا ولی امر ہو تو یہ واجب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ نمازِ جمعہ کی مانند معاشرتی فرائض میں سے ہے اور واجب تعیینی ہے۔ یہ کسی دوسرے سبب سے واجب نہیں ہوتی ہے۔ جیسے یہ نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کا سبب بنتی ہو۔ بلکہ ایسی صورت میں یہ مستحب ہوگی اور اسے باجماعت یا انفرادی دونوں طریقوں سے ادا کرنا جائز ہوگا۔

مسئلہ (۲۴۵): اوپر جو شرائط نمازِ جمعہ کے واجب ہونے کے بارے میں ذکر کی گئی ہیں۔ نمازِ عیدین کے واجب ہونے کی بھی بعینہ وہی شرائط ہیں۔ اسی طرح وہاں جتنی مسافت پر جمعہ کے ساقط ہونے کا بیان کیا گیا ہے، اتنے فاصلے پر یہ نماز بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

مسئلہ (۲۴۶): نماز عیدین میں نمازیوں کی تعداد کی کوئی شرط نہیں اور نہ ہی دو جگہوں پر نمازِ عید پڑھائے جانے کے درمیان کسی فاصلے کی کوئی شرط ہے۔

مسئلہ (۲۴۷): نمازِ عیدین کا وقت، جمعہ کی نماز کے وقت سے مختلف ہے۔ اس کا وقت عید کے دن کا سورج طلوع ہونے سے زوال تک ہے۔ یہاں عید سے مراد سال کے دو دن ہیں جنہیں ہم عید الفطر اور عید الضحیٰ کے نام سے جانتے ہیں۔ پہلی عید یکم شوال کو ہوتی ہے اور دوسری عید ۱۰ ذی الحجہ کو منائی جاتی ہے۔

اس نماز کے خطبوں کی ترتیب بھی جمعہ کی نماز سے مختلف ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں نمازِ جمعہ کے برخلاف نماز ادا کرنے کے بعد خطبے دیے جاتے ہیں۔

مسئلہ (۲۴۸): نمازِ عید کی دو رکعتیں ہیں اور ان میں سورۃ فاتحہ اور ایک دوسری سورۃ پڑھی جاتی ہے۔ افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ الشمش اور دوسری رکعت میں سورۃ الحمد کے بعد سورۃ الغاشیہ تلاوت کی جائے۔ یا پہلی رکعت میں سورۃ الحمد کے بعد سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الشمس پڑھی جائے۔

پہلی رکعت میں دوسری سورت تلاوت کرنے کے بعد کے پانچ تکبیریں کہی جاتی ہیں اور ہر تکبیر کے بعد ایک دفعہ قنوت کیا جاتا ہے۔ دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورت تلاوت کرنے کے بعد چار تکبیریں کہی جاتی ہیں اور ہر تکبیر کے بعد قنوت کیا جاتا ہے۔قنوت میں جو دعا بھی پڑھی جائے کافی ہوتی ہے۔(خواہ درودِ پاک ہی تلاوت کیا جائے۔)البتہ یہ دعا پڑھنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَھْلَ الْکِبْرِیَاءِ وَ الْعَظَمَۃِ ، وَ اَھْلَ الْجُوْدِ وَ الْجَبَرُوْتِ ، وَ اَھْلَ الْعَفْوِ وَ الرَّحْمَۃِ ، وَ اَھْلَ التَّقْوٰی وَ الْمَغْفِرَۃِ ، اَسْاَلُكَ بِحَقِّ ھٰذَا الْیَوْمِ الَّذِی جَعَلْتَہٗ لِلْمُسْلِمِیْنَ عِیْدًا وَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ ذُخْرًا [وَّ شَرَفًا وَّ کَرَامَۃً]وَّ مَزِیْدًا ۔اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ کَأَفْضَلِ مَا صَلَّیْتَ عَلٰی عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِكَ ، وَ صَلِّ عَلٰی مَلَائِکَتِكَ وَ رُسُلِكَ ، وَ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ ، وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ ، اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَ الْاَمْوَاتِ ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ خَیْرَ مَا سَاَلَكَ بِہٖ عِبَادُكَ الصَّالِحُوْنَ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اِسْتَعَاذَ بِكَ مِنْہُ عِبَادُكَ الْمُخْلَصُوْنَ

نماز کے بعد امام جماعت دو خطبے پڑھے گا اور ان کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھ کر وقفہ دے گا۔ نمازی کا خطبوں کے وقت موجود ہونا واجب نہیں اور نہ انہیں توجہ کے ساتھ سننا واجب ہے۔ احوط یہ ہے کہ زمانہ غیبت میں جب یہ نماز باجماعت پڑھی جائے تو ان کا سننا ترک نہ کیا جائے۔

مسئلہ(۲۴۹): نماز عیدین کے لیے اذان و اقامت نہیں ہوتی البتہ مستحب ہے کہ موذن تین بار 'الصلاۃ' کہے۔

نمازِ آیات

یہ نماز سورج یا چاند گرہن لگنے کی صورت میں ہر مکلف پہ واجب ہوتی ہے۔ ماسوائے حیض ونفاس والی عورت کے۔ اگرچہ گہن ان کے کچھ حصے کو ہی لگے۔ اسی طرح زلزلہ آنے پر اور کسی ایسی آفت کے ظاہر پر بھی واجب ہوتی ہے جو بہت سے لوگوں پہ خوف طاری کر دے۔ چاہے وہ آفت آسمانی ہو جیسے سیاہ وسرخ آندھی، سخت اندھیرا، چنگھاڑ، گرج اور آگ وغیرہ۔ یا زمینی جیسے زمین کا نیچے دھنسنا یا زمین میں شگاف پڑ جانا۔

لیکن اگر ایسے اتفاقات سامنے آئیں مگر لوگ اِن سے خائف نہ ہوں یا تھوڑے بہت خائف ہوں تو ایسی صورت میں واجب نہیں ہوتی۔ البتہ سورج و چاند گرہن اور زلزلے میں لوگوں پر خوف طاری ہونے کی شرط نہیں، بلکہ جونہی ان میں سے کوئی چیز ظاہر ہو نماز آیات واجب ہو جاتی ہے۔

نمازِ آیات کا وقت

سورج و چاند گرہن کی نماز ان کے شروع ہونے سے مکمل ہونے تک ہوتا ہے۔ احوط مستحب یہ ہے کہ اس کے اختتامی مرحلے میں داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھی جائے۔ اگر سورج یا چاند گرہن ختم ہونے والا ہو اور اس دوران صرف ایک رکعت ہی پڑھی جا سکتی ہو تو بھی اُسے ادا کی نیت سے پڑھے گا۔ اور اگر اس وقفے میں ایک رکعت پوری نہ کی جا سکتی ہو تو اسے ادا اور قضا کی نیت کے بغیر پڑھے۔ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب گہن کا دورانیہ وسیع ہو۔ لیکن اگر اس کا دورانیہ

اتنا کم ہو کہ اس میں نماز کی ایک رکعت بھی مکمل کرنا ممکن نہ ہو تو بھی نماز آیات واجب ہو جائے گی اور اسے ادا کرنا ہوگا۔ اگر چہ نماز کے دوران اس کا وقت ختم ہو جائے۔لیکن اگر نمازی جان بوجھ کر یا غلطی سے نماز کو موخر کرے، یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے تو وقت کے بعد اسے قضا کی نیت سے پڑھے۔

مسئلہ (۲۵۰): نماز آیات اس شخص پر واجب ہو گی جو خود سورج یا چاند گرہن کو دیکھ سکتا ہو۔ یا اس علاقے میں موجود ہو جہاں زلزلہ آیا ہو۔ باقی نشانیوں کے ظاہر ہونے کی صورت میں بھی نماز آیات فقط انہی علاقوں کے افراد پہ واجب ہو گی جو عمومی طور پر ان سے خوف زدہ ہوں گے۔ دیگر علاقوں کے لوگوں پہ واجب نہ ہو گی، خواہ وہ ان کے قریب ہی ہوں۔

نمازِ آیات کا طریقہ کار

یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ اس نماز کا نام صلاۃ الکسوف ہے۔ جیسا کہ روایاتِ صحیحہ وصریحہ میں وارد ہوا ہے۔ حتی کہ اگر اسے چاند گرہن یا زلزلہ آنے یا کسی اور نشانی کے ظاہر ہونے کی صورت میں پڑھا جائے۔ لہذا احوط یہ ہے اسی نام سے نیت کی جائے۔لیکن اگر مکلف نماز آیات کی نیت کرے تو یہ قصد کرے کہ جو نماز مجھ پہ واجب ہے وہ پڑھتا ہوں، جسے نماز آیات بھی کہتے ہیں۔ اس کی دو رکعتیں ہیں اور ہر رکعت میں پانچ رکوع ہوتے ہیں۔ اس کے بعد یہ باقی نمازوں کی مانند ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے:

انسان نیت کر کے تکبیرۃ الاحرام کہے، اس کے بعد سورۃ فاتحہ اور ایک مختصر سی سورت پڑھ کر رکوع میں چلا جائے ۔ پھر سیدھا کھڑا ہو اور دوبارہ سورۃ فاتحہ اور ایک سورۃ پڑھ کر رکوع میں جائے ۔۔۔ اسی طرح پانچ رکوع پورے کرے، پانچویں رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو اور پھر سجدے میں چلا جائے اور دو سجدے انجام دے۔ پھر دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھے اور تشہد وسلام پڑھ کر اپنی نماز مکمل کر دے۔

مسئلہ (۲۵۱): یہ جائز ہے کہ ایک سورۃ کے پانچ حصے کیے جائیں۔ اس کا ایک حصہ پہلے قیام میں سورۃ فاتحہ کے بعد پڑھے اور رکوع میں جائے، پھر سیدھا کھڑا ہو اس سورۃ کا اگلا حصہ پڑھ کر رکوع کرے، پھر اٹھ کر اگلا حصہ پڑھے اور رکوع کرے، اسی طرح پانچ رکوع مکمل کرے۔ سورۃ کے اجزاء ایک آیت، اس سے کم یا اس سے زیادہ کے بنائے جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ ایک مفید مطلب جملہ ہو۔ مگر احوط کی بنا پر بسم اللہ نہ ہو۔ اس طریقے میں سورۃ فاتحہ صرف پہلے رکوع سے قبل پڑھنی ہے بعد والے رکوعات سے پہلے نہیں۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ ایک رکعت اوپر ذکر کیے جانے والے طویل طریقے کے مطابق پڑھی جائے اور دوسری رکعت مختصر طریقے پر پڑھی جائے۔

مسئلہ (۲۵۲): ہر دوسرے رکوع سے پہلے قرآن کی تلاوت کرنے کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ پوری نماز میں پانچویں اور دسویں رکوع کے بعد صرف دو دفعہ قنوت پر بھی اکتفاء کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ آخری رکوع سے قبل صرف ایک ہی قنوت پہ اکتفاء کرنا بھی جائز ہے۔ رکوع میں جاتے وقت تکبیر (اللہ اکبر) کہنا اور اٹھتے وقت بھی تکبیر یا سَمِعَ اللّٰہُ

لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا مستحب ہے۔

مسئلہ(۲۵۳): سورج گرہن اور دیگر نشانیوں کا ظاہر ہونا ذاتی طور پر علم رکھنے یا دو عادل افراد کی شہادت بلکہ بنا بر اظہر ایک ہی قابل وثوق آدمی کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے۔ علم نجوم کے ماہر کے بتانے سے ان کا ظاہر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ مگر اس صورت میں کہ اس کی بات قابل اعتبار یا اطمینان بخش ہو۔

قضا نمازیں

یومیہ نمازوں میں سے جو نمازیں وقت پہ ادا نہ کی جائیں ان کی قضا واجب ہے۔ چاہے انہیں جان بوجھ نہ پڑھا گیا ہو یا غلطی یا جہالت یا نماز کا پورا وقت سوئے یا کسی اور وجہ جیسے نشہ، بے ہوشی اور ارتداد کے سبب رہ گئی ہوں۔ اسی طرح کہ جب انہیں فاسد طریقے پر انجام دیا جائے ان کی کوئی ایسی جزو یا شرط ترک کردی جائے جس کا نہ ہونا اِن کے باطل ہونے کا موجب ہو۔ لیکن جو نمازیں دیوانے شخص نے دیوانگی کی حالت میں یا بچے نے سن بلوغت کو پہنچنے سے پہلے یا کافر اصلی نے کفر کی حالت میں نہ پڑھی ہوں ان کی قضا واجب نہیں۔ اسی طرح جو نمازیں عورت سے حیض ونفاس کے ایام میں رہ جائیں اُن کی بھی قضا واجب نہیں۔ بشرطیکہ وہ تمام وقت نماز کا مانع پاتی رہی ہوں۔

مسئلہ(۲۵۴): نمازِ عیدین کے علاوہ دوسرے غیر یومیہ فرائض کی قضا بھی واجب ہے۔ حتی کہ احوط کی بنا پر کسی معین وقت کے لیے مانے ہوئے نذر کے نوافل کی قضا بھی واجب ہے۔ لیکن اگر نمازِ جمعہ کا وقت نکل جائے تو اس کی جگہ نماز ظہر پڑھنا ہوتی ہے۔ لہذا اگر وہ قضا ہوجائے تو ظہر کی ہی قضا پڑھنی پڑے گی۔

مسئلہ(۲۵۵): قضا نماز دن یا رات کسی بھی وقت اور سفر یا حضر کسی بھی حالت میں پڑھی جاسکتی ہے۔ جو نماز قصر ہونے کی صورت میں رہ گئی ہو اس کی قضا بھی قصر ہوگی، خواہ اسے حضر میں پڑھا جائے۔ اور جو نماز پوری پڑھنے کی صورت میں رہ جائے اس کی قضا بھی پوری پڑھنی ہوگی، اگرچہ اسے حالتِ سفر میں پڑھا جائے۔ لیکن اگر آدمی نماز کے رہ جانے کے وقت بعض حصے میں مسافر نہ سمجھا جائے اور بعض میں سمجھا جائے تو اس کے آخری وقت جو حالت ہوگی اس کو مدِ نظر رکھ کر نماز کی قصر یا پوری قضا کی جائے گی۔

مسئلہ(۲۵۶): اگر انسان کی نماز کسی جگہ پڑھنے سے رہ جائے کہ جہاں اسے اختیار ہو کہ چاہے تو قصر پڑھے یا پوری پڑھے۔ تو وہ اس کی قضا قصر ہی کرے گا۔ اگرچہ وہ نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے اس جگہ سے نہ نکلے۔ لیکن اگر رہ جانے والی نماز ایسی ہو کہ اسے احتیاط کی بنا پر پورا اور قصر دونوں صورتوں میں پڑھنا واجب ہو تو اس کی قضا اسی طرح ہوگی کہ ایک دفعہ اسے قصر پڑھا جائے، پھر احتیاط کی نیت سے پورا پڑھا جائے۔

مسئلہ(۲۵۷): قضا اور ادا نمازوں کے پڑھنے میں کسی خاص ترتیب کی شرط نہیں کہ پہلے قضا نماز پڑھی جائے یا ادا۔ بلکہ انسان کو اختیار ہے کہ اگر ادا والی نماز کا وقت وسیع ہو تو وہ جس کو چاہے پہلے پڑھ سکتا ہے۔ مگر احوط کی بنا پر درج

ذیل دو موارد میں ترتیب کا لحاظ رکھنا چاہیے:

۱۔ قضا ہونے والی نماز اسی دن کی ہو، چاہے اس کا وقت ادا والی نماز کے ساتھ ملا ہوا ہو، جیسے صبح کی قضا ظہر کے ساتھ پڑھنا، یا ملا ہوا نہ ہو جیسے صبح کی قضا مغرب کے ساتھ پڑھنا۔ اور جب انسان کی ایک سے زیادہ نمازیں رہ جائیں تو احوط کی بنا پر ادا نماز پڑھنے سے قبل اُن سب کی قضا پڑھنا واجب ہے۔

۲۔ جس نماز کا وقت ادا نماز کے وقت کے ساتھ ملا ہوا ہو، خواہ اس میں ایک دن کا فاصلہ آ جائے۔ جیسے عشاء کی قضا فجر کے وقت میں پڑھنا۔ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب ادا پڑھی جانے والی نماز کا وقت وسیع ہو، لیکن اگر اُس کا تنگ ہو تو اُسے قضا نماز سے پہلے پڑھنا ہوگا۔ کیونکہ وہ اس وقت میں ادا نماز کا حق زیادہ ہے۔

مسئلہ (۲۵۸): قضا نماز کو با جماعت ادا کرنا جائز، بلکہ مستحب ہے۔ خواہ جماعت کرانے والا قضا پڑھ رہا ہو یا ادا۔ نیز واجب نہیں کہ امام اور مقتدی ایک نماز پڑھیں۔ (لہٰذا اگر بالفرض امام ظہر کی جماعت کرا رہا ہو تو پیچھے پڑھنے والا اپنی کسی دوسری نماز کی قضا پڑھ سکتا ہے۔)

مسئلہ (۲۵۹): مستحب ہے کہ بچوں کو فرائض اور نوافل کے ادا و قضا، بلکہ تمام عبادتوں کی مشق کرائی جائے۔ (تاکہ اُن کی عادت بن جائے)

بڑے بیٹے کا باپ کی قضا نمازیں پڑھنا

مسئلہ (۲۶۰): احوط کی بنا پر سب سے بڑے بیٹے پہ واجب ہے کہ باپ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کی صورت میں اُس کی نمازوں اور دوسرے واجبات کی قضا کرے، جو باپ سے ادا کرنا رہ گئے ہوں۔

مسئلہ (۲۶۱): اگر باپ کی وفات کے بعد بڑا بیٹا دنیا سے چلا جائے تو دوسرے بہن بھائیوں پہ باپ کے فرائض (نماز، روزہ، زکوۃ اور خمس وغیرہ) کی قضا واجب نہیں۔ اور نہ ہی بڑے بیٹے کے ترکہ سے نکالنا واجب ہے۔

مسئلہ (۲۶۲): اگر باپ نماز کے ترک میں متعصب ہو کر مرے تو بڑے بیٹے پر اس کی قضا احوط مستحب کی بنا پر ہوگی۔ بخلاف اس کے کہ نماز نہ پڑھنے کے معاملے ہٹ دھرم اور متعصب نہ ہو، (بلکہ یونہی سستی و لاپرواہی کرتا رہے) مثلاً وہ جان بوجھ کر نماز نہ پڑھے اور بعد میں توبہ کر لے۔ مگر ان کی قضا پڑھنے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو جائے۔

مسئلہ (۲۶۳): بڑے بیٹے پہ باپ کے جن فرائض کی قضا واجب ہو وہ انہیں خود بھی انجام دے سکتا ہے اور کسی کو اجرت دے کر بھی انجام دلوا سکتا ہے۔

نمازِ جماعت

نماز یومیہ کو ادا و قضا دونوں صورتوں میں، بلکہ نمازِ طواف کے علاوہ تمام فریضہ نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ احوط کی بنا پر نمازِ طواف کو جماعت میں اقتداء کرتے ہوئے ادا کرنا کافی نہیں ہے۔ یومیہ نمازوں میں سے فجر اور مغربین کی جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے استحباب کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ ان نمازوں کی جماعت میں شامل ہونے کے اجر و ثواب اور ان میں شرکت نہ کرنے والے کی مذمت میں اس قدر زیادہ اور اہم اخبار نقل ہوئی ہیں کہ ایسی دوسرے مستحب اعمال کے بارے میں نقل نہیں ہوئیں۔

مسئلہ (۲۶۴): جو نمازِ یومیہ سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو، اس کی اقتداء میں یومیہ نمازوں میں سے کوئی دوسری نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اگرچہ امام اور مقتدی کی نمازیں جہر و اخفات، ادا و قضا اور قصر و تمام ہونے کے لحاظ سے باہم مختلف ہوں۔

مسئلہ (۲۶۵): جو شخص اپنی انفرادی نماز ادا کر رہا ہو۔ اس کے لیے جائز نہیں کہ نماز کے دوران جماعت کے ساتھ مل جائے۔

مسئلہ (۲۶۶): اقوی قول کی رو سے جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو وہ کسی بھی صورت میں اپنی نماز فرادی کی طرف موڑ سکتا ہے۔

جماعت میں شریک ہونے کے احکام

مسئلہ (۲۶۷): جب نمازِ جماعت شروع ہو جائے تو اس کی پہلی رکعت میں تکبیرۃ الاحرام سے لے کر امام رکوع میں پہنچنے تک شامل ہونا ممکن ہے۔ لہٰذا اگر آدمی امامِ جماعت کے تکبیرۃ الاحرام کہنے یا قرات کے دوران قیام میں، یا رکوع میں جھکتے ہوئے یا حالت رکوع میں، حتی کہ امام رکوع کا ذکر پڑھ چکا ہو، جماعت کے ساتھ شامل ہو جائے تو پہلی رکعت کو پا لیتا ہے۔ آدمی کا جماعت کے ساتھ شریک ہونا اس بات پر موقوف نہیں کہ وہ رکوع میں ہی امام کے ساتھ ملے۔ چنانچہ اگر وہ امام کے رکوع میں جانے سے پہلے اپنی تکبیرۃ الاحرام کہے تو باقی افعال میں اس پر امام کی پیروی واجب ہوگی۔ امام کو رکوع میں پانے کے لیے شرط ہے کہ امام اور مقتدی رکوع میں اطمینان کے ساتھ جمع ہو جائیں، اگرچہ یہ سکون لحظہ بھر کے لیے ہو۔ جیسے مقتدی امامِ جماعت کے رکوع میں جانے کے بعد تکبیرۃ الاحرام کہے۔ اس کے بغیر بھی جماعت میں صحیح طور پر شامل ہونے کی صورت بن سکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ امام اور مقتدی رکوع کی حالت میں جھکنے کی حد تک ایک دوسرے سے مل جائیں۔ جیسے مقتدی رکوع میں جا رہا ہو اور امام رکوع سے اٹھ رہا ہو۔ بہرکیف احوط ہے کہ ایسی صورت میں نماز کو انفرادی

شمار کرنا چاہیے، نہ کہ با جماعت۔

مسئلہ (۲۶۸): جب مقتدی، امام سے اس وقت ملے کہ جب وہ نماز کی آخری رکعت کا تشہد یا سلام پڑھ رہا ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ تکبیرۃ الاحرام کہہ کر امام کے ساتھ بیٹھ جائے اور احوط وجوبی کی بنا پر قربت مطلقہ یا ذکر مطلق کی نیت سے تشہد پڑھے۔ جب امام نماز کا سلام پڑھے تو وہ اٹھ کر اپنی نماز پڑھنے لگ جائے۔ اسے نئے سرے سے تکبیرۃ الاحرام کہنے کی ضرورت نہیں۔ اگر اُس نے اس طرح کیا تو اسے جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ بعینہٖ اگر وہ امام کو آخری رکعت کے دوسرے سجدے میں پائے تو بھی تکبیرۃ الاحرام کہہ کر قربتِ مطلقہ کی نیت سے امام کے ساتھ سجدہ بجالائے اور (جب امام سلام پڑھنے لگے تو وہ) اٹھ کر اپنی نماز شروع کر دے۔ یہاں بھی نئے سرے سے تکبیرۃ الاحرام کہنے کی ضرورت نہیں۔

نمازِ جماعت کے صحیح ہونے کی شرائط

نمازِ جماعت میں درج ذیل امور شرط کی حیثیت رکھتے ہیں:

پہلا امر: امام اور مقتدی کے درمیان، اسی طرح مقتدیوں کے درمیان کوئی پردہ یا رکاوٹ حائل نہ ہو کہ جو جماعت کے امام کے ساتھ متصل ہونے میں واسطہ بنے۔ حائل ہونے والی چیز میں کوئی فرق نہیں کہ وہ پردہ ہو یا دیوار، یا درخت یا پھر کوئی اور چیز۔ اگرچہ کوئی انسان ہی ان کے بیچ میں کھڑا ہو جائے۔ بشرطیکہ اسے ان کے درمیان حائل ہونے والا سمجھا جائے۔ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب اقتداء کرنے والے مرد ہوں۔ لیکن اگر مردوں کے ساتھ عورتیں بھی اقتداء کر رہی ہوں تو ان کے اور امام کے، اور ان کے اور اقتداء کرنے والے مردوں کے درمیان کسی چیز کے حائل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر عورتوں کی نماز کی امامت کوئی عورت کرا رہی ہو تو اس صورت میں ان کے لیے بھی وہی حکم ہے جو مردوں کے لیے بیان ہوا ہے۔ المختصر یہ کہ مردوں اور عورتوں کے مابین کسی پردے یا رکاوٹ کا حائل ہونا جائز ہے۔ مگر ایک جنس کے افراد کے درمیان کسی رکاوٹ کا حائل ہونا جائز نہیں۔ چاہے امام اور مقتدیوں کے درمیان ہو یا صرف مقتدیوں کے درمیان ہو۔

مسئلہ (۲۶۹): جو چیز حائل بنے، اظہر کی بنا پر اس میں فرق نہیں کیا جا سکتا کہ وہ دیکھنے میں مانع بنے یا نہیں۔ جیسے شیشہ، جالیاں، نوکیلی دیواریں وغیرہ۔ لیکن چھوٹی سی بہتی ہوئی نہر یا معمولی سے راستے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ عرف میں زیادہ نہ سمجھا جائے۔ ورنہ اس کا حکم وہ ہو گا جو نیچے بیان کیا جانے والا ہے۔ البتہ اندھیرے یا غبار وغیرہ کے حائل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

دوسرا امر: امام جماعت کے کھڑے ہونے کی جگہ مقتدی کی جگہ سے علوِ دفعی کے اعتبار سے اُونچی نہ ہو جیسے اُس کو تعمیر کے وقت اُونچا رکھا گیا ہو، حتی کہ اگر زمین کے ڈھلوانی ہونے کی صورت بھی اونچی ہو تو بھی جائز نہیں۔ لیکن وہ ڈھلوانی سطح ایسی ہو کہ زمین کو ہموار ہی کہا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جس طرح کہ علوِ دفعی اگر ایک بالشت سے کم ہو تو

اس سے فرق نہیں پڑتا۔

مسئلہ(۲۷۰): اگر مقتدی کے کھڑے ہونے کی جگہ امام کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اتنی اونچی ہو کہ عرفاً امام ومقتدی کو اکٹھا سمجھا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح یہی حکم اُس صورت میں بھی ہوگا کہ جب مقتدیوں میں سے بعض کی جگہ بعض سے اُونچی ہو۔ لیکن احتیاطِ واجب کا تقاضا یہ ہے وہ دونوں جگہیں ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں۔ اگرچہ کم مقدار میں ہی ہوں جیسے پہلے کے قدموں کی سطح دوسرے کے سر کی سطح کے برابر ہو۔

تیسرا امر: مقتدی امام جماعت سے، یا ایک دوسرے سے زیادہ فاصلے پر نہ ہوں۔ کہا گیا ہے کہ اس کی حد اتنی ہے کہ جتنا ایک آدمی سجدے کی حالت میں جگہ گھیرتا ہے، یا جتنا بکری کا باڑہ ہوتا ہے، یا جتنا قدم نہ اٹھایا جائے۔ اس کی مقدار تقریباً تین، چوتھائی میٹر بیان کی گئی ہے۔ لہذا اس سے زیادہ فاصلہ ہونا جائز نہیں، چاہے امام اور مقتدی کے درمیان ہو یا مقتدیوں کے آپس میں۔ بلکہ احوط تاکیدی ہے کہ اس سے کم فاصلہ ہونا چاہیے۔ بلکہ احوط مستحب ہے کہ اگلے آدمی کے کھڑے ہونے کی جگہ اور پچھلے آدمی کی سجدے کی جگہ میں کوئی فاصلہ نہ ہو۔

مسئلہ(۲۷۱): اگر جماعت کی ایک پوری صف میں مقتدی حضرات فرادی کی نیت کرلیں تو احوطِ واجب کی بنا پر جو لوگ ان سے پیچھے ہوں گے اُن کا امامِ جماعت کے ساتھ ربط ختم ہو جائے گا۔ یہی حکم اُس صورت میں بھی ہے کہ جب مقتدی ایک شخص کے واسطہ سے امام سے متصل ہو کہ جو اپنی نماز انفرادی طور پر پڑھ رہا ہو۔ (یہ حکم آگے اور پیچھے ہونے کے اعتبار سے تھا۔)

لیکن جہاں تک نمازِ جماعت میں دائیں اور بائیں طرف سے اتصال کی بات ہے، تو اس میں ایک شخص کا فاصلہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چاہے وہ شخص اپنی انفرادی نماز پڑھ رہا ہو، یا غیر ممیز بچہ ہو یا کوئی اور۔ (مثلاً اس کا وضو درست نہ ہو۔) ہاں اگر جماعت کے دائیں یا بائیں طرف دو یا اس سے زیادہ افراد کا فاصلہ آجائے تو یہ احتیاطِ وجوبی کے برخلاف ہو جائے گا۔ لہذا اِس صورت میں انفرادی نماز کی نیت کرنا متعین ہو جائے گی۔

چوتھا امر: مقتدی امام جماعت سے آگے کھڑا نہ ہو۔ بلکہ احوطِ واجب ہے کہ نمازی زیادہ تعداد میں ہوں تو وہ امام کے برابر بھی کھڑے نہ ہوں۔ لیکن اگر مقتدی صرف ایک ہو یا عورتیں ہوں تو اس صورت میں (پردے کے اندر) امامِ جماعت کے برابر کھڑا ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ یہاں بھی احوطِ مستحب ہے کہ اگر ان (خواتین) کی تعداد زیادہ ہو تو وہ بھی امام کے پیچھے کھڑی ہوں۔ جیسا کہ یہ بھی احوطِ مستحب ہے کہ جو عورت خواتین کی جماعت کی امامت کرائے وہ اُن کے درمیان میں ہو۔ اور وہ اُس سے آگے کھڑی نہ ہوں۔ بلکہ اس احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہیے، بالخصوص اُس صورت میں کہ جب وہاں مردوں کا بھی آنا جانا رہتا ہو۔

مسئلہ(۲۷۲): اُن بعض مقتدیوں کے دوسرے مقتدیوں کے درمیان حائل ہونے میں حرج نہیں جو ابھی نماز میں شامل نہ ہوئے ہوں، مگر آمادہ ہوں۔ (جیسے تکبیرۃ الاحرام کہنے لگے ہوں یا نیت کر رہے ہوں وغیرہ)

امامِ جماعت کی شرائط

امامِ جماعت میں درج ذیل صفات کا پایا جانا شرط ہے:

۱)عقل مند ہونا۔

۲)مسلمان ہونا۔

۳)مومن ۔(یعنی شیعہ اثناعشری ہونا)

۴)عادل ہونا۔

۵)احوط کی بنا پر بالغ ہونا۔

۶)مرد ہونا، اگر اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے مرد ہوں ۔لہذا عورت ،صرف عورتوں کو ہی نماز کی امامت کرا سکتی ہے۔

۷)قرات صحیح ہونا۔

۸)وحشی اور بدونہ ہونا۔

۹)احوطِ مستحب کی بنا پر اس پہ پہلے کوئی حد جاری نہ کی گئی ہو۔

۱۰)حلال زادہ ہونا۔

۱۱)اس حدتک دین کی سمجھ بوجھ کا حامل ہونا کہ کم سے کم اپنی نماز ٹھیک طریقے سے پڑھ سکے۔

۱۲)بیٹھ کر نماز پڑھنے ، کھڑے ہو نماز پڑھنے والے اور لیٹ کر نماز پڑھنے والا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو امامت نہیں کرا سکتا۔البتہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا اِن دونوں قسم کے افراد کو بھی نماز کی امامت کرا سکتا ہے۔

مسئلہ (۲۷۳): جس شخص سے کسی عذر یا اعضاء کے کٹے ہونے کی وجہ سے بعض اعضاء کا وضو ساقط ہو اس کا امامت کرانا جائز ہے، جیسا کہ اس شخص کی امامت جائز ہوتی ہے کہ جو نماز میں عذر رکھتا ہو۔علاوہ اُس شخص کے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔جیسے وہ اُونچی جگہ پر سجدہ کرتا ہو یا اس کا قیام رکوع کی مانند ہو اور وہ سیدھا کھڑا نہ ہو سکتا ہو، یا وہ پیشانی کے علاوہ بعض اعضاء سجدہ جیسے گھٹنے کو زمین پر نہ رکھ سکتا ہو۔

جماعت کے احکام

مسئلہ(۲۷۴): امام پرسوائے قرات کے مقتدی کے کسی فعل کی ذمہ داری نہیں۔ جو پہلی دو رکعتوں میں کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ اُس نے اِن دو رکعتوں میں امام کی اقتداء کی ہو۔ اس کے علاوہ نماز کے تمام افعال واذکار مقتدی نے خود بجالانے ہوں گے۔ لیکن قرات اس کے لیے وہی کافی ہوجائے گی جو امام کرے گا۔ لہذا اس پہ واجب ہے کہ امام کے ہمراہ سکون واطمینان کے ساتھ قیام کرے۔

مسئلہ(۲۷۵): احوط یہ ہے کہ جن نمازوں (یعنی ظہرین) میں پہلی دو رکعتوں میں امام جماعت آہستہ آواز میں قرات کرے، مقتدی جزئیت کے قصد سے قرات ترک کرے۔ اور افضل یہ ہے کہ اس دوران وہ ذکرِ خدا کرے اور محمد وآل محمد پہ درود بھیجے۔

لیکن جن نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں امامِ جماعت اُونچی آواز میں قرات کرتا ہے، اگر ان کی قرات کی آواز مقتدی کو سنائی دے، خواہ ہمہمہ ہو اور اسے صحیح طریقے سے سمجھ نہ آرہا ہو تو بھی اُس پر واجب ہے کہ اپنی قرات نہ کرے، بلکہ احوط اور بہتر ہے کہ اُسے خاموشی کے ساتھ سنتا رہے۔ لیکن اگر اسے امام کی قرات کی آواز بالکل بھی سنائی نہ دے، حتی کہ ہمہمہ بھی تو ایسی صورت میں اس کے لیے جائز ہے کہ قربت یا جزئیت کے قصد سے قرات کرے۔ (یعنی اگر ایسی صورت میں بھی قرات نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔)

مسئلہ(۲۷۶): اگر کوئی شخص آخری دو رکعتوں میں جماعت کے ساتھ شامل ہو تو اس پر الحمد اور دوسری سورۃ کی قرات کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر وہ الحمد وسورۃ دونوں کو پڑھنے کی صورت میں امام کے ساتھ رکوع میں نہ مل سکتا ہو تو اسے چاہیے کہ صرف الحمد پڑھے۔ اور اگر صرف الحمد کو مکمل کرنے کی صورت میں بھی یہی مسئلہ درپیش ہو تو جتنا ممکن ہو پڑھے اور امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوجائے۔

مسئلہ(۲۷۷): مقتدی پر واجب ہے کہ نماز کے تمام افعال میں امام کی پیچھے چلے۔ یعنی اسے جان بوجھ کر کوئی فعل امام سے پہلے انجام نہیں دینا چاہیے۔ نہ ہی بلاوجہ بہت بعد میں۔

مسئلہ(۲۷۸): جو شخص اپنی نماز انفرادی پڑھ چکا ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہی دوبارہ جماعت کے ساتھ

پڑے۔ چاہے امام ہو یا مقتدی۔ اسی طرح اگر کچھ لوگوں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی ہو اور ایک دوسری جماعت قائم ہو جائے تو وہ اسی نماز کو دوبارہ پڑھ سکتے ہیں۔ اور اس میں امام یا مقتدی کا کوئی فرق نہیں۔ البتہ یہاں احوطِ لازم یہ ہے کہ جماعت میں وہ شخص بھی ہو جو اپنی اصل نماز پڑھ رہا ہو۔ لہذا اگر کچھ جماعت قائم کریں تو وہی لوگ دوبارہ نماز کی جماعت قائم نہیں کر سکتے۔ یہ اشکال وضعی ہے۔ لیکن جہاں تک فرض کا معاملہ ہے تو وہ اسے پہلے ہی ادا کر چکے ہیں۔

مسئلہ(۲۷۹): اگر مقتدی کوئی نافلہ نماز پڑھ رہا اور جماعت کی اقامت کہہ دی۔ اور اسے خوف ہو اگر وہ اس نافلہ نماز کو پورا کرے تو جماعت سے محروم ہو جائے، اگر چہ اس کا خوف نماز کی تکبیرۃ الاحرام سے محروم رہ جانے سے متعلق ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ اپنی نافلہ نماز کو توڑ دے۔

مسافر کی نماز

نماز کے قصر ہونے کی شرائط

حالتِ سفر میں درجِ ذیل شرائط کی موجودگی میں چار رکعتی نماز کو دو رکعت پڑھنا لازم ہے:

پہلی شرط: مسافت طے کرنا۔ یہ آنے یا جانے، اِن دونوں کی ملا کر آٹھ فرسخ ہے۔ چار فرسخ آتے ہوئے اور چار جاتے ہوئے۔

مسئلہ(۲۸۰): ایک فرسخ، تین میل کا ہوتا ہے۔ اور ایک میل چار ہزار ہاتھ کا ہے اور ایک ہاتھ، بازو کے ہاتھ (یعنی کہنی سے لے کر بڑی انگلی کے ناخن تک) کے برابر ہوتا ہے۔ اس طرح یہ کل مسافت ۴۴ کلومیٹر بنتی ہے۔ اور اس کا آدھا ۲۲ کلومیٹر ہے۔ اس مسئلے کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب الریاضات الفقہیہ میں بیان کی ہے۔

مسئلہ(۲۸۱): اگر کسی شہر کے دو راستے ہوں ایک لمبا (یعنی چوالیس کلومیٹر یا اس سے زیادہ) ہو اور ایک چھوٹا۔ تو ایسی صورت میں اگر انسان لمبے راستے کا سفر کرے تو اس کی نماز قصر اور اگر چھوٹے راستے سفر کرے تو پوری ہوگی۔ یہی حکم اُس صورت میں بھی ہے کہ جب جائے تو لمبا راستہ استعمال کرے اور واپسی پہ چھوٹے راستے کا سفر اختیار کرے۔ لیکن اگر اُن دونوں کی مسافت ملا کر چوالیس کلومیٹر بن جائے تو نماز قصر ہوگی۔

مسئلہ(۲۸۲): جب جانے کا راستہ پانچ فرسخ اور واپسی کا راستہ تین فرسخ ہو تو یہ ایسی صورت ہے کہ جس میں تمام مسافت ملا کر قصر کی حد کو پہنچ جاتی ہے۔ بشرطیکہ اسے سفر کہا جائے۔ آنے اور جانے کی مسافت کو ملانے کی تمام

صورتوں میں ضروری نکتہ یہ ہے کہ جانے کی مسافت چار فرسخ سے کم نہ ہو، قطع نظر اس کے کہ واپسی کی مسافت کتنی ہو۔ لہذا اگر کل مسافت ۴۴ کلومیٹر اس صورت میں بنے تو نماز قصر ہوگی، ورنہ پوری۔ (یعنی اگر جانے کا فاصلہ ۳ فرسخ اور واپسی کا چاہے ۵ فرسخ ہو یا ۱۰ فرسخ، نماز پوری ہوگی۔)

مسئلہ (۲۸۳): مسافت کا حساب شہر کی باہر والی سرحد سے کیا جائے گا۔ لیکن اگر اس کا کوئی احاطہ نہ ہو تو جہاں پہ آبادی ختم ہو جائے وہیں سے حساب شروع ہوگا۔ کوئی فرق نہیں کہ شہر چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔

دوسری شرط: اپنے گھر یا رہائش گاہ سے اتنے سفر کے ارادے کے ساتھ نکلے۔

تیسری شرط: سفر کے شروع میں اور منزل پر پہنچنے سے پہلے اس کا ارادہ دس دن وہاں قیام کرنے کا نہ ہو، یا وہ تردد کا شکار نہ ہو۔ اگر ایسی صورت ہو تو وہ ابتدائے سفر سے ہی اپنی نماز پوری پڑھے گا۔

چوتھی شرط: اُس کا سفر مباح ہو، لہذا اگر اُس کا سفر حرام ہو تو اس کی نماز قصر نہ ہوگی۔ چاہے سفر کرنا ہی حرام ہو جیسے بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے حق کے منافی سفر پہ جانا، یا اس سفر کا مقصد حرام ہونا۔ جیسے کسی بے گناہ کو قتل کرنے، یا ڈاکہ ڈالنے، یا بدکاری کرنے یا ظالم کی مدد کرنے کے لیے جانا وغیرہ۔

پانچویں شرط: وہ سفر کو اپنا پیشہ نہ بنائے، جیسے لوگوں کے قافلے لے کر جانا، نگہبانی کرنا اور تجارت کرنا، جس میں تاجر جگہ جگہ گھومتا ہے۔ بشرطیکہ اُن کا سفر قصر کی حد یا اس سے زیادہ ہو۔ ایسے لوگ جس وقت اپنے کاموں میں سفر کریں گے تو نماز پوری پڑھیں گے اور جب اپنے ذاتی امور جیسے رشتہ داروں سے ملاقات یا مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لیے سفر کریں تو ان کی نماز قصر ہو جائے گی۔ مگر ایسی صورت میں کہ یہ لوگ جائیں تو اپنے کام کاروبار کی غرض سے، اور اُس کے ساتھ یہ امور بھی انجام دے لیں۔ (لہذا ایسی صورت میں ان کی نماز پوری ہوگی۔)

مسئلہ (۲۸۴): جس طرح تجارت کے کام کے لیے اِدھر اُدھر جانے والے شخص کی نماز قصر نہیں ہوتی اسی طرح اس کاریگر کی نماز کا یہی حکم ہے کہ جو مختلف جگہوں پر کام کی غرض سے جاتا ہے۔ جیسے ایک تفتیش کرنے والا مختلف علاقے گھومتا ہے، یا ڈاک وغیرہ کی ترسیل کرنے والا کئی ایک مقامات پر اپنے کام کے سلسلے میں جاتا ہے۔ یا جو شخص سرحد کا محافظ ہو اور اپنی حکومت اور فرائض کی جگہ گم کر دے۔

انہی لوگوں کے مثل وہ لکڑیاں فروش اور ٹھیلوں پر پھل سبزیاں بیچنے والے جو مختلف جگہوں کے چکر لگاتے ہیں۔ ایسے تمام لوگ اپنی نمازیں پوری پڑھیں گے۔

درج ذیل امور اس پانچویں شرط کے حامل ہیں:

۱۔ سفر اس کا پیشہ ہو۔ وہ اپنی روزی اسی سفر سے کماتا ہو جیسے مکاری و دھوکہ دہی کے ساتھ مال کمانا،

ڈرائیور پیشہ ہونا یا جہاز کا پائلٹ ہونا وغیرہ ۔ پس جب یہ لوگ اپنی روزی کمانے کے لیے جائیں گے تو نماز پوری پڑھیں گے اور ماہِ رمضان کے روزے بھی رکھیں گے ، لیکن اپنے پیشے سے ہٹ کر کوئی انجام دینے کے لیے کہیں جائیں گے تو ان کی نماز قصر ہوگی اور رمضان کا روزہ بھی نہ رکھ پائیں گے۔

۲۔ اُس کا کام سفر میں ہو۔یعنی اُس کا کام سفر پہ موقوف ہو،سفر کیے بغیر کام ممکن نہ ہو۔جیسے وہ شخص کہ جس کی رہائش ایک شہر میں ہواوراس کا کام کسی دوسرے شہر میں ۔جیسے طبیب،مریض،طالب علم،سپاہی اور ملازمت پیشہ دوسرے افراد۔جس وقت یہ لوگ اپنے کام روزگار کے لیے سفر کریں گے تو ان کی نماز پوری ہوگی اور انہیں ماہ مبارک ہونے کی صورت میں روزہ بھی رکھنا ہوگا۔طالب علم میں کوئی فرق نہیں کہ وہ کسی دینی ادارے کا طالب علم ہو یا کسی یونیورسٹی یا کالج میں تعلیم حاصل کرنے والا۔بشرطیکہ اس کا علم مستقبل میں اس کے کام آنے والا ہواوراس پہ اس کی زندگی موقوف ہو ۔لیکن کوئی شخص کتابوں میں محض کسی تاریخی مسئلے کو حل کرنے کے لیے سفر کرے تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

۳۔ اس کا سفر،اس کے کام کاروبار کا حصہ ہوجیسے وہ درمیانے درجے کا تاجر کہ جو دوسرے تاجروں سے چیزیں لے کر اپنے ایک ایک گاہکوں کوفروخت کرے۔

۴۔ اس کا کام مختلف شہروں میں نقل وحمل سے مربوط ہو۔جیسے کسی شخص میں بہت سے کام کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور وہ کچھ معاوضے کے بدلے اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے جگہ جگہ گھومتا ہے۔جیسے مکانات اور دیواروں کی مرمت کا کام کرنے والا یا انہیں گرانے والا۔

۵۔ نماز کے پورا ہونے کے لیے پہلے تین بار سفر کیا ہوا ہونا ضروری نہیں ۔ بلکہ سفر کا کاروبار یا سفر میں کام وکاروبار ہونا ضروری ہے،خواہ پہلا ہی سفر ہو۔

مسئلہ(۲۸۷):اگر کوئی شخص اتفاقاً سفروں پہ جائے اور وہ اس کے کام سے مربوط ہوں اور اس کے کام کا حصہ شمار ہوں تو وہ نماز پوری پڑھے گا اور ماہ رمضان کا روزہ بھی رکھے گا ۔جیسے کسی ملازمت پیشہ شخص کے سفر یا کسی عسکری ادارے کے کسی فرد کا سفر۔بشرطیکہ اس کے کیے ہوئے سفر میں اس کے پیشے کا کام انجام دیا جانا ممکن ہو۔لیکن اگر ایسا نہ ہو، جیسے مختلف محکمے اپنے کارندوں کی تربیت اوران کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے انہیں مختلف جگہوں پر ٹریننگز کے لیے بھیجتے ہیں تو یہ ان کے کام کا حصہ شمار نہیں ہوتا۔اس لیے ان کی نماز قصر ہوگی۔

مسئلہ(۲۸۸):جن لوگوں کا کام سفر میں ہوتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم

اس قسم میں وہ افراد آتے ہیں کہ جو اپنے کام کی جگہ کو اپنی دوسری رہائش بنا لیتے ہیں ۔ اور چھٹی کے

دنوں میں بھی وہیں رہتے ہیں۔ جیسے کسی مدرسے کا طالب کہ جواُس شہر میں ایک یا دو ماہ رہے، اگر چہ ان ایام میں اس کے پاس دروس ولیکچرز نہ ہو۔ اسی طرح اگر کسی انجینئر کو کمپنی کی طرف فیملی کوارٹر ملا ہوا ہو اور وہ ہفتے کی چھٹی (مثلاً اتوار کا دن)وہاں گزارے۔ تو یہ افراد آتے جاتے ہوئے راستے میں اپنی نمازیں قصر اور ان دو جگہوں پر پوری پڑھیں گے۔

دوسری قسم

دوسری قسم میں وہ افراد شامل ہیں جو اپنے کام کی جگہ کو اپنی الگ رہائش گاہ نہ بنائیں۔ بلکہ جیسے ہی کام ختم ہو اپنے گھر واپس چلے جائیں، جیسے یونیورسٹیوں کے وہ طلباء جو ہفتے کے آخر میں پڑھائی کے دن پورے ہونے کے بعد واپس گھر آجاتے ہیں۔ ایسے افراد راستہ آتے اور جاتے ہوئے اور اپنے کام کی جگہ پر بھی پوری نماز ادا کریں گے۔

مسئلہ(۲۸۹):

ظاہر یہ ہے کہ کام کے لیے سفر پہ جانا یا سفر میں کام کرنا اس وقت کہا جائے گا کہ جب وہ اِس ارادے کے ساتھ سفر کر رہا ہو۔ تا کہ یہ بھی اُس کے کام کا ایک حصہ شمار ہو۔ چناچہ اگر وہ اس سفر کا قصد کرے تو اسے پورا کرے۔ اگر چہ یہ اس کام کے سلسلے میں اُس کا پہلا سفر ہو۔لیکن اگر وہ راستے میں کہیں تھوڑا رکے یا تردد کا شکار ہو کہ جائے یا نہ۔ تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بشرطیکہ عرفاً ایسا نہ لگے کہ اس کا ارادہ کچھ اور ہو گیا ہے۔

۶۔ وہ اُن خانہ بدوش افراد میں سے نہ ہو جن کا کوئی معین ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ہمیشہ ایسی جگہ کی تلاش میں رہتے ہیں جہاں پانی اور جانوروں کے لیے چارہ وافر ہو۔ ان کے گھر وہی خیمے ہوتے ہیں جنہیں وہ اپنے ساتھ اٹھائے پھرتے ہیں۔ جیسے غجر قوم کے لوگ جو مختلف بلاد وممالک میں گھومتے پھرتے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔[1] اسی طرح کشتیوں کے وہ ملاح ان کی حفاظت پر مامور ہوتے ہیں اور اپنے اہل خانہ کے ہمراہ ان کشتیوں میں رہائش پذیر ہوتے ہیں۔

یہ لوگ جب اپنے خیموں وغیرہ کے ساتھ کسی دوسرے علاقے میں رہائش کی خاطر جائیں گے تو اپنی نمازیں پوری پڑھیں گے۔لیکن دوسرے سفروں میں جیسے حج و زیارات یا اپنے اہل خانہ کے لیے سامانِ خورد و نوش خریدنے کے لیے جائیں گے تو اپنی نمازیں قصر پڑھیں گے۔ اسی طرح جس وقت یہ لوگ پانی یا چارے کی جگہ کو تلاش کرنے کے لیے جائیں گے تو بھی نماز قصر ہی پڑھیں گے۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ جس وقت بھی اپنے خیموں کے ہمراہ سفر کریں گے ان کی نمازیں پوری ہوں گی اور اِن کے بغیر جہاں بھی جائیں گے قصر پڑھیں گے۔

---

[1] غجر ایک وحشی اور اجڈ قسم کی قوم ہے۔ اس کے اپنے الگ رسم و رواج ہیں۔ یہ تجارت پیشہ لوگ ہیں اور مختلف براعظموں میں پائے جاتے ہیں۔

۷۔ مسافر، حدِ ترخص عبور کر جائے۔ لہذا اگر وہ اِس حد سے پہلے نماز پڑھے تو قصر نہ ہوگی۔ حدِ ترخص سے مراد وہ جگہ جہاں پر مسافر کو آبادی کے سب سے آخری گھروں کے پاس کھڑا ہونے والا کا شخص نہ دیکھ سکے۔ اگر انسان کو شک ہو کہ اس نے حدِ ترخص عبور کر لی ہے تو اس پر لازم ہے کہ احتیاط سے کام لے، یہاں تک کہ اُسے اطمینان ہو جائے۔ اس کی تقریبی شکل میں نشانی یہ ہے کہ انسان اپنے شہر کے آخر میں کھڑے شخص کو نہ دیکھ سکے اور نہ ہی اس کی (سپیکر کے بغیر) اذان کی آواز سن سکے۔

مسئلہ (۲۹۰): فقہاء میں مشہور یہ ہے کہ جس طرح جانے میں حدِ ترخص ثابت ہے اسی طرح آنے میں بھی ثابت ہے۔ لہذا اگر وہ واپسی پر حدِ ترخص میں داخل ہونے کے بعد نماز پڑھے تو اس کی نماز پوری ہوگی۔ لیکن میرے نزدیک اقوی یہ ہے کہ جب وہ اپنے شہر میں داخل نہ ہوا اپنی نماز قصر پڑھے گا۔

بالخصوص اُس صورت میں کہ جب مقام ترخص کو وطن نہ کہا جا سکے۔ بلکہ جہاں عارضی رہائش ہو یا جہاں انسان کام کاروبار میں مشغول رہتا ہو، وہاں بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ (۲۹۱): نماز کے قصر یا پورا ہونے اور حدِ ترخص کے بارے میں جو حکم زمینی سفر کا ہے وہی حکم فضائی سفر کا ہے۔

قواطعِ سفر

درج ذیل امور مسافر کی طے شدہ مسافت کو ختم کر دیتے ہیں۔ یعنی اگر ان امور میں سے کوئی امر درپیش ہو جائے تو اُس کا حکم الگ ہو جاتا ہے۔ وہ امور یہ ہیں:

پہلا امر وطن: اس سے مراد وہ جگہ جہاں انسان کی مستقل رہائش ہو، اگر چہ وہ کسی غیر معینہ مدت کے لیے وہاں سے کہیں باہر چلا جائے۔ یعنی انسان کے لیے وہ جگہ ایسی ہو کہ جہاں سے وہ ضرورت یا کام کے وقت ہی باہر جاتا ہو۔ چاہے وہ اس کی جائے پیدائش ہو یا اُس نے بعد میں وہاں رہائش اختیار کی ہو۔ اس میں شرط نہیں کہ وہاں اس کی کوئی مملوکہ جگہ ہو یا اُس نے وہاں چھ ماہ گزارے ہوں۔

مسئلہ (۲۹۲): ایک شخص کے ایک سے زیادہ وطن ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص اپنے شہر سے باہر کسی دوسرے شہر میں تعلیم وغیرہ کی غرض سے گیا ہوا ہو۔ اور وہاں اُس نے رہائش اختیار کی ہوئی ہو۔ بشرطیکہ اُس کا اپنے شہر کے ساتھ ارتباط برقرار رہے۔ جیسے اگر اس کے بارے میں کسی سے پوچھا جائے تو وہ بتائے کہ یہ شخص فلاں شہر کا رہنے والا ہے اور فلاں شہر میں تعلیم حاصل کرتا ہے یا کام کرتا ہے۔ نیز وہ اپنے شہر میں بھی آمد و رفت رکھتا ہو۔

اسی طرح اگر کوئی کاریگر یا انجینئر جو ایک شہر میں رہتا ہو اور کام کی غرض سے ایک دوسرے شہر میں اہل خانہ کے ساتھ رہے اور اپنی سابقہ رہائش کے علاقے میں بھی آمد و رفت رکھتا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ پہلے شہر کو اس کا اصلی وطن اور دوسرے شہر کو اس کی عارضی رہائش گاہ کہا جائے گا۔

دوسرا امر ایک جگہ متواتر دس دن رہنے کا قصد کرنا۔ یا انسان کو علم ہو کہ اُسے فلاں جگہ دس دن رہنا پڑے گا، اگر چہ اس میں اُس کی اپنی مرضی شامل نہ ہو۔

تیسرا امر دس دن کے قصد کے بغیر تیس دن مسلسل تردد کی حالت میں ایک جگہ گزار دینا۔ چاہے اس کے بعد اس کا ارادہ نو دن یا اس سے کم ہو، یا اب بھی وہ تردد میں ہو کہ کتنے دن وہاں گزارے گا۔ ایسی صورت (یعنی تردد کی حالت) میں انسان پہ واجب ہے کہ تیس دن تک اپنی نمازیں قصر پڑھے، اور اس کے بعد پوری پڑھنا شروع کر دے، یہاں تک کہ وہ کوئی نیا سفر کرے، خواہ اس کا سفر ایک نماز کے لیے ہو۔

مسئلہ (۲۹۳): جو شخص کئی جگہوں پر سفر کرے اس کی نماز قصر ہوگی، خواہ اُسے سفر میں تیس دن گزر جائیں۔

مسافر کے احکام

مسئلہ(۲۹۴): جن چار مقامات کا ذکر مسئلہ (۲۹۷) میں آرہا ہے، ان کے علاوہ انسان جہاں بھی جائے، اُس پہ واجب ہے کہ اپنی چار رکعت والی نماز قصر (یعنی اس کی صرف پہلی دو رکعتیں) پڑھے۔

مسئلہ(۲۹۵): اگر انسان کی ذمہ داری نماز پوری پڑھنا ہو اور وہ قصر پڑھ لے تو تمام صورتوں میں اس کی نماز باطل ہوگی۔ اور اسے دوبارہ پڑھنا یا اگر وقت گزر چکا ہو تو اس کی قضا کرنا واجب ہے۔ حتیٰ کہ اُن مقامات پر بھی کہ جہاں عام مسافر کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو پوری یا قصر کرلے۔ (جیسے فرض کیجیے کہ ایک شخص مسافر پیشہ یا کثیر السفر ہو اور وہ مکہ مکرمہ میں جا کر اپنی نماز قصر پڑھے تو اس کی نماز باطل ہوگی، جبکہ عام مسافر کو وہاں نماز پوری پڑھنے یا قصر کرنے میں اختیار ہوتا ہے۔)

مسئلہ(۲۹۶): اگر انسان کی نماز حضر میں رہ جائے تو وہ اس کی قضا پوری بجالائے گا، اگرچہ وہ اس وقت حالتِ سفر میں ہو۔ اسی طرح اگر اس کی نماز حالتِ سفر میں رہ جائے تو وہ اس کی قضا قصر کی صورت میں انجام دے گا، اگرچہ وہ اس وقت سفر میں نہ ہو۔ لیکن اگر صورت یہ ہو کہ وہ نماز کے ابتدائی وقت میں مسافر نہ ہو اور آخری وقت میں مسافر بن جائے، یا ابتدائی وقت میں مسافر ہو اور آخری وقت میں وہ اپنے سفر سے واپس آجائے۔ تو وہ قضا بجالاتے وقت نماز کے آخری وقت کو مدِنظر رکھے گا۔ اس طرح وہ پہلی صورت میں نماز کی قضا قصر کی صورت میں انجام دے گا اور دوسری صورت میں پوری۔

مسئلہ(۲۹۷): چار مقدس مقامات ایسے ہیں جہاں مسافر کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو اپنی نماز قصر پڑھے یا پوری۔ وہ یہ ہیں:

۱) مسجد الحرام۔
۲) مسجد نبویؐ۔
۳) مسجد کوفہ۔
۴) حرم امام حسین علیہ السلام۔

مسئلہ(۲۹۸): مذکورہ بالا مسئلے میں مذکورہ جگہوں پر روزے کو بھی نماز کے ساتھ ملحق کیا جائے گا۔ لہذا ان چار مقامات پر مسافر کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں۔

مسئلہ(۲۹۹): یہ جو پورا یا قصر میں اختیار دیا گیا ہے یہ صرف اس عبادت میں ہے جو ادا ہو۔ لہذا جو عبادت قضا کی جارہی ہو اس میں یہ اختیار **Choice/Option** نہیں۔ (بلکہ اسے پورا انجام دینا واجب ہوگا۔)

***

کتاب الصوم

- مقدمہ ۔۔
- مبطلاتِ روزہ ۔۔
- فدیہ وکفارہ ۔۔
- ثبوتِ ہلال ۔۔
- ماہ رمضان کے روزوں کی قضا کے احکام ۔۔

روزہ کا بیان

''روزہ'' اُن اہم ترین احکام شرعیہ میں سے ایک حکم ہے جنہیں خدا نے اپنے بندوں کے لیے معنوی قرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ تا کہ یہ انسان کے اپنے تکامل وارتقا کی طرف سفر میں اس کا معاون بنے۔ چناچہ ارشاد خدا ہے: وَاسْتَعِيْنُوا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ''اور صبر ونماز سے مدد لو۔'' (سورۃ بقرۃ: ۴۵)

انسان میں کمال اس وقت آتا ہے جو وہ خود خدا کے علاوہ ہر ایک حکمرانی سے آزاد کر لیتا ہے۔ ماسوا خدا کے سب سے زیادہ جو چیز انسان کو اپنے تسلط میں جکڑے رکھتی ہے وہ اُس کا نفس ہے جو اسے خواہشات کے پیچھے بھگاتا ہے۔ اس کی مہار کھینچنا اور اسے قابو میں رکھنا ہی انسان کے لیے جہادِ اکبر ہے جو اسے کمال کی بلندیوں پہ پہنچا کر خدا کے صالح ترین بندوں کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ اور ان کی رفاقت بہت اچھی ہے۔

اس سلسلے میں روزہ انسان کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ کیونکہ یہ انسان کے خواہشات سے باز رہنے اور دنیوی لذتوں سے دور رہنے کے ارادے کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر انسان روزے کے ان پہلوؤں کی طرف متوجہ رہے تو وہ دیگر آزمائشوں میں بھی کامیاب ہو جاتا ہے۔

روزے کے کچھ احکام اور آداب ہیں جن کا ذکر فقہ اور اخلاق کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ ملتا ہے۔ جہاں اس کے معنوی اور معاشرتی اثرات ہیں، ان کا بیشتر حصہ میں نے اپنی کتاب شہر رمضان و العیدبین احکام الشرع و تقالید العرف میں ذکر کیا ہے۔ جو کئی سالوں سے چھپ چکی ہے اور اس کی طرف مراجعت کی جا سکتی ہے۔

''روزہ'' ایک ایسی عبادت ہے جس میں انسان کے لیے پورے ماہِ رمضان میں طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا لازم ہو جاتا ہے جو شریعت کے قاعدے کے مطابق اس کے روزے کو ختم کر دیتی ہیں۔

مسئلہ (۳۰۰): مغرب، اس وقت ہوتی ہے کہ جب سورج نظر کے افق کے نیچے پوشیدہ ہو جائے۔ بشرطیکہ اس کے نظر نہ آنے کا کوئی قدرتی مانع (جیسے دھند یا بارش) موجود نہ ہو۔ احوط یہ ہے کہ اتنی دیر صبر کیا جائے کہ سورج کی روشنی کی سرخی مشرق کی طرف سے سروں سے گزر جائے۔ یہ صبر وتوقف افطار کا وقت داخل ہونے یا اُس نماز کے وقت کے ہو جانے کی نیت سے ہوگا کہ جس کا پڑھنا افطار سے پہلے مستحب ہے۔

بنابریں اگر کوئی شخص سورج کے افقِ نظر میں پوشیدہ ہو جانے کے بعد اور مشرقی سرخی کے سروں سے گزرنے کی علامت سے پہلے لاعلمی یا تقیہ یا اشتباہ کی صورت میں اپنا روزہ افطار کر لے تو اُس پر اس روزہ کی قضا نہ ہوگی۔

نیت

مسئلہ(۳۰۱): دیگر عبادات کی طرح روزہ میں بھی قربت کی نیت کرنا شرط ہے۔ نیت سے مراد فعل کا قصد موجود ہونا۔حتیٰ کہ اگر وہ اِس نیت سے غافل ہو جائے لیکن جب اس سے کھانا نہ کھانے کی وجہ پوچھی جائے تو وہ کہے کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔اس طرح کے قصد کے بغیر صرف روزہ باطل کرنے والی چیزوں سے اجتناب کافی نہیں۔

مسئلہ(۳۰۲): ہر واجب معین روزے (اگرچہ وہ نذر کی وجہ سے عارضی طور پر معین ہو) کی نیت کا وقت فجرِ صادق کا طلوع ہونے کا ہے۔یعنی وہ نیت کے ساتھ اس وقت اپنا روزے کا آغاز کرے۔لیکن غیر معین واجب روزے کی نیت کا وقت زوال تک باقی رہتا ہے۔اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو۔لہذا اگر صبح کے وقت کسی کا روزہ رکھنے کا ارادہ نہ ہو اور زوال سے پہلے اس کا ارادہ بدل جائے اور وہ کسی واجب روزے کی نیت کرلے تو وہ نیت کافی ہوگی۔ بشرطیکہ اُس نے طلوعِ فجر سے لے کر اس وقت کوئی ایسا کام انجام نہ دیا ہو جس سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔لیکن اگر وہ زوال کا وقت گزرنے کے بعد اس کی نیت کرے تو کافی نہیں ہوگی۔البتہ نفلی روزے کی نیت کا وقت دن کے اس حصے تک باقی رہتا ہے جس میں نیت کی تجدید کرنا ممکن ہو۔

مسئلہ(۳۰۳): پورے ماہِ رمضان میں ایک ہی نیت پر اکتفاء کیا جا سکتا ہے کہ جب نیت چاند دیکھنے کے بعد کی گئی ہو اور اس کے ساتھ پورے روزے رکھنے کا عزم موجود ہو۔لہذا اس عمل سے ہر روزے کی الگ نیت کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔مگر یہ کہ انسان سفر یا بیماری کے عذر سے اپنی نیت توڑ دے۔

مسئلہ(۳۰۴): ماہِ رمضان کا چاند طلوع ہونے کے بارے میں شک والے اگر انسان سنت کی نیت سے شعبان کا روزہ رکھے، یا قضا یا نذر یا ایسی نیت کے ساتھ کہ جو مطلوبیت میں جامع ہو، یا اپنی ذمہ ادا کرنے یا قصد واقع کی نیت سے روزہ رکھے تو یہ نیت رمضان کے روزے کے لیے کافی ہو جائے گی۔

اگر ظاہر ہو جائے کہ آج رمضان کا روزہ ہے۔لہذا اگر زوال سے پہلے یا اس کے بعد انسان پہ واضح ہو جائے کہ یہ رمضان کا روزہ ہے تو دوبارہ اپنے روزے کے واجب ہونے کی نیت کرے گا۔لیکن اگر اُس نے بغیر کسی دلیل کے مضبوط نیت کے ساتھ اسے رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھا ہو تو اُس کا روزہ باطل ہو جائے گا۔اگر وہ اس نیت کے ساتھ روزہ رکھے کہ اگر شعبان کا ہوا تو مستحب اور اگر رمضان کا ہوا تو واجب۔تو ایسی صورت میں بھی ظاہر یہ ہے اس کا روزہ باطل ہوگا۔[1]

مسئلہ(۳۰۵): جس دن کے بارے ماہِ شعبان کا آخری یا ماہِ رمضان کا پہلا دن ہونے کے بارے میں شک ہو، اگر اس دن انسان کا روزہ نہ رکھنے کا ارادہ ہو اور روزہ کو ختم کرنے والا کوئی فعل انجام دینے سے پہلے اس پہ واضح ہو جائے کہ رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا ہے۔تو ایسا زوال سے پہلے ہوا اور وہ نیت کرلے تو وہی کافی ہے۔اگرچہ احوط یہ ہے کہ

[1] لیکن اگر وہ نیت اس کے برعکس کرے، یعنی اگر میرا روزہ رمضان کا ہوا تو واجب اور اگر شعبان کا ہوا تو مستحب۔تو اس صورت میں اس کا روزہ صحیح ہوگا۔

ماہِ رمضان گزرنے کے بعد اس کی قضا بھی کرلے۔ لیکن اگر زوال کے بعد اس پہ واضح ہوتو وہ غروب آفتاب تک ان تمام چیزوں سے پرہیز کرے گا جو روزے کو باطل کرتی ہیں۔ اور رمضان کا مہینہ ختم ہونے کے بعد اس کی قضا بجالائے گا۔ ایک مسلمان کو اس قدر غافل نہیں ہونا چاہیے کہ وہ شک والے دن روزے کی نیت ہی نہ کرے۔

مبطلاتِ روزہ

دس چیزیں انسان کے روزے کو باطل کرتی ہیں:

۱، ۲۔ کھانا اور پینا۔ اگرچہ کم ہی ہو، یا ایسی چیزیں کھائیں جنہیں عام طور پر کھایا نہ جاتا ہو۔ جیسے مٹی اور کاغذ وغیرہ۔

۳۔ جماع کرنا۔ چاہیے منی باہر نکلے یا نہ، آگے سے کیا جائے یا پیچھے سے، چاہے جماع کرنے والا ہو یا اس سے جماع کیا جائے، زندہ سے ہو یا مردہ حتی کہ احوط وجوبی کی بنا پر حیوان کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بھی روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

۴۔ خدا، یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یا ائمہ طاہرین علیہم السلام میں سے کسی کی طرف جھوٹ منسوب کرنا، بلکہ یہاں احوط یہ ہے کہ اس حکم میں ان کے ساتھ دوسرے انبیاءؑ کو ملحق کیا جائے۔

مسئلہ(۳۰۶): رمضان کا مہینہ قرآن کریم کی بہار کا مہینہ ہے۔ لہٰذا اہل ایمان کو اس مہینے میں تلاوتِ قرآن کے معاملے میں غفلت نہیں کرنی چاہیے۔ اگر اس کی قرات دقیق قواعد کے مطابق نہ بھی ہوتو یہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولنا شمار نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ وہ اپنی پوری کوشش کرے، جان بوجھ کر غلط سلط نہ پڑھے۔ نیز اس کی خطا سے قرآن کے معانی و مفاہیم میں کوئی تبدیلی نہ آتی ہو۔

۵۔ پورا سر پانی میں ڈبونا۔ اگرچہ گردن نہ بھی ڈبوئے۔ اس میں کوئی فرق نہیں وہ یکبارگی میں پورا سر ڈبودے یا تھوڑا تھوڑا کر کے ڈبوئے۔

مسئلہ(۳۰۷): اگر روزہ دار جان بوجھ کر غسل کی نیت سے پانی میں غوطہ لگائے۔ اگر اس وقت وہ یہ بات بھول گیا ہو کہ اس کا روزہ ہے تو اس کا روزہ اور غسل دونوں صحیح ہوں گے۔ لیکن اگر وہ جانتے بوجھتے اور اس کے حرام ہونے کا علم رکھتے ہوئے ماہِ رمضان میں یہ کام کرے تو اس کا روزہ اور غسل دونوں باطل ہو جائیں گے۔

۶۔ گاڑھے غبار کو جان بوجھ کر پیٹ میں لے جانا۔ بلکہ احوط یہ ہے اگر غبار گاڑھا نہ بھی ہو مگر زیادہ ہو تو اس کا حکم بھی یہی ہوگا۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ غبار مٹی کا ہو یا ایسی چیزوں کا جن کے اجزاء ٹھوس ہوتے ہیں۔ جیسے آٹے کا غبار اور لکڑی کا بورا وغیرہ۔

مسئلہ(۳۰۸): احوط مستحب ہے کہ دھوئے اور اس سے اٹھنے والے بخارات کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا جائے

کہ جب وہ کثیف نہ ہوں۔ لیکن اگر وہ کثیف ہو جیسے بعض سگریٹ نوشی کرنے والوں کو اس کا اتفاق ہوتا تو اُس وقت احوط وجوبی ہوگی۔

۷۔ ماہِ رمضان کے روزے اور اس کی قضا کے دوران جان بوجھ کر طلوعِ فجر تک جنابت کی حالت میں رہنا۔

مسئلہ (۳۰۹): اقوی یہ ہے کہ اگر انسان جنابت کی حالت میں طلوع فجر کے بعد بیدار رہو تو اِس سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ ماسوائے اس کے کہ وہ جان بوجھ سویا رہے۔ اسی طرح اگر وہ بھول جائے کہ وہ جنابت کی حالت میں یا وہ رمضان یا کسی اور واجب معین روزے کو اس حالت میں رکھنے پر مجبور ہو تو اقوی قول کی بنا پر اس کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اُسے ماہِ رمضان کا قضا رکھنا ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنی نیت مستحب یا رمضان کے علاوہ کسی روزے کی قضا کی طرف پھیر دے۔ حتی کہ اگر وہ جان بوجھ کر طلوعِ فجر تک جنابت کی حالت میں نہ بھی رہے۔

مسئلہ (۳۱۰): اگر انسان کو دن کے وقت احتلام ہو جائے تو اِس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ چاہے وہ روزہ واجب ہو یا مستحب، معین ہو یا غیر معین۔ جیسا کہ اذان صبح تک جان بوجھ کر مس میت کے حدث کے ساتھ باقی رہنے سے باطل نہیں ہوتا۔ اور نہ دن میں، اگر چہ یہ بھی جان بوجھ کر ہو۔

مسئلہ (۳۱۱): اگر کوئی فجر کے طلوع ہونے سے اتنا پہلے خود پہ جنابت طاری کرلے کہ جس وقت میں غسل یا تیمم نہ کیا جا سکتا ہو تو ایسا شخص جان بوجھ کر جنابت کی حالت پہ باقی رہنے والے شخص کی مانند ہے۔ لیکن اگر اس کے پاس اتنا وقت ہو کہ تیمم کر سکتا ہو تو اُس پہ واجب ہے کہ تیمم کرے اور غسل انجام دے۔ یوں اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ لاپرواہی کرتے ہوئے تیمم نہ کرے تو اُس پہ روزے کی قضا اور کفارہ دونوں واجب ہو جائیں گے۔

مسئلہ (۳۱۲): احوط کی رو سے حیض اور نفاس کا حدث بھی جنابت کی مانند ہے۔ لہذا جان بوجھ کر طلوع صبحِ صادق تک اس حدث پہ باقی رہنا روزے کو باطل کر دیتا ہے۔ لیکن اگر عورت ایسے وقت میں اِن دو قسم کے حدث سے پاک ہو جائے کہ جس میں وہ نہ غسل کر سکے اور نہ ہی تیمم، یا اس کو طلوع صبح صادق سے پہلے اپنے پاک ہو جانے کا علم نہ ہو تو اُس کا روزہ صحیح ہوگا۔ بشرطیکہ وہ دوبارہ روزے کی نیت کر لے۔

مسئلہ (۳۱۳): اگر کوئی شخص رات کے وقت غسل جنابت کرنا بھول جائے اور پورا دن یا کئی روز گزر جانے کے بعد یاد آئے تو وہ اُن تمام دنوں کے روزے قضا کرے گا۔ البتہ اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ (۳۱۴): جو شخص جنابت کی حالت میں ہو اگر وہ بیماری کی وجہ سے غسل نہ کر سکتا ہو تو اُس پر واجب ہے کہ طلوعِ فجر سے پہلے تیمم کرے۔ لہذا اگر وہ تیمم نہ کرے تو اُس کا روزہ باطل ہو جائے گا۔

مسئلہ (۳۱۵): استحاضہ کثیرہ والی عورت کے روزے کے صحیح ہونے میں صبح کی نماز اور اسی طرح ظہرین کی نماز کے لیے غسل کرنا شرط ہے۔ بلکہ گزشتہ رات کا بھی۔

۸۔ دن کے وقت کوئی ایسا عمل انجام دینا جس سے منی باہر آ جائے، یا وہ عموماً منی کے نکل آنے کا سبب بنتا ہو، جیسے مشت زنی کرنا، جنسی جذبات کو بھڑکانے والی فلمیں دیکھنا، ٹیلی ویژن یا انٹرنیٹ یا اخبارات ورسائل وغیرہ بے حجاب عورتوں کی تصاویر کے ایڈز دیکھنا، یا یونہی کسی خوبصورت بچے یا بچی کی طرف آلودہ نظروں سے دیکھنا، یا میوزک سننا وغیرہ۔

بلکہ احوط کی بنا پر مطلقاً ایسا کام کرنا جائز نہیں جو منی کے انزال کا سبب ہو۔ چاہے عام طور پر وہ اس کا سبب بنتا ہو یا نہ۔

۹۔ مائع اور سیال چیز سے حقنہ کرنا۔ لیکن جامد چیز سے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے بخار یا درد کم کرنے کے لیے ''حمالات''[۱] کو رکھنا۔ جیسا کہ کھانا کھانے کے علاوہ کسی طریقے سے کوئی چیز پیٹ میں پہنچانے میں کوئی حرج نہیں۔ یا اس کے علاوہ کوئی طریقہ کہ جس کو کھانا پینا نہ کہا جا سکے۔

مسئلہ (۳۱۶): سُرنج یا نلی کی مدد سے معدے میں خوراک یا دوا پہنچانے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ اگر ہاتھ یا ران میں سُرنج لگائی جائے اور اس سے کوئی غذائی مواد منتقل کیا جائے تو احوطِ مستحب کی بنا پر اس سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کا مقصد فقط دوا کا پہنچانا ہو تو اس سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ اسی طرح آنکھ اور کان میں دوا ڈالنے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔

مسئلہ (۳۱۷): پھیپھڑوں تک ہوا پہنچانے والا ان ہیلر اگر کسی مائع سے بنا ہو اور اسے دبانے پر اس مائع کے قطرات اڑتے ہوں۔ تو اس کا استعمال روزے کو باطل کر دے گا۔ بشرطیکہ دوا پھیپھڑوں کے راستے معدے تک پہنچ جائے۔ لیکن اگر اطمینان ہو کہ دوا معدے تک نہیں پہنچتی اور اس کو صرف ناک کے راستے سے ہوا پہنچانے کے لیے استعمال کیا جائے تو اِس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ آکسیجن اِن ہیلر جو سانس لینے میں مدد دیتا ہے۔ روزے کی حالت میں اُس کے استعمال کرنے میں قطعاً کوئی اشکال نہیں۔

۱۰۔ جان بوجھ کر قے کرنا، اگرچہ بیماری یا کسی اور وجہ سے مجبوری کی بنا پر ہو۔ لیکن بے اختیار آنے والی قے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔

مسئلہ (۳۱۸): اگر ڈکار لیتے وقت کوئی چیز حلق سے اوپر آئے اور پھر بے اختیار واپس چلی جائے تو اس سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ لیکن کوئی چیز حلق سے منہ میں آ جانے کے بعد انسان خود اسے نگل لے تو اُس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور احوط کی بنا پر اس پہ کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ (۳۱۹): یہ دس چیزیں انسان کے روزے کو اس وقت باطل کریں گی کہ جب وہ انہیں جان بوجھ کر انجام

---

[۱] یہ حقنہ کرنے والوں کے یہاں معروف چیز ہے۔ لیکن ہمیں اس کا اُردو میں کوئی متبادل لفظ نہیں ملا۔ (از مترجم)

دے اور اس میں اُس کا قصد اور توجہ شامل ہو۔

مسئلہ (۳۲۰): نماز کے لیے وضو کے دوران اگر کلی کرتے ہوئے بے اختیار پانی حلق سے نیچے چلا جائے تو اِس سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔

مسئلہ (۳۲۱): اگر کسی انسان پر پیاس کا اس قدر شدید غلبہ ہو کہ پانی نہ پینے کی صورت میں اس کو شدید نقصان یا سخت دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ اِس قدر پانی پی سکتا ہے کہ اُس سے یہ خطرہ دور ہو جائے۔ لیکن اُس پہ واجب ہے کہ دن کا باقی حصہ خود کو اُن تمام چیزوں سے بچائے جو روزے کو باطل کر دیتی ہیں۔ اسے چاہیے کہ رجاء مطلوبیت کی بنا پر روزے کی نیت کرے اور بعد میں اس کی قضا بھی کرے۔ یہ حکم ماہِ رمضان کے روزے کا ہے۔

لہذا اگر رمضان کے علاوہ کوئی واجب روزہ رکھا ہوا ہو اور ایسی صورت پیش آ جائے تو دن کا باقی حصہ پرہیز کرنا واجب نہیں ہے۔

روزے کا کفارہ

جب روزے کو باطل کرنے والے افعال میں سے کوئی فعل جان بوجھ کر انجام دیا جائے تو اس سے انسان پر کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اُن روزوں میں سے ہو جنہیں توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے۔ جیسے ماہ رمضان کے روزے، اس کی قضا کو زوال کے بعد توڑنا اور اسی طرح معین نذر کے روزے کو توڑنا۔

مسئلہ (۳۲۲): ماہِ رمضان کا ایک روزہ توڑ دینے سے انسان پر کفارہ واجب ہوتا ہے جو درج ذیل طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے ادا کیا جا سکتا ہے: ایک غلام آزاد کرنا، یا دو مہینے لگاتار روزے رکھنا، یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ ہر مسکین کا کھانا ایک مد ہو جو تین پاؤ سے تھوڑا کم طعام ہوتا ہے۔ پس جب ہر مسکین کو اتنی مقدار میں طعام جیسے آٹا یا کھجوریں دے دی جائیں تو کافی ہوتا ہے۔

ماہِ رمضان کے قضا روزے کو زوال کے بعد توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ جن میں سے ہر ایک کا کھانا ایک مد تقریبا تین پاؤ ہونا چاہیے۔ اگر وہ کھانا کھلانے پر قادر نہ ہو تو اس کے بدلے میں تین روزے رکھے۔

نذر معین کا روزہ توڑنے کا کفارہ وہی قسم توڑنے کا کفارہ ہے۔ وہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو ایک مد کھانا یا دس محتاجوں کو لباس فراہم کرنا ہے۔ اگر یہ کام انسان کے بس سے باہر ہوں تو اس کے بدلے میں تین دن روزے رکھنا ہے۔ ایک مد طعام کو پیٹ بھر کر کھلانے سے بھی بدلا جا سکتا ہے۔ (یعنی اگر انسان محتاجوں کو ایک ایک مد کی بجائے پیٹ بھر کھلا دے تو کافی ہوگا۔)

مسئلہ (۳۲۳): دو دنوں میں جب جب روزہ توڑنے والا فعل انجام دیا جائے گا کفارہ بھی اسی طرح مکرر ہوتا جائے گا۔ لیکن ایک دن اگر روزے کو باطل کرنے والے فعل کی تکرار سے ایک ہی رہے گا۔ لیکن جماع اور احوطِ مستحب کی

بنا پر استمناء (یعنی مشت زنی یا دیگر جن کا ذکر مسئلہ ۳۱۵ سے نیچے ہوا ہے۔) دو ایسے افعال ہیں کہ ایک دن میں ان کی جس قدر تکرار کی جائے گی کفارہ بھی اسی حساب سے بڑھتا جائے گا۔ (اس مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ اپنا روزہ کوئی چیز کھا کر توڑ دے اور پھر کچھ دیر بعد وہی یا کوئی اور چیز کھائے تو اس پہ صرف ایک کفارہ واجب ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنا روزہ جماع سے توڑے اور پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد دوبارہ جماع کرے تو اُس کا کفارہ دوگنا ہوجائے گا۔ نعوذ باللہ من ذلک)

جو شخص روزے کا کفارہ مذکورہ بالا طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے بھی نہ دے سکے تو احوط ہے کہ کامل ندامت کو شرمندگی کے ساتھ اپنے اِس گناہ سے توبہ کرے، دوبارہ اسے انجام نہ دینے کا مضبوط عزم کرے اور حسب توفیق صدقہ دے۔ لیکن جب اس میں کفارہ دینے کی قدرت آجائے تو احوط کی بنا پر اس پہ کفارہ دینا لازم ہوجائے گا۔ مگر اس کے احتیاطِ واجب ہونے میں اشکال ہے۔

مسئلہ (۳۲۴): اگر روزے کو فعلِ حرام جیسے شراب نوشی، خنزیر کا گوشت کھانے، بدفعلی کرنے اور حرام استمناء کرنے سے توڑا جائے تو تینوں قسم کے کفارے واجب ہوجاتے ہیں۔ (یعنی ایسا کرنے والا بدبخت ساٹھ مسکینوں کو کھانا بھی دے، مسلسل ساٹھ روزے بھی رکھے اور ایک غلام بھی آزاد کرے۔)

مسئلہ (۳۲۵): اگر کوئی شخص جان بوجھ کر روزہ توڑ دے، پھر زوال سے پہلے سفر پہ چلا جائے۔ تو خواہ روزہ توڑتے وقت سفر کرنے کا ارادہ ہو یا نہ، اس پہ کفارہ واجب ہوجاتا ہے۔

مسئلہ (۳۲۶): کفارہ کا مصرف، فقراء کو کھلانا ہے۔ چاہے انہیں بلا کر اچھی طرح سیر کیا جائے یا طعام ان کے سپرد کر دیا جائے یا اس کی قیمت ادا کر دی جائے اور اُن پہ شرط عائد کی جائے کہ وہ اسے کھانے کے مصرف میں لائیں۔ ہاں مستحق شخص پہ واجب نہیں کہ اسے جو طعام بطورِ کفارہ ملے وہ خود اُسے کھائے، بلکہ وہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے دیگر کاموں میں صرف کر سکتا ہے۔

مسئلہ (۳۲۷): سید اور غیر سید دونوں کسی دوسرے سید یا غیر سید کو کفارہ اور روزوں کا فدیہ دے سکتے ہیں۔[1]

مسئلہ (۳۲۸): جہاں تک ممکن ہو کفارہ میں یہ کافی نہیں ہوتا ہے کہ ایک شخص کو دو یا اس سے زیادہ دفعہ سیر کیا جائے، یا اُس کو دو یا اس سے زیادہ مد طعام دیا جائے۔ بلکہ ساٹھ محتاج افراد کا ہونا لازمی ہے۔ لیکن اگر ساٹھ محتاج افراد کا ملنا بہت مشکل ہو تو ایسی صورت میں ایک شخص کو زیادہ مرتبہ کھلایا جا سکتا ہے، یا اسے ایک سے زیادہ مد دیے جا سکتے ہیں۔

مسئلہ (۳۲۹): شریعت کی رو سے فقیر اُس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے پاس اپنا اور اپنے زیرِ کفالت افراد کا سال بھر کا خرچ نہ ہو۔ نہ قوتاً اور نہ ہی فعلاً۔ چاہے اس کے زیرِ کفالت، اُس کے واجب النفقہ افراد ہوں (جیسے بیوی بچے

---

[1] واضح رہے کہ کفارہ روزہ جان بوجھ کر توڑنے کی صورت میں واجب ہوتا ہے اور فدیہ بیماری کی صورت میں روزہ رکھنے پر قادر نہ ہونے کی صورت میں دیا جاتا ہے۔ جو ایک مہینے کا تقریباً ساڑھے بائیس کلو طعام ہوتا ہے۔

اوروالدین) یا نہ۔(جیسے ہمسائے اور دوست احباب) کہ جن کو چھوڑنا یا کسی اور کے سپرد کرنا مناسب نہ ہو۔

قضا کے موارد

مسئلہ(۳۳۰): درج ذیل موارد میں صرف روزے کی قضا واجب ہوتی ہے:

۱) انسان کا صبح تک جنابت کی حالت میں سوئے رہنا۔ جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے بیان ہو چکی ہے۔

۲) جب انسان روزہ کو باطل کرنے والے کسی عمل کو انجام دینے کے علاوہ اسے نیت میں خلل کے ذریعے باطل کر دے۔

۳) جب انسان غسل جنابت کرنا بھول جائے اور اُسے ایک یا احوطِ وجوبی کی بنا پر زیادہ دن بعد یاد آئے۔

۴) جب انسان وقت کی رعایت کے بغیر اور طلوعِ فجر پر کوئی دلیل نہ رکھنے کی صورت میں طلوعِ فجر کے روزہ توڑنے والا کوئی عمل انجام دے۔ لیکن اگر اُس کے پاس طلوعِ فجر پر کوئی دلیل موجود نہ ہو اور اس کے باوجود وہ روزہ توڑنے والا کوئی فعل انجام دے تو ایسی صورت میں اُس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

۵) تاریکی کو دیکھ کر رات ہونے سے قبل روزہ افطار کر لینا، جبکہ آسمان پہ بادل بھی موجود نہ ہوں۔

۶) کلی وغیرہ کسی شرعاً مستحب فعل کو انجام دینے کے لیے منہ میں پانی ڈالیں اور پانی حلق سے اتر کر پیٹ میں چلا جائے۔ اس سے صرف قضا واجب ہوتی ہے، کفارہ نہیں۔

۷) شہوت ابھرنے پر منی کا عضو تناسل کی طرف حرکت کرنا، جبکہ ایسا غیر ارادی طور پر ہو اور انسان کی عادت کے برخلاف ہو۔(لہٰذا اگر انسان کی عادت ایسی ہو معمولی شہوت ابھرنے پر اس کی منی حرکت میں آجاتی ہو تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے۔)

روزے کے صحیح ہونے کی شرائط

روزے کے صحیح ہونے کی شرائط آٹھ ہیں:

(۱) مسلمان ہونا۔

(۲) عقل مند ہونا۔ لہٰذا پاگل اور دیوانے شخص پہ روزہ واجب نہیں۔

(۳) پورا دن حیض و نفاس کے حدث سے پاک رہنا۔

(۴) جانتے بوجھتے صبح صادق تک نہ سوئے رہنا۔

(۵) انسان کا ایسے سفر میں نہ ہونا جو نماز کے قصر ہونے کا موجب بنتا ہو۔

مسئلہ(۳۳۱): اُس مسافر کا روزہ سفر میں صحیح ہوگا جسے نماز پوری پڑھنی ہو۔ چاہے اُس کا روزہ واجب ہو یا

مستحب۔ جیسے وہ مسافر جس نے دس دن رہنے کا قصد کیا ہوا ہو، یا جس کا سفر کسی گناہ کے کام کے لیے ہو یا جو مسافر پیشہ ہو وغیرہ۔

(۶) ایسے مرض سے محفوظ ہونا جس کی وجہ سے روزہ رکھنا دشوار ہو یا اُس کے پھیلنے کا خدشہ ہو۔

(۷) روزہ رکھنے میں کوئی تنگی یا سخت دشواری پیدا نہ ہوتی ہو۔ جیسے حد سے زیادہ نکاہت و کمزوری۔

مسئلہ (۳۳۲): اگر معالج وطبیب کے کہنے پر روزہ رکھنے کی صورت میں کسی نقصان یا خدشے کا گمان ہو تو ایسی صورت میں روزہ توڑنا واجب ہو جاتا ہے۔

مسئلہ (۳۳۳): اگر کوئی مریض زوالِ آفتاب سے پہلے صحت یاب ہو جائے اور اُس نے روزے کو توڑنے والا کوئی فعل انجام نہ دیا ہو تو احوط کی بنا پر اُسے چاہیے کہ روزے کی نیت کرے اور رجاء مطلوبیت کی نیت سے روزے کو پورا کرے اور اسی طرح ماہِ رمضان ختم ہونے کے بعد اس روزے کی قضا بھی کرے۔

(۸) بالغ ہونا۔ لہذا بالغ ہونے سے اگرچہ بچہ باتمیز ہو۔ تو بھی اس پہ روزہ رکھنا واجب نہیں ہوتا۔ البتہ اگر وہ روزہ رکھے دوسری عبادات کی طرح اُس کا روزہ رکھنا صحیح ہے۔

روزہ چھوڑنے کی رعایت

کچھ افراد کو رمضان المبارک کا روزہ نہ رکھنے کی رعایت دی گئی ہے اور وہ یہ ہیں:

ضعیف، ضعیفہ اور ذوالعطاش (جسے بہت زیادہ پیاس لگتی ہو)

جب اِن لوگوں کے لیے روزہ رکھنا بہت مشکل اور دشواری کا باعث ہو۔ اور اس کے بدلے میں احوط کی بنا پر ان پر ہر دن کا ایک مد طعام دینا واجب ہو تو افضل یہ ہے کہ وہ طعام گندم ہو، بلکہ احوط مستحب کی بنا پر دو مد دینا چاہئیں۔ ظاہر یہ ہے کہ ایسے افراد پہ روزے کی قضا واجب نہیں ہے۔

حاملہ عورت، بچے کو دودھ پلانے والی دایہ

جس عورت کا وضعِ حمل کا وقت قریب ہو اور روزہ رکھنا اُس کے لیے یا اس کے ہونے والے بچے کے لیے نقصان دہ ہو۔ اسی طرح وہ دایہ جس کا دودھ کم مقدار میں ہو اور روزہ رکھنا اُس کے لیے یا دودھ پینے والے بچے کے لیے نقصان کا باعث ہو۔ یہ دونوں بعد میں روزے کی قضا کریں گی۔ جیسا کہ اِن پر قضا کے ساتھ فدیہ دینا بھی واجب ہوگا کہ خطرہ حمل یا دودھ پینے والے بچے سے متعلق ہو۔ فدیہ میں مد طعام کی جگہ محتاج شخص کو پیٹ بھر کھانا کھلانا کافی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس کے موارد میں کوئی فرق نہیں ہے۔

رویتِ ہلال

رویتِ ہلال درج ذیل طریقوں سے ثابت ہوتی ہے:

(۱) انسان کو بذاتِ خود رویتِ ہلال کا علم ہو جائے۔ یعنی اُس نے خود چاند کو دیکھا ہو، اگر چہ اس کے غیر کے پاس رویتِ ہلال ثابت نہ ہوئی ہو۔

(۲) انسان کے مرجعِ تقلید کی نظر میں رویتِ ہلال ثابت ہو جائے۔

(۳) دو عادل افراد رویتِ ہلال کی گواہی دیں۔

(۴) سابقہ مہینے کی پہلی کے چاند کو تیس دن گزر جائیں۔ چنانچہ اگر وہ سابقہ مہینہ شعبان ہو تو رمضان کا چاند ثابت ہو جاتا ہے اور اگر رمضان ہو تو شوال کا چاند ثابت ہو جاتا ہے۔

مسئلہ (۳۳۴): اگر زمین کے کسی ایسے شہر یا علاقے میں چاند دکھائی دے کہ جو ائمہ معصومینؑ کے زمانے میں سلطنت اسلامیہ کا حصہ تھا، تو باقی علاقوں میں چاند کے ثابت ہونے کے لیے وہی شہادت کافی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ ان کے افق مشترک ہوں، یا ایک دوسرے سے جدا اور اُن میں ایک کا مشرق دوسرے کا مغرب ہو یا ایک مغرب دوسرے کا مشرق ہو۔

اس وقت اسلامی مملکت کی حدود چین سے مشرق کی طرف اندلس تک اور مغرب میں غرب تک پھیلی ہوئی تھی۔

لیکن اگر چاند غیر مسلم ممالک جیسے امریکہ اور مغربی احاطے میں نظر آئے تو افق میں اس کے ساتھ متحد تمام شہروں میں ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اس کے مخالف افق کے علاقوں میں جب تک الگ سے دکھائی نہ دے ثابت نہیں ہوتا۔

ماہِ رمضان کے قضا روزوں کے احکام

مسئلہ (۳۳۵): اگر ایک مہینے کے چند دنوں کے روزے رہ گئے ہوں تو اُن کی قضا کرتے معین کرنا اور ترتیب کے ساتھ رکھنا واجب نہیں۔

مسئلہ (۳۳۶): اگر انسان کے ماہِ مبارک کے سارے یا بعض دنوں کے روزے بیماری کی وجہ سے رہ جائیں اور بیماری اگلے سال کے رمضان المبارک تک طول پکڑ جائے تو ایسا شخص ہر روزے کے بدلے میں ایک مد طعام صدقہ کرے گا جو تقریباً تین پاؤ بنتے ہیں۔ اس پر روزوں کی قضا واجب نہ ہوگی۔

مسئلہ (۳۳۷): اگر کوئی شخص جان بوجھ کر پورا ماہِ رمضان یا اس کے کچھ دن روزے نہ رکھے اور پھر اُن کی قضا بھی جان بوجھ کر اس قدر موخر کرے کہ اگلے سال کا رمضان کا مہینہ آ جائے تو اُس پر کفارہ اور فدیہ دونوں واجب ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ (۳۳۸): ایک مہینے کے چند دنوں کا فدیہ اور اسی طرح ایک سے زیادہ مہینوں کا فدیہ ایک شخص کو دیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ (۳۳۹): مستحب روزے کو غروب تک توڑنا جائز ہے۔ لیکن ماہِ رمضان کے قضا روزے کو زوال کے بعد توڑنا جائز نہیں۔ بشرطیکہ وہ رمضان المبارک کے روزے ہی کی قضا ہو، اور نہ صرف یہ کہ اسے توڑنا جائز نہیں، بلکہ

سابقاً بیان ہو چکا ہے کہ ایسا کرنے سے کفارہ بھی واجب ہو جاتا ہے۔

مسئلہ (۳۴۰): واجب ہے کہ کفارہ جمع اور کفارہ تخییری میں دو مہینے متواتر روزے رکھے جائیں۔ اور اگر انسان کے پاس کوئی ایسا عذر ہو جو عرفاً قابل قبول ہو اور وہ ایک ماہ کے لگا تار روزے رکھ کر دوسرے مہینے کا پہلا روزہ ان کے ساتھ ملائے اور باقی روزے وقفے وقفے سے رکھے تو کافی ہے۔

مسئلہ (۳۴۱): جب انسان پہ لگا تار روزے رکھنا واجب ہوں تو اُسے چاہیے کہ وہ انہیں ایسے دورانیے میں شروع کرے کہ جس میں ایسے دن کا خلل واقع نہ ہو کہ جس کا روزہ رکھنا حرام ہو جیسے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا روزہ یا اُس دن پہ روزہ نہ رکھنا واجب ہو جیسے اُس نے کسی دن سفر زیارت کی معین طور پر نذر مانی ہوئی ہو۔

مسئلہ (۳۴۲): روزہ رکھنا مستحبِ تاکیدی ہے۔ روایات میں ملتا ہے کہ یہ جہنم کے مقابلے میں ڈھال بنتا ہے، بدن کی زکوٰۃ ہے اور آدمی کو جنت میں لے جانے کا سبب بنتا ہے۔ بلاشبہ روزہ دار کا روزہ عبادت ہے، اُس کا سانس لینا اور خاموش رہنا تسبیح کے برابر درجہ رکھتا ہے، اس کے اعمال قبول اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں، روزہ دار کے منہ میں پیدا ہونے والی بو خدا کے یہاں کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے اور افطار تک فرشتے اُس کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں ایک خوشی روزے کے افطار کے وقت (فریضۂ الٰہی کو انجام دینے کی، یا سارا دن رضا خدا کے لیے اُس کی نعمت سے دور رہ کر دوبارہ اس کی نعمتوں کو پانے کی) اور دوسری خوشی اُس کی ملاقات کے وقت۔

مسئلہ (۳۴۳): عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا روزہ رکھنا حرام ہے۔ عیدُ الفطر ہر سال یکم شوال کو ہوتی ہے اور عیدُ الاضحیٰ ہر سال دس ذی الحجہ کو ہوتی ہے۔

مسئلہ (۳۴۴): اَحوط یہ ہے کہ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر مستحب روزہ نہیں رکھ سکتی، اگرچہ زیادہ قوی قول یہ ہے کہ ایسا جائز ہے۔ بشرطیکہ اِس سے شوہر کی حق تلفی نہ ہو۔ لہٰذا اگر شوہر اُسے منع کرے تو اُس چاہیے کہ احتیاط سے کام لیتے ہوئے روزہ نہ رکھے۔

اِعتکاف کا بیان

''اعتکاف'' سے مراد مسجد میں ٹھہرنا ہے۔ احوط یہ ہے کہ اعتکاف کسی عبادت جیسے نماز و دعا یا اپنے معین شرعی فریضہ کو ایجاد کرنے کے قصد سے کیا جائے جس کو اعتکاف کا نام دیا جاتا ہے۔ ہر اُس دن اعتکاف صحیح ہے جس دن روزہ رکھا جا سکتا ہو۔ سب سے زیادہ فضیلت ماہِ رمضان میں اعتکاف بیٹھنے کی ہے، اور اِس سے بھی زیادہ فضیلت رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف بیٹھنے کی ہے۔

مسئلہ (۳۴۵): اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے انسان کے عاقل و با ایمان ہونے کے ساتھ ساتھ حسبِ ذیل امور شرط ہیں:

۱۔ خدا کی قربت و خوشنودی حاصل کرنے کی نیت۔ جیسا کہ دوسری عبادات میں بھی یہ اولین شرط ہے۔

۲۔ روزہ رکھنا۔ لہٰذا روزہ رکھے بغیر اعتکاف میں بیٹھنا درست نہیں ہے۔ اگر مکلف ایسا ہو کہ وہ سفر یا کسی اور

وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو اُس کا اعتکاف میں بیٹھنا بھی صحیح نہ ہوگا۔

۴۔اعتکاف شہر کی جامع مسجد میں ہو۔

۵۔اس شخص سے اجازت لی ہوئی ہو جس سے اجازت لینا اعتکاف کے جائز ہونے میں شرط ہو۔

۶۔اعتکاف کے دورانیے کے شروع سے آخر تک تمام عرصہ مسجد میں گزارنا۔

اعتکاف کے احکام

اعتکاف بیٹھنے والے شخص کے لیے درج ذیل کاموں سے اجتناب کرنا ضروری ہے:

۱)عورتوں کے ساتھ جماع کرنا۔

۲)احوطِ وجوبی کی بنا پر استمناء کرنا۔

۳)لذت کے ارادے سے خوشبوئیں اور پھول سونگھنا۔

۴)خرید وفروخت کرنا، بلکہ مطلقاً کسی قسم کی بھی تجارت یا کاروباری لین دین کرنا۔ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب ان کاموں کے لیے مسجد نکلنا نہ پڑے جیسے موبائل بینکنگ۔لیکن اگر اِن کاموں کی خاطر مسجد سے باہر نکلنا پڑے تو ایسا کرنا حرام ہوگا۔

۵)۔اپنے وقار ومعیار کو بڑھانے کی غرض سے کسی دینی یا دنیوی کام کے لیے جانا۔

مسئلہ (۳۴۶): ظاہر یہ ہے کہ یہ حرام امور اعتکاف کو باطل کر دیتے ہیں۔ چاہے انہیں رات میں انجام دیا جائے یا دن میں۔

مسئلہ (۳۴۷): اگر واجب اعتکاف بیوی سے جماع کے ذریعے باطل ہو، اگرچہ رات میں ہو تو بھی کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔اور اقوی یہ ہے کہ اگر اعتکاف جماع کے علاوہ کسی کام سے باطل ہو تو کفارہ واجب نہیں ہوتا۔اگرچہ احوطِ مستحب ہے کہ ایسے موارد میں بھی کفارہ دیا ہے۔احوط کی بنا پر اعتکاف کا کفارہ، ظہار کے کفارے کے برابر ہے۔ (اور وہ بھی رمضان کے کفارے کی طرح دو ماہ کے روزے رکھ کر، یا ایک غلام آزاد کر کے، یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا کر دیا جاتا ہے۔یعنی ان تین قسم کے کفارہ جات میں سے کوئی بھی کفارہ دیا جا سکتا ہے۔)

***

کتاب الخمس

- مقدمہ در وجوب و آثارِ خمس ۔۔
- اَموالِ خمس ۔۔
- مستحقینِ خمس ۔۔
- روایاتِ تحلیل کا مضمون ۔۔
- خاتمہ در ذکرِ انفال ۔۔

خمس کا بیان

کن کن چیزوں میں خمس واجب ہوتا ہے؟

خمس درج ذیل چیزوں پر واجب ہے:

۱۔ اموالِ غنیمت:

اس سے مراد وہ اموال ہیں جو حربی کافروں سے جنگ کے ذریعے حاصل کیے جاتے ہیں کہ جب جنگ امام زمانہؑ کے اذن سے ہو۔ بلکہ اگر امامؑ کے اذن کے بغیر بھی کفار کے ساتھ جنگ ہو جائے تو اُن سے ملنے والے مال کا حکم یہی ہے۔ چاہے وہ جنگ اسلام کی دعوت کے ذریعے اُن پر مسلط کی جائے یا کفار اُن پر چڑھائی کریں تو وہ اپنے دفاع کے لیے اُن کے ساتھ جنگ کریں۔

۲۔ معدنیات:

زمین سے حاصل ہونے والی معدنیات پہ خمس واجب ہوتا ہے۔ جیسے سونا، چاندی، سیسہ، تانبا، عقیق، فیروزہ، یاقوت، سرمہ، نمک، تارکول، پٹرول اور گندھک وغیرہ۔ جو بات قابل توجہ ہے، وہ کسی چیز کو معدنیات میں سے کہا جانا ہے۔ چاہے وہ مائع ہو یا ٹھوس، چاہے زمین کے اوپر سے ملے یا زمین کھود کر اُسے نکالا جائے، چاہے مملوکہ زمین سے حاصل ہو یا مباح زمین سے۔ احوط واجب ہے کہ چونے اور نورے کو خواہ انہیں آگ میں ابھی نہ جلایا گیا ہو، اور چکی کے پتھر اور نہانے والی مٹی وغیرہ کو بھی اِن کے ساتھ ملحق کیا جائے۔ کہ جن کو زمین کہا جا سکے اور ان میں کوئی ایسی خاصیت پائی جاتی ہو جس سے استفادہ کیا جا سکتا ہو۔

۳۔ دفینہ/خزینہ:

اس سے مراد وہ مال ہے جسے کسی جگہ ذخیرہ کیا گیا ہو، چاہے زمین میں ہو یا دیوار میں یا کسی اور جگہ۔ یہ جس کو ملے اُسی کا ہوتا ہے، البتہ اِس پر خمس دینا واجب ہوتا ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کسی مسلمان کی ملکیت ہے۔ لہذا ایسی صورت اسے اِس کا مالک تلاش کر کے اُس تک یا اُس کے فوت شدہ ہونے کی صورت میں ورثاء کے پاس پہنچانا واجب ہے۔ بالفرض اُس کا مالک اور اُس کے ورثاء تلاش کے بعد بھی نہ ملیں تو وہ امام زمانہؑ یا اُن کے خاص یا عام نائب کا حصہ ہوتا ہے۔

۴۔ غوطہ خوری کرنا:

اِس سے مراد سمندر میں غوطہ زنی کر کے اُس سے موتی و جواہرت اور اِن دوسری غیر حیوان قیمتی چیزیں نکالنا۔

۵۔ وہ زمین جسے مسلمان سے کوئی ذمی کافر اپنی ملکیت میں لے:

احوط کی بنا پر ذمی کافر پہ خمس دینا واجب ہو جاتا ہے۔ زمین کے مملوکہ ہونے کے علاوہ اُس کے خالی اور ویران

ہونے یا زراعت ومکان وغیرہ کی زمین ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

۶۔ وہ حلال مال جو حرام کے ساتھ مخلوط ہو جائے:

یعنی وہ اس طرح مخلوط ہو کہ اسے حرام مال سے الگ کرنا، یا اس کی مقدار، یا اس کے مالکوں کو معلوم کرنا ممکن نہ ہو۔ پس جب ایسے مال سے خمس نکال کر اُسے حاکم شرعی تک پہنچا دیا جائے تو باقی مال حلال ہو جاتا ہے۔ احوطِ مستحب ہے کہ مال حاکم شرعی کے حوالے کرتے ہوئے ردِ مظالم اور خمس دونوں کا قصد کیا جائے۔ تاکہ وہ اِن دونوں عناوین میں استحقاق کو دیکھتے ہوئے اِس مال کو صرف کر سکے۔

لیکن اگر اُس کو مالِ حرام کی مقدار معلوم ہو مگر اس کے مالک کا علم نہ ہو تو اُسے چاہیے اسی مقدار کو صدقہ کرے۔ چاہے اُس سارے مال کا خمس حرام ومشتبہ مال کے برابر یا اِس کم یا اِس سے زیادہ بنتا ہو۔ احوطِ وجوبی ہے کہ ایسا کرنے سے پہلے حاکم شرعی سے اجازت لی جائے۔ کیونکہ حاکمِ شرعی کو اِس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ مصلحت دیکھ کر اِس خمس کی مکمل ادائیگی یا اس کا کچھ حصہ ادا کرنا ساقط کر دے۔

اگر وہ شخص حرام ومشتبہ مال کو معلوم کر لے مگر اُسے اُس کے مال کی مقدار کے بارے میں علم نہ ہو تو وہ دونوں باہمی مصالحت سے اس کام کو نمٹا سکتے ہیں۔ لیکن اگر مالک مصالحت پہ راضی نہ ہو تو کم سے کم مقدار اُس کے حوالے کرنے پر اکتفاء کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ احوطِ مستحب ہے کہ جس قدر زیادہ کا احتمال ہو اتنا ہی مال دیا جائے۔ احوط یہ ہے کہ اس کے باوجود بھی دعوی کا فیصلہ کرنے کے لیے حاکمِ شرعی کی طرف رجوع کیا جائے۔

اگر انسان کو مال کے مالک اور مقدار کا علم ہو جائے تو اِسے اُس تک پہنچانا واجب ہے۔ اس کی تعیین قرعہ یا باہمی رضامندی سے بھی ہو سکتی ہے۔

مسئلہ (۳۴۸): اگر انسان کو اُس مال کے کئی ایک مالکوں کا علم ہو تو اِسے اُس کی طرف سے صدقہ کیا جائے گا۔ احوطِ وجوبی ہے کہ ایسا حاکم شرعی کے اذن سے ہو۔

مسئلہ (۳۴۹): جب مالک کو ردمظالم میں صرف کرنے یا صدقہ کر دینے کے بعد اُس کا مالک ظاہر ہو جائے تو اگر ایسا حاکمِ شرعی کی اجازت سے کیا گیا ہو تو اِس کے ضامن نہ ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ اور اگر یہ کام حاکمِ شرعی کی اجازت کے بغیر کیا گیا ہو تو احوط یہ ہے کہ مال کو مالک کو راضی کیا جائے، اگرچہ احوطِ واجب کی بنا پر مالک کو چاہیے کہ اِسے معاف کر دے۔

مسئلہ (۳۵۰): جس حلال مال پہ خمس واجب ہو چکا ہو۔ اگر وہ حرام مال کے ساتھ مخلوط ہو جائے تو کل مال کا دو بار خمس دینا واجب ہے۔ پہلے حلال مال کا خمس دیا جائے اور پھر جو باقی بچے اُس سارے کا خمس دیا جائے۔ (مثلاً کسی کے پاس ۵۰۰ روپے حلال مال کے ہوں اور اُن پہ خمس واجب ہو جائے، پھر یہ مال حرام کے تین سو روپے کے ساتھ مخلوط ہو جائے تو پہلے پانچ سو کا خمس دیا جو حلال مال تھا۔ پھر جب پانچ سو روپے میں سے ایک سو روپیہ خمس نکل جائے گا اور باقی

چارسورہ جائیں۔اس کے بعدان چارسومیں تین سوحرام کے ملا کرسات سوہوں تو پھراُن سات سومیں سے دوبارہ خمس ادا کیا جائے گا جوکہ ۱۴۰ روپے بنتا ہے۔یوں مجموعی آٹھ سوروپے پر دودفعہ کا ملا کر ۲۴۰ روپے خمس بنے گا۔)

مسئلہ(۳۵۱):اگرحرام مال سے مخلوط مال میں خمس ادا کرنے سے قبل اُس کوضائع کرنے کی غرض سے تلف کیا جائے تو اِس عمل خمس ساقط نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ انسان کے ذمہ رہے گا کہ وہ مستحق لوگوں تک اُن کا حق پہنچائے۔یہی حال مجہول المالک مال کے استعمال کا ہے کہ جسے ضائع کرنے کی نیت سے استعمال کیا جائے۔یہ ردِمظالم کی طرح انسان کی گردن پہ رہتا ہے۔اگرانسان کواس کی مقررہ مقدار معلوم ہوتو اتنی ادا کرنا واجب ہے۔ورنہ کم سے کم احتمال پر بھی اکتفاء کیا جاسکتا ہے۔باقی مال دینا احتیاطِ مستحب کی بنا پر باقی رہتا ہے۔

۷۔وہ مال جوسال بھرکے اخراجات سے باقی بچ جائے:

صنعت،زراعت،تجارت،اجارات،مباح چیزوں پرمحنت کرنے سے انسان کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے اور جسے وہ خود پراوراپنے اہل وعیال پرصرف کرتا ہے۔ بلکہ احوطِ اقوی یہ ہے کہ اِس کا تعلق انسان کے ہراُس فائدے کے ساتھ جواُس کا مملوکہ ہو۔جیسے ہبہ،ہدیہ،انعام،وصیت سے ملنے والا مال،وقفِ عام اوروقفِ خاص کا منافع،وہ میراث جس کے ملنے کی توقع نہ ہواورخلع کا عوض۔اِن عناوین میں خمس اس وقت واجب ہوتا ہے کہ جب اِن پرملکیتی قبضہ حاصل ہوجائے ۔متوقع میراث جیسے طبقہ اُولیٰ کی میراث، بیوی کے مہر،اعضاء کی دیت اورمظالم کے تاوان میں خمس کے واجب ہونے میں تردد ہے۔

کیونکہ یہاں اِس بات کا شک ہے کہ اِن پرغنیمت اور فائدے کا نام صادق آسکتا ہے یانہیں۔ بالخصوص اِن میں سب سے آخری عنوان میں۔لہذا اِس تردد سے یہ شک پیدا ہوتا ہے کہ آیا فرمانِ معصومؑ میں جوعمومی کلیہ بیان ہوا وہ اِن موارد کوبھی شامل ہے یانہیں۔پس جب اصل تکلیف میں شک ہوتو وہاں اصالۃ البراءۃ جاری ہوتی ہے۔مگراس سب کے باوجود احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اِن سے بھی خمس نکالا جائے یاکسی زیادہ علم کا دعویٰ کرنے والے جامع شرائط مجتہد کی طرف رجوع کیا جائے۔مشہورفقہاء کے مطابق توان چیزوں سے خمس نکالنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ(۳۵۲):ظاہر یہ ہے کہ سال کے تمام ہونے کوولایت کے عنوان سے مکلف کے فائدے کے لیے قرار دیا جاسکتا ہے۔یعنی وہ ایک سال مکمل ہونے تک خمس کی ادائیگی موخرکرسکتا ہے۔اس سے زیادہ تاخیر جائزنہیں،مگر یہ کہ اس کے بارے میں ولیِ شرعی سے اجازت لے لی جائے۔ جہاں تک سال مکمل ہونے سے پہلے خمس کی ادائیگی کا مسئلہ ہے تو اِس میں کوئی مانع نہیں۔

مسئلہ(۳۵۳):وارثت میں ملنے والے مال پرخمس واجب نہیں ہوتا۔لیکن اِس کی درج ذیل دوشرطیں ہیں:

۱۔ مالک کی زندگی میں اُس مالِ میراث پہ خمس واجب نہ ہوا ہو۔مثلاًاگراُس کا خمس دیا جاچکا ہو،یا وہ میراث کے طور پر چلا آرہا ہو،یا مہر کا مال ہواُس کا خمس ادا کرنا واجب نہیں۔

۲۔ وہ متوقع ملنے والی میراث ہو۔اور وہ طبقہ اُولیٰ کی، یا شوہر و بیوی کی میراث ہے۔

سال کے اخراجات کی حد بندی

مسئلہ(۳۵۴): منافع سے جو اخراجات مستثنیٰ کیے جاتے ہیں اور اُن پر خمس واجب نہیں ہوتا وہ حسبِ ذیل دو قسم کے ہیں:

۱) منافع حاصل کرنے کے لیے صرف کیا جانے والا بنیادی سرمایہ: اس سے مراد وہ اموال اور وسائل ہیں جنہیں کسی کام سے منافع حاصل کرنے کے لیے صرف کیا جاتا ہے۔ جیسے سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے والے کی اجرت، کتابت کرنے والے کی مزدوری، چوکیدار کی تنخواہ، دکان کا کرایہ اور حکومتی ٹیکسز وغیرہ۔ کاروبار سے حاصل ہونے والے منافع سے یہ تمام چیزیں نکال کر باقی مال پہ خمس دیا جائے گا۔

مسئلہ(۳۵۵): منافع کمانے کی غرض سے جن جن وسائل و اموال کو صرف کیا جائے انہیں کاروبار کے منافع منہا کر کے باقی کا خمس دیا جائے گا۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ منافع اُسی سال حاصل ہو جائے جس سال وسائل صرف کیے ہوں یا اُس سے اگلے سال۔

۲) اہل خانہ کے اخراجات: اس سے مراد وہ مال ہے جسے انسان سال بھر میں اپنے اور اپنے گھر والوں کے اخراجات میں صرف کرتا ہے۔ کہ جو اُس کی شان اور حیثیت کے مطابق ہوں۔ اسی طرح وہ اموال بھی کہ جنہیں وہ صدقات، زیارات، ہدیے اور تحائف، اس کی شان کے مطابق انعامات و تحائف، اور مہمانوں کی خاطر مدارت پہ خرچ کیا جائے، اگر چہ مہمانوں پہ خرچ اس کی شان کے حساب سے مختلف ہو۔ بشرطیکہ وہ خود اُن کے موجود ہونے کا سبب نہ بنے۔ لیکن جو مال اُس نے اپنی شان کے مطابق مہمانوں پر خرچ کیا تو اُس میں سے خمس نکالنے کی شرط نہیں ہے۔

مسئلہ(۳۵۶): اخراجات میں انہیں اموال کو شمار کیا جائے گا کہ جو فعلاً صرف کر دیے گئے ہوں۔ نہ کہ انہیں بھی کہ جنہیں صرف کرنے کے لیے الگ رکھا گیا ہو۔ لہذا سال مکمل ہوتے ہی باقی بچنے والے اموال پر خمس واجب ہو جائے گا، اگر چہ وہ باقی رہ جانے والا مال صرف کرنے کے لیے ذخیرہ کیا گیا ہو۔

مسئلہ(۳۵۷): واجب ہے کہ انسان کے اخراجات اس حد تک شمار کیے جائیں جو معمول کے مطابق اور عرفی و اجتماعی طور پر اُس کی شان و حیثیت کے مطابق ہوں۔ لہذا اگر اُس کے اخراجات معمول کے حساب سے بڑھ کر ہوں تو اضافی اخراجات پر بھی خمس واجب ہو جائے گا۔ یہی حکم اُس صورت میں بھی ہے کہ جب مال صرف کرنے میں حماقت یا فضول خرچی سے کام لیا جائے۔ لیکن اگر وہ اپنی حیثیت کے حساب سے کم مال صرف کرے تو جتنا باقی بچے اُس پہ خمس واجب ہو جاتا ہے۔

مسئلہ(۳۵۸): جس کے پاس مال نہ ہو اُس کے اخراجات کے سال کا آغاز کام کے شروع کیے جانے کے دن

سے ہوگا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا حساب اُس دن کیا جائے جس دن منافع ملے۔ راجح، بلکہ واجب یہ ہے کہ اس حوالے سے لاپرواہی نہ کرے اور اپنے کام کے پہلے دن کو سال کا آغاز شمار کرے۔ لہذا جب بھی انسان تجارتی یا صنعتی یا زراعی، تعلیمی یا طبی یا کسی اور جائز کام کو شروع کرے تو وہ اس کے شرعی مالی سال کا آغاز ہوگا۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ خمس کے حساب کو پہلا منافع ملنے والے دن یا تسلسل کے ساتھ لین دین شروع ہونے تک موخر کیا جاسکتا ہے۔

پس جب اُس کے منافع کو سال گزر جائے اور وہ اپنی حیثیت کے مطابق اسے اپنی اور اہل خانہ کی ضروریات میں صرف کرے۔ اگر سال کے اخراجات پورے کرنے کے بعد منافع میں کچھ بچ جائے تو اُس پر خمس دینا واجب ہو جاتا ہے، چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔ چاہے وہ رقم کی صورت میں ہو یا منقولہ اور غیر منقولہ دیگر اشیاء کی صورت میں۔ (جیسے اجناس واموال وغیرہ)

مسئلہ (۳۵۹): یہاں جو چیز ضروری ہے وہ عرفاً سال کا پورا ہو جانا ہے۔ چاہے ہجری کیلنڈر کے مطابق ہو یا عیسوی کیلنڈر کے مطابق۔ یا کسی کیلنڈر کے بغیر جیسے دنوں اور ہفتوں کو شمار کرلیا جائے۔

مسئلہ (۳۶۰): اگر کسی شخص کا کوئی کام کاروبار نہ ہو اور اس کے اخراجات کوئی دوسرا شخص برداشت کرتا ہو، جیسے اُس کا والد یا اُس کا بیٹا، یا اس کا گزارا ہدیہ جات وصدقات وغیرہ پہ ہو۔ تو اُس کے سال کی ابتداء اُس روز سے ہوگی جس روز پہلی دفعہ اُس کے ہاتھ میں کوئی مال آیا ہو۔

لیکن اگر اُس نے اپنے سال کا کوئی آغاز معین نہ کیا ہو، تو جب وہ پہلی دفعہ خمس ادا کرے، اُس روز سے اُس کے آئندہ سال کے خمس کے حساب کا آغاز ہو جائے گا۔ لیکن اگر اُس کے پاس خمس دینے کے لیے اخراجات سے اضافی کوئی مال نہ بچتا ہو تو اُس کے سال کا آغاز نہ ہوگا حتی کہ اُسے اِضافی مال حاصل ہو جائے۔ پس جب اُس کے پاس سال کے اخراجات سے کوئی اضافی مال بچے تو اُس پر خمس ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر نہ بچے تو احوطِ مستحب ہے حاکمِ شرعی کے ساتھ اتفاق رائے سے اپنی مالی سال کے آغاز کا ایک دن مقرر کرلے۔

مسئلہ (۳۶۱): کوئی شخص اپنی کوتاہی یا لاعلمی کی وجہ سے چند سالوں تک خمس کے مسئلے سے غافل رہے۔ اور اُس نے اِن سالوں میں بہت سا منافع کمایا ہو اور اُس منافع سے ساز وسامان خریدے ہوں، گھر بنایا ہو، بینک میں منافع کی شرط پہ جمع کرایا ہو، اور اسی طرح کئی ایک منافع بخش جگہوں پر اپنا سرمایہ انویسٹ کیا ہو۔ پھر وہ ان منقولہ وغیر منقولہ اموال میں واجب ہونے والے خمس کی طرف متوجہ ہو تو اُس پر واجب ہے کہ اِن اموال واشیاء کا اور اُن تمام چیزوں کا جو اس نے خریدی ہوں یا تعمیر کی ہوں یا انویسٹمنٹ کی ہو، اُن سب کا خمس ادا کرے۔ سوائے اُس مال کے جسے اُس نے اپنی حیثیت کے مطابق سال بھر کی ضروریات ومصارف میں خرچ کیا ہو۔

لیکن اگر اُس نے مذکورہ بالا کاموں میں سے کوئی کام اپنی ضرورت کے لیے کیا ہو جیسے اپنی رہائش کے لیے گھر تعمیر کیا ہو، یا کوئی گاڑی وغیرہ خریدی ہو تو اُس پہ خمس نہیں ہوتا۔ اگرچہ اُس نے یہ چیزیں اپنے کاروبار کے سالانہ منافع سے

بنائی ہوں۔ البتہ درج ذیل دوصورتوں میں ان چیزوں پہ خمس واجب ہوسکتا ہے:

۱۔ جب اُس نے ان چیزوں کی قیمت اُس سال علاوہ مال سے بھی دی ہو۔ لہذا اُس نے خریداری والے سال کے علاوہ جو مال جمع کیا ہوا ہو اُس کا خمس ادا کرے گا۔

۲۔ جب خریدی ہوئی چیز خریدنے کے بعد ایک سال تک بے کار پڑی رہے اور اسے استعمال میں نہ لایا جائے۔

مسئلہ(۳۶۲): وہ چیز سال کے اخراجات میں شمار ہوتی ہے جو پوری استعمال ہوئی ہو یا پوری استعمال نہ ہوئی ہو ۔لیکن آدمی کی ملکیت کا اس کی شان وحیثیت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ جیسے عورت کے زیورات، دینی عالم یا طالب کی کتابیں یا اس کی قدر وحیثیت کے مطابق دیگر چیزیں۔ اِسی طرح وہ آلات اور ساز وسامان بھی سال کے اخراجات میں شامل ہے کہ جو ضرورت کے اوقات میں کام آتے ہوں۔ جیسے آگ بجھانے کا آلہ، قالین، مہمانوں کے استعمال کے لیے برتن یا اُن کے لیے مختص کیا ہوا خیمہ یا کمرہ اور بچوں کو سکول یا بازار لے جانے کے لیے گاڑی وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں انسان کی ضروریات میں شامل ہیں۔ اگرچہ انہیں ہر وقت استعمال نہ کیا جائے۔ مگر جو چیز انسان کی اجتماعی حالت یا ضرورت سے بڑھ کر ہو اُس میں (سال گزرنے پر) خمس واجب ہوجائے گا۔

مسئلہ(۳۶۳): اگر انسان کی خریدی ہوئی گندم، جو، گھی، چینی، چائے اور دوسری روزمرہ استعمال کی چیزیں اُس کے سال بھر کے اخراجات سے زیادہ ہوں تو اُن کا خمس نکالنا واجب ہے۔ لیکن وہ سامان جس کی پہلے ضرورت ہو اور بعد میں اس کی ضرورت نہ رہے، بشرطیکہ اس کی عین باقی رہے تو ظاہر یہ ہے کہ اس پر خمس واجب نہیں ہوگا کہ اُسے ایک سال استعمال کرنے کے بعد اس کی ضرورت ختم ہوجائے۔ کیونکہ اب اگرچہ وہ اس کے سالانہ اخراجات سے اضافی ہے، مگر اُسے سال کا منافع نہیں کہا جاسکتا۔ جیسے عورت کے زیورات، کہ جن کی بڑھاپے کی عمر میں اُسے ضرورت نہیں رہتی اور وہ لباس جو کسی شخص کی خاص مناسبت یا اُس کے ماپ کا بنایا گیا ہو۔ لیکن اگر اُس کو سال کے ایک خاص حصے میں ان کی ضرورت نہ رہے، جیسے موسم گرما اور موسم سرما کے کپڑے اور قالین اور خاص دنوں کے مہمانوں جیسے زائرین امام حسین علیہ السلام کے استعمال کی خاطر مہیا کی گئی اشیاء، تو ظاہر یہ ہے اِن میں بھی خمس واجب نہیں۔ اِن صورتوں کے علاوہ خمس واجب ہوجائے گا۔

اَحکامِ منافع

مسئلہ (۳۶۴): اگر کوئی شخص تجارت کی غرض سے کوئی چیز خریدے اور سال کے دروان اس کی قیمت بڑھ جائے مگر وہ غفلت یا قیمت کے مزید بڑھنے یا کسی اور وجہ سے اُسے فروخت نہ کرے۔ اور سال کے تمام ہونے پر اس کی قیمت دوبارہ وہی ہو جائے جس پر اُس نے وہ چیز خریدی تھی تو اُس پر دوران اضافہ ہونے والی قیمت کا خمس واجب نہیں، لیکن اگر وہ اضافہ سال کے آخر تک باقی رہے تو اُس اضافے کا خمس واجب ہوگا۔ خواہ وہ اسے فروخت نہ بھی کرے، بلکہ اگر اتفاق سے سال کے بعد اس کی قیمت نیچے آجائے تو بھی خمس واجب ہوگا۔

مسئلہ (۳۶۵): قرض کی ادائیگی کرنا انسان کے اخراجات کا حصہ شمار ہوتا ہے۔ جبکہ اُسے اپنے اخراجات پہ صرف کیا گیا ہو۔ خواہ اُسے لیتے وقت یہ قصد ہو یا نہ ہو۔ چاہے قرض منافع کے سال میں لیا ہو یا اِس سے پہلے سال میں۔ خواہ اس سے قبل وہ قرض ادا کرنے کے قابل تھا یا نہ۔ ہاں! اگر وہ سال کے گزر جانے تک اپنا قرضہ ادا نہ کرے تو اُس کے پاس باقی بچنے والے مال پر خمس واجب ہو جاتا ہے۔ اس میں قرض کی ادائیگی کی مقدار کو مستثنیٰ نہیں کیا جائے گا۔ چاہے اُس کے پاس قرض کو موخر کرنے کا کوئی عذر موجود ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ (۳۶۶): اگر کسی پر خمس واجب ہو اور وہ اُس کی ادائیگی میں تاخیر کرے تو اُس پر چند باطل اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اُن میں سے بعض یہ ہیں:

۱) جس چیز پر خمس واجب ہو جائے اِنسان کے لیے اس میں تصرف کرنا، جیسے اُسے کھانا پینا، یا پہننا، یا اُس میں رہائش رکھنا وغیرہ تمام امور حرام ہو جاتے ہیں۔

۲) اِس تصرف کی وجہ سے اس کے لیے اجرت مثل ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ جو مستحق لوگوں کے خمس کے مال کے حساب سے ہوتا ہے۔

۳) جو معاملات اور لین دین ایسے اموال سے کیے جاتے ہیں۔ وہ چار حصوں تک تو صحیح ہوتا ہے، مگر پانچویں صحیح نہیں ہوتا کہ جو خمس کا حصہ ہوتا ہے۔ انسان ایسی چیزوں کی پوری قیمت وصول نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ وہ خمس کی ادائیگی سے قبل چیز کو خریدنے والے کے ہاتھ میں بھی نہیں دے سکتا۔ مگر یہ کہ اُسے اِس کے متعلق آگاہ کرے اور اُسے یقین دہانی کرائے کہ جلد اپنا شرعی فریضہ انجام دے دے گا۔

۴) اُس سے جو منافع حاصل ہوتا ہے وہ خمس کے مستحق افراد کا ہوتا ہے، نہ کہ مالک کا۔

۵) اگر کوئی شخص خمس ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو اُس کے وارثوں پر واجب ہوتا ہے کہ اُس کے ترکے کو آپس میں تقسیم کرنے سے پہلے اُس کا خمس اور دوسرے قرضے ادا کریں۔

مسئلہ(۳۶۷): جوعورت کمائی کرتی ہو اُس پر خمس ادا کرنا واجب ہے، اگر چہ اُس کی کفالت شوہر کرتا ہو۔ اُس کے منافع سے وہ مال مستثنیٰ نہیں کیا جائے گا جو اُس کا شوہر اُس پہ صرف کرتا ہے۔ بلکہ یہی حکم اُس صورت میں بھی ہے کہ جب وہ کمائی نہ کرے اور اُسے اپنے شوہر یا کسی اور مثلاً والدین سے کوئی منفعت حاصل ہو۔ پس ایسی صورت میں سال کے آخر میں اُس پر خمس نکالنا واجب ہو جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ہر انسان کو چاہیے کہ سال کے آخر میں اپنا حساب کرے، اگر اُس کے پاس کام و کاروبار کے منافع یا کسی اور حوالے کوئی چیز باقی بچے تو اُس کا خمس ادا کرے، چاہے وہ چیز کم ہو یا زیادہ، چاہے وہ شخص خود کمائی کرتا ہو یا نہ۔

مسئلہ(۳۶۸): اگر کوئی شخص اپنے مال کا خمس کبھی نہ دیتا ہو اور وہ مال اُس نے ایک دوسرے شخص کو بخش دیا ہو۔ تو جسے مال بخشا گیا ہے اُس پر خمس ادا کرنا واجب نہیں ہوتا کہ جب وہ اپنے معمول کے مطابق سال میں ایک دفعہ خمس دیتا ہو۔ اور مال بخشنے والے کی بخشش اُس کے سالانہ منافع کا حصہ شمار ہو۔ لیکن اگر ہبہ کا مال ابھی مالک کے پاس اور اُسے سال گزر جائے تو اُس پر خمس دینا واجب ہو جاتا ہے۔ لہذا ایسی صورت میں ہبہ لینے والے پر واجب ہے کہ فوراً اُس کا خمس دے تاکہ ہبہ دینے والے کا فریضہ ادا ہو جائے۔ لیکن اگر ہبہ لینے والے کا سالانہ خمس ادا کرنے کا کوئی معمول نہ ہو تو وہ اپنے اموال اس کے ساتھ ملا کر سب کا خمس دے گا۔ کیونکہ اِس ہبہ کے ملنے سے اُس کے سارے مال کا خمس واجب ہو جائے گا۔

مسئلہ(۳۶۹): جو شخص ایک معمول کے مطابق اپنا سالانہ خمس ادا کرتا ہو اور اپنے اس شیڈول کو تبدیلی کرنا چاہتا ہو۔ مثلاً وہ اُسے اپنی مقررہ تاریخ سے پہلے یا بعد میں ادا کرنا چاہتا ہو۔ چنانچہ اگر اس کا ارادہ پہلے کا ہو تو وہ یہ کر سکتا ہے کہ اپنی مالی حالت کو دیکھتے ہوئے سابقہ تاریخ سے قبل کسی مناسب وقت پہ خمس ادا کرے۔ پھر یہ تاریخ اُس کے سال نیا وقت بن جائے گی۔ اس کے لیے انسان کو حاکم شرعی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر وہ اپنا خمس سابقہ مقررہ تاریخ سے موخر کرنا چاہے تو اِس کے لیے اُسے حاکم شرعی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ پس اگر وہ اسے موخر کرے اور تاخیر کے عرصے تک اپنے ذمہ تمام واجب الاداء خمس دے تو اس کے سال کا آغاز تاخیرہ شدہ مدت سے ہو جاتا ہے۔

مسئلہ(۳۷۰): ہر انسان پہ واجب ہے کہ سال کے آخر میں جو مال اُس کے اخراجات سے اضافی بچ جائے اُس کا خمس ادا کرے۔ جنہیں اُس نے اپنی ضرورت و استعمال کے لیے گھر میں جمع کیا ہوا ہو۔ مثلاً چاول، آٹا، گندم، جو، چینی، چائے، پٹرول، ایندھن، کوئلہ، گھی اور شربت وغیرہ گھر کے دیگر ساز و سامان۔ کہ جنہیں سال کے آخر تک استعمال نہ کیا گیا ہو، اسی طرح وہ زیورات اور کتابیں جو اس کی اجتماعی حیثیت سے زیادہ ہوں، نیز وہ ملبوسات، بچھونے اور برتن جو اُس کی ضرورت سے زیادہ ہوں۔

مسئلہ(۳۷۱): اہل ایمان کا اس شخص کے ساتھ مضاربہ کر کے مال لینے میں کوئی حرج نہیں کہ جو خمس ادا نہ کرتا ہو۔ اسی طرح ایسے شخص سے قرض لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اور نہ ہی قرض لینے کی صورت میں اِس پر خمس دینا واجب ہوتا

ہے۔ یہ حکم اُن تمام امور میں جاری ہوتا ہے کہ جو معاشرے میں رائج ہوتے ہیں۔ جیسے ماہانہ یا ہفتہ وار کمیٹی اکٹھی کرنا، یا قرعہ اندازی کر کے جمع شدہ مال ایک شخص کو دینا وغیرہ۔ ہاں! اگر خمس کا تعلق اُس مال سے ہو جو انسان کے پاس پہنچے، مثلاً وہ انسان کے اخراجات سے زائد ہو اور اُس پر سال گزر گیا ہو تو اُس کا خمس ادا کرنا اور اُسے دینے والے کی طرف پلٹانا واجب ہے۔

مسئلہ (۳۷۲): اگر کسی خاندان کا سربراہ خمس ادا نہ کرے یا اُس کے پاس کوئی ایسا مال آجائے جس کے مالک کا علم نہ ہو اور وہ اِسے شرعی طور پر اپنے قبضے میں نہ لے سکتا ہو۔ تو ایسی صورت میں اگر خاندان کے کسی فرد کے لیے ممکن ہو کہ وہ اپنے تصرفات خود انجام دے تو یہی اُس کا وظیفہ ہے۔ لیکن اگر وہ انہی حالات میں گزارا کرنے پر مجبور ہو تو اُس پر واجب ہے کہ حاکمِ شرعی کی طرف رجوع کرے اور اُس سے اپنے فریضے کے متعلق دریافت کرے۔ تاکہ اُس کے تصرفات و مصرف حلال ہو۔

مسئلہ (۳۷۳): زمین کا حجم یا وسعت جو بھی ہو وہ اُس وقت صاحبِ قبضہ کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتی جب تک غیر آباد پڑی رہے اور وہ شخص اُس پہ کوئی کام نہ کرے۔ یا اُس کی طابو (جنگل) میں کوئی مملوکہ زمین ہو۔ البتہ اُس رقم پہ خمس ہو گا جو اُس کے عوض کے طور پر سابقہ مالک کو دی جائے۔ اس کے لیے یہ کافی نہیں کہ انسان کا سالانہ خمس کی ادائیگی کا کوئی دن مقرر ہو۔ اِس سے چند امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) اِس کا خمس دینا واجب نہیں ہوتا۔

(۲) یہ میراث نہیں بن سکتی۔

(۳) اس کی فروخت اور ہبہ وغیرہ کا معاملہ باطل ہوتا ہے۔ البتہ اُس کی عرفی قیمت لینے کی کوئی فقہی صورت نکل سکتی ہے۔

خمس کے مستحقین اور اُس کا مصرف

غیبت کے زمانے میں سارے کا سارا خمس جامع الشرائط فقیہ کو دیا جائے گا تا کہ وہ اُسے اس کے متعلقہ موارد میں صرف کرے۔ کیونکہ مجتہد جامع الشرائط امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا نائبِ عمومی ہوتا ہے۔ لہذا فقیہ کو چاہیے کہ وہ اس مال سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِامجد سرکارِ عبدالمطلبؑ کی اولاد، یعنی سادات کرام کی ضروریات کو پورا کرے۔ اِس سے مراد وہ ہیں جو باپ کی طرف سے اُن سے نسبت رکھتے ہوں۔

احوط کی بنا پر فقیہ کو چاہیے کہ وہ اِس مال کا نصف سادات کرام پہ صرف کرے، جیسا کہ دسویں پارے کی پہلی آیت کی تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ اس کے پہلے تین حصے امام زمانہؑ ہیں اور دوسرے تین حصے حضرت عبدالمطلبؑ کے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے ہیں۔ بہرحال ایک فقیہ کو اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی ذمہ داری کیا بنتی ہے۔

اِس آیت کی روشنی میں خمس کے دو حصے بنتے ہیں: سہم امام اور سہم سادات۔ اگرچہ مشہور یہی ہے لیکن ہماری نظر میں صحیح بات وہی ہے جو ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ سارے کے سارا خمس جامع الشرائط فقیہ کو دینا چاہیے۔ وہ اپنی ذمہ داری سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔

مسئلہ (۳۷۴): خمس کا نصف سادات پر صرف کرنے کے بعد جو باقی بچتا ہے اُسے مستقل طور پر اپنی ملکیت میں لینا جائز نہیں۔ بلکہ واجب ہے کہ اُسے حاکمِ شرعی کے سپرد کیا جائے یا مستحق افراد پر خرچ کرنے کے لیے اُس سے اذن لیا جائے۔ لیکن اگر حاکمِ شرعی مالک سے اُس کا مطالبہ کرے تو مالک پر دینا واجب ہے۔ ہماری طرف سے مومنین کو اجازت ہے کہ اپنے خمس میں سے ایک تہائی سادات اور غیر سادات محتاجوں پہ صرف کر سکتے ہیں۔

***

کتاب الزکوٰۃ

- مقدمہ۔۔
- زکوٰۃ کے وجوب کی عمومی شرائط۔۔
- نقود اور رائج الوقت سکوں کی زکوٰۃ ۔۔
- مستحقین کے اوصاف و اصناف ۔۔
- زکوٰۃِ فطرہ۔۔

زکوۃ کا بیان

زکوٰۃ اُن ارکان میں سے ایک ہے جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے۔ اس کا واجب ہونا ضروریاتِ دین میں سے ہے لہذا جو اِسے واجب نہ سمجھے وہ کافر ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اِس عمل سے رسالت کی تکذیب کرتا ہے۔

زکوٰۃ کے واجب ہونے کی عمومی شرائط

زکوٰۃ کے واجب ہونے کی عمومی شرائط یہ ہیں:

۱۔ بالغ ہونا۔

۲۔ عقل مند ہونا۔

۳۔ زکوٰۃ ادا کرنے کی استطاعت کا حامل ہونا۔

۴۔ مال کا مالک ہونا۔

کن کن چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟

بنابر مشہور نو چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے:

دو قسم کی کرنسی:

۱، ۲۔ سونا اور چاندی۔ جو رائج الوقت سکوں کی صورت میں ہوں۔

تین قسم کے جانور:

۳۔ اُونٹ۔

۴۔ گائے۔

۵۔ بھیڑ، بکری۔

چار قسم کے غلات:

۶۔ گندم۔

۷۔ جو۔

۸۔ کھجور۔

۹۔ کشمش۔

لیکن اہلِ بیتِ عصمتؑ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزیں ان کی نسبت زیادہ وسیع ہوں اُن پر بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ لہذا اِس کے تین اور موارد بھی ہیں جو کہ یہ ہیں:

۱۔ وہ تمام اَناج جن کی ماپ تول کی جائے اور جو زمین سے پیدا ہوں۔ جیسے چاول، مسور اور ماش۔ لیکن اگر اِن چیزوں سے تجارت کی جائے تو اُس کا حکم تیسرے نکتے میں آ رہا ہے۔

۲۔ وہ تمام تر کرنسیاں جنہیں رکھے ہوئے سال گزر جائے اور انہیں کہیں صرف نہ کیا جائے۔ جیسے دینار، ڈالر اور یورو وغیرہ۔

۳۔ وہ سامانِ تجارت جسے انسان قیمت بڑھنے کے انتظار میں محفوظ رکھے، اور اُسے ایک سال کا عرصہ گزر جائے۔ جس میں اُسے قیمت خرید سے زیادہ منافع کی پیش کش کی گئی ہو۔ لیکن وہ اُسے مزید منافع حاصل کرنے کی خاطر ذخیرہ کیے رہے۔

جانوروں کی زکوٰۃ

مذکورہ بالا تین قسم کے جانوروں کی زکوٰۃ درج ذیل شرائط کے موجود ہونے کی صورت میں واجب ہوتی ہے:

پہلی شرط: نصاب کا پورا ہونا

اونٹ میں بارہ نصاب ہیں:

۱۔ پانچ اُونٹ۔ اِن پر ایک بکری زکوٰۃ بنتی ہے۔

۲۔ دس اُونٹ۔ اِن پر دو بکریاں زکوٰۃ بنتی ہیں۔

۳۔ پندرہ اُونٹ۔ اِن پر تین بکریاں زکوٰۃ بنتی ہیں۔

۴۔ بیس اُونٹ۔ اِن پر چار بکریاں زکوۃ بنتی ہیں۔

۵۔پچیس اونٹ۔اِن پر پانچ بکریاں زکوۃ بنتی ہیں۔

٦۔چھبیس اُونٹ۔اِن پر اونٹ کا ایسا بچہ زکوۃ بنتا ہے جو دوسرے سال میں داخل ہو۔

۷۔چھتیس اونٹ۔اِن کی زکوہ ایک ایسا اونٹ ہے جو تیسرے سال میں داخل ہو۔

۸۔چھیالیس اونٹ۔اِن کی زکوۃ ایسا اونٹ ہے جو چوتھے سال میں داخل ہو۔

۹۔اکسٹھ اونٹ۔اِن پر زکوۃ ایسا اونٹ ہے جو پانچویں سال میں داخل ہو۔

۱۰۔چھہتر اونٹ۔اِن پر زکوۃ ایسے دو اونٹ ہیں جو تیسرے سال میں داخل ہوں۔

۱۱۔اکانوے اونٹ۔اِن پر زکوۃ ایسے دو اونٹ ہیں جو چوتھے سال میں داخل ہوں۔

۱۲۔ایک سو اکیس اونٹ۔اِن میں ہر پچاس پر ایسا اونٹ دینا واجب ہوگا جو چوتھے سال میں اور ہر چالیس ایسا اونٹ دینا واجب ہوگا جو تیسرے سال میں ہو۔[1]

مسئلہ (۱۷۵۳): گائے کے دو نصاب ہیں:

۱۔تیس گائے۔اِن پر ایسا گائے کا بچہ زکوۃ بنے گا جو دوسرے سال میں داخل ہو۔

۲۔چالیس گائے۔اِن کی زکوۃ ایسی بچھیا ہے جو تیسرے سال میں داخل ہو۔

مسئلہ (۱۷۶۳): بھیڑ بکری میں پانچ نصاب ہیں:

۱۔چالیس بھیڑیں یا بکریاں۔اِن پر ایک بکری زکوۃ میں دینا واجب ہوتی ہے۔

۲۔ایک سو اکیس۔اس میں دو بکریاں زکوۃ بنتی ہیں۔

---

[1] وضاحت: یعنی اگر اونٹوں کی تعداد ایک سو اکیس یا اِس سے زیادہ ہو تو اُن کی زکوۃ دو طریقوں سے دی جاسکتی ہے کہ اُن کے پچاس پچاس کے جوڑے بنالیے جائیں یا چالیس چالیس کے۔ہر پچاس پر ایک ایسا اونٹ واجب ہوگا جو چوتھے سال میں داخل ہو۔اور ہر چالیس پر ایسا اونٹ دینا ہوگا جو تیسرے سال میں داخل ہو۔اب فرض کریں اونٹوں کی مجموعی تعداد ۱۲۱ ہے۔اگر اس کے پچاس کے جوڑے بنائیں تو دو جوڑے بنیں گے۔اور ۲۱ اُونٹ باقی رہ جائیں گے۔دو جوڑوں پر ایسے اونٹ واجب ہوں جائیں گے جو چوتھے سال میں داخل ہوں۔اور باقی ۲۱ اونٹوں پر چوتھا نصاب (بیس اونٹوں والا) لگے گا جس پر چار بکریاں زکوۃ بنتی ہیں۔پھر ایک اونٹ باقی بچ جائے گا اُس پر کوئی زکوۃ نہ ہوگی۔

اگر ۱۲۱ اُونٹوں کے چالیس کے جوڑے بنائے جائیں تو تین جوڑے بنیں گے جن پر تین ایسے اونٹ زکوۃ بنیں گے جو تیسرے سال میں داخل ہوں۔اور باقی ایک اونٹ بچ جائے گا، اُس پر کوئی زکوۃ نہ ہوگی۔ (از مترجم)

۳۔ دوسوایک۔ اِن پر تین بکریاں زکوۃ بنتی ہیں۔

۴۔ تین سوایک۔ اِن پر چار بکریاں زکوۃ میں دیناواجب ہے۔

۵۔ چارسواور اِس سے اوپر۔ اِن میں ہر سو بھیڑوں یا بکریوں پر ایک بکری دیناواجب ہوتی ہے۔

جوتعداد پہلے نصاب سے کم ہواس پر کچھ واجب نہیں اور نہ دونصابوں کی درمیانی تعداد پر کچھ واجب ہے۔

دوسری شرط: یہ پوراسال اپنے غذا باہر سے کھائیں

مذکورہ بالا تین قسم کے جانوروں پر زکوٰۃ واجب ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ سارا سال اپنی خوراک باہر سے کھائیں، مثلاً انہیں جنگلات و چراگاہوں میں چھوڑ دیا جاتا ہواور یہ وہاں سے گھاس پھوس کھا کر اپنا پیٹ بھریں اوران کے مالک کوان کا چارہ مہیا کرنے کے لیے زیادہ تگ ودو نہ کرنا پڑے۔ لیکن اگر اُن کا مالک ان کے چارے و پانی کا خود بندوبست کرے تو اس صورت میں اِن پر زکوۃ نہیں ہوگی۔

تیسری شرط: وہ جانورکسی کام میں استعمال نہ کیے جاتے ہوں

اگر سال کا کچھ حصہ بھی ان جانوروں سے بار برداری یا کوئی دوسرا کام مثلاً ہل چلانے اور کھیتی کو سیراب کرنے وغیرہ کا کام لیا جاتا ہوتو ایسے جانوروں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ یہ فتوی مشہور فقہاء کا ہے۔ لیکن میری نظر صحیح یہ ہے کہ ایسے جانوروں پر بھی زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ ہاں اگر یہ مالک کا تیارشدہ چارہ کھاتے ہوں تو اُس صورت میں اُن پر زکوۃ واجب نہ ہوگی۔

چوتھی شرط: ان پر پوراسال گزرجائے۔

یعنی اُن جانوروں ایک قمری سال پورا گزرجائے۔

کرنسی کی زکوٰۃ

زکوٰۃ صرف قدیم زمانے میں رائج سونے اور چاندی کے سکوں پر ہی نہیں، بلکہ ہر دور کے رائج سکے پرواجب ہوجاتی ہے۔ جیسے دینار، ڈالر، جنیہ، یورواور ریال وغیرہ۔ بشرطیکہ انہیں ذخیرہ کیے ہوئے سال گزرگیا ہو، انہیں وہاں سے اٹھا کر استعمال نہ کیا گیا ہواوران کی مقدار نصاب کو پہنچ جائے۔

مسئلہ (۳۷۷): جو رقوم کسی خاص مصرف میں لگانے کے لیے دی گئی ہوں اُن پر زکوٰۃ واجب

نہیں ہوتی ۔ اگرچہ ان کی مقدار نصاب کو پہنچ جائے اور انہیں رکھے ہوئے سال گزر جائے ۔ کیونکہ اِس میں زکوۃ کے واجب ہونے کی بعض شرطیں پوری نہیں ہوتیں ۔ جیسے اصل مال پر سال کا گزرنا، نہ کہ اس کے سٹاک پر۔

مسئلہ (۳۷۸): کرنسی کی زکوۃ میں درج ذیل امور شرط ہیں:

ا۔نصاب ۔سونے کا نصاب بیس دینار ہیں ۔ اِس پر آدھا دینار زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ دینار مثقال صیرفی کے چوتھے حصے کے تین گنا ہوتا ہےاور 3.35 گرام کے برابر ہوتا ہے۔

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہیں اور اِس پر پانچ درہم زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ پھر اِس سے اوپر جتنے درہم ہوں، ہر چالیس درہم پر ایک درہم زکوۃ واجب ہوگی۔

۲۔ درہم چاندی کا اور دینار سونے کا ہواور رائج الوقت سکے کی صورت میں ہوں۔

۳۔ مال پر سال کا گزر جانا ۔ کرنسی پر زکوۃ کے واجب ہونے یہ شرط ہے اسے رکھے ہوئے بارھواں مہینہ شروع ہو چکا ہو۔ پس جیسے ہی سال مکمل ہوا اس پر زکوۃ ادا کرنا واجب ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اُن شرائط کا موجود ہونا بھی ضروری ہے کہ جو دوران سال اس مال میں ہونا مطلوب ہوتی ہیں۔

غلات کی زکوٰۃ

اُن تمام غلات اور اجناس پہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جن کی ماپ تول کی جاتی ہے۔ ہمارا یہ فتوی مشہور فقہاء کی رائے سے مختلف ہے۔ کیونکہ وہ صرف گندم، جو، کھجور اور کشمش میں زکوٰۃ واجب سمجھتے ہیں۔

مسئلہ (۳۷۹): غلات میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے دو امر شرط ہیں:

اوّل: نصاب کا پورا ہونا۔ جو کہ آج کے دور میں معروف پیمانے کے مطابق ۸۴۷ کلو (۲۱ من سات کلو) بنتا ہے۔

دوم: جس وقت زکوٰۃ کے واجب ہونے کا حکم عائد ہو اُس وقت غلات کا انسان کی ملکیت میں ہونا۔ چاہے اُس نے خود کاشت کاری کی ہو یا زکوٰۃ کا حکم عائد ہونے سے پہلے کاشت کی ہوئی زراعت کو

خریدا ہو یا میراث یا کسی اور طریقے سے اپنی ملکیت بنایا ہو۔

مسئلہ (۳۸۰): غلات کی زکوٰۃ اُن کا دسواں حصہ ہوتی ہے کہ جب زراعت، اشجار اور کھجوروں کو جاری پانی سے سیراب کیا گیا ہو، جیسے چشموں اور نہروں کا پانی کہ جن کے ذریعے سیرابی پر کوئی فالتو اخراجات نہیں کرنے پڑتے۔ جیسے انجن یا الیکٹرک موٹر وغیرہ سے پانی کھینچنا۔ یا آسمان سے برسنے والی بارش کے پانی سے، یا جڑوں کے زمین سے نمی حاصل کرنے سے۔ جیسا کہ بعض علاقوں اور زمینوں میں ایسا ہوتا ہے۔لیکن اگر زراعت کو انجن یا پانی کے ڈول کھینچ کر یا کسی اور جدید طریقے سے سیراب کیا جائے تو اس پر آمدن کا بیسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اَموالِ تجارت کی زکوٰۃ

اَموال تجارت سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں انسان سرمایہ اور منافع حاصل کرنے کے لیے جمع کرتا ہے۔ یہ رقوم سے ہٹ کر ہے۔ کیونکہ اُن کا عنوان الگ ہے۔

مسئلہ (۳۸۱): اموال تجارت میں اڑھائی فیصد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اِس کی حسب ذیل شرائط ہیں:

۱۔ جس چیز کو سرمایہ کاری کرنے اور منافع حاصل کرنے کے ارادے سے اپنی ملکیت میں لیا ہو اُس پر سال کا گزر جانا۔

۲۔ پورا سال انسان کا اپنے ارادے پر قائم رہنا۔ لہذا اگر انسان سال کے دوران اُس چیز کو ذاتی استعمال میں لانے کا ارادہ کرے تو اُس پر زکوۃ واجب نہ ہوگی۔

۳۔ تمام سال اس چیز کی اصل قیمت یا منافع پر فروخت کی مانگ باقی رہے۔ لہذا اگر اس کی قیمت گر جائے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

۴۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کا مال نصاب کی حد تک پہنچنا شرط ہے۔ اور اِس میں سونا یا چاندی میں سے کسی ایک کے نصاب کو مدِنظر رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن اِس پر کوئی کامل دلیل موجود نہیں ہے۔ لہذا روایات کے شرط سے خالی ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اِس میں نصاب کی شرط نہ رکھی جائے۔ اور احوط بھی یہی ہے۔

مستحقینِ زکوٰۃ کی اقسام

آٹھ قسم کے لوگ زکوٰۃ لینے کے حق دار ہیں:

(۱)فقیر،(۲)مسکین:

یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس اپنی حیثیت کے مطابق اپنا اور اپنے اہل خانہ کا سال کا خرچ موجود نہ ہو۔اہل خانہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی کے زیرِکفالت ہوں۔لہذا اہل خانہ سے انسان کے صرف بیوی و بچے مراد نہیں۔ بلکہ مہمان اور دوسرے لوگ بھی اس میں شامل ہیں جن کی کفالت وتربیت کی اُس نے ذمہ داری لی ہو۔

(۳)عاملین:

یہ وہ افراد ہیں جنہیں زکوٰۃ جمع کرنے اور اُس کا حساب کتاب کر کے امامؑ یا نائبِ امام یا مستحق افراد تک پہنچانے کے کام پر رکھا جاتا اور انہیں اس کام کی اجرت دی جاتی ہے۔اُن کا کام آج کے دور میں ٹیکسز جمع کرنے والے افراد کے کام کی طرح ہوتا ہے۔

(۴)مؤلفۃُ القلوب:

اِس سے مراد وہ اہل اسلام ہیں جن کا دینی معارف کی بابت اعتقاد کمزور ہوتا ہے۔لہذا انہیں مال زکوۃ میں سے کچھ حصہ دیا جاتا ہے تاکہ وہ دین اسلام کو اپنے حق میں بہتر سمجھیں اور اِس پر ثابت قدم رہیں۔یا اِس سے مراد وہ کافر ہیں جنہیں زکوٰۃ دینا اُن کے اسلام کی جانب مائل ہونے یا دوسرے کافروں کے خلاف جہاد کی صورت میں مسلمانوں کی معاونت کا سبب بنے۔

(۵)غلام:

اس سے مراد وہ مکاتبہ غلام ہیں جو اپنی مطلق یا مشروط لکھی ہوئی قیمت ادا کرنے سے عاجز ہوں۔ پس انہیں زکوٰۃ سے مدد دی جائے گی تاکہ جو مال ان کے ذمہ ہے وہ اسے ادا کر دیں۔ نیز وہ غلام بھی کہ جنہیں بہت زیادہ سختی کا سامنا ہو،انہیں زکوۃ کے مال سے خرید کر آزاد کیا جائے۔ بلکہ مطلقاً جو بھی غلام ہو اسے آزاد کرنا کہ جب زکوۃ کا کوئی دوسرا مستحق نہ ملے۔ بلکہ اظہر کی بنا پر مطلقاً غلام آزاد کرنا،خواہ کوئی دوسرا مستحق

موجود ہو یا نہ ہو۔

(۶) مقروض:

یہ وہ لوگ ہیں جن پر دوسرے لوگوں کا قرض ہو اور وہ اُسے بروقت ادا کرنے سے عاجز ہوں ۔ چاہے وہ اپنے سال کے دوسرے اخراجات پاس رکھتے ہوں یا نہ۔ اِس صرف یہ شرط ہے کہ انہوں جو قرض لیا ہوا سے گناہ کے کام میں استعمال نہ کیا ہو۔

(۷) فی سبیل اللہ:

اِس سے مراد اچھائی اور نیکی کے تمام امور ہیں ۔ جیسے راستے ، پل ، درس گاہیں اور مساجد بنانا اور اختلاف کرنے والے دو گروہوں کے مابین صلح کرانا وغیرہ۔ بلکہ اظہر یہ ہے کہ یہ ہر اُس فعل کو شامل ہے جو خدا کی قربت کی نیت سے انجام دیا جائے۔ چاہے وہ عمومی جہت سے تعلق رکھتا ہو یا خصوصی جہت سے۔ جیسے کسی شخص کو حج پہ بھیجنا، کہ جس کے زکوۃ کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ نہ ہو۔ یا عالم دین کے لیے گھر بنوانا وغیرہ۔

(۸) ابن سبیل:

اِس سے مراد وہ مسافر ہے جس کا زادِراہ ختم ہو جائے اور وہ اپنے شہر واپس نہ جا سکے۔ تو ایسے شخص کو زکوٰۃ کے مال سے اتنی رقم دی جائے گی تا کہ وہ آسانی کے ساتھ اپنے گھر پہنچ جائے ۔ بشرطیکہ وہ کسی سے قرض لے کر یا اپنی کوئی چیز بیچ کر اپنی ضرورت پوری نہ کر سکتا ہو۔ لیکن اگر ایسا کرنا اس کے بس میں ہو تو اُسے زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی ہے۔

مستحقین زکوٰۃ کے اوصاف

جن لوگوں کو زکوۃ دی جائے اُن میں درج ذیل خاصیتوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱) مومن ہونا: لہذا جو شخص یا کافر یا غیر شیعہ ہو اسے احوط کی بنا پر فقراء کے سہم یا کسی اور سہم سے زکوۃ نہیں دی جا سکتی۔ ہاں! اگر کوئی اور استحقاق بنتا ہو تو اُن کو مؤلفۃ القلوب کے حصے سے دیا جائے گا۔

۲) زکوۃ لینے والے افراد گناہانِ کبیرہ میں مبتلا نہ ہوں ۔ یعنی اگر انہیں زکوۃ دی جائے تو وہ اُسے گناہ کے کاموں میں صرف کریں۔ یا انہیں زکوۃ دینا گناہ میں ان کی مدد کرنا شمار ہو۔

۳) وہ اُن افراد میں سے نہ ہوں جن کا نان نفقہ زکوۃ دینے والے پر واجب ہو، جیسے والدین اورآباءواجداد، چاہے ان کا سلسلہ جتنا بھی اوپر چلا جائے، اور اولاد، یا پوتے اور نواسے۔ دائمی منکوحہ بیوی کہ جب اُس کے نفقہ کی ذمہ داری مرد سے ساقط نہ ہو۔ غیر دائمی منکوحہ (یعنی متعہ والی عورت) کہ جب وہ نفقہ کی شرط رکھے۔

۴) اگر زکوۃ دینے والا غیر سید ہوتو زکوۃ لینے والا سید نہ ہو۔ لہذا سید کا غیر سید سے زکوۃ لینا جائز نہیں ہے۔ لیکن سید اپنی زکوۃ غیر سید کو دے سکتا ہے۔ اس طرح سید کی زکوۃ سید اور غیر سید دنوں کو دی جا سکتی ہے اور اِس میں سید کی نسبت کی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ جبکہ غیر سید اپنی زکوۃ غیر سادات میں ہی تقسیم کرے گا۔

مسئلہ (۳۸۲): سید پر غیر سید کے جو صدقات حرام ہیں وہ صرف زکوۃ اور فطرہ ہیں۔ لیکن مستحب صدقات حرام نہیں۔ بلکہ دوسرے واجب صدقات جیسے کفارات، ردِ مظالم، مجہول المالک مال، گم شدہ مال، فدیہ، نذر کا صدقہ یا وہ مال جسے نادار اور اہل علم پر خرچ کرنے کی وصیت کی گئی ہو، اور وہ اُن اپنے علاقے کا رہنے والا ہو، چہ جائیکہ پردیسی ومسافر۔

فطرہ کا بیان

فطرہ کے واجب ہونے کے لیے بالغ اور صاحبِ مال ہونا شرط ہے۔ لہذا بچے پر اور اُس شخص پر فطرہ ادا کرنا واجب نہیں جو اِس قدر نادار ہو کہ اُس کے پاس اپنا اور اپنے زیرِ کفالت افراد کا سالانہ خرچ نہ ہو۔ لیکن اگر پاگل شخص غنی ہو تو احوط کی بنا پر اس کے سرپرست پہ واجب ہے کہ اُس کے مال سے فطرہ ادا کرے۔ فطرہ کے واجب نہ ہونے میں بے ہوشی نہ ہونے کو شرط قرار دینا محلِ اِشکال ہے۔ احوط یہ ہے کہ اسے شرط نہ قرار دیا جائے۔

مشہور یہ ہے کہ عید کی رات کے غروب آفتاب کے پہلے سے لے کر مکمل غروب ہو جانے کے بعد تک تمام شرائط کو موجود ہونا لازم ہے۔ اگر غروب سے لحظہ پہلے بھی یا اِس دوران کوئی شرط کم ہو تو فطرہ واجب نہیں ہوتا۔ غروب سے مراد سورج کا مکمل طور پر افق کے نیچے پوشیدہ ہو جانا ہے۔ لیکن اگر پہلے شرائط موجود نہ ہوں عید کی رات غروب آفتاب کے بعد، رات کے وقت یا عید والے دن پوری ہو جائیں تو احوط مستحب یہ ہے کہ فطرہ نکالا جائے۔

مسئلہ (۳۸۳): جو شخص اپنے سال بھر کے اخراجات پورے نہ کر سکتا ہو اس کے لیے فطرہ نکالنا مستحب ہے۔ لیکن اگر اُس کے پاس صرف ایک ہی صاع ہو (جو تین کلو کے برابر ہوتا ہے۔) تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنے گھر کے کسی فرد کو دے، وہ اسے اگلے کی طرف منتقل کرے، یہاں تک کہ اسی طرح منتقل ہوتے ہوتے وہ گھر کے آخری فرد کے پاس پہنچ جائے اور وہ اسے لے کر کسی اجنبی کے سپرد کر دے۔ ایک صاع سے کم یا اُس کی قیمت دینا کافی نہیں ہے۔ اگر کوئی فرد بچہ یا دیوانہ ہو تو گھر کا سربراہ اُس کی جگہ فطرہ اپنے ہاتھ میں لے گا۔ اور مستحق تک پہنچائے گا۔ ایسا کرنا ایک گھر کے ایک دسترخوان پہ کھانا کھانے والوں کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ ایک سے زیادہ گھر کے افراد ایسا نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ سب ایک ساتھ کھانا کھاتے ہوں۔

مسئلہ (۳۸۴): جس شخص میں تمام شرائط پائی جائیں اُس پر اپنا اور اپنے زیرِ کفالت کا افراد کا فطرہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے۔ چاہے وہ اُس کے واجب النفقہ ہوں یا نہ، قریبی ہوں یا دور کے، مسلمان ہوں یا کافر، چھوٹے ہوں یا بڑے۔

بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اگر کوئی تھوڑے وقت کے لیے ہی کسی انسان کے زیرِ کفالت رہے تو اُس کا فطرہ انسان پہ واجب ہوگا۔ جیسے ماہِ شوال کا چاند طلوع ہونے پہلے کوئی شخص اُس کا مہمان بنے اور چاندرات اس کے یہاں ٹھہرے۔ اور اجتماعی طور پر اُس مہمان کا اس شخص کے یہاں کھانا کھانا مناسب ہو، اگرچہ وہ اُس رات کھانا نہ کھائے۔ لیکن اگر وہ کسی کو اپنے یہاں افطار کی دعوت دے اور وہ اس کے زیرِ کفالت افراد میں سے نہ ہو تو اُس کا فطرہ دعوت دینے والے شخص پر واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ (۳۸۵): فطرہ دینے میں ضابطہ یہ ہے کہ وہ جنس فطرہ میں دی جائے جو غالباً اُس علاقے کے رہنے والوں کی غذاء ہو۔ جیسے گندم، جو، کھجور، کشمش، چاول، مکئی اور پنیر وغیرہ۔

مسئلہ (۳۸۶): ہر فرد کی جانب سے ایک صاع فطرہ دینا واجب ہے۔ ایک صاع تین مد کے برابر اور ایک مد تین پاؤ کا ہوتا ہے۔ اس طرح فی کس فطرہ تقریباً تین کلوگرام ہے۔

فطرہ دینے کا وقت

عید کی شب غروب آفتاب کے وقت فطرہ واجب ہوتا ہے اور اسے نکالنے کا وقت عید الفطر کے روز طلوعِ آفتاب کے وقت سے زوال تک ہے۔ اگرچہ عید کی رات کو ہی ادا کر دینا کافی ہے۔ احوط یہ ہے کہ اسے نمازِ عید سے پہلے ادا یا الگ کیا جائے۔ لیکن اگر وہ نماز نہ پڑھ سکے تو اِس کی ادائیگی کا وقت زوال آفتاب تک ہے۔

احوطِ وجوبی کی بنا پر اِس سے زیادہ تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن اگر وہ اپنے مال سے فطرہ الگ کر کے رکھ دے تو اُسے مستحق تک پہنچانے میں کسی معقول وجہ کی بنا پر تاخیر کر سکتا ہے۔ جیسے مستحق کا انتظار کرنا یا ایسی مشکل میں پھنسا ہونا جس کے ختم ہو جانے کی توقع کی جا سکتی ہو۔

لیکن اگر انسان کی مجبوری زائل نہ ہو اور عید والے دن کا زوالِ آفتاب کا وقت آجائے تو احوطِ لازم کی بنا پر اسے قصدِ رجاء، یا قربت مطلقہ کی نیت ادا کرے گا۔ اس احتیاط کا وقت عید الفطر کا پورا دن، بلکہ پورا سال، بلکہ تاحیات باقی رہتا ہے۔

مسئلہ (۳۸۷): ظاہر یہ ہے اگر انسان ماہِ رمضان سے قبل اپنا فطرہ قرض کی نیت سے دے اور

وقت آنے پر فطرہ کی نیت کرلے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

مسئلہ (۳۸۸): غیر سید، کا فطرہ سید پر حرام ہے۔ البتہ سید، کسی دوسرے سید یا غیر سید کو اپنا فطرہ دے سکتا ہے۔ اس میں جو چیز قابل توجہ ہے وہ یہ دیکھنا ہے کہ فطرہ لیتے وقت اِس کا مالک کون بن رہا ہے۔ چاہے فطرہ لینے والا خود کفیل ہو یا کسی کی کفالت میں ہو۔

مسئلہ (۳۸۹): فطرہ کا مالک اسے خود بھی فقراء کے حوالے کرسکتا ہے۔ اگر چہ احوط اور افضل یہ ہے اسے فقیہ کے پاس پہنچادیا جائے۔ کیونکہ فقہاء کو اِس کے مصرف کا بہتر علم ہوتا ہے۔

مسئلہ (۳۹۰): مستحب ہے کہ فطرہ کی ادائیگی میں رشتہ داروں اور اس کے بعد ہمسایوں کو مقدم کیا جائے۔ نیز اِس سلسلے میں علم، دین داری اور تقوی جیسے اوصاف کے حامل افراد کو بھی مقدم کرنا چاہیے۔

❊❊❊

کتاب الامر بالمعروف

و

النھی عن المنکر

- اِس فریضہ کا وجوب ۔۔
- اِس فریضہ کے مراتب ۔۔
- اختلافِ فتاویٰ ۔۔
- امر و نہی کے مراتب ۔۔
- اُمورِ معروفہ اور اُمورِ منکرہ ۔۔

اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اِس بات میں کوئی شک نہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عظیم ترین دینی واجبات میں سے ہے۔ جیسا کہ اِرشادِ باری ہے:

وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴿۱۰۴﴾

(اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے۔ جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔ 'سورۃ آل عمران')

ایک دوسرے مقام پر فرمان رب العزت ہے:

كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے منظر عام پر لایا گیا ہے تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔ (سورۃ آل عمران:۱۱۰)

اِن کے علاوہ بھی قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اِس اَمر کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔ اور جہاں روایات کی بات ہے۔ تو اُن کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ جن میں اِس فریضے کو دین کا ہدف، شریعت کا سہارا اور تمام فرائض سے بلند درجہ و ممتاز قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ اس میں عوام کی مصلحت ہے اور اِس کے ذریعہ حق دشمنوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔[1]

چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

ان الامر بالمعروف و النهی عن المنكر سبيل الانبياء و منهاج الصلحاء، فريضة عظيمة بها تقام الفرائض و تأمن المذاهب و تحل المكاسب و ترد المظالم و تعمر الارض و ينتصف من الاعداء و يستقيم الامر

[1] رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے اِرشاد فرمایا: اُس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی کہ جب تمہاری عورتیں بدکار اور جوان فاسق ہوجائیں گے، مگر تم نہ تو اچھائی کا حکم دو گے اور نہ ہی برائی سے منع کرو گے۔ کہا گیا: یارسول اللہؐ! کیا ایسا بھی ہوگا؟! آپؐ نے فرمایا: ہاں بالکل۔ اُس کے بعد ارشاد کیا: اُس تمہاری حالت کس قدر خراب ہوگی کہ جب تم برائی کا حکم دو گے اور نیکی سے منع کرو گے؟! کہا گیا: یارسول اللہؐ! کیا یہ وقت بھی ہم پہ آئے گا؟! آپؐ نے فرمایا: ہاں! بلکہ اِس سے بھی بدتر۔ پھر فرمایا: اُس وقت تم لوگ کیا کرو گے کہ جب تم اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھو گے۔

بے شک امر بالمعروف اور نہی از منکر انبیاءؑ کا راستہ اور صالحین کا شیوہ وشعار ہے۔ یہ وہ عظیم فریضہ ہے۔ جس سے فرائض کا قیام عمل میں آتا ہے، راستے پرامن ہوتے ہیں، اسبابِ معاش حلال ہوتے ہیں، مظالم اور حق تلفیوں کا خاتمہ ہوتا ہے، زمین آباد ہوتی ہے، دشمنوں سے انتقام لیا جاتا ہے اور معاملہ اُستوار ہوتا ہے۔

مولا امیر المؤمنین علیہ السلام سے وارد ہوا ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

ما اعمال البر کلھا و الجھاد فی سبیل اللہ عند الامر بالمعروف و النھی عن المنکر الا کنقیۃ فی بحر لجی، و ان الامر بالمعروف و النھی عن المنکر لا یقربان من اجل و لا ینقصان من رزق، و افضل من ذلك کله کلمۃ عدل عند امام جائر۔

تمام اعمالِ خیر اور راہِ خدا میں جہاد کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے بحرِ بے کراں کے مقابلے میں تھوڑی سی جھاگ ہوتی ہے۔ بے شک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا موت کو قریب نہیں کرتے اور رزق وروزی میں کمی کا سبب نہیں بنتے۔ اور ان میں سب سے افضل (مرتبہ) ظالم حاکم کے سامنے حق اور عدالت کی بات کہنا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

لا تزال امتی بخیر ما امرو بالمعروف و نھوا عن المنکر و تعاونوا علی البر، فاذا لم یفعلوا ذلك نزعت منھم البرکات و، سلط بعضھم علی بعض، و لم یکن لھم ناصر فی الارض و لا فی السماء

میری امت کے لوگ اُس وقت تک بھلائی حاصل کرتے رہیں گے جب تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ جب وہ ایسا نہ کریں گے تو اُن سے برکتیں اٹھالی جائیں گی، بعض کو بعض پر مسلط کیا جائے گا۔ پھر اُن کا زمین میں کوئی مددگار رہوگا اور نہ آسمان میں۔

مسئلہ (۳۹۱): واجب معروف (نیکی) کا امر کرنا اور حرام منکر (برائی) سے منع کرنا واجب کفائی ہے۔ یعنی یہ حکم تمام اُمت کے لیے ہے۔ نہ کہ کسی ایک شخص کے لیے۔ لہٰذا اگر اتنے لوگ اِس فریضے کو انجام دینے لگیں۔ جن سے کفایت ہوجائے۔ چاہے ایک شخص ہو یا ایک سے زیادہ۔ تو باقیوں سے ساقط ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی بھی اِس فریضہ کی ذمہ داری نہ لے، یا اِس فرض کو انجام دینے والے اتنے کم ہوں کہ ناکافی شمار ہوں۔ تو جو جو اِس کی انجام دہی میں شریک نہ ہوں۔ وہ سب گناہ گار ہوں گے۔ اگر اُن پر حکم عائد ہوتا ہو۔ تو سب مستحق عذاب قرار پائیں گے۔

مسئلہ (۳۹۲): اگر معروف مستحب ہو۔ تو اُس کا امر کرنا بھی مستحب ہوگا۔ اگر منکر، مکروہ، یا مرجوح ہو۔ تو اُس سے روکنا مستحب ہوگا۔ واجب نہ ہوگا۔ لہٰذا اگر ایسے موارد میں جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے۔ تو اُس پر کوئی گناہ اور عذاب بھی نہ ہوگا۔ لیکن اسلام کے واعظین ومبلغین پر واجب ہے کہ لوگوں کو مستحب اَفعال انجام دینے جیسے تلاوتِ قرآن، زیارتِ امام حسینؑ اور نمازِ شب کی دعوت

دیں اور مکروہات (جیسے دنیا طلبی) سے بچنے کی نصیحت کرتے رہیں۔ تاکہ دین کی تعلیمات ضائع نہ ہوں۔

مسئلہ (۳۹۳): اگر کوئی کام دین کے لحاظ سے مباح ہو۔ تو اُس کے متعلق امر کرنے کا کوئی شرعی میزان نہیں ہے۔ اگرچہ وہ دنیوی لحاظ سے راجح اور پسندیدہ ہو۔ اور نہ ہی اُس سے روکنا واجب ہے کہ جب وہ دنیوی لحاظ سے مرجوح ومتروک سمجھا جائے۔ ہاں! کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی فعل شرعی لحاظ سے مباح ہوتا ہے۔ مگر کسی دوسرے اعتبار سے پسندیدہ یا مرجوح ٹھہرتا ہے جیسے کسی کام کا والدین کی اطاعت، یا مومن کے احترام، یا تقیہ کا سبب ہونا۔ لہٰذا اُس کے متعلق بھی امر ونہی واجب ہوتا ہے۔ جب کہ عنوانِ ثانوی الزامی ہو۔ اگر عنوانِ ثانوی ایسا نہ ہو۔ تو پھر اُس کے بارے میں امر ونہی مستحب ہوتا ہے۔

مسئلہ (۳۹۴): امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اسباب پیدا کرنا واجب ہے جیسے:

۱۔ ضروری شرعی اَحکام کا سیکھنا تاکہ انسان کو معلوم ہو جائے کہ اُس کی اپنی ذات اور دوسرے لوگوں کے متعلق اُس کا کیا فریضہ بنتا ہے۔

۲۔ ایسا مجتہدِ مطلق تیار کرنا جس کی تقلید جائز ہو۔ اُس مقصد کے لیے اگر کچھ لوگ دینی علوم حاصل کرنے میں مشغول ہو جائیں۔ تاکہ اُن میں بعض اُس عظیم مرتبے پہ فائز ہو جائیں تو کافی ہے۔ کسی بھی معاشرے کے لیے جائز نہیں کہ وہ اُس بارے میں غفلت ولا پرواہی کا مظاہرہ کریں۔ جس کے نتیجے میں مستقبل میں اُن کے پاس کوئی مجتہد موجود نہ ہو۔

۳۔ ایسا قاضی شرعی پیدا کرنا جس میں تمام تر شرائط موجود ہوں۔ وہ لوگوں کے معاملات کو حل کر سکے اور ان کے درمیان نزاعات واختلافات کے بارے میں حکم صادر کر سکے۔ اس کے لیے بھی دینی علوم پڑھنا لازمی ہے۔ یہاں بھی تمام اہل اسلام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس امر میں غفلت نہ کریں۔ خدانخواستہ اُنہیں ایسا وقت نہ دیکھنا پڑے کہ اُن کے پاس قاضی ہی نہ ہو۔ جو دین کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ صادر کر سکے۔

شرائطِ وجوب

مشہور فقہاء کرام نے امر بالمعروف اور نہی از منکر کے واجب ہونے کی کچھ شرائط ذکر کی ہیں۔ جو کہ قابل مناقشہ وتبصرہ ہیں۔ اُن میں سے اکثر تو واجب کی شرائط ہیں۔ نہ کہ وجوب کی۔ جو کہ مطلق ہے۔ اور اُس کے واجب کی شروط میں سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اِس فریضہ کو انجام دے رہا ہو۔ اُس پر واجب ہے کہ وہ خود بھی اُن اُمور پہ کاربند ہو۔ اِس کی تفصیل فقہ الخلاف میں بتا دی گئی ہے۔ مگر یہاں ہم بالاختصار کچھ مسائل ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

۱) اچھائی اور برائی کا علم ہونا۔ اگرچہ اجمالی طور پر ہو۔ اِس بنا پر اگر کسی کے علم میں نہ ہو کہ یہ فعل منکر پہ قائم نہیں ہے۔ تو اُس پر نہی کرنا واجب نہیں ہے۔ اور جہاں تک قاعدۂ عمومی کی طرح حکم شرعی کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ تو ہم پہلے اِشارہ کر چکے ہیں کہ اُس کا سیکھنا واجب ہے۔ ہاں! اگر کوئی شخص قاصر، یا عاجز، بے بس، اضطرار وغیرہ کی کیفیت

میں ہو۔تو اُس پرحکمِ شرعی کا سیکھنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ(۳۹۵): کسی بھی پیش آنے والے مسئلہ میں اِس حوالہ سے زیادہ تحقیق وجستجو کرنا واجب نہیں کہ وہ ایسی برائی تونہیں ،جس سے روکنا واجب ہے۔ بلکہ اُس کے بارے میں نہی کے ساقط ہونے کے لیےصرف اُس کے واجب ہونے میں شک ہونا ہی کافی ہے۔

۲) یہ احتمال ہواُس کا کیا ہواامر بالمعروف اورنہی عن المنکر بے کارنہیں جائے گا۔ چاہے اِس حدتک ہو کہ آمر کی طرف سے حقیقت واضح ہوجائے ، یا بات فاعل کےعلم میں لائی جائے۔اور وہ نفسیاتی اورعقلی طور پر اُس کی بات سے متاثر ہو۔اگرچہ وہ عملی طور پر اُسے انجام نہ دے۔ اِس سلسلے میں صرف احتمال ہی کافی ہے۔تاثیر کاعلم ویقین ہونا واجب نہیں ہے۔ اِس بنا پر اگر انسان کوصرف اپنی بات کے اثر کرنے کا احتمال ہو۔تو امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ہاں !اگرکوئی شخص یہ جانتا ہوکہ فاعل اُس کے امرونہی کواہمیت نہ دے گا۔خواہ وہ اُسے حقیر، یاحکم سے جاہل سمجھتا ہو، یا وہ سرے سے دین کے احکام کی پرواہ ہی نہ کرتا ہو۔ یا وہ نافرمانی ومعصیت پر مصر ہواورنصیحت اُسے گناہ و استکبار پہ زیادہ ہٹ دھرم بنانے کا سبب بنے۔تو ایسی صورت میں اُسے کسی بھی چیز کاحکم دینا واجب نہیں ہے۔

اِس شرط کو بیان کرنے کا مقصد صرف اِس وجوب کو ساقط کرنے والے سبب کا بیان کرنا ہے۔نہ وجوب کے لیے مذکورہ احتمال کا شرط ہونا ثابت کرنا ہے۔کیونکہ اَصل تاثیر اورحقیقی نتائج خدا کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔جوکہ سب اُمور کا مدبر ہے۔لہذا ہرانسان کو چاہیے کہ وہ اپنی نصیحت کوخالصتاً خدا کے لیے انجام دے اورنتیجہ پروردگار پہ چھوڑ دے۔تاکہ عنداللہ اُس کا عذرقبول ہوجائے۔

۳) آمر جانتا ہوکہ اُس کا امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کرنا فاعل کے حق میں کامل ٹھہرے گا۔اِس طرح کہ وہ اُس کے ترک کرنے اور معصیت میں پڑنے میں وہ معذور نہ ہو۔لہذا اگر فاعل منکر انجام دینے یا معروف کو ترک کرنے میں یقیناً یا احتمالاً عذر رکھتا ہو۔تو اُسے امرونہی کرنا واجب نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے اعتقاد کے سبب قابل گرفت نہ ہوگا کہ اُس نے جوعمل انجام دیا وہ حرام نہیں ہے۔ یا جوعمل ترک کیا وہ واجب نہیں ہے۔ چاہے عنوانِ اوّلی یعنی اَصل شریعت میں، یا عنوانِ ثانوی یعنی اضطرار، یا تقیہ وغیرہ کی کیفیت میں۔ چاہے فاعل اُس اعتقاد میں سچا ہو، یا ایسے اشتباہ کا شکار ہوکہ جس میں اجتہاداً یا تقلیداً عذر کی گنجائش ہوتی ہے۔ بنابریں اگر مبلغ فاعل کے متعلق اِن چیزوں کا علم رکھتا ہو، یا اُسے اِس بات کا احتمال ہو۔تو اُس پر امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کرنا واجب نہیں ہے۔لیکن یہ رخصت دوسری جہت سے وجوب کے منافی نہیں ہے۔اور وہ جاہل کا تعلیم دینا اور طالبِ ہدایت کی راہنمائی کرنا۔

۴) فقہاء میں مشہور یہ ہے کہ اُس کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ انسان کا مخاطب نیکی کوترک کرنے یا برائی کا ارتکاب کرنے پرمُصر نہ ہو۔لہذا وہ ان کاموں پر اصرار اور ضد کے ساتھ قائم نہ ہو۔تو اُسے ہدایت نہ کرنا درست نہیں۔ بلکہ انسان پر واجب ہے کہ اگر وہ کسی کوغلط کام کا اقدام کرتے ہوئے یا کسی اچھےفعل کی انجام دہی میں کوتاہی کرتے ہوئے دیکھے۔تو اُسے امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کرے۔بشرطیکہ اُس میں دوسری شرائط (جیسے ایمان، عقل اور بلوغت وغیرہ)

موجود ہوں۔ ہاں! جب آمر کو فاعل کے خود ہی نادم ہونے اور معصیت ترک کر دینے کا یقین ہو۔ تو اُس پر سے یہ وجوب اُٹھ جاتا ہے۔ یعنی آمر کو فاعل کی ندامت اور ایسے دیگر اسباب کے ذریعہ علم ہو جائے کہ جو معصیت کے ترک کرنے کا موجب بنتے ہیں۔ مگر اَحوط کی بنا پر فقط اُس کے نادم ہونے اور معصیت ترک کرنے کے بارے میں احتمال ہونا کافی نہیں ہے۔

مسئلہ (۳۹۶): معصیت پر اَقدام سے مراد فاعل کا اُس کے بعض مقدمات کو شروع کرنا ہے۔ اِس طرح کہ عرف میں یہ سمجھا جائے کہ وہ اب اُس فعل معصیت کو انجام دے گا۔ لہذا اُس وقت اُسے نہی کرنا واجب ہوتا ہے۔ اگر اُس کی صرف نیت خراب ہو اور گناہ کا ارادہ ہو۔ تو بھی اگرچہ اُسے نہی کرنا واجب ہے۔ لیکن وہ نہی عن المنکر کے باب سے نہیں، بلکہ احکام شرعیہ کی تبلیغ کے عنوان سے ہے۔

۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کی وجہ سے انسان کو اپنی یا کسی دوسرے مومن، بلکہ مسلمان کی جان، عزت اور مال کے نقصان کا خطرہ نہ ہو۔ لہذا اگر امر بالمعروف کرنے کی صورت میں انسان کو اپنے یا کسی دوسرے مسلمان کے متعلق کسی طرح کا خطرہ ہو۔ تو اُس پر امر بالمعروف کرنا واجب نہیں ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اِس لحاظ سے کوئی فرق نہیں کہ انسان کو ضرر لازم آنے کا علم ہو، یا ظن ہو، یا اِس قدر زیادہ احتمال ہو کہ جس کا عقلاء کے نزدیک خوف سمجھا جائے۔ اور اِس لحاظ سے بھی فرق نہیں کہ ضرر کا مصدر وہ شخص ہو۔ جسے امر بالمعروف کیا جائے، یا اُس کے خاندان والے ہوں، یا اُس کے دیگر تعلق دار افراد ہوں۔ یا اُس علاقے میں موجود یا باہر کے کسی با اَثر شخص کی طرف سے ضرر کا خوف ہو۔

واضح رہے کہ یہ شرط اُن افراد کے ساتھ خاص ہے۔ جن کی تاثیرات اُن کے علاوہ لوگوں کو شامل نہ ہوں۔ مگر جہاں تک معاشرے کے عمومی مظالم اور فساد کی صورتوں کا تعلق ہے۔ جس کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔ تو باذن اللہ اُن کے متعلق بعد میں مستقل بات کی جائے گی۔

مسئلہ (۳۹۷): کبھی امر و نہی اِس آخری شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہوتے۔ یہ اُس وقت ہوتا ہے کہ جب آمر کو فعل یا فاعل کی اہمیت کا یقین، بلکہ احتمال ہو۔ یعنی اُس کا عمل معاشرے میں بہت بری طرح اَثر انداز ہونے والا ہو۔ تو اُس صورت میں ضرر کا علم ہونے کے باوجود بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا واجب ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ اُس کے بارے میں ظن یا احتمال ہو جیسے ظلم و فساد کے خاتمہ، یا اُمت کے حقوق کی بحالی، یا دینی نظام کو زوال سے بچانے کے لیے آواز بلند کرنا۔ وغیرہ۔

مسئلہ (۳۹۸): امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لوگوں کے کسی خاص طبقے کے ساتھ مختص نہیں۔ بلکہ جب بھی اس کے شرائط پورے ہوں۔ تو علماء اور غیر علماء، عدول و فساق، حاکم و رعایا اور اغنیاء و فقراء سب پہ واجب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ لوگ بھی کسی خاص طبقے سے مخصوص نہیں ہوتے کہ جن کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ وجوب بھی ہر مکلف پہ لاگو ہوتا ہے۔

اِس فریضے کے مراتب

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے کچھ مراتب ہیں۔ جو کہ یہ ہیں:

پہلا مرتبہ: یہ سب سے نیچے اور ایمان کا قلیل ترین مرتبہ ہے۔ اِس مرتبہ میں انسان کسی کو برائی کرتے ہوئے دیکھ کر فقط دل میں اُسے برا جانتا ہے۔ یعنی اُسے خدا کی نافرمانی میں دیکھ کر اُس سے قلبی طور پر اُس کے عمل سے نفرت کرتا ہے۔ یہ مرتبہ ایمان کے ساتھ ملازمہ رکھتا ہے۔ اگر کسی کے دل میں اتنا بھی احساس نہ ہو۔ تو وہ مؤمن نہیں ہے۔ مگر یہ کہ وہ امر فعلی بالمعروف اور نہی فعلی عن المنکر کی تعبیر میں خطا کر جائے۔ یہ انسان کا خود اپنی ذات کو امر و نہی کرنا ہے۔ تا کہ وہ بھی دوسروں کی طرح خدا کی نافرمانی کا مرتکب نہ ٹھہرے۔ یہ مرتبہ سابقاً ذکر شدہ شرائط کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔

دوسرا مرتبہ: اپنے کسی عمل سے اظہار کرنا جیسے یہ کام کرنے والے سے دور رہنا۔ اُس سے صرفِ نظر کرنا۔ اُس کے ساتھ بول کلام ترک کر دینا۔ جہاں وہ رہتا ہو اُس جگہ کو چھوڑ دینا۔ اُس کے ساتھ کام کرنا بند کر دینا۔ یا اُس کے ساتھ کاروباری یا کسی اور دنیوی یا اخروی کام میں شراکت کو ختم کر دینا وغیرہ۔ جو چیز یہاں اَہم ہے وہ یہ کہ ایسا عمل کیا جائے جس سے اُس کے فعل سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا جائے۔

تیسرا مرتبہ: زبان سے اظہارِ ناپسندیدگی کرنا جیسے اُس تک صحیح حکمِ شرعی پہنچانا۔ اگر اُس کے باز آنے کے لیے اتنا کافی ہو۔ تو اِس سے زیادہ واجب نہیں۔ اگر اتنا کافی نہ ہو۔ تو اُس کو وعظ و نصیحت کرنا، خدا کے غیظ و غضب سے ڈرانا اور اُس کی اطاعت والوں کے اجر و ثواب کے بارے میں بتانا واجب ہے۔

مسئلہ (۳۹۹): امر بالمعروف صیغۂ اَمر کے ساتھ اور اِسی طرح نہی عن المنکر صیغۂ نہی کے ساتھ انجام دینا واجب نہیں۔ بلکہ انسان کے لیے ممکن ہے کہ کوئی سا بھی اُسلوب اختیار کر لے۔ جیسا کہ وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ فاعل کو حکمِ شرعی سے مطلع کر دے کہ جو اُسے اُس کے وظیفے کی طرف متوجہ کر دے۔ کیونکہ حقیقت میں اَمر و نہی شریعت میں ہیں۔ اور فاعل تک اُس کا حکم پہنچانے سے زیادہ کچھ واجب نہیں ہے۔ لہذا جب اُس تک حکم پہنچا دیا جائے۔ تو یہی کافی ہوتا ہے۔

چوتھا مرتبہ: ہاتھ سے اُسے کوئی ضرب لگانا تا کہ وہ گناہ سے باز آ جائے۔ بشرطیکہ ایسا کرنے میں اُس کی اصلاح کا اِمکان ہو۔ اِس میں کوئی فرق نہیں کہ چاہے ہاتھ میں تنبیہ کرنے کا کوئی آلہ جیسے چھڑی وغیرہ ہو، یا نہ ہو۔

مسئلہ (۴۰۰): بنا بر مشہور اِن چار مراتب میں ترتیب رکھنا واجب ہے۔ اور جس قدر کم مرتبہ تاثیر میں کافی ہو۔ اُسی پر اِکتفاء کیا جائے۔ جیسا کہ مذکورہ مراتب میں سے ہر ایک کے مستقل مراتب ہیں۔ لہذا جس قدر کم مرتبہ کافی ہو جائے۔ اُسی پر اِکتفاء کرنا چاہیے۔ مگر یہ کہ اُس سے زیادہ کی طرف جانا واجب ہو جائے۔ یہی اَحوط، بلکہ متعین ہے۔ کیونکہ مقررہ حد سے زیادتی ظلم اور حرام ہے۔ یہ حکم اُن لوگوں کے بارے میں بھی ہے۔ جن سے منکرات (برائیاں) صادر ہوں۔ اور اُن کے بارے میں کہ جو منکرات سے متاثر ہوں۔

پانچواں مرتبہ: اُسے زخمی کر کے اُس کا خون بہانا، یا اُس کو قتل کر دینا کہ جب سابقہ مراتب اُسے برائی سے روکنے کے لیے کافی نہ ہوں۔ مگر واضح رہے کہ یہ اُن اجتماعی اور معاشرتی اَحکام میں سے ہے۔ جس کے بارے جامع

الشرائط فقیہ کی اجازت ضروری ہے۔جس میں معاشرے کی قیادت کرنے کی تمام تر صلاحیتیں موجود ہوں۔

چھٹا مرتبہ: احتجاجات، مظاہرے، لانگ مارچ، دھرنے اور قوانین کی خلاف ورزی کرنا، اور اس کے لیے جن کاموں کی ضرورت ہو اُنہیں انجام دینا جیسے اِس واجب عمل (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کے لیے جان، مال اور اپنے ساتھیوں کے خطرے کی پرواہ نہ کرنا۔ بہر حال اِس کی تشخیص وہ فقیہ ہی کر سکتا ہے۔جس میں اجتماعی قیادت کی اہلیت موجود ہو۔

مسئلہ (۴۰۱): کبھی فقیہ زبان کی بجائے ہاتھ سے برائی کا اِزالہ مناسب سمجھتا ہے۔جب کہ حالات اِس امر کے متقاضی ہوں۔مثلاً وہ برائی ایسی ہو۔جو پورے معاشرے کو متاثر کر رہی ہو، یا عقیدہ پر ضربِ کاری لگے۔مگر اِس کی تشخیص کرنا فقیہ کا ہی کام ہے۔ ہر کس و ناکس کو اِس کا اختیار نہیں۔اِس بارے میں حدیثِ شریف میں وارد ہوا ہے:

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده ، فمن لم يستطع فبلسانه ، فمن لم يستطع فبقلبه، وذلك اضعف الايمان

تم میں سے جو شخص برائی دیکھے۔اُسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے ختم کرے۔اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکے۔اگر زبان سے بھی نہ روک پائے۔تو اپنے دل میں اُسے برا سمجھے۔یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

اِس روایت کی ترتیب اُس کے برعکس ہے کہ جو ہمارے فقہاء نے ذکر کی ہے۔مگر اِس میں فرق وہی ہے۔جو ہم نے بتا دیا ہے۔

مسئلہ (۴۰۲): انسان اپنے گھر کے افراد کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا زیادہ پابند ہے۔ بلکہ شرعاً نص قرآنی کے ساتھ انسان کا اِس کے متعلق حکم صادر ہوا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝٦

''اے ایمان والو! خود کو اور اپنے اہل خانہ کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔اُس آگ پہ ایسے فرشتے نگران مقرر ہیں جو بہت ترش روئی سے پیش آنے والے اور سخت مزاج ہیں۔خدا انہیں جس کام کا حکم صادر کرتا ہے وہ اُس کی حکم عدولی نہیں کرتے۔اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔'' (سورۃ تحریم)

اِس حکم کا مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ مشروط ہونا محلِ اِشکال ہے۔اگر چہ بعید بھی نہیں ہے۔مگر غالب یہ ہے کہ خاندان کے اندر یہ شرائط موجود ہوتی ہیں۔اگر چہ اُن میں کوئی ایسا بھی ہو۔جس پر بات کے اثر انداز ہونے کا احتمال نہ ہو، یا جس کے ضرر کا اندیشہ ہو۔لہٰذا جب کوئی دیکھے کہ اُس کے گھر افراد واجبات کا اہتمام نہیں کر رہے، جیسے نماز اور اُس کے اجزاء و شرائط کا لحاظ نہ رکھنا۔مثلاً وہ اُسے ٹھیک طرح سے ادا نہ کرتے ہوں جیسے اُن کی قرات یا نماز کے اذکار کا تلفظ درست نہ ہو۔یا وہ صحیح طریقے سے وضو نہ کرتے ہوں۔یا اپنے بدن ولباس کو نجاست سے ٹھیک طریقے سے پاک نہ کرتے ہوں۔ایسی صورت میں اُس پر واجب ہوگا کہ اُنہیں مذکورہ باتوں کی تعلیم دے اور درج بالا ترتیب کے مطابق اُنہیں امر و نہی

کرے۔تو وہ اُسے صحیح طریقے سے انجام دیں۔یہی صورتِ حال بقیہ واجب عبادات اور معاملات و دیگر احکام کی ہے۔

بعینہ اگر وہ اپنے گھر والوں کو دیکھے کہ وہ کچھ حرام کاموں کو معمولی سمجھ رہے ہیں جیسے غیبت، چغل خوری، ایک دوسرے سے یا کسی غیر سے دشمنی کرنا، بدکاری، شراب نوشی اور چوری چکاری وغیرہ۔ایسے موارد میں اُس پر واجب ہے کہ اُنہیں مذکورہ باتوں سے منع کریں۔تاکہ وہ خدا کی نافرمانی سے باز آجائیں۔

مسئلہ(۴۰۳): اگر کوئی شخص اپنے گھر کے افراد میں کسی کو امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کرے۔مگر وہ اپنی بری حرکت سے باز نہ آئے۔اور وہ دوبارہ اُسے اچھائی کی تلقین کرے۔لیکن پھر بھی اُس پہ کچھ اثر نہ ہو تو انسان کا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے۔ایسی صورت میں گھر والوں کو چھوڑ دینا، یا کسی اور جگہ رہائش رکھنا یا بدعملی کرنے والے کو گھر سے نکالنا واجب نہیں۔جب تک کہ کسی اور وجہ سے وہ ایسا اقدام کرنے پر مجبور نہ ہو جائے۔بلکہ بہتر یہ ہے کہ انسان دو دفعہ سمجھانے کے بعد خاموشی اختیار کرلے۔

اگر بیوی دیکھے کہ اُس کا شوہر کوئی گناہ کا فعل انجام دیتا ہے اور اِس سے باز نہیں آتا تو بیوی کے لیے جائز نہیں کہ اُسے وجہ بنا کر شوہر کو اُس کے واجب حقوق سے محروم رکھے یا اُس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جائے۔بلکہ اُسے چاہیے کہ اِس سب کے باوجود اپنے گھر میں ہی رہے۔

جیسا کہ سیدۂ کونینؑ کی حدیث مبارکہ ہے: **جهاد المرأة حسن التبعل** ''عورت کا جہاد شوہر کے حقوق اچھے طریقے سے ادا کرنا ہے۔''

کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ اُسے شوہر کے گھر میں سخت حالات کا سامنا ہو اور فقر و فاقہ کی صعوبتیں جھیلنا پڑیں۔پھر بھی اُس کا شوہر فرعون سے زیادہ سخت تو نہیں ہوسکتا۔جس کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے۔اُس کی بیوی نے سخت حالات میں صبر کیا۔تو خدا نے اُسے چار معزز اور برگزیدہ خواتین میں سے ایک بنا دیا۔اُس نے خدا سے جو دعا کی اُس کا ذکر قرآن کریم میں اُس طرح ہوا ہے:

رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ

اے پروردگار! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اُس کے (زشت و وحشیانہ) کاموں سے نجات عطا کر۔(سورۃ تحریم: آیت ۱۱)

یہاں نجات سے مراد معنوی اور اخروی نجات ہے، نہ کہ دنیوی۔ورنہ اُس کا شمار اُن خواتین میں نہ کیا جاتا کہ جو خانہ داری کے جہاد میں کمال کے مرتبہ پر فائز ہیں۔

مسئلہ(۴۰۴): اگر کسی سے اتفاقاً کوئی گناہ صادر ہو جائے۔اور دوسرا شخص جانتا ہو کہ فاعل اُس گناہ پر مصر نہیں ہے۔لیکن وہ اُس سے توبہ نہ کرے۔تو اُسے توبہ کا امر کرنا واجب ہے۔کیونکہ توبہ واجبات میں سے ہے۔اور اُسے ترک کرنا محرماتِ کبیرہ میں سے ہے۔جو اِنسان کی ہلاکت کا موجب بنتے ہیں۔یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب فاعل توبہ کی طرف متوجہ اور جان بوجھ کر اُسے ترک کیے ہوئے ہو۔اگر وہ غفلت کے سبب توبہ کی طرف متوجہ نہ ہو۔تو اُس صورت

میں اُسے توبہ کا امر دینا اِشکال رکھتا ہے۔ اگر اَحوطِ مستحب، بلکہ فعلاً مستحب یہی ہے کہ اُسے توبہ کی طرف متوجہ کیا جائے۔

اِس باب کی فروعاتِ عامہ

مسئلہ(۴۰۵): اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے لیے کچھ خاص لوگوں کا موجود ہونا ضروری ہو۔ (جو اہل شر کی شورش و ہنگامہ آرائی سے بچنے کا ذریعہ ہوں) تو وہ اُسی وقت واجب ہوگا جب تمام شرائط پوری ہوں گی۔ یا اُن پر واجب ہوگا کہ وہ اس کام میں امر بالمعروف و نہی از منکر کرنے والوں کا ساتھ دیں۔

مسئلہ(۴۰۶): اگر کچھ لوگ اِس فریضے کی ادائیگی میں لگ جائیں۔ مگر اُن کی تعداد کافی نہ ہو۔ اور باقی اُن کے ساتھ جمع نہ ہوں۔ اور موجودہ لوگوں کے لیے وظیفہ انجام دینا مشکل ہو۔ تو اُن سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ اور گناہ اُن پر رہ جاتا ہے۔ جو جان بوجھ حکمِ شرعی کی خلاف ورزی کریں۔

مسئلہ(۴۰۷): اگر انسان کو یقین یا اطمینان ہو کہ کوئی دوسرا شخص اس شرعی فریضے کو انجام دینے کی ذمہ داری اُٹھا لے گا۔ تو اُس پر اُسے اپنے ذمہ لینا واجب نہیں ہے۔ ہاں! اگر حقیقت اُس کے یقین یا اطمینان کے خلاف ظاہر ہو۔ تو اُس پر واجب ہے کہ اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی حالت کو برقرار رکھے۔

مسئلہ(۴۰۸): کسی دوسرے متعلق اِس فریضہ کی انجام دہی کا احتمال، یا ظن ہونا، یا اِس ذمہ دار کو ادا کرنے والے عمل کے کافی کا احتمال کفایت نہیں کرتا۔ بلکہ اِن دونوں صورتوں میں انسان پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اِس فریضے کی ادائیگی کو اپنے ذمہ لے۔

مسئلہ(۴۰۹): اگر فریضہ کا موضوع یا منکر کا موضوع معدوم ہو۔ تو یہ فریضہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ مکلف کا ہی فعل ہو جیسے کوئی شخص ایسا پانی ضائع کرنے لگے۔ جسے طہارت یا نفسِ محترمہ کی حفاظت کے خاطر جمع کیا گیا ہو۔

مسئلہ(۴۱۰): اگر امر یا نہی کسی حرام عمل کے ارتکاب پر موقوف ہو جیسے فسق و فجور کی محفل بند کرانا تھوڑی مقدار میں غنا کی آوازیں سننے پر موقوف ہو۔ تو ظاہر یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے گا کہ شارع کی نظر میں دونوں میں سے کون سا حکم زیادہ اہم ہے۔

خاتمہ

اِس بحث میں دو اہم مطالب ذکر کیے جائیں گے۔ جن سے ایک میں اُن اُمور کی مثالیں پیش کی جائیں گی جو معروفہ ہیں۔یعنی جن کی طرف دوسروں کی راہنمائی وتلقین کرنی چاہیے۔ جب کہ دوسرے مطلب میں بعض اُن اُمور کا ذکر کیا جائے گا۔ جومنکرہ شمار ہوتے ہیں اور اُن سے نہی مطلوب ہے۔

اُمورِ معروفہ

خدا سے ربط قائم رکھنا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ (اور جوشخص خدا سے وابستہ ہوگیا وہ ضرور سیدھے راستے پر لگادیا گیا۔[سورۃ آل عمران])

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اوحی الله عز و جل الی داؤد : ما اعتصم بی عبد من عبادی ، دون احد من خلق ، عرفت ذلك نيته ثم تكيده السموات والارض و من فيهن الا جلعت له المخرج من بينهن

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدعلیہ السلام کی طرف وحی کی: میرے بندوں میں سے جوبھی مجھ سے وابستہ ہوجائے۔ نہ کہ میری کسی مخلوق کے ساتھ۔تو میں اُس کی یہ نیت جان لیتا ہوں۔ پھر اگر سارے آسمان، زمین اور اُن میں موجود مخلوقات اُس کے لیے کوئی چال چلیں۔تو اُسکے لیے اُن کی چالوں سے نکلنے کی راہ بنادیتا ہوں۔

توکل بر خدا

ارشادِ رب العزت ہے : وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہ (اللہ) اس کے لئے کافی ہے۔)[سورۃ الطلاق:۳]

صادق آل محمدؐ کا فرمانِ مبارک ہے: الغنی و العز یجولان فاذا ظفرا بموضع التوکل اوطنا (

دولت مندی اور عزت دونوں چلتی رہتی ہیں۔ اور جب اُنہیں توکل کی مقام ملتا ہے۔ تو اُسے اپنا وطن بنا لیتی ہیں۔)

میرے نزدیک یہاں غنی سے قناعت اور عز سے خدا کی اطاعت مراد ہیں۔

خدا سے حُسنِ ظن رکھنا

مولائے متقیان حضرت امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

والذی لا الہ الا ھو لا یحسن ظن عبد مؤمن باللہ الا کان اللہ عند ظن عبدہ المؤمن، لان اللہ کریم بیدہ الخیر یستحی ان یکون عبدہ المؤمن قد احسن بن الظن، ثم یخلف ظنہ و رجاءہ، فاحسنوا الظن باللہ و ارغبوا الیہ۔

اُس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ کوئی مومن بندہ اپنے خدا کے بارے میں کوئی حُسنِ ظن نہیں رکھتا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کے اچھے گمان کے پاس ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور تمام تر بھلائیاں اُس کے اختیار میں ہیں۔ وہ اِس بات سے شرماتا ہے کہ اُس کا مومن بندہ اُس کے بارے میں حسنِ ظن رکھے۔ اور اُس کے اچھے گمان اور امید کے خلاف امر صادر کرے۔ سو تم خدا کے متعلق اچھا گمان رکھو اور اُس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

صبر

صبر کی چند قسمیں ہیں جیسے خدا کی اطاعت پر صبر، خدا کی معصیت سے صبر، اور مصیبت و آزمائش پر صبر۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے اَجر کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۝۱۰ [بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔] (سورۃ الزمر)

سورۃ النحل میں آیا ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۝۱۲۷

اور (اے پیغمبرؐ!) آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا تو محض اللہ کی توفیق سے ہے اور آپ ان لوگوں کے حال پر غم نہ کیجئے اور نہ ہی ان کی مکاریوں سے دل تنگ ہو جایئے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

و اصبر فان فی الصبر ما تکرہ خیرا کثیرا، و اعلم ان النصر مع الصبر، و ان الفرج مع الکرب، فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا

صبر کرو کہ بلاشبہ تم جو صبر کو ناپسند کرتے ہو۔ اُس میں خیر کثیر موجود ہوتی ہے۔ اور جان لو کہ نصرت

صبر کے ساتھ اور آسودگی پریشانی کے ساتھ ہوتی ہے۔ تو بلا شبہ مشکل کے ساتھ آسانی ہوتی ہے۔
کچھ شک نہیں کہ مشکل کے ساتھ ہی آسانی ہوتی ہے۔

مولا امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: لا يعدم الصبر الظفر و ان طال به الزمان (صبر کامیابی کو ناپید نہیں کرتا ہے۔ اگر چہ اُس کا زمانہ لمبا ہی ہوجائے۔)

ایک اور مقام پر فرمایا:

الصبر صبران، صبر عند المصيبة حسن جميل و احسن من ذلك الصبر عند ما حرم الله عليك۔

صبر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک صبر مصیبت پر ہوتا ہے۔ جو کہ اچھا اور خوب صورت ہوتا ہے۔ لیکن اُس سے بھی اچھا صبر اُن باتوں پر صبر کرنا ہے۔ جو تجھ پر اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں۔

عفت

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے:

ما عبادة افضل عند الله من عفة بطن و فرج۔
(خدا کے نزدیک پیٹ اور شرمگاہ کو پاک رکھنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے۔)[1]

امام ششم سرکارِ صادق علیہ السلام اپنے شیعوں کی صفات کی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

انما شيعة جعفر عليه السلام من عف بطنه و فرجه و اشتد جهاده و عمل لخالقه رجاء ثواب ربه و خاف عقابه، فاذا رأيت اولئك فاولئك شيعة جعفر عليه السلام

بے شک جعفرِ صادقؑ کا شیعہ وہ ہے۔ جو اپنے پیٹ اور شرمگاہ کو (حرام سے) محفوظ رکھے اور (آخرت کے لیے) اُس کا مجاہدہ شدید ہو۔ وہ اپنے خالق کے لیے عمل کرے، اُس کے ثواب کی اُمید رکھے، اور اُس کے عذاب سے ڈرتا رہے۔ جب تمہیں ایسے لوگ مل جائیں۔ تو وہی جعفرِ صادقؑ کے شیعہ ہیں۔

حلم

اِس سے مراد غصے کو ضبط کرنا اور ناخوشگوار بات کو برداشت کرنا ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ

---

[1] مولا امیر المومنینؑ کا ارشادِ گرامی ہے: ما المجاهد الشهيد في سبيل الله باعظم اجرا ممن قدر فعف لكاد العفيف ان يكون ملكا من الملائكة (وہ مجاہد جو خدا کی راہ میں شہید ہو۔ اُس شخص سے زیادہ اجر کا مستحق نہیں ہے۔ جو قدرت و اختیار رکھتے ہوئے پاک دامن رہے۔ کیا بعید ہے کہ پاک دامن (شخص) فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہو جائے۔) [نہج البلاغہ، حکمہ: 474]

ہے:

ما اعز اللہ بجھل قط و لا اذل بحلم قط

خدا نے جہالت سے کبھی کسی کو عزت نہیں دی۔ اور صبر و برداشت کی وجہ سے کسی کو ذلیل نہیں کیا۔

مولائے کائنات امیر المومنینؑ کا ارشادِ گرامی ہے:

اول عوض للحلیم علی حلمه ان الناس انصاره علی الجاهل

حلم و بردباری کرنے والے کو سب سے پہلا صلہ یہ ملتا ہے کہ لوگ جاہل کے مقابلے میں اُس کے مددگار بن جاتے ہیں۔

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا یکون الرجل عابدا حتی یکون حلیما

انسان اُس وقت تک عبادت گزار نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ حلیم و بردبار نہ ہو۔

تواضع

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾

[۳۱:۱۸]

اور (تکبر سے) اپنا رخسار لوگوں سے نہ پھیر اور زمین پر ناز و انداز سے نہ چل۔ بے شک خدا تکبر کرنے والے (اور) بہت فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ (سورۃ لقمان)

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

من تواضع لله رفعه الله، و من تکبر خفضه الله، و من اقتصد من معیشته رزقه الله و من بذر حرمه الله، و من اکثر ذکر الموت احبه الله

جو شخص خدا کے لیے عاجزو فروتنی ظاہر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے بلند مرتبہ عطا فرمائے گا۔ جو شخص تکبر کرے گا اللہ اُسے ذلیل کرے گا۔ جو شخص اپنی روزی میں میانہ روی اختیار کرے گا۔ اللہ اُس کے رزق میں اضافہ فرمائے گا۔ جو شخص فضول خرچ کرے گا۔ اللہ اُسے رزق میں اضافہ سے محروم کردے گا۔ اور جو شخص کثرت کے ساتھ موت کو یاد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے اپنا محبوب بنادے گا۔

انصاف و بھلائی

اپنی طرف سے لوگوں کو انصاف وبھلائی فراہم کرنا۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

سید الاعمال انصاف الناس من نفسك و مواساة الاخ فی الله تعالیٰ علی کل حال

تمام اعمال کا سید وسردار عمل ہے کہ تو لوگوں کو اپنی طرف سے انصاف فراہم کرے اور ہر حال میں اپنے اُس بھائی کی مدد کرے۔ جسے خدا کے لیے چاہا ہو۔

اپنے عیوب پہ نظر رکھنا

انسان کی یہ بھی بہت عمدہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنے عیوب و نقائص کی طرف متوجہ رہے۔ اور لوگوں کی کمزوریاں تلاش کرنا چھوڑ دے۔ چنانچہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے:

طوبی لمن شغله خوف الله عز و جل عن خوف الناس ، طوبی لمن شغله عیبه عن عیوب المؤمنین ۔ و قال (صلی الله علیه و آله و سلم) : ان اسرع الخیر ثوابا البر ، و ان اسرع الشر عقابا البغی و کفی بالمرء عیبا ان یبصر من الناس ما یعمی عنه فی نفسه ، و ان یعییر الناس بما لا یسطیع تر که ، و ان یؤذی جلیسه بما لا یعنیه ۔

''مبارک ہے اُس شخص کے لیے جسے خدا کا خوف، لوگوں کے خوف سے بے توجہ کردے۔ مبارک ہے اُس شخص کے لیے جس کا اپنے عیب کی (اصلاح کی طرف) متوجہ ہونا دوسرے مومنین کے عیبوں سے بے خبر کردے۔۔ مزید آپؐ نے فرمایا: سب سے جلد جس خیر کا ثواب ملتا ہے۔ وہ نیکی ہے۔ اور سب سے جلد جس شر کا عذاب ہوتا ہے۔ وہ بدکاری ہے۔ انسان کے لیے یہی عیب کافی ہے کہ وہ لوگوں کی اُن کمزوریوں کو دیکھ لے۔ جنہیں وہ اپنے اندر دیکھنے میں اندھا بنا رہے، ایسی چیز پر لوگوں کو شرمندہ کرے۔ جسے خود بھی نہ چھوڑ سکتا ہو اور جو اپنے ساتھ بیٹھنے والے کو اتنی تکلیف دے کہ جسے وہ برداشت نہ کر سکے۔''

اصلاحِ نفس

معروف کا ایک مصداق یہ بھی ہے کہ جب انسان کا نفس برائی کی طرف مائل ہو۔ تو وہ اُس کی اصلاح کرے۔ چنانچہ سورۃ مبارکہ یوسف میں ارشادِ رب العزت ہے:

وَمَآ أُبَرِّئُ نَفۡسِيٓۚ إِنَّ ٱلنَّفۡسَ لَأَمَّارَةُۢ بِٱلسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓۚ

میں اپنے نفس کو (بھی) بری قرار نہیں دیتا بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا (اور اس پر اکسانے والا) ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار (کسی کے حال پر) رحم کرے۔ (۵۳)

ایک دوسرے مقام پر خدا فرماتا ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

(اے رسول (ص)!) جولوگ صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اوراس کی رضا کے طلبگار رہیں آپ ان کی معیت پر صبر کریں۔اور دنیا کی زینت کے طلبگار ہوتے ہوئے ان کی طرف سے آپ کی آنکھیں نہ پھر جائیں۔اور جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل چھوڑ رکھا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اوراس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے اس کی اطاعت نہ کریں۔(سورۃ الکہف)

مولائے کلؑ کا فرمان مبارک ہے:

من اصلح سريرته اصلح الله تعالیٰ علانيته و من عمل لدينه كفاه الله دنياه، و من احسن فی ما بينه و بين الله اصلح الله ما بينه و بين الناس۔

جوشخص اپنی خلوت وتنہائی درست رکھے۔تو اللہ تعالیٰ اُس کی اعلانیہ اور ظاہری زندگی کی اصلاح کردے گا۔جو شخص خدا کے دین کے لیے عمل کرے گا۔تو اللہ تعالیٰ اُسے دنیا کے اُمور میں مدد عطا فرمائے گا۔اور جو اپنے اور خدا کے مابین معاملہ درست رکھے گا۔تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور بندوں کے معاملات سلجھادے گا۔

زہد وورع

زہد سے مراد دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف میلان ظاہر کرنا ہے۔امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

من زهد فی الدنيا اثبت الله الحكمة فی قلبه و انطق بها لسانه و بصره عيوب الدنيا داءها و دواءها، و اخرجه منها سالما الی دار السلام

جوشخص دنیا میں زہد اور اُس سے کنارہ کشی اختیار کرے گا۔خدا اُس کے دل میں حکمت پیدا کرے گا اور وہ اُس کی زبان سے ادا ہوگی۔خدا اُسے دنیا کے عیوب اور خرابیاں ظاہر کرکے دکھائے گا۔اُس کی بیماریاں اور اُن کا علاج۔اور اُسے سلامتی کے ساتھ دنیا سے نکال کر دارالسلام (جنت) میں پہنچا دے گا۔

ایک شخص بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میں کہیں سالوں کے بعد ہی آپؑ سے ملاقات کر پاتا ہوں۔لہذا آپؑ کوئی نصیحت فرمائیں۔تاکہ میں اُس پر عمل کروں۔تو اُنہوں نے فرمایا:

اوصيك بتقوی الله و الورع و الاجتهاد، و اياك ان تطمع الی من فوقك، و كفی بما قال

الله عز و جل لرسول الله صلی الله علیه و آله و سلم : (وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعۡنَا بِهِۦٓ أَزۡوَٰجٗا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا)، و قال تعالیٰ: (فَلَا تُعۡجِبۡكَ أَمۡوَٰلُهُمۡ وَلَآ أَوۡلَٰدُهُمۡ)، فان خفت ذلك فاذكر عیش رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم فانما كان قوته من الشعیر و حلواه من التمر و وقوده من السعف اذا وجده، و اذا اصبت فی نفسك، او مالك، او ولدك فاذكر مصابك برسول الله صلی الله علیه و آله و سلم، فان الخلائق لم یصابوا بمثله قط

''میں تجھے خدا کے خوف، اُس کی منع کردہ باتوں سے اجتناب اور اُس کی رضا کے حصول میں بہت زیادہ کوشش وسعی کی وصیت کرتا ہوں۔ خبردار! اپنے سے اوپر والے کو دیکھ کر اُس جیسا ہونے کی لالچ میں نہ پڑنا۔

اِس واسطے تمہارے لیے وہی فرمانِ خدا کافی ہے۔ جو اُس نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اور جو کچھ ہم نے مختلف لوگوں کو آزمائش کیلئے دنیا کی زیب و زینت اور آرائش دے رکھی ہے اس کی طرف نگاہیں اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ (سورۃ طہٰ:۱۳۱)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا: آپؐ کو ان کے مال و اولاد حیرت و تعجب میں نہ ڈالیں۔ (سورہ توبہ:۵۵)

اگر تجھے اِن باتوں کا خوف ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا انداز یاد کر لینا۔ اگر آپؐ کو میسر آتا تو آپؐ کی غذا جو، حلوہ کھجور کا اور ایندھن چھال کا ہوتا۔ اگر تجھے اپنی جان، یا مال، یا اولاد میں کسی طرح کی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصیبوں اور تکالیف کو یاد کرنا۔ بے شک تمام مخلوقات نے کبھی آپؐ کی مانند مصیبتیں نہیں جھیلیں۔''

اُمورِ منکرہ

غصہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

الغضب یفسد الایمان کما یفسد الخل العسل

''جس طرح سرکہ شہد کو بے کار کر دیتا ہے۔ اِسی طرح غصہ ایمان کو ناکارہ و فاسد بنا دیتا ہے۔''

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے:

الغضب مفتاح کل شر (غصہ ہر شر کی کنجی ہے۔)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ان الرجل لیغضب فما یرضی ابدا حتی یدخل النار ، فایما رجل غضب علی قومه و هو قائم فلیجلس ، من فوره ذلك ، فانه سیذهب عنه رجس الشیطان ، و ایما رجل غضب علی ذی رحم فلیدن منه فلیمسه ، فان الرحم اذا مست سکنت

''کوئی شخص غضب ناک ہوتا ہے اور کبھی راضی نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔لہذا اگر کسی شخص کو اپنی قوم پر غصہ ہو اور وہ کھڑا ہو۔تو اُسے چاہیے کہ فوراً بیٹھ جائے۔ایسا کرنے سے جلد ہی اُس سے شیطان کی نحوست دور ہو جائے گی۔اگر کوئی شخص اپنے رشتہ پہ غضب ناک ہو۔تو اُسے قریب جا کر مس کرنا چاہیے۔کیونکہ جب خونی رشتہ کو مس کیا جاتا ہے۔تو اُس میں سکون پیدا ہو جاتا ہے۔''

حسد

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام نے ارشاد فرمایا:

ان الحسد لیاکل الایمان کما تاکل النار الحطب۔

(بے شک حسد ایمان کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو کھا جاتی ہے۔)

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم لوگوں کے پاس وہ بیماری آ گئی ہے۔جو تم سے پہلے اُمتوں میں تھی۔اُس کا بیماری کا نام حسد ہے۔یہ بیماری بال نہیں گراتی ، بلکہ انسان کا دین اکھاڑتی ہے۔اِس سے کے بچنے کی صورت یہی ہے کہ انسان اپنا ہاتھ روک کر رکھے، اپنی زبان محفوظ رکھے اور اپنے مومن بھائی کی طرف آنکھ سے اِشارہ نہ کرے۔

ظلم

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ظلم کرے۔تو اُس کا بدلہ اُس کی جان، یا مال، یا اولاد سے لیا جائے گا۔ مزید فرمایا: جس شخص نے ظلم پایا اُسے کوئی خیر نصیب نہ ہوگی۔آگاہ رہو کہ مظلوم ظالم کے دین سے اِس قدر حصہ لے لیتا ہے کہ اُتنا وہ مظلوم مال سے نہیں لے سکتا۔

اہلِ شر

اِس سے مراد انسان کا ایسی بری صفات کا حامل ہونا کہ لوگ اُس کے شر سے بچنے کے لیے اُس کی عزت کریں۔
چنانچہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

شر الناس عند الله یوم القیامة الذین یکرمون اتقاء شرهم

روزِ قیامت خدا کی بارگاہ میں سب سے برے لوگ وہ ہوں گے۔ جن کے شر سے بچنے کے لیے اُن کی عزت کی جاتی ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من خاف الناس لسانه فهو فی النار

(جس شخص سے دوسروں کو بدزبانی کا خوف رہتا ہو۔ وہ جہنم میں جائے گا۔)

نیز فرمایا:

ان ابغض خلق الله عبد اتقی الناس لسانه

"خدا کی مخلوق میں سب سے قابلِ نفرت وہ شخص ہے۔ جس کی (گھٹیا) زبان سے لوگ ڈریں۔"

***

حج و عمرہ

- اہمیتِ حج۔۔
- حج کا وجوب ۔۔
- حج کی اقسام ۔۔
- حج کے واجبات۔۔
- عمرہ کے واجبات۔۔

فریضہ حج

ہر سال لاکھوں مسلمان اپنے خدا کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں۔ جو اُس نے اپنے خلیل اور اُن کے باپ کے زبانی اُن تک پہنچائی۔ بعد اس کے کہ جب اُن کے لیے خدا نے خانہ کعبہ اور مناسکِ حج کی حد بندی کر دی۔ تا کہ اِس حج سے اُنہیں دنیا میں نفع اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرٰهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ
وَالْقَآئِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿٢٦﴾ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ
يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿٢٧﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ أَيَّامٍ
مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ
الْفَقِيْرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٢٩﴾
ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا
يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿٣٠﴾

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم (ع) کیلئے خانہ کعبہ کی جگہ معین کر دی۔ (اور حکم دیا کہ) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے پاک رکھنا۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ کہ لوگ (آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے) آپ کے پاس آئیں گے۔ پیادہ پا اور ہر لاغر سواری پر کہ وہ سواریاں دور دراز سے آئی ہوں گی۔ تا کہ وہ اپنے فائدوں کیلئے حاضر ہوں اور مقررہ (دنوں میں خدا کا نام لیں) ان چوپایوں پر (ذبح کے وقت) جو اللہ نے انہیں عنایت فرمائے۔ پس خود بھی ان سے کھاؤ اور حاجت مند فقیر کو بھی کھلاؤ۔ پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنی میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور قدیم گھر (خانہ کعبہ) کا طواف کریں۔ یہ ہے حج اور اس کے مناسک کی بات! جو اللہ کی محترم چیزوں کی تعظیم کرتا ہے۔ تو یہ اس کے پروردگار کے ہاں بہتر ہے اور تمہارے لئے چوپائے حلال ہیں۔ بجز ان کے جو تم سے بیان کئے جاتے رہتے ہیں۔ پس تم بتوں کی گندگی سے پرہیز کرو۔ اور راگ گانے کی مجلس سے اجتناب کرو۔ (سورۃ مبارکہ الحج)

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں اِس دعوتِ الٰہیہ کی مزید تاکید فرمائی۔ اور بیت اللہ کی عظمت و حرمت بیان کرنے کے بعد استطاعت رکھنے والے پر اُس کا حج کرنا واجب کیا۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ
مَّقَامُ إِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ
إِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٧﴾

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لیے بنایا گیا یقیناً وہی ہے جو مکہ میں ہے بڑی برکت

والا اور عالمین کے لیے مرکز ہدایت ہے۔ اس گھر میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں (منجملہ ان کے ایک) مقام ابراہیم ہے۔ اور جو اس میں داخل ہوا اسے امن مل گیا۔ اور لوگوں پر واجب ہے کہ محض خدا کے لیے اس گھر کا حج کریں جو اس کی استطاعت (قدرت) رکھتے ہیں اور جو (باوجود قدرت) کفر کرے (انکار کرے) تو بے شک خدا تمام عالمین سے بے نیاز ہے۔ (سورۃ آل عمران)

اِن کے علاوہ بھی کئی مقامات پر خداوند متعال نے حج وعمرہ اور اُن سے متعلق شعائرِ الہیہ کا ذکر فرمایا۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیات ۱۵۸، ۱۹۶، اور ۱۹۷ تا ۲۰۲ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

اِسی طرح آئمہ معصومینؑ نے بھی اِس فریضہ کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ لہٰذا جیسے ہی کسی کو استطاعت حاصل ہو اُس پر حج کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص استطاعت کے بعد اِس فریضہ کی ادئیگی میں کوتاہی کرے۔ تو وہ سخت سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

الحاج ثلاثة : فافضلهم نصيبا رجل غفر الله له ذنبه ما تقدم منه و ما تأخر ، و وقاه الله عذاب القبر ، و اما الذى يليه فرجل غفر له ذنبه ما تقدم منه ، و يستأنف العمل فى ما بقى من عمره ، و اما الذى يليه فرجل حفظ فى اهله و ماله

حاجیوں کے درجات تین قسم کے ہوتے ہیں:

اُن میں سب سے افضل حصے والا حاجی وہ ہے۔ جس کے خدا اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے اور اُسے عذابِ قبر سے بچا لیتا ہے۔ اُس کے بعد کے درجے والا حاجی وہ ہے جس کے خدا گزشتہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور وہ حج کے بعد باقی زندگی اپنا عمل نئے سرے سے شروع کرتا ہے۔ اور اُس کے بعد کے درجے والا حاجی وہ ہے (کہ حج سے) جس کے اہل وعیال اور مال ودولت کی حفاظت ہوتی ہے۔ (وسائل الشیعہ)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ امام زین العابدینؑ فرمایا کرتے تھے:

''حج وعمرہ بجالاؤ۔ اِس سے تمہارے جسم صحت مند ہوں گے، تمہارے رزق میں اضافہ ہوگا اور تمہارے ایمان کی اصلاح ہوگی۔

ایک دوسری روایت میں آپؑ فرماتے ہیں:

اذا اخذ الناس منازلهم بمنى نادى مناد : لو تعلمون بفناء من حللتم لايقنتم بالخلف بعد المغفرة

جب لوگ منیٰ میں ٹھہرتے ہیں تو ایک منادی نداء دیتا ہے۔ اگر تم جانتے کہ کس کے دروازے پر بیٹھے ہو تو تمہیں یقین ہوتا ہے کہ تم مغفرت حاصل کر کے ہی واپس جاؤ گے۔ (وسائل الشیعہ: جلد ۸)

صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص حج ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور اُس کے باوجود حج نہ کرے۔ تو اُس نے شریعت کے احکام میں سے ایک حکم کو ترک کیا ہے۔ (وسائل الشیعہ کتاب الحج، جلد ۸)

بلا شبہ یہ بات معجزہ سے کم نہیں ہے کہ اس دعوت کو ہزاروں سال گزر گئے ہیں۔ اِس کے باوجود بھی حج کے ایام میں 160 سے زائد اِسلامی ممالک سے لاکھوں مسلمان اِس فریضہ کی ادائیگی کے لیے حرمِ الٰہی کا رُخ کرتے ہیں۔ وہ سفر کی صعوبتیں اور اپنے اہل عیال کی جدائی برداشت کر کے عازم فریضہ ہوجاتے ہیں۔ اور کسی بھی چیز کو اپنے راستے میں حائل نہیں ہونے دیتے۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ اُن کے دل اور عقلیں اپنے رب کے گھر سے جڑی ہوتی ہیں۔

اس لیے وہ سب کچھ بھلا کر اُس کی بارگاہ میں حاضر ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ اُن کی عقلیں اُس وقت سے اِس دعوت کو تسلیم اور اِس پر لبیک کہہ چکی ہیں۔ کہ جب ابھی وہ بابوں کے صلبوں اور ماؤں کے رحموں میں تھے۔ جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں میں حج کی منادی کرنے کا حکم دیا۔ تو وہ مقام[1] پر کھڑے ہوئے اور وہ اپنی جگہ سے بلند ہوا، یہاں تک کہ کوہِ ابوقبیس جتنا اُونچا ہوگیا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے حج کی منادی فرمائی۔ تو قیامت تک (کے حاجیوں نے) مردوں کے صلبوں اور عورتوں کے رحموں میں اُس آواز کو سن لیا۔ (حوالہ سابق)

آئمہ معصومین علیہم السلام نے دین کی بقا کو خانہ کعبہ کی بقا کے ساتھ مربوط بیان کیا ہے۔ کیونکہ یہ مسلمانوں کی وحدت کا شعار اور اُن کے ایک ہونے کی نشانی ہے۔ اور یہ اُنہیں اُن کے خالق، اُس کے رسولؐ اور شریعتِ مقدسہ سے جوڑتا ہے۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا یزال الدین قائما ما قامت الکعبة

''جب تک کعبہ اپنی جگہ برقرار ہے، دین قائم رہے گا۔'' (مصدرِ سابق)

جس طرح آئمہ طاہرینؑ نے حجِ اِسلام کی ترغیب دلائی اور اِس فوائد و برکات کو بیان کیا۔ اِسی طرح اِس فریضہ کو ترک کرنے پر تنبیہ بھی فرمائی ہے۔ صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں:

لو ترك الناس الحج لما نوظروا العذاب، او قال: انزل علیهم العذاب

''اگر لوگ حج پہ جانا ترک کردیں تو وہ عذابِ الٰہی سے کسی صورت نہیں بچ سکتے۔، یا فرمایا: خدا اُن پر عذاب نازل کردے گا۔''

اِسلامی حکومتوں کے بارے میں آئمہ طاہرینؑ کی یہ ہدایات بھی ملتی ہیں کہ اگر سارے لوگ حج کے معاملہ کوتاہی کرنے لگیں اور اس فریضہ کو ترک کردیں۔ تو حکومت پر واجب ہے کہ اُنہیں حج پر جانے کے لیے مجبور کرے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق کا فرمان ہے:

لو عطل الناس الحج لوجب علی الامام ان یجبرهم علی الحج ان شاؤوا ، و ان ابوا، فان هذا البیت انما وضع للحج

اگر لوگ حج پر جانا بند کردیں۔ تو امام (حاکمِ اِسلامی) پر واجب ہے کہ اُنہیں حج پر جانے کے لیے مجبور کرے،

[1] مقام ابراہیم، حرم الٰہی میں خانہ کے پاس موجود ہے۔

خواہ وہ چاہیں یا نہ انکار کریں۔ کیونکہ یہ گھر تو بنا ہی حج کے لیے ہے۔(وسائل الشیعہ جلد ۸)

مسئلہ ۱۔ حجِ اسلام، جو مستطیع شخص پر واجب ہوتا ہے، تمام عمر میں ایک مرتبہ سے زیادہ واجب نہیں ہے۔[1]

مسئلہ ۲۔ مستطیع شخص پر حج کا وجوب فوری ہے کہ استطاعت کے پہلے ہی سال حج بجالائے۔ اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے اور تاخیر کی صورت میں بعد والے سال میں انجام دے اور اگر اس میں بھی بجا نہ لا سکے تو اس کے بعد...

مسئلہ ۳۔ اگر استطاعت کے بعد حج کرنا، بعض مقدمات، مثلاً سفر اور اس کے اسباب فراہم کرنے پر موقوف ہو تو ان مراحل کا طے کرنا اس طرح واجب ہے تا کہ اسی سال حج میں پہنچ سکے اور کوتاہی کرنے کی صورت میں اگر اس سال حج میں نہ پہنچ سکے تو حج اس پر معین ہو جائے گا اور اسے ہر حال میں حج کرنا ہوگا، چاہے اس کی استطاعت ختم ہو جائے۔

حج اسلام واجب ہونے کے شرائط

چند شرطوں سے حج واجب ہو جاتا ہے اور حسب ذیل تمام شرائط کے بغیر حج واجب نہیں ہوتا:

اول- دوم: بلوغ اور عقل: لہذا بچے اور دیوانے پر حج واجب نہیں ہے۔

سوم استطاعت مالی: توانائی، جسمانی صحت و طاقت، راہ کھلی اور آزاد ہونے اور کافی وقت ہونے کے اعتبار سے۔

حج کی نیابت

مسئلہ(۴۱۱): نائب کے سلسلہ میں چند امور شرط ہیں:

۱۔ بالغ ہونا، احتیاط واجب کی بنا پر۔

۲۔ عقل

۳۔ ایمان

۴۔ اعمال کے انجام دینے پر وثوق واطمینان ہو۔

۵۔ نائب، افعال واحکام حج کے بارے میں جانتا ہو۔

۶۔ نائب کے ذمہ اس سال خود اس کا واجبی حج نہ ہو۔

۷۔ وہ حج کے بعض اعمال بجالانے سے معذور نہ ہو۔

مسئلہ(۴۱۲): منوب عنہ (یعنی جس کی طرف سے نیابت قبول کی جائے) کے سلسلہ میں چند شرطیں ہیں:

۱۔ اسلام

۲۔ حج واجب میں شرط ہے کہ نائب جس کی نیابت کر رہا ہے وہ فوت ہو چکا ہو، یا اگر زندہ ہے تو حج اس پر معین

---

[1] قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ یہاں مختصر حج کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ اگر کوئی شخص حج کے تفصیلی احکام جاننا چاہتا ہے۔ تو دفتر آیۃ اللہ یعقوبی اسلام آباد نے اِس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بھی شائع کیا ہے۔ اُس کے لیے دفتر میں رابطہ کیا جاسکتا ہے۔(واللہ الموفق)

ہو چکا ہواور وہ ایسے مرض کی وجہ سے جس کے اچھا ہونے کی امید نہیں ہے، حج کے لئے نہ جا سکتا ہوں۔ مستحب حج میں یہ شرط نہیں ہے۔ منوب عنہ کے لئے بلوغ اور عقل کی شرط نہیں ہے۔ نائب اور منوب عنہ میں مماثلت کی بھی شرط نہیں ہے اور جائز ہے کہ جو شخص اب تک حج نہ گیا ہواور مستطیع نہ ہو وہ دوسرے کا نائب ہو۔

عمرہ کی اقسام

مسئلہ (۴۱۳): عمرہ کی بھی حج کے مانند دو قسمیں ہیں: واجب اور مستحب۔ اور جس میں استطاعت کے شرائط پائے جاتے ہوں اس پر زندگی میں ایک بار واجب ہوتا ہے۔ اس کا وجوب حج کے مانند فوری ہے نیز اس کے وجوب میں حج کی استطاعت معتبر نہیں ہے بلکہ اگر انسان عمرہ کے لئے مستطیع ہو گیا ہے تو عمرہ اس پر واجب ہو جاتا ہے، چاہے وہ حج کے لئے مستطیع نہ ہواور اس کے برعکس بھی یوں ہی ہے کہ اگر انسان حج کے لئے استطاعت رکھتا ہو لیکن عمرہ کے رکھتا عمرہ کے لئے مستطیع نہ ہو تو حج ہی بجالائے گا۔ لیکن یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ جو لوگ مکہ سے دور ہیں مثلاً اہل ایران یا اہل ہند و پاکستان ان کا فریضہ حج تمتع ہے ان کے لئے کبھی حج کی استطاعت عمرہ کی استطاعت سے اور عمرہ کی استطاعت، حج کی استطاعت سے جدا نہیں ہے کیونکہ حج تمتع دونوں عمل کا مرکب ہے۔ اس کے برخلاف جو لوگ مکہ میں یا اس سے قریب رہتے ہیں ان کا فریضہ حج مفردہ اور عمرہ مفردہ ہے کہ ان کے لئے ان میں سے کسی ایک عمل کی استطاعت کو تصور کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ (۴۱۴): جو شخص مکہ میں وارد ہونا چاہتا ہے اس پر واجب ہے کہ احرام باندھ کر وارد ہو اور احرام کے لئے عمرہ یا حج کی نیت کرے اور اگر حج کا وقت نہیں ہے اور وہ مکہ میں وارد ہونا چاہتا ہے تو واجب ہے کہ عمرہ مفردہ انجام دے۔ اس حکم سے وہ شخص مستثنیٰ ہے جس کے احرام کو ایک ماہ نہ گزرا ہو کہ اس صورت میں احرام باندھنا اس کے لئے لازم نہیں ہے۔

مسئلہ (۴۱۵)۔ عمرہ کی تکرار حج کی تکرار کے مانند مستحب ہے اور دو عمرہ کے درمیان کوئی معین فاصلہ شرط نہیں ہے لیکن احتیاط کی بنا پر ہر دو ماہ میں صرف ایک بار عمرہ بجالا سکتا ہے لیکن اگر دوسرے کے لئے عمرہ بجالانا ہو تو ہر شخص کے لئے ایک عمرہ بجالانا جائز ہے۔

حج کی اقسام

حج اسلام کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ حج تمتع۔

۲۔ حج قران۔

۳۔ حج افراد۔

حج تمتع ان لوگوں کا فریضہ ہے کہ جو مکہ سے اڑتالیس (۴۸) میل یعنی سولہ (۱۶) فرسخ (یا اس سے زیادہ) دور رہتے ہوں۔ حج قران اور حج افراد، ان لوگوں پر واجب ہوتا ہے جو مکہ سے نزدیک ہوں یا مکہ میں رہتے ہوں۔

حج تمتع کی اجمالی صورت

معلوم ہونا چاہیے کہ حج تمتع دو عمل سے مرکب ہے: ایک عمرہ تمتع، دوسرا حج تمتع۔ عمرہ تمتع حج پر مقدم ہے یعنی حج تمتع سے پہلے بجالایا جاتا ہے۔ عمرہ تمتع کے پانچ جزو ہیں:

۱۔ احرام۔ ۲۔ طواف کعبہ۔ ۳۔ نماز طواف۔ ۴۔ صفا ومروہ کے درمیان سعی۔ ۵۔ تقصیر یعنی کچھ بال یا ناخن کاٹنا۔

اور جب محرم ان اعمال سے فارغ ہوجاتا ہے تو جو چیزیں احرام باندھنے سے اس پر حرام ہوگئی تھیں، حلال ہو جاتی ہیں۔ حج تمتع میں تیرہ عمل ہیں:

۱۔ مکہ میں احرام باندھنا۔

۲۔ عرفات میں وقوف (ٹھہرنا)۔

۳۔ مشعر الحرام میں وقوف۔

۴۔ منیٰ میں جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا۔

۵۔ منیٰ میں قربانی کرنا۔

۶۔ منیٰ میں سر منڈانا یا تھوڑے سے بال یا ناخن کاٹنا۔

۷۔ مکہ میں طواف زیارت۔

۸۔ دو رکعت نماز طواف۔

۹۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی۔

۱۰۔ طواف نساء۔

۱۱۔ دو رکعت نماز طواف نساء۔

۱۲۔ منیٰ میں گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں راتوں میں بیتوتہ کرنا (شب بسر کرنا)۔

۱۳۔ گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو دن میں تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنا۔

اور جو افراد تیرہویں شب کو بھی منی میں رہے ہیں وہ تیرھویں تاریخ کے دن کو بھی تینوں شیطانوں کو کنکریاں ماریں گے۔

عمرہ تمتع کے اعمال

عمرۂ تمتع کا میقات

عمرہ تمتع کے لئے احرام باندھنے کی جگہ جسے میقات کہتے ہیں، ان راستوں کے بدلنے سے مختلف ہوتی ہے جن سے حاجی مکہ جاتے ہیں اور وہ پانچ جگہیں ہیں:

مسجد شجرہ

جسے ذوالحلیفہ کہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا میقات ہے جو مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہیں۔

مسئلہ (۴۱۶) بصورت ضرورت احرام کو مسجد شجرہ سے اہل شام کے میقات یا اس کے محاذی تک تاخیر دینا جائز ہے۔

مسئلہ (۴۱۷) جو لوگ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہیں ان کے کے لئے مسجد شجرہ سے باہر احرام باندھنا کافی نہیں ہے اور واجب ہے کہ وہ مسجد کے اندر محرم ہوں۔

مسئلہ (۴۱۸)۔ مجنب شخص اور حائض عورت مسجد سے گزرنے کی حالت میں احرام باندھ سکتے ہیں، مسجد میں ٹھہریں نہیں۔

وادی عقیق

جس کے ابتدائی حصے کو ''مسلخ'' درمیانی حصہ کو ''عمرہ'' اور آخری حصہ کو ''ذات عرق'' کہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا میقات ہے جو عراق اور نجد کی طرف سے مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہیں۔

قرن المنازل

یہ ان لوگوں کا میقات ہے جو طائف کی طرف سے مکہ جاتے ہیں۔

یلملم

یہ ایک پہاڑ کا نام ہے اور یہ ان لوگوں کا میقات ہے جو یمن کی جانب سے مکہ جاتے ہیں۔

جحفہ

یہ ان لوگوں کا میقات ہے جو شام کی طرف سے مکہ جاتے ہیں۔

یہاں چند مسائل ہیں:

1۔ اگر شرعی گواہی قائم ہو جائے یعنی دو شاہد عادل گواہی دیں کہ فلاں جگہ میقات ہے تو تحقیق و تفتیش اور علم حاصل کرنا لازم نہیں ہے اور اگر علم و گواہی ممکن نہ ہو تو جو لوگ ان مقامات کے بارے میں جانتے ہیں، ان سے دریافت

کرنے سے حاصل شدہ ظن وگمان پر اکتفا کرسکتا ہے۔

2۔ جب بھی کسی ایسی راہ سے جائے کہ کسی ایک میقات سے اس کا گزر نہ ہوتو اسے میقات کے محاذات سے احرام باندھنا چاہئے۔

3۔ اختیاری حالت میں جدہ سے احرام باندھنا صحیح نہیں ہے بلکہ لازم ہے کہ پانچوں میقاتوں میں سے کسی ایک میقات پر جاکر احرام باندھے مگر یہ کہ اس پر قدرت واختیار نہ رکھتا ہو۔ اس صورت میں احتیاط کی بنا پر خود جدہ میں نذر کے ذریعہ محرم ہو۔

4۔ محاذات سے مراد یہ ہے کہ جو شخص مکہ جارہا ہو وہ ایسی جگہ پہنچے کہ اس کے داہنے یا بائیں ہاتھ کی سیدھ پر میقات واقع ہو، اس طرح کہ اگر وہ وہاں سے گزرجائے تو میقات اس کی پشت کی طرف مائل ہوجائے۔

واجباتِ احرام

واجبات احرام تین ہیں: (۱) نیت۔ (۲) تلبیہ۔ (۳) مردوں کا دوجامہ پہننا۔ اِن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

نیت

یعنی انسان جب احرام باندھنا چاہے تو عمرہ تمتع کی نیت کرے۔

مسئلہ ا۔ عمرہ، حج اور اس کے دیگر اجزاء عبادات میں سے ہیں اور انہیں خداوند عالم کی اطاعت میں خالص نیت کے ساتھ بجالانا چاہیے اور کسی ایسے عمل کے انجام دینے کا ارادہ نہ رکھتا ہو جو احرام کو باطل کردیتا ہے۔

تلبیہ

یعنی لبیک کہنا اور اتنا کہنا کافی ہے:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ

اگر اسی مقدار پر اکتفا کرے تو محرم ہوگیا اور اس کا احرام صحیح ہے۔ اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ مذکورہ چار لبیك زبان پر جاری کرنے کے بعد یہ بھی کہے:

اِنَّ الْحَمْدَ، وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ

اور اگر مزید احتیاط کرنا چاہے تو مذکورہ جملہ کے بعد یہ بھی کہے:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ

مسئلہ (۴۱۹) لبیک کہنا ایک مرتبہ سے زیادہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ (۴۲۰)۔ لبیک کی واجبی مقدار اگر یاد نہ کرسکتا ہو یا یاد کرنے کا وقت نہ ہو اور کسی کے دہرانے پر بھی نہ کہہ پاتا ہو۔ تو جس طرح بھی کہہ سکتا ہو کہے اور احتیاط واجب کی بنا پر کسی کو اپنا نائب بھی بنائے۔

مسئلہ (۴۲۱)۔ واجب ہے کہ عمرہ تمتع کا تلبیہ مکہ کی آبادی دکھائی دینے کے بعد اور حج کا تلبیہ روز عرفہ کے زوال

کے وقت کہنا بند کر دیں۔

مردوں کے لیے احرام کے دو جامہ پہننا

ایک ''لنگی'' ہے اور دوسری ''چادر'' جسے دوش پر ڈال لیں۔

مسئلہ (۴۲۲)۔ احتیاط واجب یہ ہے کہ یہ دونوں جامے احرام کی نیت اور لبیک کہنے سے پہلے پہنے اور اگر لبیک کہنے کے بعد پہنا ہو تو احتیاط مستحب یہ ہے کہ لبیک دوبارہ کہے۔

مسئلہ (۴۲۳)۔ احرام کا لباس پہنے میں احتیاط واجب یہ ہے کہ نیت کرے اور امر الٰہی اور اطاعت کا قصد کرے۔

مسئلہ ۴۲۴۔ ان دو جاموں میں شرط یہ ہے کہ ان میں نماز صحیح ہو، پس ریشم کا لباس نیز غیر ماکول اور ایسا نجس لباس جس میں نماز نہ ہو سکتی ہو کافی نہیں ہے۔ لازم ہے کہ جس لباس کو لنگی قرار دے اتنا نازک نہ ہو جس سے بدن ظاہر ہو۔

مسئلہ ۴۲۵۔ عورت کے احرام کا لباس خالص ریشم کا نہیں ہونا چاہئے۔

مسئلہ ۴۲۶۔ مذکورہ دو جائے جنہیں محرم پہنے، مردوں سے مخصوص ہیں لیکن عورت خود اپنے ہی لباس میں، چاہے وہ جیسا ہو محرم ہو سکتی ہے۔ چاہے وہ سلا ہو یا نہ ہو، ہاں خالص ریشم کا نہ ہو، جیسا کہ ذکر ہو چکا۔

مسئلہ ۴۲۷۔ اگر جامۂ احرام کھال یا نائلون وغیرہ کا ہو تو اگر عرف میں اسے جامہ یا لباس کہا جاتا ہو اور رائج ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۲۸۔ لازم نہیں ہے کہ جامہء احرام بنا ہوا ہو بلکہ اگر ''نمد'' کی مانند مالیدہ شدہ ہو اور اسے جامہ کہا جاتا ہو اور رائج ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۲۹۔ اگر احرام پہنتے وقت جان بوجھ کر اور عمداً سلا ہوا لباس نہ اتارے تو اس کے احرام میں اشکال ہے۔

مسئلہ ۴۳۰۔ احرام کے لباس میں لنگی کو گردن میں باندھنا جائز نہیں ہے لیکن اسے گرہ وغیرہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

محرمات احرام

جو چیزیں محرم پر حرام ہوتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ صحرا میں جنگلی جانور کا شکار کرنا، مگر اس صورت میں کہ اس سے آزار پہنچنے کا خوف ہو (یعنی اس صورت میں حرام نہیں ہے)۔

۲۔ عورت سے جماع کرنا، اس کا بوسہ لینا، دست بازی و ملاعبت کرنا، اور شہوت سے دیکھنا بلکہ کسی بھی طرح کی لذت اٹھانا۔

مسئلہ ۴۳۱۔ بیوی کا بوسہ لینے کا کفارہ، اگر شہوت کے ساتھ ہو تو ایک اُونٹ ہے اور اگر شہوت کے بغیر ہو تو ایک

گوسفند اور بظاہر بیوی کے علاوہ ماں یا بیٹی کا بوسہ لینا حرام نہیں ہے اور اس کا کفارہ بھی نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۳۲۔ مشعر الحرام میں وقوف کے بعد اور طواف نساء تمام ہونے سے پہلے اگر ہمبستری کی ہو، تو حج صحیح ہے فقط کفارہ دینا ہوگا لیکن اگر طواف نساء کے بعد ہو تو کفارہ بھی نہیں ہے اور اثنائے طواف نساء میں یا آدھے طواف سے گزر جانا تمام طواف کے حکم میں ہے یا پانچویں چکر سے گزرنا اس میں فقہا کے درمیان بحث ہے جو مبتلا بہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۳۳۔ احرام کی حالت میں ملاعبہ جو منی نکلنے کا باعث ہو اس کا کفارہ ایک اُونٹ ہے۔

۳۔ اپنے لئے یا دوسرے کے لئے عورت سے عقد کرنا، چاہے وہ احرام میں ہو یا نہ ہو اور محل ہو۔

۴۔ استمناء یعنی منی خارج کرنا، ہاتھ سے یا کسی اور ذریعہ سے۔

مسئلہ ۴۳۴۔ جو شخص بھولے سے یا حکم سے لاعلم ہونے کی صورت میں استمناء کرے تو اس کا کفارہ نہیں ہے۔ اسے چاہیے کہ استغفار کرے اور اگر جانتے ہوئے اور عمداً ہو تو اس کا کفارہ ایک اُونٹ ہے۔ اگر وہ اُونٹ نہ دے سکے تو ایک گوسفند کی قربانی کافی ہے۔ اس کے علاوہ اگر استمناء خود کاری کے ذریعہ ہو اور مزدلفہ سے پہلے ہو تو لازم ہے کہ حج کو تمام کردے اور آئندہ سال دوبارہ حج بجالائے اور اگر استمناء اپنی بیوی کے ذریعہ ہو تو احتیاط واجب ہے کہ اس کے بعد بھی یہی عمل انجام دے (یعنی حج تمام کردے اور آئندہ سال دوبارہ حج کرے)۔

۵۔ عطریات یعنی خوشبو کا استعمال مثلاً مشک، زعفران، کافور عود و عنبر بلکہ مطلق طور سے ہر قسم کا عطر لگانا۔

مسئلہ ۴۳۵۔ احتیاط واجب یہ ہے کہ ہر وہ معطر و خوشبو دار چیز جسے عطر نہیں کہتے نہ سونگھی جائے۔

مسئلہ ۴۳۶۔ ایک وقت میں کئی مرتبہ خوشبو کا استعمال اس حد تک جسے عرفاً ایک بار کا استعمال سمجھا جائے کفارہ کی تعداد نہیں بڑھاتا۔ دوسری صورت میں بظاہر جتنی بار خوشبو استعمال کی ہو اتنا کفارہ دے گا۔

احتیاط واجب کی بنا پر خوشبو استعمال کرنے کا کفارہ ہے۔

۶۔ مردوں کے لئے سلی ہوئی چیز قمیص، بنیان، قبا، جیکٹ، کوٹ وغیرہ اسی طرح بٹن دار یا بنے ہوئے لباس کا پہننا، چاہے سلا ہوا نہ ہو۔

۷۔ کالے رنگ کا سرمہ لگانا جس سے زینت ہو چاہے زینت کا قصد نہ کرے اور احتیاط واجب یہ ہے کہ مطلق طور سے ہر اس سرمہ سے پرہیز کیا جائے جس سے زینت ہو۔

۸۔ آئینہ دیکھنا

مسئلہ ۴۳۷۔ عینک یا چشمہ لگانا اگر زینت نہ ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر زینت شمار ہو تو بنا بر احتیاط جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۳۸۔ زینت کے ارادے کے بغیر آئینہ دیکھنا، جیسے ڈرائیوں وغیرہ کا گاڑیوں کے آئینہ میں دیکھنا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۳۹۔ اگر آئینہ کو دیکھے تو احتیاط واجب کی بنا پر لبیک کہے۔

۹۔موزے، چمڑے کے جوتے ریشم کے بنے ہوئے جوتے وغیرہ پہننا۔

مسئلہ ۴۴۰۔یہ حکم مردوں سے مخصوص ہے عورتوں کے لئے کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۴۱۔پاؤں کے اوپری حصے کو ڈھانکنے کی حرمت کے سلسلے میں قدر مسلّم جوتے اور موزے وغیرہ پہننا ہے، نہ کہ ہر وہ چیز جو پاؤں کے اوپری حصہ کو چھپاتی ہے۔بہرحال اگر محرم ان چیزوں کو پہنے پر مجبور ہو تو احتیاط یہ ہے کہ اس کے اوپری حصہ کو پھاڑ دے۔

مسئلہ ۴۴۲۔ پاؤں کا اوپری حصہ ڈھکنے والی چیز پہنے کا کفارہ نہیں ہے۔

۱۰۔فسوق: یہ صرف جھوٹ بولنے سے مخصوص نہیں ہے بلکہ گالیاں دینا اور دوسروں سے فخر کا اظہار کرنا بھی فسوق، اور حرام ہے، چاہے دوسروں کی اہانت اور گالی دینا اس میں شامل نہ ہو۔

۱۱۔جدال ہے اور وہ لا واللہ یا بلی واللہ کہتا ہے۔کلمہ ''لا'' اور ''بلی'' اور تمام زبانوں میں اس کے مترادف الفاظ مثلاً ''ہاں'' یا ''نہیں'' جدال میں شامل نہیں ہے بلکہ بات کو ثابت یا رد کرنے کے لئے قسم کھانا جدال ہے۔

۱۲۔ان جانداروں کو مارنا جو انسان کے جسم پر ہوں مثلاً جوں، چیلر وغیرہ یا کلنی وغیرہ جو جانوروں کے جسم میں رہتی ہے۔

۱۳۔زینت کے لئے انگوٹھی پہننا۔اگر استحباب کی غرض سے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۴۔زینت کی غرض سے عورتوں کا زیور پہننا۔

۱۵۔بدن پر روغن ملنا۔

۱۷۔مرد کا ہر اس چیز سے سر کو ڈھانکنا، جس سے سر ڈھک جائے۔

۱۸۔عورت کا اپنے چہرہ کو نقاب، روبند یا برقع کے ذریعہ چھپانا۔

۱۹۔مرد کا اپنے سر کے اوپر سایہ قرار دینا۔

مسئلہ ۴۴۳۔مردوں کو اپنے سر پر سایہ قرار دینا جائز نہیں ہے، عورتوں اور بچوں کے لئے جائز ہے اور اس کا کفارہ بھی نہیں۔

مسئلہ ۴۴۴۔سر کے اوپر سایہ قرار دینے کی حرمت اس حالت سے مخصوص ہے جب انسان راستہ طے کر رہا ہو لیکن جس وقت وہ کہیں ٹھہرا منی میں ہو یا کہیں اور وہاں زیر سایہ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اپنے اوپر چھتری وغیرہ لگانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن چلنے کی حالت میں، جیسے، مکہ میں اپنی قیامگاہ سے مسجد الحرام تک، یا منی میں اپنے خیمہ سے قربانگاہ یا رمی جمرات تک احتیاط کی بنا پر زیر سایہ سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۴۵۔سفر کرتے وقت اپنے اوپر سایہ قرار دینے کی حرمت میں کوئی فرق نہیں ہے، چاہے انسان چھت دار محل میں ہو یا چھت دار گاڑی میں، ہوائی جہاز میں ہو یا پانی کے جہاز میں چھت کے نیچے ہو۔لیکن ثابت سائبان مثلاً پل اور سرنگ (نل) سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۰۔اپنے بدن سے خون نکالنا۔

مسئلہ ۴۴۶۔بدن سے خون نکالنے کا کفارہ نہیں ہے۔اگرچہ ایک گوسفند قربانی کرنا احتیاط کے مطابق ہے۔

مسئلہ ۴۴۷۔(جسم کی) کھال کھجلانا،مسواک یا برش کرنا اور ہر وہ کام کرنا جو خون نکلنے کا باعث ہو،احرام کی حالت میں جائز نہیں ہے،لیکن دوسرے کے بدن سے خون نکالنا اپنے بدن سے خون نکالنے کے حکم میں نہیں ہے۔

۲۱۔ناخن کاٹنا۔

مسئلہ ۴۴۸۔اگر ہاتھوں کے تمام ناخن کاٹے اور پیروں کے دس سے کم تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کا کفارہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۴۹۔احرام کی حالت میں انجکشن لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر بدن سے خون نکلنے کا باعث ہو تو انجکشن نہ لگوائے۔ہاں اگر حاجت وضرورت ہو تو لگوائے،بہرصورت کفارہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۵۰۔محرم جب مکہ پہنچ گیا،چاہے وہ شہر کے جدید محلوں میں پہنچا ہو جو مسجد الحرام سے دور ہیں تو اب وہاں سے مسجد الحرام جانے کے لئے چھت دار کاروں اور گاڑیوں میں سوار ہوسکتا ہے یا سایہ میں راہ طے کرسکتا ہے۔

مسئلہ ۴۵۱۔صابن اور بعض شیمپو اگر ان میں خوشبو ہو تو ان کے استعمال سے احتیاط واجب کی بنا پر پرہیز کریں۔دوسری صورت میں (ان کے استعمال میں) کوئی حرج نہیں ہے۔

واجب طواف اور اس کے بعض احکام

جو شخص عمرہ تمتع کے احرام سے محرم ہوا اور مکہ معظّمہ میں داخل ہوا عمرہ کے اعمال میں اس پر جو سب سے پہلے چیز واجب ہے وہ خانہ کعبہ کا طواف ہے اور یہاں اس سلسلہ میں چند مسائل ہیں:

مسئلہ ۴۵۲۔طواف سے مراد خانہ کعبہ کے گرد سات مرتبہ چکر لگانا ہے جس کا طریقہ بعد میں ذکر ہوگا۔ہر دور کو چکر کہتے ہیں پس طواف سات چکر کا نام ہے۔

مسئلہ ۴۵۳۔طواف عمرہ کے ارکان میں سے ہے اور جو شخص اسے جان بوجھ کر ترک کردے یہاں تک کہ اس کا وقت گزر جائے تو اس کا عمرہ باطل ہے چاہے وہ مسئلہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

واجبات طواف

پہلی قسم

جو چیزیں طواف کے لیے شرط ہیں:

۱۔نیت،یعنی طواف کو خالص خدا کے لئے انجام دینے کے ارادے سے بجالائے۔

۲۔حدث اکبر،مثلاً جنابت،حیض ونفاس سے پاک ہو اور حدث اصغر سے طاہر ہو یعنی باوضو ہو۔

۳۔ بدن اور لباس کا نجاست سے پاک ہونا۔

۴۔ ستر عورت یعنی شرمگاہ کا چھپانا۔

۵۔ ختنہ ہونا۔

مسئلہ ۴۵۳۔ مردوں میں طواف کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ ختنہ شدہ ہوں اور اس حکم میں بالغ اور غیر بالغ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

دوسری قسم

وہ چیزیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حقیقت طواف میں داخل ہیں (یعنی خود طواف سے متعلق ہیں) اگر چہ ان میں سے بھی بعض طواف کے لئے شرط ہیں لیکن عمل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور وہ سات چیزیں ہیں:

۱۔ یہ کہ حجر اسود سے ابتداء کرے۔

مسئلہ ۴۵۴۔ یہ واجب یہ ہے کہ عرف میں کہا جائے کہ حجر اسود سے طواف شروع کیا ہے اور اسی پر ختم کیا ہے، چاہے حجر اسود کی ابتدا سے شروع کیا ہو یا اس کے وسط یا پھر اس کے آخر سے۔

۲۔ ہر دور کو حجر اسود پر ختم کرنا۔ اور یہ اس صورت میں حاصل ہوتا ہے کہ بغیر رکے سات دور ختم کرے اور ساتویں دور کو جہاں سے طواف شروع کیا تھا وہیں پر ختم کرے اور لازم نہیں ہے کہ ہر دور میں ٹھہرے اس کے بعد شروع کرے۔

۳۔ طواف کرتے وقت خانہ کعبہ طواف کرنے والے کے بائیں سمت ہو۔

۴۔ حجر اسماعیل کو طواف میں داخل کرنا۔

حجر اسماعیل وہ جگہ ہے جو خانہ کعبہ سے متصل ہے اور طواف کرنے والا (کعبہ کے ساتھ) حجر اسماعیل کے گرد بھی طواف کرے۔

۵۔ بنا بر مشہور، طواف کا خانہ کعبہ کے چاروں طرف کعبہ اور مقام ابراہیم کی درمیانی حد میں انجام پانا۔ لیکن اقوی یہ ہے کہ یہ واجب نہیں ہے۔

۶۔ طواف کرنے والے کا خانہ کعبہ سے اور جو کچھ اس گھر سے (متصل) شمار ہوتا ہے، اس سے خارج ہونا۔

۷۔ سات چکر پورے کرے یعنی خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگائے نہ کم نہ زیادہ۔

نماز طواف

مسئلہ ۴۵۵۔واجب ہے کہ طوافِ عمرہ ختم ہونے کے بعد دو رکعت نماز، نماز صبح کی مانند بجالائے۔

مسئلہ ۴۵۶۔احتیاط یہ ہے کہ طواف کے بعد نماز کے لئے جائے اور اسے جلد ادا کرے۔

مسئلہ ۴۵۷۔واجب ہے کہ یہ نماز مقام ابراہیمؑ کے پاس پڑھی جائے۔اور واجب ہے کہ یہ نماز مقام ابراہیمؑ کے پیچھے یوں ادا کی جائے کہ مقام ابراہیمؑ اس کے اور خانہ کعبہ کے درمیان واقع ہو۔بہتر یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو اس کے نزدیک کھڑا ہو،لیکن اس طرح سے نہیں کہ لوگوں کی زحمت کا باعث بنے۔

مسئلہ ۴۵۸۔اگر مجمع کی کثرت کہ وجہ سے مقام ابراہیمؑ کے پیچھے نماز کے لئے کھڑا نہیں ہو پایا،تو کافی ہے کہ ہر اس جگہ پر جہاں اس کی پشت صادق آئے چاہے وہ مقام ابراہیمؑ سے دور ہی کیوں نہ ہو نماز ادا کرے، بلکہ اس صورت میں مسجد الحرام کے ہر مقام سے نماز کی صحت بعید نہیں ہے۔

سعی اور اس کے بعض احکام

مسئلہ ۴۵۹۔نماز طواف بجالانے کے بعد واجب ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے، جو دو مشہور پہاڑ ہیں۔

مسئلہ ۴۶۰۔سعی سے مراد یہ ہے کہ کوہ صفا سے مروہ کی طرف جائے اور مروہ سے صفا کی طرف واپس آئے۔

مسئلہ ۴۶۱۔واجب ہے کہ سعی صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ ہو کہ ہر مرتبہ کو ایک چکر کہتے ہیں اس طرح کہ صفا سے مروہ جانا ایک چکر ہے اور مروہ سے صفا کی طرف واپس آنا ایک چکر ہے۔

مسئلہ ۴۶۲۔واجب ہے کہ صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ساتویں دور میں سعی تمام کرے۔

مسئلہ ۴۶۳۔واجب ہے کہ سعی کو طواف اور اس کی نماز کے بعد بجالائے۔

تقصیر کے احکام

مسئلہ ۴۶۴۔واجب ہے کہ سعی کے بعد تقصیر کرے یعنی کچھ ناخن کاٹے یا سر، موچھ یا داڑھی کے کچھ بال کترے تقصیر میں سر منڈانا کافی نہیں بلکہ حرام ہے۔

مسئلہ ۴۶۵۔یہ عمل بھی عبادات میں سے ہے اور پاک خالص اور صرف اطاعت خدا کی نیت سے بجالانا چاہئے۔

مسئلہ ۴۶۶۔اگر حج کا احرام باندھنے تک تقصیر بھول جائے تو اس کا عمرہ صحیح ہے۔لیکن ایک گوسفند قربانی کرنا مستحب ہے اور احتیاط یہ ہے کہ قربانی ترک نہ کی جائے۔

مسئلہ ۴۶۷۔اگر حج کا احرام باندھنے کے وقت تک جان بوجھ کر یا مسئلہ نہ جاننے کی صورت میں تقصیر ترک کر

دے تو بنابر اقوی اس کا عمرہ باطل ہو جائے گا اور اس کا حج، حج افراد میں بدل جائے گا۔ احتیاط واجب یہ ہے کہ حج افراد تمام کرنے کے بعد وہ عمرہ مفردہ بجالائے اور آئندہ سال حج کا اعادہ کرے۔

حج تمتع کے اعمال

حج تمتع کے اعمال کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

احرام حج

مسئلہ ۴۶۸۔ مکلّف پر واجب ہے کہ عمرہ کے اعمال تمام ہونے کے بعد، حج تمتع کے لئے احرام باندھے۔

مسئلہ ۴۶۹۔ اگر حج تمتّع کی نیت کرے اور واجب لبیک کو جس طرح عمرہ کے احرام میں ذکر ہوئے ہیں، زبان پر جاری کرے تو محرم ہو جاتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ احرام باندھنے کا قصد کرے اور یہ بھی لازم نہیں ہے کہ محرمات کے ترک کرنے کا قصد وارادہ کرے، لیکن یہ قصد نہ کرے کہ میں کوئی ایسا کام کروں گا، جو احرام کو باطل کرنے والا ہو۔

مسئلہ ۴۷۰۔ نیت خالص خدا کی اطاعت وعبادت کے لئے ہونی چاہیے ریا اور دکھاوا عمل کے باطل ہونے کا سبب ہوتا ہے۔

وقوفِ عرفہ

مسئلہ ۴۷۱۔ عرفات میں وقوف واجب ہے۔ یہ ایک معروف جگہ ہے اور اس کے حدود مشخص ہیں۔ یہاں ٹھہرنا بھی تمام عبادات کی طرح خالص قربت کی نیت سے انجام پانا چاہیے۔

مسئلہ ۴۷۲۔ احتیاط یہ ہے کہ عرفات میں وقوف، اول زوال سے مغرب کے وقت تک ہو لیکن اول وقت سے نماز ظہر وعصر اور اس کے مقدمات کی ادائیگی تک تاخیر کا جائز ہونا بعید نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۷۳۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں مجموعی طور سے ظہر کے بعد سے مغرب تک عرفات میں رہنا، اگرچہ واجب ہے، لیکن یہ تمام وقت رکن نہیں ہے، جس کے ترک کرنے سے حج باطل ہو جائے۔ پس اگر تھوڑی دیر تک ٹھہرے یا عصر کے قریب آئے اور ٹھہرے تو اس کا حج صحیح ہے چاہے اس کا مجموعاً (ظہر سے مغرب تک) نہ ٹھہرنا عمداً اور جانتے بوجھتے ہو۔

مسئلہ ۴۷۴۔ وقوف میں جو چیز رکن ہے وہ اس کا مسمّی ہے یعنی یہ کہا جائے کہ کچھ دیر عرفات میں ٹھہرا تھا۔ چاہے یہ ٹھہرنا بہت کم ہو مثلاً ایک دو منٹ۔ پس اگر کوئی عرفات گیا ہی نہیں تو اس نے ایک رکن ترک کیا ہے۔

مسئلہ ۴۷۵۔ اگر جان بوجھ کر واقفیت کے باوجود وقوف رکنی کو ترک کر دے یعنی ظہر کے بعد سے مغرب تک کسی بھی حصہ میں عرفات میں نہ ہو تو اس کا حج باطل ہے۔

مسئلہ ۴۷۶۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر غروب شرعی سے پہلے عرفات سے کوچ کرے اور اس کے حدود سے

باہر نکل جائے تو اس نے عمل حرام کیا ہے چنانچہ اگر وہ اس پر نادم ہوا اور واپس آجائے اور غروب تک ٹھہرا رہے تو اس پر کوئی چیز نہیں ہے۔

مشعر الحرام میں وقوف

اس میں چند مسئلہ ہیں:

مسئلہ ۴۷۷۔ دسویں ذی الحجہ کی شب جب انسان مغرب کے وقت عرفات کے وقوف سے فارغ ہوا، تو اب وہاں سے مشعر الحرام کی طرف کوچ کرے، جو ایک مشہور جگہ ہے اور اس کی حدیں معین ہیں۔

مسئلہ ۴۷۸۔ احتیاط یہ ہے کہ دس ذی الحجہ کی شب کو عرفات سے کوچ کر کے مشعر الحرام پہنچنے کے وقت سے طلوع صبح تک مشعر الحرام میں بسر کرے اور یہاں شب بسر کرنے کے لئے قربت کی نیت کرے۔

مسئلہ ۴۷۹۔ جب روز عید قربان (یعنی دس ذی الحجہ) کی صبح طلوع کرے تو طلوع آفتاب تک مشعر الحرام میں ٹھہرنے کی نیت کرے اور واجب وقوف کی مقدار اسی قدر ہے (یعنی طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک) اور چونکہ یہ وقوف اللہ کی عبادت ہے لہذا اخالص نیت کے ساتھ بجالائے۔

مسئلہ ۴۸۰۔ جن لوگوں کو مشعر الحرام میں ٹھہرنے میں کسی طرح کا عذر ہو وہ تھوڑی دیر شب میں ٹھہر کر منی کی طرف کوچ کریں گے۔ یہ لوگ عورتیں، بچے، بیمار، بوڑھے، کمزور افراد ہیں اور ان میں وہ افراد بھی شامل ہیں جن کا ان لوگوں کی دیکھ بھال اور راہنمائی میں ان کے ہمراہ رہنا ضروری ہے۔

منی کے واجبات

منی میں درج ذیل مناسک انجام دینا واجب ہے۔

جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا

مسئلہ ۴۸۱۔ اسکا جو کنکریاں وہ پتھر کے ستون کو مارنا چاہتا ہے، شرط ہے اسے حصیٰ" (یعنی چھوٹی کنکریاں) کہا جائے، پس اگر وہ اس قدر چھوٹی ہوں جنہیں کنکریاں نہ کہا جا سکے تو کافی نہیں ہے اور ان کا بہت بڑی ہونا بھی کافی نہیں ہے۔ اسی طرح ڈھیلے، ٹھیکرے اور جواہرات یا قیمتی پتھر سے رمی کرنا جائز نہیں ہے۔ اور پتھروں میں حتی سنگ مرمر سے رمی کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۸۲۔ شرط ہے کہ یہ کنکریاں حرم کی ہوں، حرم سے باہر کی کنکریوں سے رمی کرنا کافی نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۸۳۔ شرط ہے کہ کنکریاں استعمال شدہ نہ ہوں، یعنی انہیں کسی دوسرے نے صحیح طریقے سے شیطانوں کو مارنے کے لئے پھینکا نہ ہو، چاہے یہ عمل گزشتہ سال ہی انجام پایا ہو۔

مسئلہ ۴۸۴۔ شرط ہے کہ کنکریاں مباح ہوں۔ پس غصبی کنکریاں یا جن کنکریوں کو کسی دوسرے نے اپنے لئے جمع کر رکھا ہو، ان کا استعمال کافی نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۸۵۔ کنکریاں مارنے کا وقت روز عید، طلوع آفتاب سے غروب تک ہے، اور اگر بھول گیا تو تیرھویں تاریخ تک شیطانوں کو کنکریاں مار سکتا ہے۔ اور اگر اس وقت تک یاد نہ آیا تو احتیاط واجب یہ ہے کہ خود یا اس کا نائب یہ عمل انجام دے اور آئندہ سال بھی خود یا اس کا نائب اس کی قضا کرے۔

مسئلہ ۴۸۶۔ کنکریاں مارنے کے سلسلے میں چند امور واجب ہیں:

۱۔ نیت یعنی خالص قصد، اللہ کے لیے رکھتا ہو، دکھاوے کے لئے نہیں، کہ یہ عمل کے باطل ہونے کا سبب ہے۔

۲۔ یعنی کنکریاں مارے یا پھینکے۔ پس اگر قریب جا کر اس نے جمرہ پر کنکریاں رکھ دیں تو کافی نہیں ہے۔

۳۔ یوں پھینکے کہ کنکریاں جمرہ تک پہنچیں۔

۴۔ کنکریوں کی تعداد سات ہو۔

۵۔ بتدریج ایک کے بعد ایک کنکریاں پھینکے۔ اس صورت میں اگر کنکریاں باہم جمرہ کو لگیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر سب یا چند عدد باہم پھینکے تو کافی نہیں ہے چاہے جمرہ کو ایک ساتھ نہ لگیں بلکہ ایک کے بعد ایک لگیں۔

مسئلہ ۴۸۶۔ جو کنکری پھینکی ہے، اگر جمرہ کو نہ لگے تو دوبارہ پھینکے۔ چاہے رمی کے وقت اس کا گمان یہ تھا کہ کنکری جمرہ تک پہنچی ہے، پس اگر جمرہ کے پہلو میں کوئی چیز نصب تھی اور غلطی سے اس پر رمی کی ہو تو کافی نہیں ہے۔ اس کا اعادہ کرے چاہے آئندہ سال اپنے نائب ہی کے ذریعہ انجام دے۔

مسئلہ ۴۸۷۔ جو لوگ دن میں رمی کرنے سے معذور ہیں، وہ شب کو جب بھی چاہیں یہ عمل بجالا سکتے ہیں۔

قربانی

مسئلہ ۴۸۹۔ جو شخص حج تمتع بجالا رہا ہے اس پر واجب ہے کہ ایک جانور قربانی کرے یعنی ایک اُونٹ، ایک گائے یا ایک گوسفند اور اُونٹ کی قربانی افضل ہے۔ ان تین جانوروں کے علاوہ بقیہ تمام جانوروں کی قربانی کافی نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۹۰۔ قربانی کے جانور کے لئے چند چیزیں معتبر ہیں:

۱۔ تندرست ہو۔

۲۔ اس کے سارے اعضاء سالم ہوں، ناقص ہونا کافی نہیں ہے۔

۳۔ اس کے سینگ نہ ٹوٹے ہوں۔

۴۔ دبلا پتلا اور کمزور نہ ہو۔

۵۔ خصی اور آختہ نہ ہو۔

مسئلہ ۴۹۱۔ قربانی میں اس کے بیضتین کا کٹا ہوا نہ ہونا شرط نہیں ہے مگر یہ کہ خصی ہونے کی حد تک پہنچ جائے اور ان اعضاء کا فقدان جو اس قسم کے تمام جانوروں میں پائے جاتے ہیں اور نقص شمار ہوتے ہیں، قربانی کے کافی ہونے میں مانع ہیں مثلاً بیضتین، کان۔ ان کے علاوہ مثلاً سینگ اور دم اگر اس قسم کے جانوروں میں معمولاً پائی جاتی ہے تو ان کا نہ ہونا

نقص شمار ہوتا ہے اور قربانی کے لئے مانع ہے ورنہ نہیں۔قربانی کا بوڑھا نہ ہونا بھی شرط نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۹۲۔اگر قربانی اُونٹ ہو تو اس کا سن ۵ سال سے کم نہ ہو اور وہ چھٹے سال میں داخل ہو چکا ہو۔اگر گائے ہے تو احتیاط واجب کی بنا پر دو سال سے کم نہ ہو اور تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو۔یوں ہی بکری، گائے کے سن سے کم نہ ہو اور احتیاط واجب یہ ہے کہ بھیڑ ایک سال سے کم نہ ہو اور دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو۔

مسئلہ ۴۹۳۔لازم ہے کہ قربانی کو رمی جمرہ عقبہ کے بعد انجام دے۔

مسئلہ ۴۹۴۔احتیاط واجب یہ ہے کہ قربانی روز عید انجام دے اس کے بعد پر نہ ٹالے۔

مسئلہ ۴۹۵۔اگر کسی عذر کی بنا پر مثلاً بھول سے یا کسی اور وجہ سے عید کے دن قربانی نہیں کی تو احتیاط واجب یہ ہے کہ ''ایام تشریق'' (یعنی گیارہ بارہ تیرہ ذی الحجہ) میں قربانی کرے اور اگر نہ ہو تو ماہ ذی الحجہ کے بقیہ دنوں میں قربانی کرے۔

مسئلہ ۴۹۶۔اگر کسی نے اس گمان سے ایک جانور ذبح کیا کہ وہ صحیح وسالم تھا بعد میں معلوم ہوا کہ مریض یا ناقص تھا تو یہ قربانی کافی نہیں ہے۔قدرت وامکان کی صورت میں وہ دوسری قربانی انجام دے۔

مسئلہ ۴۹۷۔احتیاط واجب یہ ہے کہ ذبیح میں نائب شیعہ ہو مگر یہ کی حاجی نیت خود کرے اور صرف ذبح کے عمل میں کسی کو نائب بنائے۔

مسئلہ ۴۹۸۔ذبح اور قربانی بھی عبادات میں سے ہے اور اسے بھی خالص نیت اور اللہ کی اطاعت کے ارادے سے بجالانا لازم ہے۔

تقصیر

مسئلہ ۴۹۹۔جس کا پہلا حج ہو، اسے احتیاط واجب کی بنا پر سر منڈانا چاہیے۔

مسئلہ ۵۰۰۔خواتین کو بال یا ناخن کاٹنا چاہیے۔ان کا سر منڈانا کافی نہیں ہے اور احتیاط یہ ہے کہ وہ تھوڑے سے ناخن اور بال دونوں کاٹیں۔

مسئلہ ۵۰۱۔جو پہلی دفعہ حج انجام دے رہا ہو اس کو اختیار ہے کہ سر منڈائے یا تقصیر کرے اگر چہ سر منڈانا احتیاط ہے۔

مسئلہ ۵۰۲۔سر کا منڈانا یا تقصیر کرنا چونکہ عبادت ہے لہذا با اخلاص نیت، ریا کے بغیر، خدا کی اطاعت کے طور پر انجام دینا چاہیے۔اس کے بغیر تقصیر صحیح نہیں ہے اور جو امور اس کی وجہ سے حاجی پر حلال ہوتے ہیں، حلال نہیں ہوں گے۔

مسئلہ ۵۰۳۔سر منڈانا یا تقصیر منی میں انجام پانا چاہیے اور اختیاری صورت میں منی کے باہر کسی اور جگہ انجام دینا جائز نہیں ہے۔

اعمال منی کے بعد کے واجبات

مسئلہ ۵۰۴۔ جن اعمال کا مکہ میں انجام دینا واجب ہے:
۱۔ طواف حج، جسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔
۲۔ نماز طواف۔
۳۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی۔
۴۔ طواف نساء۔
۵۔ نماز طواف نساء۔

مسئلہ ۵۰۵۔ طواف حج، اس کی نماز، سعی، طواف نساء اور اس کی نماز وغیرہ کا طریقہ وہی ہے جس کا تذکرہ طواف عمرہ، اس کی نماز اور سعی میں گزر چکا ہے۔ فقط نیت میں فرق ہے کہ ان اعمال میں حج کے طواف، حج کی سعی اور حج کے طواف نساء کی نیت کی جائے گی۔

مسئلہ ۵۰۶۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے منی سے بعد والے اعمال کو منی سے قبل انجام دے تو یہ اعمال کافی ہوں گے۔ اگر چہ بعد میں اس کے برخلاف ظاہر ہو۔ جس طرح بعد میں معلوم ہو کہ عورت حائض نہیں تھی یا مریض کو صحت مل جائے یا پھر مجمع اتنا زیادہ نہ ہو کہ جس سے اعمال کی انجام دہی میں زحمت ہو رہی ہو، پس ان اعمال کو دوبارہ انجام دینا ضروری نہیں اگر چہ احتیاط ہے کہ دوبارہ انجام دے۔

مسئلہ ۵۰۷۔ حج اور عمرہ مفردہ میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ طواف نساء واجب ہے۔

منیٰ میں رات گزارنا

مسئلہ ۵۰۸۔ حاجی کے لئے واجب ہے کہ شب گیارہ اور شب بارہ کو منی میں رات بسر کرے۔ یعنی وہاں پر غروب آفتاب سے لے کر نصف شب تک یا نصف شب سے لے کر طلوع آفتاب تک رہے۔ لیکن وہ افراد جو مکے میں پوری رات جاگتے ہیں اور صبح تک عبادت میں مشغول رہیں اور غیر از عبادت فقط ضروری کام جیسے بقدر ضرورت کھانا، پینا، تجدید وضوء وغیرہ انجام دیں تو ان کے لئے شب گیارہ اور شب بارہ میں منی میں رکنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۵۰۹۔ رات بسر کرنے کی واجبی مقدار اول شب سے نصف شب تک یا نصف شب سے طلوع آفتاب تک ہے۔

مسئلہ ۵۱۰۔ منیٰ میں رات بسر کرنا عبادت ہے لہذا اخلاص نیت کے ساتھ اطاعت خداوندی کے لئے یہ فعل انجام دے۔

مسئلہ ۵۱۱۔ جن شبوں میں منی میں رکنا واجب ہے اگر نہ رُکے تو واجب ہے کہ ہر شب کے لئے ایک گوسفند

قربانی کرے۔

مسئلہ ۵۱۲۔ بربنائے احتیاط مذکورہ قربانی کے واجب ہونے میں علم وعمداور سہو یالاعلمی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مسئلہ ۵۱۳۔عمرہ میں کئے جانے والے شکار کے کفارہ کی قربانی مکے میں اور حج میں کئے جانے والے شکار کی قربانی منیٰ میں ہوگی۔اوراحتیاط یہ ہے کہ بقیہ کفارے بھی اسی طرح انجام دیئے جائیں۔

رمی جمرات

مسئلہ ۵۱۴۔جن ایام کی راتوں میں منی میں رہنا واجب ہے،ان میں رمی جمرات (تین شیطانوں کوکنکریاں مارنا)ضروری ہے۔یعنی تین جگہوں پر کنکریاں مارے جن میں سے پہلے کو جمرہ اولی دوسرے کو جمرہ وسطی اور تیسرے کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں۔

مسئلہ ۵۱۵۔ ہر جمرہ کو ہر روز مارے جانے والے پتھروں کی تعداد سات عدد ہونا چاہیے۔اوران شیطانوں کو کنکریاں مارنے کا طریقہ اوراس کے شرائط وواجبات وہی ہیں جن کا ذکر جمرہ عقبہ میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ ۵۱۶۔کنکریاں مارنے کا وقت اس روز کے اول طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک ہے جس کی رات منیٰ میں بسر کی ہے۔رات میں کنکریاں مارنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۵۱۷۔اگر کوئی شخص چرواہی یا مرض وعلالت یا مجمع وغیرہ سے خوف کی وجہ سے دن میں کنکریاں مارنے سے معذور ہوتو اس کے لئے اس شب یااس کے بعدوالی شب میں کنکریاں مارنا جائز ہے۔

مسئلہ ۵۱۸۔جمرات کوکنکریاں مارنے میں ترتیب واجب ہے۔یعنی سب سے پہلے جمرہ اولی کوکنکریاں مارے پھر جمرہ وسطی کو پھر جمرہ عقبہ کوکنکریاں مارے۔

مسئلہ ۵۱۹۔اگر کوئی رمی جمرات کرنا بھول جائے اور منی سے باہر نکل جائے تو اس کے لئے منیٰ واپس آنا ضروری ہے اوراگر یہ ممکن نہ ہوتو کسی کو نائب بنائے جو یہ کام انجام دے۔لیکن اگر ایام تشریق گزر چکے ہوں تو احتیاط واجب کی بنا پر یاخود منی آ کر رمی جمرات کرے یا کسی کو نائب بنائے اور سال آئندہ بھی یاخود منی یانائب آ کر رمی جمرات کی قضاء کرے۔

❋❋❋

احکام تجارت

- مکروہ معاملات۔۔
- حرام معاملات۔۔
- جنس اور عوض کی شرائط۔۔
- نقد و ادھار۔۔
- بیع نقدین۔۔

احکام تجارت

تجارت رزق اور برکت کے وسیع ترین اسباب میں سے ہے، متعدد احادیث میں آیا ہے:

(تِسۡعَةُ اَعۡشَارِ الرِّزۡقِ فِيۡ التِّجَارَةِ)۔

رزق کے دس میں سے نو حصے تجارت میں ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بعض اصحاب سے فرمایا، جس نے بازار سے دوری اختیار کی ہوئی تھی:

اُغۡدُ اِلیٰ عِزِّكَ۔ صبح سے اپنی عزت کی طرف جاؤ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اَلتِّجَارَةُ تَزِيۡدُ فِي الۡعَقۡلِ۔ تجارت عقل بڑھاتی ہے۔

اِنَّ تَرۡكَ التِّجَارَةِ يَنۡقُصُ الۡعَقۡلَ۔ تجارت کا ترک کرنا عقل کو کم کرتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس تجارت کی ہے، آئمہ طاہرین علیہم السلام اپنے اموال کو تجارت میں مضاربہ کے طور پر خرچ کرتے تھے، تاکہ اللہ تعالیٰ اُنہیں رزق کے در پے دیکھے، اگر چہ انہیں اس سے منافع کمانے کی کوئی ضرورت اور نیاز نہیں تھی۔

مسئلہ 1: مکلف کے لیے ضروری ہے کہ تجارت کے ضروری احکام کی تعلیم حاصل کرے،

مَنۡ اَرَادَ التِّجَارَةَ فَلۡيَتَفَقَّهُ فِي دِيۡنِهٖ لِيَعۡلَمَ بِذٰلِكَ مَا يَحِلُّ لَهٗ مِمَّا يَحۡرُمُ عَلَيۡهِ وَ مَنۡ لَمۡ يَتَفَقَّهُ فِي دِيۡنِهٖ ثُمَّ اتَّجَرَ تَوَرَّطَ الشُّبۡهَاتِ۔

جو شخص تجارت کرنا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے دین کے فقہی مسائل کو حاصل کرے، تاکہ اُسے حلال اور حرام کا پتہ چل جائے، اور جو اپنے دین کے فقہی مسائل کو حاصل نہیں کرتا اور تجارت کرتا ہے، وہ شبہات کا شکار ہو جاتا ہے۔

تجارت میں چار امور مستحب ہیں:

1۔ قیمت گزاری میں مسلمانوں کے درمیان برابری اختیار کرنا مستحب ہے مگر کسی میں ترجیح ہو تو قیمت گزاری میں کمی واقع کی جاسکتی ہے۔

2۔ قیمت گزاری میں سہل انگاری کو اختیار کرنا مستحب ہے، جب تک غبن (دھوکا) کی حد تک نہ پہنچ جائے۔

3۔ جنس دیتے ہوئے زیادہ دیں اور لیتے وقت کم لیں۔

4۔ بیع کی بابت کوئی درخواست کرے تو اسے قبول کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ 2: جب معاملہ کی صحت اور فساد میں شک ہو، جس کا سبب یہ ہو کہ وہ معاملہ کے حکم سے جاہل ہے، تو اُس کے لیے صحت اور فساد میں سے کسی شے کے آثار کا مترتب کرنا جائز نہیں ہے، پس اُس کے لیے جائز نہیں ہے کہ جو مال لیا ہے اُس میں تصرف کرے اور جو مال دیا ہے اُس میں بھی تصرف کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اُس کے لیے ضروری ہے کہ اُس معاملہ کی بابت علم حاصل کرے یا اُس

معاملہ میں احتیاط کرے، اگرچہ یہ مصالحت کے ذریعہ سے ہو۔

ہاں!

جب اُس کی لیے ہوئے مال میں تصرف کے ذریعہ سے رضایت ثابت ہوجائے تو یہ اُس کے لیے جائز ہے، یہاں تک کہ معاملہ کے فساد کے فرض پر بھی تصرف کرنا جائز ہے۔

مسئلہ 3: مکلف پر واجب النفقہ افراد کا خرچہ حاصل کرنے کے لیے کمائی کرنا واجب ہے، جیسے بیوی اور اولاد، جب اس کے پاس اُن پر خرچ کرنے کے لیے خرچہ نہ ہو، اور یہ امور مستحبہ کے لیے مستحب ہے، جیسے عیال پر خرچہ کی وسعت پیدا کرنے کے لیے اور فقراء کی مدد کرنے کے لیے کمانا۔

مکروہ معاملات

مسئلہ 4: مکروہ معاملات:

1۔ وہ ملکیت اور ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کر لیجائی نہ جاسکتی ہو جیسے گھر اور زرعی زمین، اس کا فروخت کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ اس کی قیمت سے کسی اور جگہ پر گھر یا زمین خرید کرنا ہو۔

2۔ حیوانات کے ذبح کرنے کا معاملہ کرنا مکروہ ہے، یعنی قصابی۔

3۔ کفن فروشی کا معاملہ مکروہ ہے۔

4۔ پست لوگوں کے ساتھ معاملہ مکروہ ہے۔

5۔ طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان معاملہ کرنا مکروہ ہے۔

6۔ اپنے کام اور تجارت کو گندم، جو وغیرہ کی خرید قرار دینا مکروہ ہے۔

7۔ کوئی شخص کسی جنس کو خرید کررہا ہو تو اس کے معاملہ میں دخل اندازی کرنا مکروہ ہے۔

8۔ معاملہ کرتے وقت سچا ہو اور قسم کھائے یہ بات مکروہ ہے اور اگر سچا نہ ہو اور قسم کھائے تو یہ بات حرام ہے۔

حرام معاملات

مسئلہ 5: حرام معاملات چھ ہیں:

1۔ نشہ دینے والی مایع شے کی بیع، ایسے کتے کی بیع جو شکاری نہ ہو، سور و مردار کی بیع، اور ان چار کے علاوہ دوسری نجس العین چیزوں کی بیع اظہر قول کے مطابق جائز ہے بشرطیکہ اُن سے حلال منفعت مقصود ہو، جیسے زمین تیار کرنے کے لیے انسانی فضلہ کی کھاد ڈالنے کے لیے بیع، اگرچہ احوط اس کا ترک ہے۔

ہاں! پیسوں کو انسانی فضلہ سے ہاتھ اٹھا لینے کے مقابلے میں لیا جاسکتا ہے۔

2۔ غصبی مال کی بیع۔

3۔ ایسی شے کی بیع جس کی مالیت نہ ہو جیسے مشہور قول کی بناء پر درندے، اس کا جواز ظاہر ہے، جب اُس کے لیے منفعت محللہ مقصودہ ہو۔

4۔ایسی شے کی بیع،جس سے معمولاً حرام میں استفادہ کیا جاتا ہو،جیسے آلاتِ قمار اور لہو۔

5۔سودی معاملہ۔

6۔وہ معاملہ جو ملاوٹ پر مشتمل ہو،اس کی دو قسمیں ہیں:

اول۔جس مال کی خرید میں لوگ رغبت رکھتے ہوں،اُسے بیچتے وقت اس میں مشتری کو بتائے بغیر کسی دوسری پوشیدہ شے کی ملاوٹ کی جائے جیسے گھی میں چربی کی آمیزش اور ملاوٹ کرنا۔

دوم۔فروخت کیے جانے والے مال کو بڑھا چڑھا کر بتانا اور اس کی ایسی خصوصیات بیان کرنا جو واقعاً اس میں موجود نہ ہوں ،جیسے سبزیوں پر اُنہیں تر و تازہ رکھنے کے لیے پانی کا ترکاؤ کرنا۔

حدیث میں ہے:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ مُسْلِماً أَوْ ضَرَّهُ أَوْ مَا كَرَهَ.

مَنْ غَشَّ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ نَزَعَ اللهُ بَرَكَةَ رِزْقِهِ وَسَدَّ عَلَيْهِ مَعِيْشَتَهُ وَوَكَّلَهُ إِلَى نَفْسِهِ.

جو مسلمان کو کچھ دے اور اس میں ملاوٹ کرے یا اسے نقصان دے یا ایسا کرے جو اسے پسند نہ ہو،وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

جو مسلمان بھائی کو کچھ دے اور اُس میں ملاوٹ کرے ،اللہ اُس کے رزق سے برکت اٹھا لیتا ہے اور اس کی روزی کو تنگ کر دیتا ہے اور اسے اس کے اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

مسئلہ 6: پاک کیے جانے کے قابل متنجس شے کے فروخت کرنے کا کوئی حرج نہیں ہے،جیسے بستر۔

یہی حکم متنجس کی بیع کا ہے جو پاک کیے جانے کے قابل نہ ہو،جب اُس کی متعارف اور جائز منفعت طہارت پر موقوف نہ ہوں،جیسے پیٹرول۔

اور اگر اس کی متعارف اور جائز منفعت طہارت پر موقوف ہو تو اس کی بیع تب جائز ہے جب اس بیع سے معتد بہ حلال منفعت کا استفادہ کیا جائے۔

مسئلہ 7: بائع پر واجب ہے کہ مشتری کو متنجس شے کی نجاست کے بارے میں بتائے ،جب اُس کا مشتری کو متنجس شے کی نجاست سے آگاہ نہ کرنا اُسے دھوکا دینے کا سبب بنے،جیسے کوئی شخص کسی پر متنجس پانی فروخت کرتا ہے اور وہ اُس پانی سے وضو کر لیتا ہے۔

احوط یہ ہے کہ بہر صورت اُسے مشتری کو آگاہ کرنا چاہیے مگر جب اُس کا متنجس شے کی نجاست سے آگاہ کرنا مشتری کے لیے مذاق کا باعث بنے یعنی دیکھنے والے اس کا مذاق اڑائیں کہ یہ شخص دین کی پرواہ نہیں کرتا ہے۔

مسئلہ 8: غیر شرعی طریقہ سے ذبح کیے گئے حیوان کے گوشت کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے،اسی طرح اُس کی جلد،اور اس کے تمام اجزاء جن میں زندگی حلول کرتی ہے،وہ مردار کے حکم میں ہیں۔

مسئلہ 9: حیوان کی جلد،گوشت ،چربی اور بقیہ چیزوں کی خرو فروخت جائز ہے،جب احتمال دیا جائے کہ انہیں شرعی طریقہ

پر ذبح شدہ حیوان سے لیا گیا ہے۔

لیکن ان کا کھانا جائز نہیں ہے جب تک کہ اُس کا تزکیہ شدہ (یعنی اس کا شرعی طریقہ پر ذبح ہونا) ثابت نہ ہو۔

احوط یہ ہے کہ اگر اس حیوان کا تزکیہ شدہ ہونا ثابت نہ ہوتو مشتری کو خود شرط اور استثناء بتادے جو مسئلہ نمبر سات میں مذکور ہیں۔

درج ذیل علامات کے ذریعہ سے گوشت کا تزکیہ شدہ ہونا ثابت ہوتا ہے:

1۔ مسلمان کے ہاتھ سے لینا۔

جو ایسی صورت کے ساتھ ملا ہوا ہو جو تقاضا کرے کہ اس میں ایسا تصرف کیا جا سکتا ہے جو تزکیہ کے مناسب ہے، جیسے وہ مسلمان گوشت کو کھانے کے لیے پیش کرے اور جلد کو پہننے اور بچھانے کے لیے آمادہ و تیار کرے۔

2۔ مسلمانوں کے بازار سے لینا۔

خواہ مسلمان کے ہاتھ سے لے یا مجہول الحال شخص کے ہاتھ سے لے۔

3۔ مسلمان شہر میں بنایا گیا ہو۔

جیسے ڈبہ میں بند گوشت، اور جلد کی بنی ہوئی مصنوعات، جیسے جوتے وغیرہ۔

مسئلہ 10: جو شے غیر اسلامی ممالک سے درآمد ہوتی ہے اور جو چیزیں کافر کے ہاتھ سے لی جاتی ہیں، مانند گوشت، چربی، جلد، ان کی بیع جائز ہے، جب احتمال ہو کہ اسے تزکیہ شدہ حیوان سے لیا گیا ہے اور مشتری کو اس کی صورت حال سے آگاہ کیا جائے (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے)۔

لیکن اسے کھانے میں استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے، جب تک کہ اس کا تزکیہ شدہ ہونا ثابت نہ ہو۔

جس کافر کے ہاتھ میں ہے وہ خبر دے کہ یہ شرعی طریقہ سے ذبح شدہ حیوان کا گوشت ہے تو اُس کی اس خبر سے اُس گوشت کو کھانے میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

یہی حال اُس گوشت کا ہے جسے مسلمان کے ہاتھ سے لیا جائے اور معلوم ہو کہ اس مسلمان نے اسے کافر کے ہاتھ سے لیا ہے یعنی وہ اس کے تزکیہ کا اعلان نہ کرے تو اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا۔

مسئلہ 11: غصبی مال کی بیع باطل ہے۔

اس صورت میں بائع پر واجب ہے کہ جو پیسے مشتری سے لیے ہیں، انہیں واپس کر دے۔

مسئلہ 12: اگر مشتری کا بائع کو پیسے دینے کا ارادہ نہ ہو، یا اسے پیسے نہ دینے کا قصد کرے تو اس سے بیع باطل نہیں ہوگی، جب اُس سے اس کا جدی اور سنجیدہ ارادہ متحقق ہو جائے تو اس کے لیے خرید کے بعد پیسے دینا لازم ہوگا، اور یہی حکم ہے جب اس کا قصد ہو کہ اس کی قیمت حرام کی کمائی سے دے گا۔

مسئلہ 13: حرام آلات لہو کی بیع حرام ہے۔

جیسے موسیقی کے بعض آلات، احتیاط لازم کی بناء پر بچوں کے کھیلنے کے لیے بنائے گئے زبور (سارنگی) کی بیع سے اجتناب کیا

جائے، وہ آلات جو حرام میں استعمال ہوتے ہیں اور حلال میں بھی استعمال ہوتے ہیں، جیسے ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، ویڈیو، ٹی وی، حلال و حرام کے درمیان استعمال ہونے والے مشترک سامان کی خرید وفروخت کا کوئی حرج نہیں ہے، جس طرح انہیں گھر میں رکھنے اور حلال کاموں میں استعمال کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

ہاں!

اس کا ایسے شخص کے لیے گھر میں رکھنا جائز نہیں ہے، جس کے بہکنے کی بابت یا جس کے اہل خانہ کی بابت گناہ میں پڑنے سے امن نہ ہو۔

وہ اشیاء جن کی منفعت حرام میں منحصر ہو، جیسے بعض تصویریں اور سی ڈیز، ان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔

مسئلہ 14: شراب بنانے کے قصد سے انگور اور کھجور کی خرید وفروخت کرنا حرام ہے۔

اور اگر شراب بنانے کا ارادہ نہ ہو تو ان کی خرید وفروخت جائز ہے، اگرچہ بائع احتمال رکھتا ہو کہ مشتری انہیں شراب میں استعمال کرے گا۔

مسئلہ 15: ذی روح کا مجسمہ بنانا حرام ہے، خواہ انسان کا ہو یا غیر انسان کا ہو، جیسے معمول کے مطابق بنائی جانے والی تماثیل جو پتھر، موم بتی اور آہنی چیزوں سے بنائی جاتی ہیں، اگر اس کے بنانے سے خالق بننے کا قصد ہو یا اسے عبادت کے لیے بنایا جائے (بت وغیرہ)۔

احوط یہ ہے کہ بہرصورت ذی روح کا مجسمہ بنانا حرام ہے، مجسمہ کے علاوہ فوٹو بنانے کا کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح مجسمہ والی فوٹو کے گھر میں محفوظ کرکے رکھنے، ان کی خرید وفروخت کرنے کا کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ یہ کام مکروہ ہے۔

مسئلہ 16: جو شے جوئے یا چوری یا باطل معاملہ سے حاصل کی گئی ہو، اُس کا خرید کرنا جائز نہیں ہے، اگر مشتری ایسی شے کو خرید کرلے تو اس پر واجب ہے کہ اسے مالک کے حوالے کردے۔

مسئلہ 17: فائدہ اور انعام لینے میں کامیابی کے قصد سے، لاٹری ٹکٹ کا خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے

اگر پرچی خرید کرتے وقت اور مال صرف کرتے وقت شرعی کام پر اعانت کرنے کا قصد ہو تو اسے خرید کرنے کا کوئی حرج نہیں ہے جیسے مدرسہ بنانا یا پل بنانا یا اس کی مثل کسی اور کام کا کرنا۔

دونوں صورتوں کے پیش نظر اُس شخص کو دیا ہوا مال جس کے نام کا قرعہ نکلے (جب اس کی متصدی غیر اہلی شرکت ہو) یہ مال مجہول المالک شمار کیا جائے گا اور اس کے لیے حاکم شرعی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا، تاکہ یہ کام اصلاح سے انجام پا جائے، اور اگر اس کی متصدی اہلی شرکت ہو تو اس دیئے ہوئے مال میں تصرف کرنے کا کوئی حرج نہیں ہے مگر جب معلوم ہو کہ اس سلسلہ میں دیا ہوا مال، مال حرام ہے۔

مسئلہ 18: مال میں ملاوٹ کرنا بہرصورت حرام ہے، معاملہ میں ملاوٹ سے معاملہ فاسد ہو جاتا ہے، جب ملاوٹ اس طرح کی ہو کہ شے کو اس کی جنس کے مخالف ظاہر کیا جائے، جیسے کوئی شخص مال کو سونے کی خرید پر خرچ کرے، اور بائع اسے ایسی شے دے جو سونے کے مشابہ ہو۔

گا ہے معاملہ فاسد نہیں ہوتا، جب ملاوٹ اس طرح کی ہو کہ شے میں اس کی جنس کے علاوہ کسی اور جنس کو مخلوط کیا جائے، جیسے گھی میں چربی کا مخلوط کرنا، اس صورت میں بیع شخصی ہو یعنی بیع کو موجود شے کی ذات پر واقع کیا گیا ہو، جیسے کہے: میں نے آپ پر یہ کلوگرام گھی فروخت کیا، تو اس میں موجود چربی کی نسبت معاملہ باطل ہوگا، اور بائع نے اس کی جو رقم وصول کی ہے وہ بائع کی ملک میں منتقل نہیں ہوگی، مشتری کو بیع کے فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔

اگر بیع کلی ہو، جیسے اس سامنے پڑے کلوگرام گھی کو فروخت کرے، اور اسے مخلوط گھی دے تو مشتری کو اختیار حاصل ہے کہ وہ گھی واپس کر کے بائع سے خالص گھی کا مطالبہ کرے۔

مسئلہ 19: سود کی دو قسمیں ہیں:

اول۔ معاوضی سود، یہ ناپ، تول کے ساتھ مخصوص ہے۔

دوم۔ قرضی سود، یہ ہر قسم کے قرض میں جاری ہوتا ہے، جب شرط لگائی گئی ہو کہ اسے زیادہ واپس لوٹایا جائے گا۔

مسئلہ 20: ناپ تول والی اشیاء کی زیادہ واپس لینے کی نیت سے خرید و فروخت حرام ہے، جیسے ایک ٹن گندم دو ٹن گندم کے مقابلے میں فروخت کرے، یہ حکم عام ہے اور شامل ہے ہر اُس شے کو جس میں سے ایک صحیح اور دوسری عیب دار ہو یا ایک عمدہ اور دوسری کمتر ہو یا دونوں کی قیمت مختلف ہو، اگر جوہری سونا دے اور غیر جوہری زیادہ سونا واپس لے تو یہ سود ہوگا اور حرام ہوگا۔

مسئلہ 21: زیادت میں معتبر نہیں ہے کہ زائد عوض و معوض کی جنس سے ہو، پس جب ایک ٹن گندم ایک ٹن گندم اور ایک درہم کے مقابلے میں فروخت کرے تو یہ سود اور حرام ہوگا۔

بلکہ اگر زائد کا تعلق کام کاج کے ساتھ ہو، جیسے بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک دوسرے پر شرط لگائے کہ وہ اس کے لیے کام بھی کرے گا تو یہ سود اور حرام ہوگا، اگر زیادت حکمی ہو تو یہی حکم جاری ہوگا، جیسے ایک ٹن گندم نقدی، ایک ٹن ادھار کے بدلے میں فروخت کرے۔

مسئلہ 22: سود سے خلاصی پانے کے لیے، جب کوئی شخص چاہے کہ ناپ یا تول کی مقدار کا اُس سے زائد ناپ یا تول سے مبادلہ کرے، جیسے چاہے کہ دو کلو گندم کے فروخت کرے جو ایسی قسم کی ہو، جو مرغوب نہ ہو، اور اس کے مقابلے میں عمدہ اور مرغوب گندم لے۔

تو اولاً معاملہ کو دو طرح سے جاری کرے، پس دو کلو ایک مبلغ میں فروخت کرے پھر اسی مبلغ سے دوسرا کلو خرید کرے، جس سے مطلوب حاصل ہو جائے گا۔

دوسرا یہ کہ اقل کی طرف کے ساتھ کسی شے کی زیادت، جیسے مذکورہ دو کلو کا ایک کلو کے برابر فروخت کرنا جس کے ساتھ رومال یا قلم یا کتاب وغیرہ ہو۔

یا زیادت طرفین میں ہو اور زیادت متغایر ہو۔

مسئلہ 23: ایسی شے کی بیع جائز ہے جسے طول یا پیمائش یا شمار کے ذریعہ بیچا جاتا ہے، جیسے کپڑے، کتب اور اخروٹ کی زیادہ کے ساتھ بیع، جیسے دس اخروٹ پندرہ کے برابر فروخت کیے جائیں، یہ حکم مطلق ہے نقد ہو یا ادھار ہو اور جنس کے اختلاف کے

ساتھ ہو، اور اگر جنس کے ساتھ اتحاد ہو تو بہتر ہے کہ ادھار کی صورت میں اس بیع سے اجتناب کیا جائے، جیسے کتاب کا سیٹ نقداً اُسی کتاب اور طبع کے معین مدت کے بعد، دو سیٹ کے برابر فروخت کیا جائے۔

مسئلہ 24: اوراق نقدی جو ناپ، تول کے ساتھ تعلق نہ رکھتے ہوں، اور اُن میں معاوضی سود بھی جاری نہ ہوتا ہو، اُن کی ایک دوسرے کے مقابلے میں بیع جائز ہے

بشرطیکہ جنس کا نقد اور ادھار کے لحاظ سے اختلاف ہو۔

لیکن ہم نے کرنسی کی اس کے غیر کے ساتھ، ایک مدت تک، کی بیع میں حد بندی کی ہے کہ نقدی اور موٴجل قیمت میں ماہانہ تین فیصد سے زیادہ فرق نہ پڑے، جب ایک ورقہ کا ریٹ سوڈالر بمقابلہ نقد میں ایک لاکھ عراقی دینار ہو، تو اس کی ایک ماہ بعد موٴجل بیع کا ریٹ، 103 ہزار دینار سے زیادہ نہ ہو، ہم نے ان معاملات کی تفصیل خاص استفتاء بعنوان احکام بیع الدولار بالآجل میں تشریح کے ساتھ بیان کر دی ہے، عراقی دینار کی مثل کی مثل کے ساتھ بیع، ذمہ میں زیادت کے ساتھ، جائز نہیں ہے۔

اوراق کی تنزیل نقدی ہو تو اس کی بیع کا کوئی حرج نہیں ہے یعنی اس میں مذکور مبلغ، جب کوئی شخص اس کا واقعی طور پر مقروض ہو تو اسے حریف مصارف وغیرہ میں استعمال کیا جا سکتا ہے، یعنی قرض دینے والا اسے کم قیمت میں فروخت کر دے، جس سے قیمت نقد ہو جائے گی۔

مسئلہ 25: یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ مبیع ناپ سے تعلق رکھتی ہے یا تول سے تعلق رکھتی ہے، اس میں اس ملک میں جاری عرف کو معتبر قرار دیا گیا ہے۔

پس اگر ایک شے ایک ملک میں ناپ یا تول کے ساتھ فروخت ہوتی ہو تو اسے اس ملک میں نقداً زیادہ قیمت میں فروخت کیا جا سکتا ہے، جہاں اسے گن کر فروخت کیا جاتا ہے۔

ہاں! اگر مبیع اکثر ممالک میں ناپ یا تول سے فروخت ہوتی ہو، تو اسی حکم کو دوسرے سب ملکوں میں عمومیت دینا اولی و بہتر ہے، اور جس مبیع کا حال ملکوں میں مختلف ہو اور اُن میں کوئی حالت غلبہ نہ رکھتی ہو، اس کا حکم ہر ملک میں، اس کے اپنے حساب سے ہوگا پس اس کی بیع زیادت کے ساتھ ایسے ملک میں جائز نہیں ہے، جس میں اسے ناپ و تول کے ساتھ بیچا جاتا ہے، نقداً بیع جائز ہے جہاں اسے گن کر فروخت کیا جاتا ہے، لیکن اگر کسی شے کا حال ایک ہی ملک میں مختلف ہو تو احتیاط واجب ہے کہ اسے اس ملک میں زیادہ قیمت میں فروخت نہ کیا جائے۔

مسئلہ 26: اگر عوض اور معوض کی ایک جنس نہ ہو تو زیادہ قیمت کا لینا جائز ہے، جیسے ایک ٹن چاول کو دو ٹن گندم کے عوض بیچا جائے۔

مسئلہ 27: احتیاط ہے کہ ایک اصل سے لی گئی، دو چیزوں کے درمیان قیمتی بڑھاؤ جائز نہیں ہے، جیسے ایک کلو پنیر کو دو کلو دودھ کے برابر فروخت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ تر و تازہ پھل کی باسی پھلوں کے برابر فروخت جائز نہیں ہے، اس کی بابت بعض گزشتہ مسائل میں ذکر کر دیا ہے۔

مسئلہ 28: سود کے باب میں گندم اور جو ایک جنس سے شمار ہوتے ہیں، پس ان میں سے ایک ٹن کو دو ٹن کے برابر فروخت

کرنا جائزنہیں ہے، اسی طرح ایک ٹن جو کی نقد اُبیع، ایک ٹن ادھار گندم کے برابر میں جائزنہیں ہے۔

مسئلہ 29: سودی معاملہ مطلق حرام ہے، مسلمان کے ساتھ کیا جائے یا غیر مسلم کے ساتھ کیا جائے، مشہور علماء نے اس سے چند موارد کا استثناء کیا ہے:

1۔ جو معاملہ مسلمان اور کافر کے درمیان ہو، کافر حربی ہو یا کافر ذمی ہو۔

2۔ باپ، بیٹے کے درمیان۔

3۔ شوہر اور بیوی کے درمیان۔

ظاہر ہے کہ یہ استثناء نہیں ہیں، بلکہ خاص عناوین کے تحت، اضافی رقم وصول کرنے کے جواز کے موارد میں سے ہیں، پس کافر حربی اور کافر ذمی سے زیادہ رقم وصول کرنا جائز ہے، کیونکہ ان کے نزدیک یہ معاملہ صحیح ہوتا ہے، لہذا ان کی بابت قاعدہ الزام جاری کیا جائے گا۔

باپ بیٹے کے درمیان اور شوہر بیوی کے درمیان اس لیے جائز ہے کیونکہ ان کی جیب ایک ہوتی ہے، جیسا کہ عامۃ الناس کی زبان میں کہا جاتا ہے۔

مسئلہ 30: بائع اور مشتری کے شرائط:

چھ شرائط ہیں:

1۔ بلوغ۔

2۔ عقل۔

3۔ رشد۔

4۔ قصد۔

5۔ اختیار۔

6۔ عقد کی ملکیت، پس بچے، مجنون، بیوقوف، مزاحی، مکرَہ (مجبور)، فضولی (کسی کی ملکیت پر عقد کرنے والے) کا معاملہ کرنا صحیح نہیں ہے، ان کی تفصیل آیندہ مسائل میں بیان کی جائے گی۔

مسئلہ 31: نابالغ کے لیے اپنے مال میں معاملہ کرنے کی بابت مستقل ہونا جائزنہیں ہے، اگرچہ اسے ولی اذن دے، بلکہ امور بسیطہ کی بابت نابالغ معاملہ کرسکتا ہے، جیسے بعض گھریلو احتیاجات اور ضروریات، جن کی بابت لوگوں کی عادت ہے کہ وہ ایسے کام بچوں سے کرواتے ہیں۔

ہاں! اگر ممیز بچہ کسی دوسرے کے مال میں مالک کی اجازت سے معاملہ کرے تو کوئی مانع نہیں ہے، اور اسے ولی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح بچہ پیسے یا مبیع مال، بائع یا مشتری کی طرف پہنچا سکتا ہے۔

مسئلہ 32: جب کوئی شخص نابالغ بچے سے اس کے مال سے کوئی شے خرید کرے (بغیر اُس کے جس کا ہم نے استثناء کیا ہے) تو خرید کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ مال اُس بچے کے ولی کو واپس کردے، اور اس مال کا بچے کو واپس کرنا جائزنہیں ہے،

اور جب کوئی نابالغ سے کسی دوسرے کے مال کو مالک کی اجازت کے بغیر خرید کرے تو واجب ہے کہ مال مالک کو واپس کیا جائے یا مالک کو راضی کیا جائے اور اگر مالک کا پتہ نہ ہو تو اس کی طرف سے مال صدقہ کر دیا جائے، احتیاط واجب ہے کہ ایسا حاکم شرعی کی اجازت سے کیا جائے۔

مسئلہ 33: اگر دو معاملہ کرنے والوں میں سے ایک کو معاملہ کرنے پر مجبور کیا گیا ہو، پھر وہ راضی ہو جائے تو یہ معاملہ صحیح ہو جائے گا۔

مسئلہ 34: غیر کے مال کی بیع فضولی صحیح نہیں ہے یعنی مالک کی اجازت اور اذن کے بغیر کی جانے والی بیع فضولی ہوتی ہے، اور اگر بعد میں مالک اجازت دے دے تو بیع صحیح ہو جاتی ہے۔

مسئلہ 35: بچے کے باپ اور دادا کے لیے جائز ہے کہ اپنے نابالغ بچے اور بالغ مجنون یا بیوقوف کے مال کو فروخت کرے یا اُن کے مال کے ذریعہ خرید کرے، اسی طرح یہ بچے کے باپ، دادا کے وصی کے لیے جائز ہے، لیکن سب پر لازم ہے کہ مولی علیہم کی مصلحت کی رعایت کی جائے، اور اس میں عدم مفسدہ کافی نہیں ہے۔

اور اگر یہ سب لوگ مفقود ہوں تو عادل مجتہد اور اس کے وکیل کی طرف رجوع کیا جائے، اور عادل مؤمن کے لیے عادل مجتہد یا اس کے وکیل تک دسترس نہ ہونے کی صورت میں جائز ہے کہ ان لوگوں کے اموال کو اور غائب شخص کے مال کو فروخت کر دیں، یا ان کے اموال سے کسی شے کو خرید کر لیں، جب اس کام میں اُن کے لیے مصلحت ہو اور مصلحت میں سے ہے جب اس کام کے ترک کرنے میں، اُن کے لیے مفسدہ ہو۔

مسئلہ 36: جب غصبی مال کو فروخت کیا جائے، پھر مالک فروخت کی اجازت دے دے تو وہ بیع صحیح ہوگی، مال اور اس کا منافع معاملہ کے وقت سے ہی مشتری کے لیے ہوگا، عوض اور اس کا منافع اصلی مالک کے لیے ہوگا، اس میں فرق نہیں ہے کہ غصب کرنے والا بیع اپنے لیے کرے یا بیع مالک کے لیے کرے۔

جنس اور اس کے عوض کے شرائط

مسئلہ 37: فروخت کی جانے والی جنس اور اس کے بدلے میں دی جانے والی چیز کی پانچ شرائط ہیں:

1۔ دونوں کی مقدار معلوم ہو، جو وزن یا پیائش یا شمار یا مساحت سے فروخت کیا جاتا ہو۔

2۔ مال قبض کرنے کی قدرت رکھتے ہوں اگر مال قبض کرنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو بیع باطل ہو جاتی ہے، مگر یہ کہ اُس کے ساتھ ایسی شے کو ملایا جائے جس سے مال لینے والے کے سپرد کیا جا سکتا ہو، جس کی طرف عوض منتقل کیا جا رہا ہے اُس کا اس پر کنٹرول رکھنے کی قدرت کا ہونا ہی کافی ہے، جیسے کوئی شخص کھوئی ہوئی گاڑی فروخت کرے اور مشتری اسے پکڑنے کی قدرت رکھتا ہو تو یہ بیع صحیح ہوگی۔

3۔ جنس اور اس کی خصوصیات کی معرفت رکھتے ہوں کیونکہ جنس جنس کی قیمت ہوتی ہے، ایک شے اعلیٰ قسم کی ہو تو اس کی قیمت اور ہے اور کمتر قسم کی ہو تو اس کی قیمت اور ہو جاتی ہے، مقصود اغراض سے بھی قیمت مختلف ہو جاتی ہے۔

4۔ اُس شے کے ساتھ کسی دوسرے کے حق کا تعلق نہ ہو جو تقاضا کرے کہ اس کا مال اس کی ملکیت میں باقی رہے، یہاں

کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ مال کے غیر کی طرف منتقل ہونے سے مالک کا حق فوت ہوجائے گا، جو درست نہیں ہے، جیسے رہن کا حق، پس رہن رکھی ہوئی شے کی بیع درست نہیں ہے مگر یہ کہ جس کے پاس رہن رکھی گئی ہے وہ موافقت کرے یا رہن فک کردی جائے۔

5۔ جس شے کو بیچا جارہا ہے وہ عین مال ہو اگرچہ اس کے ذمہ میں ہو، پس منافع کا فروخت کرنا درست نہیں ہے، پس اگر کوئی گھر کی سال بھر کی منفعت کو فروخت کرے تو صحیح نہیں ہوگا، اگرچہ اس کے امکان کا قول دیا جاسکتا ہے، ہاں منفعت کو ثمن اور قیمت قرار دینے کا کوئی حرج نہیں ہے، ان امور میں تفاصیل ہیں جو اللہ تعالی کے اذن سے آنے والے مسائل میں بیان کی جائیں گی۔

مسئلہ 38: جو شے ایک شہر میں ناپ یا تول سے بیچی جاتی ہو اسے اس شہر میں ناپ یا تول سے ہی فروخت کی جائے، البتہ اسے اس شہر میں مشاہدہ سے فروخت جاسکتا ہے جس شہر میں وہ شے مشاہدہ سے بکتی ہو۔

مسئلہ 39: جو شے تول کر فروخت کی جاتی ہے، اسے پیمانے سے ناپ کر فروخت کرنا جائز ہے، جب پیمانہ وزن کے لیے طریق ہو، یعنی کہا جائے کہ یہ ٹوپا اتنے کلوگرام گندم کا ہے تو جتنے ٹوپے اتنے کلوگرام شمار کیے جائیں گے اور ایسا کرنا جائز ہے۔

مسئلہ 40: جب ان شرائط میں سے کسی شرط کے مفقود ہوجانے سے معاملہ باطل ہوجائے اور بائع و مشتری ایک دوسرے کے مال میں تصرف کرنے پر راضی ہوجائیں تو ان دونوں کے لیے اس مال میں تصرف کرنا جائز ہے جو اُن کی طرف منتقل ہوا ہے۔

مسئلہ 41: وقف شدہ مال کی بیع جائز نہیں ہے مگر جب اسے فروخت کرنے کا شرعی جواز موجود ہو، جیسے وقف خراب ہوجائے اور وقف قابل استفادہ نہ رہے، یا اس کا فائدہ بہت کم رہ جائے، جو نہ ہونے کے برابر ہو، جیسے مسجد پر چٹائی کو وقف کیا گیا ہو، اور وہ گھس جائے، پھٹ جائے اور اس سے معتد بہ فائدہ حاصل نہ کیا جاسکتا ہو تو متولی اور جو متولی کے حکم میں ہے، اسے فروخت کرسکتا ہے۔

اس کی مثل ہے جب وقف پر ایسی شے عارض ہوجائے، جسے رکھنے سے وہ زیادہ خراب ہوسکتی ہو، پھر معتد بہ استفادہ کے لیے بھی نہ رہ سکے تو اسے متولی فروخت کرسکتا ہے، لیکن ضروری ہے کہ اس صورت میں اس کے فروخت کرنے میں دیر کی جائے، اتنی کہ جس وقت تک اس سے استفادہ کیا جاسکے۔

ان تمام صورتوں میں احوط ہے، وقف کی قیمت سے ملک خرید کی جائے اور اسے بھی پہلی وقف کے طریقہ پر وقف کردیا جائے، بلکہ احوط ہے کہ جدید وقف پر، جہاں تک ممکن ہو وقف اول کا عنوان صادق آئے۔

مسئلہ 42: اگر وقف کرنے والوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوجائے، جس سے وقف کو اپنے حال پر باقی رکھنے سے مال یا جان کے تلف ہوجانے کا گمان ہو، تو اس کی بیع جائز ہے اور اسے ایسے مورد میں صرف کیا جائے جو وقف کرنے والے کے مقصود کے زیادہ قریب ہو۔

مسئلہ 43: اگر وقف کرنے والا شرط لگائے کہ جب مصلحت اسے فروخت کرنے کا تقاضا کرے تو اسے فروخت کردینا، جیسے اس سے منفعت کم رہ جائے یا ظالم کو دور کرنا ہو تو اس کو فروخت کردینا جائز ہے۔

مسئلہ 44: عین مستاجرہ کی بیع مستاجر اور غیر مستاجر سے کرنا جائز ہے، جب بیع غیر مستاجر کے لیے ہو تو مشتری کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ مستاجر سے عین واپس لے، لیکن اگر وہ صورت حال سے آگاہ نہ ہو تو اس کے لیے خیار ثابت ہوگا اور یہی حال ہے اگر

اسے علم ہو کہ یہ شے اجارہ پر دی ہوئی ہے، لیکن اس کا خیال ہو کہ اس کی مدت کم رہ گئی ہے، اور اس کا خلاف ظاہر ہو جائے، یعنی اب معلوم ہو کہ اس کی مدت کم نہیں رہتی ہے۔

عقد بیع

مسئلہ 45: بیع کے صیغہ میں عربیت شرط نہیں ہے، بلکہ جس زبان میں چاہیں اسے انشاء اور جاری کر سکتے ہیں، بلکہ ظاہر اس بیع کی صحت ہے اگر بغیر صیغہ کے لین اور دین کر لیں، اسے بیع معاطات کہتے ہیں، اس پر صیغہ والی بیع کے تمام آثار مترتب ہوتے ہیں۔

نقد اور ادھار

مسئلہ 46: اگر کسی جنس کو نقد فروخت کیا جائے تو سودا اور معاملہ طے پا جانے کے بعد خریدار اور فروخت کرنے والا ایک دوسرے سے جنس اور رقم کا مطالبہ کر سکتے ہیں، اور اسے اپنے قبضہ میں لے سکتے ہیں، اور ہر شے کے قبضے کا طریقہ اپنے حساب سے ہوتا ہے پس زمین اور مکان کے قبضہ کا یہ طریقہ ہے کہ اسے خریدار کے اختیار میں دے دیا جائے تاکہ وہ اس میں تصرف کر سکے اور فرش ولباس وغیرہ کا قبضہ اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ چیز کو اس طرح خریدار کے اختیار میں دیا جائے کہ اگر وہ اسے اس جگہ سے دوسری جگہ لے جانا چاہیے تو فروخت کرنے والا رکاوٹ نہ بنے، مہم یہ ہے کہ مالک کو اس کی ملک میں تصرف کی قدرت دینا۔

مسئلہ 47: ادھار کے معاملہ میں معتبر ہے کہ مدت ٹھیک ٹھیک معلوم ہو، پس اگر کوئی شخص مال کو اس طرح فروخت کرے کہ وہ اس کی قیمت فصل اٹھانے پر لے گا تو چونکہ اس کی مدت معین نہیں ہے، اس کا معاملہ صحیح نہیں ہوگا۔

مسئلہ 48: اگر کوئی شخص کسی جنس کو ادھار فروخت کرے تو جو مدت طے ہوئی ہے اس کے گزرنے سے قبل وہ خریدار سے اس کے عوض کا مطالبہ نہیں کر سکتا، اگر خریدار مر جائے اور اس کا اپنا کوئی مال ہو تو فروخت کرنے والا طے شدہ مدت گزرنے سے پہلے ہی جو رقم لینی ہو، اس کا مطالبہ مرنے والے کے ورثاء سے کر سکتا ہے۔

مسئلہ 49: اگر کوئی شخص کوئی جنس ادھار فروخت کرے تو جو مدت طے کی گئی ہو، اُس کے گزرنے کے بعد خریدار سے اس کی قیمت کا مطالبہ کرنا جائز ہے، لیکن اگر خریدار قیمت ادا نہ کر سکتا ہو تو فروخت کرنے والے کو اختیار حاصل ہے کہ اسے مہلت دے یا معاملہ فسخ کر دے اور اگر فروخت کردہ جنس موجود پڑی ہوئی ہو تو اسے واپس لے لے، اور اگر فروخت کردہ جنس موجود نہ ہو تو خریدار اس جنس کا بدل لے لے اور اس کا بدل اس کی مثل ہوگا، اگر جنس مثلی ہو اور قیمت ہوگا اگر جنس قیمتی ہو۔

مسئلہ 50: کوئی مانع نہیں ہے کہ فروخت کرنے والا اپنی جنس کے دو ریٹ بتائے، جن میں سے ایک نقدی بیع کا ہو اور دوسرا ادھار کا، جو نقدی ریٹ سے زیادہ ہو جیسے کہے جو جنس میں تجھے دے رہا ہوں، اس کی اس قیمت سے جس پر میں نقد فروخت کرتا ہوں، ایک پیسہ فی روپیہ زیادہ لوں گا اور خریدار اس شرط کو قبول کر لے۔

اور جب امر مردد ہو اور دو میں سے ایک پر فیصلہ نہ کریں تو بیع باطل ہوگی، اور بیع تب صحیح ہو جائے گی جب دونوں بعد میں تعیین کے ذریعہ سے راضی ہو جائیں یا طرفین کے نزدیک دو میں سے ایک کی تعیین پر قرینہ پایا جائے جو معلوم ہو۔

مسئلہ 51: جب کوئی شخص کسی شے کو ادھار فروخت کرے اور ایک مدت گزرنے کے بعد دونوں قیمت کی مقدار کے کم کرنے پر راضی ہو جائیں، اور پیسے نقد لے لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

بیع سلف

مسئلہ 52: بیع سلف یعنی: خریدار قیمت دے دے اور ایک مدت کے بعد جنس اپنے قبضے میں لے، اگر خریدار کہے کہ میں یہ رقم دے رہا ہوں تاکہ چھ ماہ کے بعد فلاں جنس لے لوں اور فروخت کرنے والا کہے کہ میں نے قبول کیا یا فروخت کرنے والا رقم لے لے اور کہے کہ میں نے فلاں جنس فروخت کی تاکہ اس کا قبضہ چھ مہینے کے بعد دوں گا تو یہ معاملہ صحیح ہے۔

مسئلہ 53: سونے یا چاندی کی بیع سلف، سونے یا چاندی کے سکوں کے ذریعہ سے کرنا جائز نہیں ہے، اور سونے، چاندی کے علاوہ دوسری چیزوں کی بیع سلف سونے اور چاندی یا کسی دوسری متاع (پونجی) کے ساتھ ہو سکتی ہے، اور احوط ہے کہ بیع سلف میں مبیع کے بدل میں سونے چاندی کو قرار دیا جائے۔

شرائط بیع سلف

مسئلہ 54: بیع سلف میں سات امور معتبر ہیں:

1۔ ان خصوصیات کو جن کی وجہ سے کسی جنس کی قیمت میں فرق پڑتا ہو معین کر دیا جائے لیکن زیادہ باریک بینی بھی ضروری نہیں، بلکہ اس قدر کافی ہے کہ لوگ کہیں کہ اس کی خصوصیات معلوم ہو گئیں ہیں، پس ایسی شے کی بیع سلف درست نہیں جو سوائے دیکھنے کے معلوم نہ ہوتی ہو۔

2۔ اس سے بیشتر کہ خریدار اور فروخت کرنے والا ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، خریدار پوری قیمت فروخت کرنے والے کو دے دے یا اگر فروخت کرنے والا خریدار کا اتنی ہی رقم کا مقروض ہو اور خریدار کو اس سے جو کچھ لینا ہو اسے جنس کی قیمت میں حساب کر لے اور فروخت کرنے والا اس بات کو قبول کرے۔

اور اگر خریدار اس جنس کی قیمت کی کچھ مقدار فروخت کرنے والے کو دے دے، تو اگرچہ اس مقدار کی نسبت سے معاملہ درست ہے لیکن فروخت کرنے والا معاملہ کو فسخ کر سکتا ہے۔

3۔ مدت کو ٹھیک ٹھیک معین کیا جائے اور اگر فروخت کرنے والا کہے کہ جنس کا قبضہ فصل کٹنے پر دوں گا تو چونکہ اس سے مدت کا تعین ٹھیک ٹھیک نہیں ہوتا اس لیے معاملہ صحیح نہیں ہے۔

4۔ جنس کا قبضہ دینے کے لیے ایسا وقت معین کیا جائے جس وقت وہ جنس اتنی کمیاب نہ ہو کہ فروخت کرنے والا اس کا قبضہ نہ دے۔

5۔ جنس کا قبضہ دینے کی جگہ کا تعین کیا جائے لیکن اگر طرفین کی باتوں سے جگہ کا پتہ چل جائے تو اس کا نام لینا ضروری نہیں ہے۔

6۔ اس جنس کا ناپ یا تول معین کیا جائے اور جس چیز کو عموماً دیکھ کر اس کا معاملہ کیا جاتا ہے، اسے بطور سلف بیچنا جائز ہے لیکن مثال کے طور پر اخروٹ اور انڈوں کی بعض قسموں میں فرق اس قدر کم ہونا چاہیے کہ عقلاء اسے اہمیت نہ دیں۔

7۔جس چیز کو بطور سلف بیچا جائے اگر وہ ان اجناس میں سے ہو جو تول کر یا ناپ کر بیچی جاتی ہیں، تو اس کا عوض اسی جنس سے نہ ہو، جیسے گندم کو گندم کے بدلے بطور سلف بیچا نہیں جا سکتا ہے، کیونکہ اس سے سود لازم آتا ہے۔

احکام بیع سلف

مسئلہ 55: جو جنس انسان نے بطور سلف خرید کی ہو، اسے وہ مدت ختم ہونے سے قبل فروخت کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے شخص پر فروخت نہیں کر سکتا ہے، اور مدت ختم ہونے کے بعد اگرچہ خریدار نے اس جنس کو اپنے قبضہ میں نہ لیا ہو، اسے بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ جن غلوں کو تول کر یا ناپ کر بیچا جاتا ہے مثلاً گندم، جو اور دوسری اجناس، انہیں اپنے قبضے میں لے لینے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے، سوائے اس کے کہ خریدار نے جس قیمت پر خریدی ہوں، اُسی قیمت پر فروخت کر دے۔

مسئلہ 56: سلف کے لین دین میں اگر فروخت کرنے والا مدت ختم ہونے پر وہ جنس دے دے جس کا معاملہ ہوا ہو، تو خریدار کو چاہیے کہ اسے قبول کرے، نیز اگر فروخت کرنے والا جس شے کا معاملہ ہوا ہو، اس سے بہتر شے دے لیکن جنس کے اعتبار سے دونوں ایک سمجھی جاتی ہوں تو خریدار کو چاہیے کہ اسے قبول کر لے، اس لیے کہ زائد صفت کے منتفی ہونے کو شرط قرار نہیں دیا گیا۔

مسئلہ 57: جب فروخت کرنے والا مدت ختم ہونے سے پہلے جنس قبضے میں دے یا اس سے کمتر جنس دے تو خریدار پر قبول کرنا واجب نہیں ہے، نیز جب جنس کی مقدار میں اضافہ کرے تو خریدار کے لیے اس کا قبول کرنا جائز ہے۔

مسئلہ 58: فروخت کرنے والا اُس جنس کی بجائے جس کا سودا ہوا ہے کوئی دوسری جنس دے اور خریدار اسے لینے پر راضی ہو جائے تو یہ معاملہ صحیح ہوگا، البتہ اس میں دیکھا جائے گا کہ کیا یہ اُن موارد میں سے نہیں ہے جن سے ہم نے منع کیا ہے۔

مسئلہ 59: جو جنس بطور سلف بیچی گئی ہو اگر وہ خریدار کے حوالے کرنے کے لیے طے شدہ وقت پر نایاب ہو جائے اور بیچنے والا اسے مہیا نہ کر سکے تو خریدار کو اختیار ہے کہ انتظار کرے تا کہ بیچنے والا اسے مہیا کر دے یا معاملہ فسخ کر دے اور جو چیز بیچنے والے کو دی ہو، اسے یا اس کے بدل کو واپس لے لے۔

یہی حکم ہے جب کچھ دے اور باقی نہ دے، اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ قیمت خرید سے زیادہ میں فروخت کرے، جیسا کہ مسئلہ 55 میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ 60: اگر کوئی شخص کوئی جنس بیچے اور معاہدہ کرے کہ کچھ مدت بعد وہ جنس خریدار کے حوالے کر دے گا اور اس کی قیمت بھی کچھ مدت بعد لے گا تو احتیاط کی بنا پر ایسا معاملہ باطل ہے۔

بیع نقدین (سونے چاندی کو سونے چاندی کے عوض بیچنا)

مسئلہ 61: اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے بیچا جائے تو خواہ وہ سکہ دار ہوں یا بے سکہ، اگر ان میں سے ایک کا وزن دوسرے سے زیادہ ہو تو ایسا معاملہ جائز نہیں ہے۔

مسئلہ 62: اگر سونے کو چاندی سے، چاندی کو سونے سے بیچا جائے تو معاملہ صحیح ہے اور ضروری نہیں ہے کہ دونوں کا وزن برابر ہو۔

مسئلہ 63: اگر سونے یا چاندی کو سونے یا چاندی کے عوض بیچا جائے تو بیچنے والے اور خریدار پر واجب ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے جنس اور اس کا عوض ایک دوسرے کے حوالے کر دیں، اور اگر جس چیز کے بارے میں معاملہ طے ہوا ہو اس کی مقدار کچھ بھی متعلقہ شخص کے حوالے نہ کی جائے تو بیع باطل ہو گی۔

مسئلہ 64: اگر سونے، چاندی کے بیچنے والے یا خریدار میں سے کوئی ایک طے شدہ مال پورا پورا دوسرے کے سپرد کر دے لیکن دوسرا کچھ مقدار دوسرے کے سپرد کرے اور پھر وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اگرچہ اتنی مقدار کے متعلق معاملہ صحیح ہے اور باقی کی نسبت معاملہ باطل ہے لیکن جس کو پورا مال نہ ملا ہو وہ معاملہ فسخ کر سکتا ہے۔

مسئلہ 65: اگر کان کی چاندی کی مٹی کو خالص چاندی سے اور کان کی سونے کی مٹی کو خالص سونے سے بیچا جائے تو درست نہیں ہے کیونکہ اس سے سود میں پڑنے کا خوف ہوتا ہے، لیکن چاندی کی مٹی کو سونے سے اور سونے کی مٹی کو چاندی سے بیچنا صحیح ہے۔

مسئلہ 66: اگر سونے چاندی کی بنی ہوئی چیزوں کو ان کی جنس کے عوض، اس کے بنانے کی اجرت کو مدنظر رکھتے ہوئے، اضافے کے ساتھ بیچا جائے، تو جائز نہیں ہے کیونکہ یہ سود بن جائے گا، البتہ سود سے بچنے کے لیے اسے کسی دوسری جنس کے بدلے میں خرید کیا جا سکتا ہے یا دو معاملے کیے جائیں، یوں کہ فروخت کرنے والا اسے اس ریٹ پر دے جو اس کے پاس ہے اور خرید کرے اس ریٹ پر جو دوسرے کے پاس ہے۔

مسئلہ 67: اگر کسی کا دوسرے کے ذمہ ایک خاص کام کا قرض ہو، وہ دوسرے کام کی اجرت سے اس قرض کو واپس لے سکتا ہے بشرطیکہ دوسرا شخص لینے والے دن اس کام اور جدید مقدار پر راضی ہو۔

❋❋❋

خیارات

- اقالہ۔۔
- احکامِ شراکت۔۔
- احکامِ شفع۔۔
- صلح ۔۔
- اجارہ ۔۔
- زراعت۔۔
- مساقات۔۔
- مضاربہ۔۔

خیارات

(یعنی معاملہ فسخ کیے جانے کی صورتیں)

مسئلہ 68: معاملہ فسخ کرنے کے حق کو خیار کہتے ہیں، جس کے خریدار اور بیچنے والا معین حالات میں مالک ہوتے ہیں، جس میں وہ عقد کو فسخ اور لغو کر دیتے ہیں اور معالات پہلے والی صورت کی جانب لوٹ جاتے ہیں۔

خریدار اور بیچنے والا گیارہ صورتوں میں معاملہ فسخ کر سکتے ہیں:

1۔جس مجلس میں سودا طے ہوا ہے، فریقین وہاں سے جدا نہ ہوئے ہوں دونوں کو معاملہ فسخ کرنے کا حق حاصل ہے، اسے خیار مجلس کہتے ہیں، اور اگر اس مجلس سے چلے جائیں تو جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں تو بھی یہ خیار دونوں کے لیے باقی رہے گا۔

2۔بیع کے معاملے میں خریدار یا بیچنے والا اور دوسرے معاملہ میں طرفین میں سے کوئی ایک مغبون ہو جائے، اسے خیار غبن کہتے ہیں، مغبون یعنی وہ شخص جسے نقصان پہنچا ہو اور جس کے ساتھ دھوکا ہوا ہو، جسے دھوکا ہوا ہے وہ معاملہ کو فسخ کر سکتا ہے یا اس کی اسی حالت پر راضی بھی ہوسکتا ہے لیکن اسے حق حاصل نہیں ہے کہ دوسری طرف کو مجبور کرے کہ قیمت میں جو تفاوت ہے اسے دیا جائے البتہ جب طرفین کسی قیمت پر راضی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے، یہ خیار بیع کے علاوہ دوسرے معاملات میں جاری ہوتا ہے جیسے اجارہ۔

3۔سودا کرتے وقت یہ طے کیا جائے کہ ایک مقررہ مدت تک دونوں کو یا کسی ایک فریق کو سودا فسخ کرنے کا اختیار ہوگا، اسے خیار شرط کہتے ہیں۔

4۔فریقین معاملہ میں سے ایک فریق اپنے مال کو اس کی اصلیت سے بہتر بتا کر پیش کرے، جس کی وجہ سے اس مال کی قیمت لوگوں کی نظروں میں بڑھ جائے اس صورت میں دوسری طرف کے لیے خیار ثابت ہو جائے گا، اسے خیار تدلیس کہتے ہیں۔

5۔فریقین معاملہ میں سے ایک فریق دوسرے کے ساتھ شرط کرے کہ وہ ایک کام سرانجام دے گا، جیسے ختم قرآن یا کسی معصوم کی زیارت کی شرط کرے اور اس شرط پر عمل نہ ہو یا یہ شرط کی جائے کہ ایک فریق دوسرے کو ایک مخصوص قسم کا مال دے گا اور جو مال دیا جائے اس میں وہ خصوصیت نہ ہو، اس میں شرط کرنے والا معاملہ کو فسخ کر سکتا ہے، اسے خیار خلف شرط کہتے ہیں۔

6۔دی جانے والی جنس یا اس کے عوض میں کوئی عیب ہو اس صورت میں جسے عیبدار شے ملی ہے اس کے لیے خیار ثابت ہوگا، اسے خیار عیب کہتے ہیں۔

7۔یہ پتہ چلے کہ فریقین نے جس جنس کا معاملہ کیا ہے، اس کی کچھ مقدار کسی اور شخص کا مال ہے، اس صورت میں اگر اس مقدار کا مالک سودے پر راضی نہ ہو تو خریدنے والا سودا فسخ کر سکتا ہے اسے خیار تبعیض الصفقہ (یا خیار شرکت) کہتے ہیں، جیسے ایک کتاب کا ایک سیٹ خرید کرے اور پتہ چلے کہ اس کی کچھ جلدیں اس کی نہیں ہیں اور اس کا مالک فروخت کرنے پر راضی نہیں ہے۔

8۔جس معین جنس کو دوسرے فریق نے نہ دیکھا ہو، اگر اس جنس کا مالک اسے اس کی خصوصیات بتائے اور بعد میں معلوم ہو کہ جو خصوصیات اس نے بتائیں تھیں، وہ اس جنس میں نہیں ہیں، تو دوسرا فریق (مشتری) معاملہ فسخ کر سکتا ہے، اسے خیار رؤیت کہتے ہیں۔

9۔اگر خریدار جنس کی قیمت دینے میں تاخیر کرئے اور تین دن تک قیمت نہ دے تو اگر بیچنے والے نے وہ جنس خریدار کے حوالے نہ کی ہو تو وہ بیع فسخ کر سکتا ہے، بشرطیکہ قیمت کی تاخیر معاملہ میں نہ کی ہو اور نہ ہی قیمت کی جلد ادائیگی کو شرط کیا ہو یا عرف کی عادت کے مطابق معاملہ کی طبعیت جلد ادائیگی کا تقاضا کرتی ہو، ورنہ شرط کے مطابق عمل کیا جائے گا خواہ تاخیر ہو یا تعجیل ہو۔

لیکن جو جنس خریدار نے خریدی ہے اگر وہ بعض ایسے میووں کی طرح ہو جو ایک دن باقی رہنے سے ضایع ہو جاتے ہیں، یا بازار سے ختم ہو جاتے ہیں، اور یہ اُس وقت یا رات تک اس کی قیمت نہ دے اور یہ شرط بھی نہ کی ہو کہ قیمت دینے میں تاخیر کرئے گا تو بیچنے والا سودا فسخ کر سکتا ہے، اسے خیار تاخیر کہتے ہیں۔

10۔جس شخص نے کوئی جانور خریدا ہو وہ تین دن تک سودا فسخ کر سکتا ہے، اور جو چیز اس نے بیچی ہو اگر اس کے عوض میں خریدار نے جانور دیا ہو تو جانور بیچنے والا بھی تین دن تک سودا فسخ کر سکتا ہے، اسے خیار حیوان کہتے ہیں۔

11۔ بیچنے والے نے جو چیز بیچی ہو، اگر اس کا قبضہ نہ دے سکے مثلاً جو گھوڑا اس نے بیچا ہو وہ بھاگ گیا ہو تو اس صورت میں خریدار سودا فسخ کر سکتا ہے، اسے خیار تعذر تسلیم کہتے ہیں۔

مسئلہ 69: جب فروخت کرنے والا جنس کو مشتری کے حوالے کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو کیونکہ وہ آسمانی یا زمینی آفت کی وجہ سے تلف ہو جائے تو مشتری کے لیے خیار نہیں ہوگا، بلکہ معاملہ اصل سے باطل ہوگا اور بیچنے والا قیمت خریدار کو واپس کرئے گا اور اسی کی مثل ہے جب بیچنے والے کو قیمت دینے سے پہلے قیمت تلف ہو جائے تو بیع فسخ ہو جائے گی اور جنس بیچنے والے کو واپس کر دی جائے ،اور جو جنس عادۃً مشتری تک پہنچ نہ سکتی ہو وہ تلف کے حکم میں ہوتی ہے، جیسے وحشی پرندہ اڑ جائے یا مچھلی دریا میں گر جائے یا مال چوری ہو جائے، جس پر نشانی نہ ہو اور اس کی مثل دیگر اشیاء۔

مسئلہ 70: جب مشتری جنس کی قیمت کو نہ جانتا ہو یا بیع کے وقت قیمت سے غافل ہو اور اسے عادی قیمت سے زیادہ میں خرید کرئے ،اگر قیمت کا فرق ایسا ہو جس کی پرواہ کی جا سکتی ہو اور اس میں جسے دھوکا ہوا ہے اسے معاملہ فسخ کرنے کا اختیار ہے، یہی حکم ہے جب بائع کو جنس کی قیمت معلوم نہ ہو یا اس کی قیمت سے غافل ہو یا عادی قیمت سے کم قیمت پر فروخت کرئے ،اگر قیمت کا فرق ایسا ہو جس کی پرواہ کی جا سکتی ہو تو اسے معاملہ کے فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ 71: بیع شرط نامی معاملہ کرنا صحیح ہے اور وہ گھر کی بیع ہے جس کی قیمت یہ ہو کہ ہزار روپے کا مکان دوسو روپے میں بیچ دیا جائے اور شرط کی جائے کہ اگر بیچنے والا مقررہ مدت تک رقم واپس کر دے تو معاملہ فسخ کر سکتا ہے، یہ اس وقت ہے، جب خریدار اور بیچنے والا خرید و فروخت کی نیت رکھتے ہوں تو معاملہ صحیح ہے، یہ صورت نہ ہو تو ان کے درمیان بیع ثابت ہی نہیں ہوگی۔

مسئلہ 72: بیع شرط کے معاملہ میں اگر بیچنے والے کو اطمینان ہو کہ خواہ وہ مقررہ مدت میں رقم واپس نہ بھی کرئے خریدار املاک اسے واپس کر دے گا تو سودا صحیح ہے، لیکن اگر وہ مدت ختم ہونے تک رقم واپس نہ کرے تو وہ خریدار سے املاک کی

واپسی کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں رکھتا اور اگر خریدار مر جائے تو اس کے ورثاء سے بھی املاک کی واپسی کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

مسئلہ 73: اگر مشتری کو پتہ چلے کہ میں نے جو شے خرید کی ہے اس میں عیب ہے، جیسے جانور خرید کرے اور پتہ چلے کہ وہ کانا ہے تو خریدار معاملہ کو فسخ کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ عیب بیع سے پہلے کا ہو، اگرچہ وہ مال واپس کروانے کی قدرت نہ رکھتا ہو، اس لیے کہ اس میں تغییر پیدا ہوگئی ہو یا اس میں ایسا تصرف کرے جو واپسی کی راہ میں رکاوٹ ہو، پس اس صورت میں وہ رقم واپس لے سکتا ہے اور اس میں صحیح اور عیب دار شے کی قیمت کو دیکھا جائے گا، مثلاً اگر اس نے کوئی مال چار روپے میں خریدا ہو اور اسے اس کے عیب دار ہونے کا علم ہو جائے تو اگر اس مال کے بے عیب ہونے کی صورت میں اس کی قیمت آٹھ روپے اور عیب دار ہونے کی صورت میں چھ روپے ہو تو چونکہ بے عیب اور عیب دار کی قیمت کا فرق ایک چوتھائی ہے اس لیے اس نے جتنی رقم دی ہے اس کا ایک چوتھائی یعنی ایک روپیہ بیچنے والے سے لے لے۔

اور اگر بیچا ہوا مال معین نہ ہو اور عقد کلی پر ہو اور جو مال دیا جائے وہ عیب دار ہو تو اسے معاملہ فسخ کرنے یا تفاوت کے مطالبہ کا حق نہیں ہے، بلکہ وہ صحیح مال میں سے کسی دوسرے فرد کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

مسئلہ 74: اگر بیچنے والے کو پتہ چلے کہ اس نے جس چیز کے عوض اپنا مال بیچا ہے، اس میں عیب ہے اور وہ عیب مال کے عوض میں دی گئی چیز میں سودے سے پہلے موجود ہو تو وہ سودا فسخ کرسکتا ہے اور جو کچھ اسے اس مال کے عوض میں ملا ہے، اسے اس کے مالک کو واپس کرسکتا ہے، اور اگر تبدیلی یا تصرف کی وجہ سے واپس نہ کرسکے تو اسے حق حاصل ہے کہ مشتری سے صحیح وسالم اور عیب دار کی قیمت کا تفاوت وصول کرلے،، جس ذکر سابقہ مسئلہ میں کیا گیا ہے۔

جب قیمت کلی ہو جو معین نہ کی گئی ہو (جیسا کہ یہ اکثر معاملات میں ہوتا ہے) اور بیچنے والے کو پتہ چلے کہ مجھے جو فرد دیا گیا ہے اس میں عیب ہے تو وہ بیع کو فسخ نہیں کرسکتا ہے اور نہ ہی قیمت کے تفاوت کا مطالبہ کرسکتا ہے، بلکہ وہ قیمت کے دوسرے فرد کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

مسئلہ 75: اگر سودا کرنے کے بعد اور قبضہ دینے سے پہلے مال میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو خریدار سودا فسخ کرسکتا ہے اور جو چیز مال کے عوض دی جائے، اگر اس میں سودا کرنے کے بعد اور قبضہ دینے سے پہلے کوئی عیب پیدا ہو جائے تو بیچنے والا سودے کو فسخ کرسکتا ہے، لیکن اگر فریقین قیمت کا فرق لینا چاہیں تو اس میں اشکال ہے، احتیاط کی بنا پر دونوں کو ایک دوسرے سے راضی ہونا چاہیے۔

لیکن اگر مال لینے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو صحیح اور عیب دار والی قیمت کے تفاوت کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

مسئلہ 76: ظاہر ہے کہ خیار عیب میں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ فوراً سودے کو فسخ کردے، بلکہ وہ بعد میں بھی سودا فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے، مگر جب عرف کی نظر میں، اس کو اس قدر معاملے کے فسخ کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے کہ دوسری جانب کے لیے ضرر کا باعث ہو، اس فسخ کے جاری کرنے میں دوسری جانب کا موجود ہونا معتبر نہیں ہے۔

مسئلہ 77: چار صورتوں میں خریدار مال میں عیب ہونے کی بنا پر سودا فسخ نہیں کرسکتا اور نہ ہی قیمت کا تفاوت لے سکتا ہے:

1۔ خریدتے وقت مال کے عیب سے آگاہ ہو۔

2۔خرید کرنے کے بعد عیب کو قبول کرلے۔

3۔سودا کرتے وقت اپنے فسخ اور تفاوت کے حق کو ختم کردے۔

4۔سودے کے وقت بیچنے والا کہے کہ میں اس مال کو جو عیب بھی اس میں ہے، اس کے ساتھ بیچتا ہوں، لیکن اگر وہ ایک عیب کا تعین کردے اور کہے کہ میں اس مال کو اس عیب کے ساتھ فروخت کررہا ہوں، اور بعد میں معلوم ہو کہ مال میں کوئی اور عیب بھی ہے تو جو عیب بیچنے والے نے معین نہ کیا ہو، اس کی بنا پر خریدار بیع کو فسخ کرسکتا ہے یعنی مال واپس کردے اور اگر مال واپس نہ کرسکے تو قیمت کا تفاوت لے سکتا ہے۔

مسئلہ 78: اگر خریدار کو معلوم ہو کہ مال میں ایک عیب ہے اور اسے وصول کرنے کے بعد میں کوئی اور عیب ظاہر ہو جائے تو وہ سودا واپس نہیں کرسکتا ہے، لیکن بے عیب اور عیب دار کے درمیان قیمت کا جو تفاوت ہو وہ لے سکتا ہے۔

لیکن، اگر وہ عیب دار حیوان خریدے اور خیار کی مدت (جو تین دن ہے) گزرنے سے پہلے اس حیوان میں کوئی عیب ظاہر ہو جائے اور خریدار نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا ہو پھر بھی وہ اسے واپس کرسکتا ہے، اور اگر خریدار کو کچھ مدت تک معاملہ فسخ کرنے کا حق حاصل ہو اور اس مدت کے دوران عیب دار مال میں کوئی دوسرا عیب ظاہر ہو جائے وہ مال واپس کرسکتا ہے۔

مسئلہ 79: اگر کوئی شخص ایسا مال رکھتا ہو، جسے اس نے خود دیکھا ہوا نہ ہو، اور کسی دوسرے شخص نے اس مال کی خصوصیات اسے بتائی ہوں، اور وہ وہی خصوصیات خریدار کو بتائے اور وہ مال اس پر فروخت کردے اور بعد میں اس مالک کو پتہ چلے کہ وہ مال اس سے بہتر خصوصیات کا حامل ہے تو وہ سودا فسخ کرسکتا ہے۔

مسئلہ 80: اگر بیچنے والا خریدار کو کسی چیز کی قیمت خرید بتائے تو اسے چاہیے کہ وہ تمام چیزیں بھی اسے بتائے جن کی وجہ سے مال کی قیمت گھٹتی، بڑھتی ہے، اگرچہ اسی قیمت پر جس پر مال خریدا ہے یا اس سے بھی کم قیمت پر بیچے، مثلاً اُسے بتانا چاہیے کہ مال نقد خریدا ہے یا ادھار، کسی شرط کے تحت خریدا ہے یا بغیر کسی شرط کے خریدا ہے اور اگر مال کی کچھ خصوصیات نہ بتائے اور خریدار کو بعد میں علم ہو جائے تو وہ خیار تدلیس کے لحاظ سے سودا فسخ کرسکتا ہے، کیونکہ ان خصوصیات کو چھپانا تدلیس شمار ہوتا ہے۔

اسی سے ہے اگر بیچنے والا خریدار کو مال کی بابت پوری پوری خبر دے اور پھر معلوم ہو کہ اس نے جو بتایا ہے وہ جھوٹ ہے تو خریدار سودے کو فسخ کرسکتا ہے، اور ساری قیمت دے سکتا ہے جسے بیچنے والے نے عقد میں طلب کیا ہو۔

مسئلہ 81: اگر انسان کوئی جنس کسی (دلال یا تاجر) کو دے اور اس کی قیمت معین کردے اور یہ کہے کہ یہ جنس اس قیمت پر بیچو اور اس سے زیادہ جتنی قیمت وصول کرو گے وہ تمہارے بیچنے کی اجرت ہوگی، تو اس صورت میں وہ شخص اس قیمت سے زیادہ جتنی قیمت بھی وصول کرے وہ جنس کے مالک کا مال ہوگا، اور بیچنے والا مالک سے فقط اپنی محنت کی اجرت لے سکتا ہے لیکن اگر معاہدہ بطور جعالہ (انعام کے) ہو، اور مال کا مالک کہے اگر تو نے یہ جنس اس قیمت سے زیادہ پر بیچی، تو اضافی پیسے تیرا مال ہے، تو وہ اضافی پیسے اُس بیچنے والے کے ہوں گے۔

مسئلہ 82: اگر قصاب نر جانور کا گوشت کہہ کر مادہ کا گوشت بیچے تو وہ یہ اُس کے لیے جائز نہیں ہے، اب اگر وہ اس گوشت کو معین کردے اور کہے کہ میں یہ نر جانور کا گوشت فروخت کررہا ہوں تو خریدار سودا فسخ کرسکتا ہے، اور اگر قصاب اس گوشت کو معین نہ

کرے اور خریدار کو جو مادہ کا گوشت ملا ہو، وہ اس پر راضی نہ ہو تو قصاب کو چاہیے کہ اسے نر جانور کا گوشت دے۔

یہی حال ہے جب کوئی یہ کہہ کر کپڑے کو فروخت کرے کہ اس کا رنگ پکا ہے اور خریدار کو کچے رنگ والا کپڑا دے دیتا ہے۔

خاتمہ۔ اقالہ یعنی معاملہ کو فسخ کرنے کی درخواست کرنا

اقالہ یعنی دو معاملہ کرنے والوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے طلب کر کے معاملہ کو فسخ کر دے، ظاہر ہے یہ تمام عقود لازمہ میں جاری ہوتا ہے، یہاں تک کہ ہبہ لازمہ میں بھی سوائے نکاح اور ضمانت کے جاری ہوتا ہے، اس کے صدقہ میں جاری ہونے کی بابت اشکال ہے، اور یہ ہر اُس لفظ کے ساتھ واقع ہوتا ہے جو مراد اور مقصود پر دلالت کرتا ہے، اگرچہ عربی میں نہ ہو، بلکہ فعل کے ذریعہ سے بھی واقع ہو جاتا ہے، جس طرح قول کے ذریعہ سے واقع ہو جاتا ہے، مثلاً جب خریدار اور فروخت کرنے والے میں سے کوئی ایک فسخ کو طلب کرے، اور اس نے اس سے جو لیا ہوا ہوا سے دے دے تو یہ فسخ اور اقالہ ہوگا، طلب کرنے والے پر واجب ہے کہ اس کے پاس جو عوض ہوا سے اس کے صاحب کو واپس کر دے۔

مسئلہ 83: اقالہ میں کمی و بیشی کرنا جائز نہیں ہے، اگر ایسا کیا جائے تو باطل ہے اور عوض و معوض اپنے مالک کی ملک میں ہی رہیں گے۔

مسئلہ 84: جب کسی کے لیے اپنے ذمہ میں یا خارج میں مال کو قرار دیا جائے تا کہ وہ اقالہ کرے، یوں کہے مجھ سے اقالہ و فسخ کرو اور میں تجھے یہ مال دیتا ہوں یا مجھ سے فسخ کرو میں تجھے یہ دوں گا، اظہر صحت ہے، اقالہ طلب کرنے والے پر لازم ہے کہ تقیید کی صورت میں قرار دیئے گئے مال کو قبول کرنے والے کو دے دیا جائے۔

مسئلہ 85: اگر اقالہ مال یا منفعت دینے کی شرط پر ہو، جیسے اقالہ و فسخ طلب کرنے والے سے کہے کہ میں اس شرط پر بیع فسخ کرتا ہوں کہ آپ مجھے یہ شے دیں گے یا میرے کپڑے کو سلائی کر دیں گے اور وہ قبول کرلے تو صحیح ہے۔

مسئلہ 86: آیا متعاقدین کے وارث اقالہ و فسخ کی صحت میں اپنے مورث کا قائم مقام بن سکتے ہیں، اس میں اشکال ہے اور ظاہر ہے کہ صحیح نہیں ہے، پس وارث کے قائم مقام نہیں بن سکتے ہیں۔

احکام شرکت

شرکت: دو یا زیادہ اشخاص کا ایک شے کی ملکیت میں اشتراک ہونا، خواہ عین مال ہو یا حقوق میں سے ہو، کبھی شرکت بغیر اختیار کے بھی حاصل ہو جاتی ہے، جیسے مرنے والے کے ورثاء کا اس کے ترکہ میں اشتراک۔

اور کبھی شرکت دو لوگوں کے اختیار سے ہی حاصل ہوتی ہے، جیسے دو لوگوں کا مباحات کے جمع کرنے میں اشتراک، اس کی کئی صورتیں اور قسمیں ہیں:

1۔ شرکت عقدیہ: یہ دو یا زیادہ شریکوں کے درمیان مال میں عقد کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے، اس میں منافع اور نقصان تقسیم کیا جاتا ہے، اس کی تفاصیل خداوند کے اذن سے آیندہ مسائل میں واضح ہو جائیں گی۔

مسئلہ 87: شرکت کے عقد میں ضروری ہے کہ اسے لفظ یا فعل کے ذریعہ سے انشاء کیا جائے، جو شرکت پر دلالت کرے، اس کی صحت میں دو مالوں کا آپس میں اس طرح مکس کرنا معتبر ہے جس سے ایک مال دوسرے سے جدا نہ کیا جا سکتا ہو یعنی ان

دونوں مالوں کے درمیان تمیز نہ کی جاسکتی ہو۔

مسئلہ 88: اگر دو شخص ایک کام کرتے ہوں اور اپنے عمل کی اجرت میں اشتراک کریں، جیسے دو حجام آپس میں طے کریں کہ وہ حجامت کی جو اجرت لیں گے اسے آپس میں تقسیم کریں گے تو شرکت باطل ہے۔

مسئلہ 89: اگر دو شخص آپس میں یوں اشتراک کریں کہ ان میں سے ہر ایک مال کو اپنے لیے ادھار خرید کرے اور اس کے منافع میں دونوں شریک ہوں گے، تو یہ جائز نہیں ہے۔

ہاں، اگر دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو دونوں کے لیے مال کے ادھار کے طور پر خرید کرنے میں وکیل قرار دے تو یہ شرکت صحیح ہوگی۔

مسئلہ 90: شرکت کے عقد کے شرائط:

بلوغ، عقل، اختیار، ممنوع التصرف نہ ہونا ہیں، پس، درج ذیل افراد کی شرکت صحیح نہیں ہے:

بچے، مجنون، مجبور اور سفیہ جو اپنے اموال کو بے موقع خرچ کرتا ہو اور مفلس (کنگال) جس کو اس کے اموال میں تصرف کرنے روک دیا گیا ہو۔

مسئلہ 91: اگر شرکت میں شرط لگائی جائے کہ دو شریکوں میں سے جو شخص کام کرے گا یا جو شخص اپنے شریک سے زیادہ کام کرے گا، اسے منفعت میں زیادہ حصہ ملے گا، تو کوئی حرج نہیں ہے، اس شرط کی وفا واجب ہے۔

لیکن اگر یہ شرط لگائی جائے کہ جو شخص کام نہیں کرے گا یا زیادہ کام نہیں کرے گا، اسے منفعت کا زیادہ حصہ ملے گا تو اظہر یہ ہے کہ ان لوگوں کی شرکت باطل نہیں ہے، لیکن یہ شرط جاری نہیں ہوگی، اور ان کے درمیان منافع ان کے مال کی نسبت تقسیم کیا جائے گا۔

یہی حال ہے اگر دونوں شریک شرط لگائیں کہ سارا منافع دونوں میں سے ایک کے لیے ہے یا سارا نقصان یا اکثر نقصان دونوں میں سے ایک کی گردن پر ہوگا۔

مسئلہ 92: جب دو شریک کسی ایک کے لیے منفعت میں زیادہ کی شرط نہ لگائیں، اگر دونوں کے مال برابر ہوں تو ان کا نفع ونقصان بھی برابر ہوگا اور اگر دونوں کے مال برابر نہ ہوں تو منفعت ونقصان دونوں مال کی نسبت سے ہوں گے، پس اگر ایک کا مال دوسرے کے مال سے دگنا ہو تو دگنے مال والے کو نفع ونقصان بھی دگنا ہوگا، خواہ وہ عمل اور کام کرنے میں مساوی ہوں یا مختلف ہوں، یا ان میں سے کوئی کام نہ کرتا ہو، کام کرنے والے کے کام کا حساب خاص ہوگا، جب وہ مفت کام کرنے کی نیت نہ رکھتا ہو۔

مسئلہ 93: جب دو شریک شرکت کے عقد میں شرط کریں کہ دونوں میں سے ہر ایک خود کام کرے گا یا ان میں سے ایک کام کرے گا یا ایک اجرت طے کر کے کسی دوسرے شخص سے کام کروائے گا، تو شرط کے مطابق عمل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ 94: اگر معین نہ ہو کہ ان دونوں میں سے کون کام کرے گا تو دونوں میں سے ہر ایک کے لیے دوسرے کی اجازت کے بغیر اصل مال میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ 95: جس کے ذمہ کام کا کرنا ہے، اس پر واجب ہے کہ وہ آپس میں کیے گئے معاہدہ کے مطابق کام کرے، جیسے

دونوں طے کریں کہ ادھار خرید کر کے نقد بیچا جائے یا خاص جگہ سے خرید کر کے بیچا جائے تو اس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے، اور اگر ان میں سے کسی شے کو معین نہ کیا گیا ہو تو جو متعارف طریقہ کار ہے اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے جس سے شرکت میں ضرر واقع نہ ہو۔

مسئلہ 96: اگر کام کرنے والا دونوں کی شرط کی خلاف ورزی کرے یا عدم شرط کی صورت میں متعارف طریقہ کار کی خلاف ورزی کرئے تو دوسرے شریک کے حصہ کی نسبت معاملہ (بیع) فضولی ہوگا، اور اگر وہ اجازت نہ دے تو اسے اس کا مال واپس دے دیا جائے یا مال کے تلف ہو جانے کی صورت میں اسے اس کے مال کا عوض واپس کر دیا جائے۔

قاعدہ (امین ضامن ہوتا ہے)

مسئلہ 97: اصل مال میں کام کرنے والا شریک اس مال پر امین ہوتا ہے، پس اگر اس کی کوتاہی کے بغیر سارا مال یا کچھ مال تلف ہو جائے تو مال کے تلف کرنے والا ضامن نہیں ہوگا۔

مسئلہ 98: اگر کام کرنے والا شرکت کے مال کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کرئے اور حاکم شرع کے سامنے قسم کھائے تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

مسئلہ 99: اگر دونوں شریک اس اجازت سے جو انہوں نے ایک دوسرے کو مال میں تصرف کے لیے دے رکھی ہو، پھر جائیں تو ان میں سے کوئی بھی شرکت کے مال میں تصرف نہیں کر سکتا ہے اور اگر ان میں سے ایک اپنی دی ہوئی اجازت سے پھر جائے تو دوسرے شریک کو تصرف کا کوئی حق نہیں ہے، لیکن جو شخص اپنی دی ہوئی اجازت سے پھر گیا ہو وہ شرکت کے مال میں تصرف کر سکتا ہے۔

مسئلہ 100: جب دو شریکوں میں سے کوئی ایک تقاضا کرئے کہ شرکت کا مال تقسیم کر دیا جائے تو دوسرے پر اس کی بات کا قبول کرنا واجب ہے، بشرطیکہ اس تقسیم سے شرکت کو نا قابل برداشت ضرر نہ ہوتا ہو، یا تقسیم میں حصوں کو ترتیب دیں جس سے اضافی مال مانگا جائے اور اس کی مثل تا کہ اس معاہدہ میں ترمیم کی جائے، اگر چہ شرکت کی مدت معین کی گئی ہو مگر یہ کہ شرکت معاوضہ پر ہو یعنی شراکت دار میں سے ہر ایک مال کی بابت اس کے پھل پر معاہدہ کرئے تو اس کی بات کا قبول کرنا واجب نہیں ہے اور نہ مدت ختم ہونے سے قبل شرکت کو فسخ کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ 101: جب شرکاء میں سے کوئی مر جائے تو دوسرے کے لیے شرکت کے مال میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے، اور یہی حال جنون، اغماء اور سفیہ میں ہے۔

مسئلہ 102: جب ایک شریک شرکت کے مال میں تجارت کرئے پھر شرکت کے عقد کا بطلان ظاہر ہو جائے، اگر تصرف کا اذن شرکت کی صحت کے ساتھ مقید نہ ہو تو معاملہ صحیح ہوگا، اور اس کا منافع دونوں کو ملے گا۔

اگر تصرف کا اذن عقد کی صحت کے ساتھ مقید ہو تو دوسرے کی نسبت عقد فضولی ہو جائے گا، پس اگر اس نے اجازت دے دی تو معاملہ صحیح ہوگا اور اگر اس نے اجازت نہ دی تو معاملہ باطل ہوگا۔

احکام شفعہ

جب کوئی ایک شریک اپنا حصہ کسی تیسرے شخص پر فروخت کردے تو اس کے شریک کو حق حاصل ہے کہ وہ بیچے ہوئے مال کو اسی قیمت پر لے لے جو بیع میں مقرر کی گئی ہے، اس حق کو شفعہ کہتے ہیں۔

مسئلہ 103: غیر منقول مال کی بیع میں شفعہ تب ثابت ہوتا ہے جب وہ مال تقسیم کو قبول کرتا ہو جیسے اراضی، مکانات، باغات اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

کیا شفعہ منقول مال میں ثابت ہوتا ہے جیسے آلات، کپڑے، حیوان؟ اور کیا شفعہ ایسے مال میں ثابت ہوتا ہے جو غیر منقول ہو لیکن تقسیم کو قبول نہ کرتا ہو؟ یہاں دو قول ہیں:

اول۔ ثابت ہوتا ہے۔

دوم۔ ثابت نہیں ہوتا ہے۔

ان میں سے اقوی پہلا قول ہے، احوط ہے کہ شفعہ کی بابت شریک خریدار کی رضایت لے لے، اور خریدار شریک کی مانگ کو قبول کرے، اسی طرح ان دونوں کے لیے یہ چند چیزوں میں احوط ہے: کشتی، نہر، راستہ، حمام اور چکی۔

مسئلہ 104: غیر مسکن اور اراضی میں شفعہ بیع کے ساتھ مختص ہے، جب مشترک جزء ہبہ معوضہ یا مصالحت یا ان کے علاوہ کسی شے سے منتقل ہو تو شریک شفعہ نہیں کرسکتا، مسکن اور زمین میں شفعہ کا بیع کے ساتھ مختص ہونا محل اشکال ہے، زیادہ مناسب احتیاط کے مقتضیات کی رعایت ہے۔

مسئلہ 105: جب وقف کو ایسے مورد میں فروخت کیا جائے جس میں اس کا بیچنا جائز ہو، یہاں شریک کے لیے شفعہ کا حق ثابت ہے۔

مسئلہ 106: شفعہ کے ثبوت میں شرط ہے کہ جو شے بیچی گئی ہے وہ دو لوگوں کے درمیان مشترک ہو، اگر تین لوگوں یا اس سے زیادہ کے درمیان مشترک ہو اور اُن میں سے ایک شخص فروخت کردے تو کسی ایک کو شفعہ کا حق نہیں ہے، اور اگر سوائے ایک شخص کے باقی سب لوگ فروخت کردیں تو کیا اس ایک کو شفعہ کا حق ہے یا نہیں؟ اس میں اشکال ہے بلکہ یہ شفعہ ممنوع ہے۔

مسئلہ 107: شفعہ میں معتبر ہے کہ شفعہ کرنے والا مسلمان ہو، جب خریدار مسلمان ہو تو کافر کو مسلمان پر شفعہ کرنے کا حق نہیں ہے، اگرچہ اس نے کافر سے خرید کیا ہو، مسلمان کے لیے کافر پر شفعہ ثابت ہے اور کافر کے لیے کافر پر شفعہ ثابت ہے۔

مسئلہ 108: شفعہ کرنے والے میں شرط ہے کہ وہ قیمت ادا کرنے پر قادر ہو، پس عاجز شخص کے لیے شفعہ ثابت نہیں ہے اگرچہ رہن کو خرچ کرے یا کوئی اس کی ضمانت دینے والا ہو، مگر یہ کہ اس پر خریدار راضی ہوجائے۔

ہاں، اگر کہے کہ میرے پیسے دوسرے شہر میں ہیں تو اسے وہاں سے پیسے منگوانے کے لیے مہلت دی جائے گی، اور تین دن زیادہ کئے جائیں گے اگر مہلت پوری ہو جائے اور پیسے نہ ملیں تو وہ شفعہ نہیں کر سکتا ہے، اس کی ابتداء شفعہ لینے کا وقت ہے، بیع کا وقت نہیں ہے۔

مسئلہ 109: شفعہ کرنے والا قیمت ہی کو شفعہ میں قرار دے، اس سے کم وزیادہ نہیں، اور بنا بر قدرت کے عین قیمت کا لین دین لازمی نہیں ہے، بلکہ اگر قیمت مثلی ہو تو اس کی مثل دے سکتا ہے۔

مسئلہ 110: ثمن قیمی میں، شفعہ کے ثبوت میں، مبیع کو اس کی قیمت کے ساتھ اخذ کرنے میں دو قول ہیں:

مبیع کو اس کی قیمت کے ساتھ اخذ کرے۔

مبیع کو اس کی قیمت کے ساتھ اخذ نہ کرے، یہی قول اقوی ہے۔

مسئلہ 111: اقوی ہے کہ شفعہ کو اخذ کرنے میں جلدی سے کام لے ٹال مٹول اور بغیر عذر کے تاخیر کرے گا تو شفعہ ساقط ہو جائے گا، اور اگر کسی عذر کی وجہ سے تاخیر کرے تو شفعہ ساقط نہیں ہوگا، جیسے اسے بیع کا پتہ نہیں تھا یا اسے پتہ نہیں تھا کہ شفعہ کر سکتا ہوں یا نہیں؟ یا اسے گمان تھا کہ اس کی قیمت بہت زیادہ ہے اور اب اسے پتہ چلے کہ قیمت تو کم ہے، یا یہ سمجھتا ہو کہ زید نے خرید کیا ہے اور پتہ کہ اسے تو عمرو نے خرید کیا ہے یا اس نے اسے اپنے لیے خرید کیا ہو اور پتہ چلے کہ اس نے کسی کے لیے خریدا ہے یا اس کے برعکس ہو، یا یہ ایک ہے اور دو ظاہر ہوں، یا اس کے برعکس ہو، یا مبیع پچاس کی ہے اور پتہ چلے کہ چوتھائی پچاس کی ہے یا قیمت سونے میں ہے اور پتہ چلے کہ چاندی میں ہے، یا اس لیے کہ وہ ناحق قید ہے یا ایسے حق کی وجہ سے قید ہے جسے ادا کرنے سے عاجز ہے اور اس قسم کے دیگر عذر۔

احکامِ صلح

مسئلہ 112: صلح یعنی انسان کسی دوسرے کے ساتھ اس بات پر اتفاق کرے کہ اپنے مال سے یا اپنے مال کے منافع سے کچھ دوسرے کو دے دے یا اپنا حق یا قرض چھوڑ دے اور دوسرا بھی اس کے عوض اپنے مال یا منافع کی کچھ مقدار اسے دے دے یا قرض چھوڑ دے بلکہ اگر کوئی شخص عوض لیے بغیر اپنا مال یا مال کا منافع دوسرے کو دے دے یا قرض یا اپنا حق چھوڑ دے۔

مسئلہ 113: مصالحت کرنے والوں میں چند امور معتبر قرار دیئے گئے ہیں:

بلوغ، عقل، اختیار۔ قصد، ممنوع التصرف نہ ہونا۔

مسئلہ 114: صلح میں خاص صیغہ معتبر نہیں ہے، بلکہ اس میں ہر لفظ کافی ہے جو اس مطلب کو ادا کر دے، یا جو فعل اس مطلب پر دلالت کرے۔

مسئلہ 115: اپنے حق یا قرض کو چھوڑ دینا، طرف مقابل کی جانب سے قبول کا محتاج نہیں ہے، البتہ اس پر مصالحت کرنے میں قبول کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ 116: صلح میں اس کی مصلحتوں کی بابت آگاہی کا ہونا ضروری نہیں ہے پس جب دواشخاص میں سے ایک کا مال دوسرے شخص کے مال کے ساتھ ملا ہوا ہو تو ان کے لیے جائز ہے کہ وہ برابری کی بنیاد پر یا مختلف بنیاد پر کاروبار میں شرکت اختیار کر لیں، جیسا کہ ان کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی دوسرے معین مال میں مصالحت کریں، اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ دونوں اموال کے درمیان تمیز مشکل ہو یا تمیز کرنا مشکل نہ ہو۔

مسئلہ 117: اگر مقروض اپنے قرض کی مقدار جانتا ہو اور قرض خواہ کو قرض کی مقدار معلوم نہ ہو، اور قرض خواہ کو جو کچھ لینا ہو اُس سے کم پر مصالحت کر لے تو باقی ماندہ رقم مقروض پر حلال نہیں ہے سوائے اس صورت کے کہ جو کچھ اس نے دینا ہو اس کی بابت خود قرض خواہ کو بتائے اور اسے راضی کر لے یا صورت ایسی ہو کہ اگر قرض خواہ کو قرضے کی مقدار کا علم بھی ہوتا تب بھی اسی مقدار یعنی کم مقدار پر صلح کر لیتا۔

مسئلہ 118: اگر دواشخاص ایسی چیزوں سے جو ایک ہی جنس سے ہوں اور جن کے وزن یا پیمائش معلوم ہوں اور معلوم ہو کہ ایک کا وزن یا پیمائش زیادہ ہے آپس میں صلح کر لیں تو احتیاط یہ ہے کہ ایسی مصالحت جائز نہیں ہے، کیونکہ اس مورد کو سود کی حرمت شامل ہے، اور اگر ان کا وزن معلوم نہ ہوں اور اس بات کا احتمال ہو کہ ایک کا وزن دوسری سے زیادہ ہے اور وہ صلح کر لیں تو صلح صحیح ہے، اگر چہ احوط اس کا ترک ہے۔

البتہ ایسے معاملہ کی تصحیح کی جا سکتی ہے، اس طرح کہ مصالحت کا موضوع ان دو مالوں کے علاوہ کسی اور شے کو قرار دیا جائے ، جیسے دونوں یوں مصالحت کریں کہ اُن میں سے ہر ایک اپنے مال کو جو دوسرے کے ذمہ میں ہے ہبہ کر دے یا ایک دوسرے کے ذمہ کو بری قرار دیتے ہوئے مصالحت کریں۔

مسئلہ 119: اگر ایک شخص نے دولوگوں کا یا دو شخصوں نے دولوگوں کا قرض دینا ہو، اور اس سے سود لازم نہ آتا ہو تو ایسے دو قرض کے مبادلہ پر مصالحت ہو سکتی ہے، جیسے وہ دونوں قرض پیمائش یا وزن والی شے سے نہ ہوں یا دونوں ایک جنس سے نہ ہوں یا دونوں پیمائش یا وزن میں مساوی ہوں، اور اگر دونوں قرض پیمائش یا وزن سے ہوں اور ایک ہی جنس سے ہوں تو ان کے مبادلہ پر ایک کے زائد ہونے کی صورت میں صلح جائز نہیں ہے، جیسا کہ سابقہ مسئلہ میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ 120: اگر کسی شخص کو کسی دوسرے سے اپنا قرضہ کچھ مدت کے بعد واپس لینا ہو جس کا تعلق پیمائش یا وزن کے ساتھ ہو جس میں سود داخل ہو سکتا ہو، تو ایسے معاملہ کی تصحیح کر لینا ضروری ہے، اور وہ اس طرح کہ مقروض کے ساتھ مقررہ مدت سے پہلے مقدار معین سے کم پر صلح کر لے جس سے اس کا مقصد یہ ہو کہ کچھ حصہ چھوڑ دے اور باقی ماندہ مقدار نقد لے لے، اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت (جیسے آج کے دور میں کاغذی کرنسی جو پیسہ شمار کی جاتی ہے) اس سے مقدار معین سے کم پر بیع اور صلح جائز ہے، یہ مقروض سے ہو یا کسی اور سے ہو، بنابراس کے قرض خواہ کے لیے جائز ہے کہ خرچ وغیرہ میں بل (پرائز بونڈ) کو دے دے جو ہمارے زمانے میں رائج ہے کیونکہ موجودہ استعمال ہونے والی نقدی نا وزن میں آتی ہے اور نا ہی پیمائش میں آتی ہے۔

مسئلہ 121: اگر دواشخاص کسی چیز پر آپس میں صلح کر لیں تو ایک دوسرے کی رضامندی سے اس صلح کو فسخ کر سکتے ہیں، نیز اگر سودے کے سلسلے میں دونوں کو یا کسی ایک کو سودا فسخ کرنے کا حق دیا گیا ہو تو جو شخص وہ حق رکھتا ہو وہ صلح فسخ کر سکتا ہے۔

مسئلہ 122: صلح میں چند خیار جاری نہیں ہوتے ہیں:

1۔خیار مجلس، یعنی جب تک خریدار اور بیچنے والا اُس مجلس سے جدا نہ ہو گئے ہوں جس میں سودا طے پایا ہے۔

2۔خیار حیوان، یعنی اگر خریدار ایک جانور کو خریدے تو تین دن تک سودا فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے۔

3۔خیار تاخیر، یعنی اگر ایک خریدار خریدی ہوئی جنس کی قیمت تین دن تک نہ دے اور جنس کو اپنی تحویل میں نہ لے۔

ہاں!

اگر صلح کا دوسرا فریق مصالحت کا مال دینے میں غیر معمولی تاخیر کرے یا یہ شرط رکھی گئی ہو کہ مصالحت کا مال نقد دیا جائے اور دوسرا فریق اس شرط پر عمل نہ کرے تو اس صورت میں صلح فسخ کی جاسکتی ہے اور باقی آٹھ خیارات جن کا ذکر خرید و فروخت کے احکام میں آیا ہے، وہ صلح میں جاری ہوتے ہیں، خیار غبن چند موارد میں جاری نہیں ہوتا ہے، جیسے دونوں ایسے مخلوط مال پر مصالحت کریں جس کو جدا نہ کیا ہو اور اس میں تمیز کرنا متعذر نہ ہو پھر مصالحت کے بعد اسے تمیز دیں، اور اس میں دونوں میں سے کسی ایک کے لیے غبن (دھوکہ) ہو۔

مسئلہ 123: اگر صلح والے مال میں عیب ظاہر ہو جائے تو سودے کو فسخ کیا جاسکتا ہے، لیکن متعلقہ شخص بے عیب اور عیب دار کے درمیان قیمت کا فرق لینا چاہے تو اس میں اشکال ہے۔

مسئلہ 124: اگر کوئی شخص اپنے مال کے ذریعہ دوسرے سے صلح کرے اور اس کے ساتھ شرط ٹھہرائے کہ جس چیز پر میں نے آپ سے صلح کی ہے میرے مرنے کے بعد تو اسے وقف کر دے گا اور دوسرا شخص بھی اس کو قبول کر لے تو اسے چاہئے کہ اس شرط پر عمل کرے، اور اگر مصالحت کرنے والے کی موت کے بعد اس کا وارث نہ ہو تو شرط پوری کرنے کی بابت حاکم شرعی کی طرف رجوع کرنا لازم ہے، اور اگر اس کا وارث ہو تو اس سے اجازت لینا واجب ہے۔

احکام اجارہ

مسئلہ 125: کوئی شے کرایہ پر دینے والے اور کرایہ پر لینے والے کے لیے معتبر ہے کہ بالغ اور عاقل ہوں، اور کرایہ لینے یا کرایہ دینے کا کام اپنے اختیار سے انجام دیں، اور یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے مال میں تصرف کا حق رکھتے ہوں، پس جس مال پر مالک مفلسی وغیرہ کی وجہ سے تصرف کا حق نہیں رکھتا، اسے کرایہ پر دینا صحیح نہیں ہے، لیکن ممنوع التصرف خود کو کرایہ پر دے سکتا ہے۔

مسئلہ 126: انسان دوسرے کی طرف سے کسی کے مال کو کرایہ پر نہیں دے سکتا ہے مگر جب وہ مالک کی طرف سے وکیل ہو یا مالک کا ولی ہو تو وہ اس کی شے کرایہ پر دے سکتا ہے، اجنبی کی جانب سے کسی شے کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ یہ اجارہ کے بعد میں ہو۔

مسئلہ 127: اگر بچے کا ولی اس کا مال ایک مدت کے لیے کرائے پر دے اور وہ اس مدت کے دوران بالغ ہو جائے تو بچہ بالغ ہونے کے بعد باقیماندہ اجارہ فسخ کر سکتا ہے، یہاں تک کہ اگر بچے کے بالغ ہونے کی مدت کی کچھ مقدار کو اجارہ کی مدت کا حصہ نہ بنایا جاتا تو یہ بچے کے لیے قرین مصلحت نہ ہوتا، کیونکہ اب یہ اپنے مال کا ولی ہو گیا ہے، اگر ولی بچے کو اس کے شایان شان کام کے لیے اجیر بنائے جیسے علمائے کرام کے گھر میں ایک مدت کے لیے نوکری پر رکھوائے تاکہ وہ ان سے علمی فائدہ بھی حاصل کر لے گا اور وہ اس

مدت کے دوران بالغ ہوجائے تو وہ مطلق طور پر اجارہ کو فسخ کر سکتا ہے۔

مسئلہ 128: جس بچے کا ولی نہ ہو اسے مجتہد عادل یا اس کے وکیل کی اجازت کے بغیر اجارہ پر رکھوانا جائز نہیں ہے اور اگر مجتہد یا اس کے وکیل تک رسائی ممکن نہ ہو تو عادل مؤمنین کی ایک جماعت کی اجازت سے اسے اجارہ رکھوایا جاسکتا ہے۔

مسئلہ 129: اجارہ کے صیغہ میں عربیت معتبر نہیں ہے، بلکہ اس کی صحت میں خاص لفظ بھی معتبر نہیں ہے، پس اگر کرایہ پر دینے والا اپنا مال کرایہ پر لینے والے کو دے اور اس کا قصد اجارہ کا ہو اور کرایہ دار اسے اجارہ کے قصد سے لے لے تو اجارہ صحیح ہے۔

مسئلہ 130: جو شخص بول نہیں سکتا، اگر وہ اشارے سے سمجھا دے کہ اس نے کوئی شے کرایہ پر دی ہے یا کرایہ پر لی ہے تو اس سے اجارہ صحیح ہے۔

مسئلہ 131: اگر کوئی شخص مکان یا دکان یا کمرہ کرایہ پر لے، اور اس جائیداد کا مالک یہ شرط لگائے کہ صرف وہ خود اس سے استفادہ کر سکتا ہے تو کرایہ دار اسے کسی دوسرے کو استعمال کے لیے کرایہ پر نہیں دے سکتا، سوائے اس کے کہ وہ نیا اجارہ اس طرح ہو کہ اس کی منفعت بھی خود پہلے کرایہ دار سے مخصوص ہو، جیسے ایک عورت ایک مکان یا کمرہ کرایہ پر لے اور بعد میں شادی کر لے اور کمرہ یا مکان اپنی رہائش کے لیے کرایہ پر اپنے شوہر کو دے دے۔

مسئلہ 132: اگر کوئی شخص مکان یا دکان یا کمرہ کرایہ پر لے، اور اس جائیداد کا مالک شرط نہ لگائے کہ صرف وہ خود اس سے استفادہ کر سکتا ہے، اور نہ ہی عرف صرف اسی کے استعمال کا کہتی ہو تو کرایہ دار اسے کسی دوسرے شخص کو کرایہ پر دے سکتا ہے، اور اسے اس کام کے لیے مالک سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ مالک اس کام سے ناراض نہیں ہے، بلکہ وہ اس سے راضی ہے، لیکن اگر وہ چاہے کہ جتنے کرایہ پر لیا ہے اُس سے زیادہ مقدار کے لیے کرایہ پر دے تو ضروری ہے کہ اس کی مرمت اور سفیدی کروائے یا اس جنس کے بدلے کرایہ پر دے جس پر اس نے خود اسے کرائے پر لیا ہے، مثلاً اگر روپے کے بدلے کرایہ پر لیا ہے تو گندم یا کسی اور شے کے بدلے کرایہ پر دے اور بنا بر احتیاط مکان، دکان اور گھر کے علاوہ کوئی دوسری شے کے لیے بھی وہی حکم ہے جو مکان کے لیے ہے۔

مسئلہ 133: اگر اجیر مستاجر سے شرط طے کرے کہ وہ صرف اسی کا کام کرے گا تو اس اجیر کو کسی دوسرے شخص کو بطور اجارہ نہیں دیا جاسکتا، اور اگر اجیر ایسی کوئی شرط نہ لگائے اور مستاجر اسے اسی چیز پر اجارہ پر دے سکتا ہے جو اس کی اجرت قرار پائی ہے، مگر یہ کہ مستاجر اسے زیادہ چیز پر اجارہ نہیں دے سکتا، جب دونوں اجرتیں ایک جنس سے ہوں، اور اگر دونوں اجرتوں کی جنس مختلف ہو تو زیادہ کا کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ 134: جب کوئی شخص کسی کام کے لیے خود کسی کا اجیر بن جائے، جس میں یہ قید نہ ہو کہ وہ کام میں خود ہی کروں گا تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس کام کے لیے کسی دوسرے شخص کو کم اجرت پر رکھ لے، ہاں!

جب دونوں اجرتیں دو جنس سے ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے یا اس نے کام کی کچھ مقدار خود سر انجام دی ہو تو پھر دوسرے کو کم اجرت پر بھی رکھ سکتا ہے۔

مسئلہ 135: اگر کوئی شخص مکان ایک سال کے لیے معین مبلغ پر کرایہ پر لے تو اس کا آدھا حصہ خود استعمال کرے اور

دوسرا حصہ اتنے ہی مبلغ پر کرائے پر چڑھا سکتا ہے، لیکن اگر وہ چاہے کہ مکان کا آدھا حصہ اس سے زیادہ پر چڑھادے جس پر اس نے خود وہ مکان کرایہ پر لیا ہے تو جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اس میں مرمت وغیرہ کا کام سرانجام دے۔

مسئلہ 136: جو مال اجارہ پر دیا جائے اس میں چند چیزیں معتبر ہیں:

1۔ وہ مال معلوم اور معین ہو، لہذا کوئی شخص کہے کہ میں نے تجھے اپنے مکانوں میں سے ایک کرائے پر دیا تو بنا براحتیاط کے ایسا اجارہ درست نہیں ہے۔

2۔ متاجر یعنی کرایہ پر لینے والے کے نزدیک مال معلوم ہو اور وہ اسے جانتا ہو مثلاً متاجر کرایہ پر لینے والے مال کو دیکھ لے یا اجارے پر دینے والا شخص اپنے مال کی خصوصیات اس طرح بیان کرے کہ اس کے بارے میں پوری اطلاع حاصل ہو جائے

3۔ اجارہ پر دیئے جانے والے مال کو دوسرے فریق کے سپرد کرنا یعنی قبضہ دینا ممکن ہو پس غصبی گھر یا چوری شدہ گاڑی کو اجارہ پر دینا درست نہیں ہے، مگر جب متاجر اس سے نفع حاصل کرسکتا ہو مثلاً اس کے مالک کی طرف رجوع کرسکتا ہو۔

4۔ اس سے استفادہ کرنا اس کے ختم یا کالعدم ہو جانے پر موقوف نہ ہو پس روٹی، پھل اور دوسری خوردنی اشیاء کا کرائے پر دینا درست نہیں ہے، یا روپے کو اجارہ پر دینا جیسا کہ بعض سے نقل ہوا ہے۔

5۔ مال سے وہ فائدہ اٹھانا ممکن ہو جس کے حصول کے لیے اسے کرایہ پر دیا جائے پس ایسی زمین کا کرائے پر دینا جس کے لیے بارش کا پانی کافی نہ ہو اور وہ نہر کے پانی سے سیراب نہ ہوتی ہو تو صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ 137: جس درخت پر ابھی میوہ نہیں لگا ہے اور کچھ دنوں کے بعد وہ پھلدار ہو جائے گا، اس کے پھل سے نفع اٹھانے کے لیے اسے اجارہ پر دینا درست ہے، جانور سے دودھ کا نفع اور کنوئیں سے سیرابی کا نفع حاصل کرنے کے لیے اجارہ پر دینے کا یہی حکم ہے۔

مسئلہ 138: عورت کسی بچے کو دودھ پلانے کے لیے خود کو اجارہ پر قرار دے سکتی ہے اور اس کام کے لیے اپنے شوہر سے اجازت مانگنے کی ضرورت بھی نہیں ہے، ہاں اگر اس کام سے شوہر کا حق ضایع ہوتا ہو تو اس کے اجارہ کی صحت شوہر کی اجازت پر موقوف ہے۔

اجارہ سے حاصل ہونے والی منفعت مقصودہ کے شرائط:

مسئلہ 139: جس استفادہ کے لیے مال اجارہ پر دیا جاتا ہے اس میں چار امور معتبر ہیں:

1۔ اس سے استفادہ کرنا حلال ہو، دکان کو شراب کی بیع کے لیے یا اس کو سٹور کرنے کے لیے کرایہ پر لینا، دینا درست نہیں ہے، یعنی یہ تب ہے جب عقد اجارہ اسی استفادہ پر واقع ہو، یا شراب اٹھانے کے لیے جانور اجارہ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر اجارہ کے عقد میں اسے شرط قرار نہ دیا جائے اور اجارہ پر دی جانے والی شے سے حرام کام میں استفادہ نہ کیا جائے، بلکہ اس سے دوسرے حلال منافع حاصل کیے جاتے ہوں تو ایسا اجارہ کا عقد صحیح ہوگا۔

2۔ بنا براحتیاط اجارہ کے مقابلے میں مال کا خرچ کرنا عقلاء کی نظر میں بیوقوفی نہ ہو۔

3۔ جو چیز کرائے پر دی جائے اگر اس سے کئی فائدے اٹھائے جا سکتے ہوں تو جو فائدہ اٹھانے کی متاجر کو اجازت ہو اسے

معین کرنا چاہیے،مثلاً ایک گاڑی کرائے پردی جائے،جس پرسواری بھی کی جاسکتی ہواور سامان بھی لادا جاسکتا ہوتواسے کرایہ پردیتے وقت معین کیا جائے کہ آیا متاجر اسے سواری کے لیے یا سامان اٹھانے کے لیے یا دونوں کاموں کے لیے استعمال کرئے گا اور متاجر کےحق کی تعیین بھی واجب ہے۔

4۔استفادہ کرنے کی مقدار کاتعین،اور یہ ہر عقد کا اپنا حساب ہوتا ہے،گاہے مدت کا تعین کیا جاتا ہے جیسے گھر،دکان کا اجارہ،اور گاہے کام کا تعین کیا جاتا ہے جیسے ایک لباس کامخصوص کیفیت اور ڈیزائن پر سلائی کرنا،گاہے مسافت کا تعین کیا جاتا ہے جیسے گاڑی کا ایک شہر سے دوسرے شہر لے جانے کے لیے کرائے پر لینا۔

مسئلہ 140:احتیاط واجب کی بنا پر،اختیاری طور پر اور بغیر عذر شرعی کے داڑھی کا مونڈوانا حرام ہے،پس حجام کے لیے اس پر اجرت لینا بھی جائز نہیں ہے،ہاں،جب کسی عذر کی وجہ سے داڑھی کا مونڈوانا جائز ہوجائے توحجام اس پر اجرت لے سکتا ہے

مسئلہ 141:ضروری ہے کہ اجارہ کی مدت معین کی جائے،خصوصاً جب مدت کوعقد میں دخل حاصل ہو،اگر اجارہ کی مدت کے شروع ہونے کا تعین نہ کیا جائے تو اس کے شروع ہونے کا وقت اجارہ کا صیغہ پڑھنے کے بعد سے ہوگا،اگر مدت کوعقد میں دخل حاصل نہ ہو جیسے کپڑے کی سلائی تو اسے معین ہی کیا جائے گا۔

مسئلہ 142:اگر ایک مکان ایک سال کے لیے کرائے پر دیا جائے اور معاہدے کی ابتداء کا وقت صیغہ پڑھنے سے ایک مہینے بعد سے مقرر کیا جائے،تو اجارہ صحیح ہوگا،اگر چہ جب صیغہ پڑھا جارہا ہو وہ مکان کسی دوسرے کے پاس کرائے پر ہو۔

مسئلہ 143:اگر اجارے کی مدت کا تعین نہ کیا جائے تو اجارہ صحیح نہیں ہوگا،پس اگر مکان کا مالک متاجر سے کہے کہ میں نے آپ کو یہ مکان ایک ماہ یا دو ماہ کے لیے اجارے پر دیا،تو یہ اجارہ درست نہیں ہوگا۔

جب مکان کا مالک کہے کہ میں نے یہ مکان آپ کو ماہانہ ایک ہزار روپے کرایہ پر دیا اور اس کے بعد بھی تم جتنی مدت اس میں رہو گے اس کا کرایہ ایک ہزار روپے ماہانہ ہوگا جس سے اجارے کا شروع کرنا مقصود ہو یا وہ اپنا مکان ایک ہزار روپے کے بدلے ایک معین ماہ کرایہ پر دے اور کہے کہ اس کے بعد جتنا رہو گے اس کا حساب اپنا ہوگا تو اس صورت میں جب اجارے کی مدت کی ابتداء کا تعین کرلیا جائے یا اس کی ابتداء کا علم ہو پہلے مہینے کا اجارہ صحیح ہے۔

اور بعد والے ماہ میں متاجر اجرت مسمی پر استفادہ کرسکتا ہے لیکن یہ معاملہ غیر لازمہ ہوگا،مالک جب چاہے اپنی جگہ خالی کرواسکتا ہے۔

مسئلہ 144:جو گھر مسافروں اور زائرین کے لیے بنائے جاتے ہیں،جب اس میں لوگوں کے ٹھہرنے کی مدت کی مقدار معلوم نہ ہو،اگر وہ مالک مکان سے طے کرلیں کہ مثلاً ایک رات کا اتنا کرایہ دیں گے اور مالک اس پر راضی ہوجائے تو اس جگہ سے استفادہ کرنا جائز ہے لیکن جب اجارہ کی مدت معلوم نہ ہو تو اجارہ صحیح نہیں ہوگا اور مالک مکان پہلی رات کے بعد جب بھی چاہے انہیں نکال سکتا ہے،جیسا کہ سابقہ مسئلہ میں بیان کیا گیا ہے۔

مسئلہ 145:کوئی شخص خود کو کسی کام کے لیے اجیر قرار دے،اور خود کام کو انجام دینے کی قید نہ لگائے تو وہ کسی دوسرے کو خود سے کم اجرت پر کام نہیں دے سکتا،مثلاً کوئی کام 150 روپے میں لے کر کسی سے 100 روپے میں وہی کام نہیں کرواسکتا،اور اگر

دونوں اجرتیں دو جنس سے ہوں یا خود کچھ کام کر چکا ہو اور پھر باقیماندہ کام کسی دوسرے سے کم اجرت میں کروائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اجارہ کی بابت مسائل

مسئلہ 146: امام حسین علیہ السلام اور دیگر آئمہ طاہرین علیہم السلام کے فضائل ومصائب اور مجالس وعظ ونصیحت اور اس کی مثل خطابات پر اجرت وصول کرنے کا کوئی حرج نہیں ہے اور اسے غرض قرار دینا ایک مرجوح اخلاقی امر ہے۔

مسئلہ 147: زندہ شخص کی واجب عبادات کی طرف سے واجب عبادات اجرت پر ادا کرنا اور ادا کروانا جائز نہیں ہے سوائے حج کے، کیونکہ اگر کسی شخص پر استطاعت کی وجہ سے حج واجب ہو اور وہ خود حج ادا کرنے سے عاجز ہو تو کسی کو نائب بنا کر حج کرا سکتا ہے۔

کسی دوسرے کی مستحب عبادات اجرت پر ادا کرنا جائز ہے مگر کسی کے مستحب نماز، روزے کے جواز میں اشکال ہے ،اور اگر ان کو رجاء کی نیت سے یا اجارہ کے علاوہ بجالایا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے جیسے کسی کی طرف سے ان عبادات کو بجالایا جائے اور ان کا ثواب زندہ کو ہدیہ کیا جائے۔

میت کی طرف سے اس کی واجب اور مستحب عبادات کا اجرت پر ادا کرنا جائز ہے۔

مسئلہ 148: حلال وحرام کے مسائل کی تعلیم دینے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، واجبات کی تعلیم مثل نماز روزہ وغیرہ جو بنا بر احتیاط محل ابتلاء ہوتے ہیں، بلکہ ان کے غیر میں بھی اشکال ہے، اموات کو غسل وکفن اور دفن کرنے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

ہاں! ان امور میں واجب مقدار سے زائد خصوصیات کے انجام دینے پر اجرت لی جا سکتی ہے۔

مسئلہ 149: اجرت میں معتبر ہے کہ معلوم ہو پس اگر یہ ناپ یا تول سے ہو تب بھی معلوم ہو اور اگر شمار سے ہو جیسے روپے تب بھی معلوم ہو اور ایسی شے سے ہو جس کو معاملات میں دیکھ کر سودا کیا جاتا ہے تو ضروری کہ اجرت لینے والا اسے دیکھ لے، یا دینے والا اس کی خصوصیات کو بیان کردے۔

مسئلہ 150: عقد اجارہ کے واقع ہوتے ہی اجیر اجرت کا مالک اور کام کرنے کا پابند ہو جاتا ہے، حق کا مطالبہ ان شاء اللہ اگلے مسئلہ میں بیان ہوگا، اس مسئلہ پر بعض ثمرات اور نتائج مترتب ہوتے ہیں جو مسئلہ 163 میں بیان کیے گئے ہیں۔

مسئلہ 151: عین مستاجرہ کا قبضہ دینے سے قبل موجر اجرت کا مطالبہ نہیں کر سکتا، اسی طرح اجیر کام انجام دینے سے قبل اجرت کا مطالبہ نہیں کر سکتا، مگر جب ایسا ہو کہ اجرت سے کام چلتا ہو یا اجرت کے پہلے دینے کا رواج ہو جس سے کام کی تیاری ہو جاتی ہو جیسے حج کی اجرت یا عقد میں پیشگی اجرت کی شرط لگائی گئی ہو۔

مسئلہ 152: جب موجر عین مستاجرہ میں تصرف کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو مستاجر پر اجرت کا تسلیم کرنا واجب ہے، اگرچہ عین مستاجرہ کو سپرد نہ کیا جائے یا اس سے کچھ مدت یا تمام مدت میں استفادہ نہ کیا جائے۔

مسئلہ 153: جب کوئی خود کو کسی کام کے لیے اجیر بنائے اور خود کو مستاجر کے قبضے میں کام کرنے کے لیے دے تو وہ اجرت کا مستحق بن جاتا ہے، اگرچہ اس نے پورا کام انجام نہ دیا ہو، مثلاً درزی مقررہ دن میں کپڑے سلائی کرنے کے لیے خود کو اجیر

قرار دے، اور اُس دن میں کام کے لیے حاضر ہوجائے تو متاجر پر واجب ہے کہ درزی کو اجرت دے، اگر چہ سیلائی کے لیے کپڑا درزی کے حوالے نہ کیا ہو، اس دن اجیر فارغ ہو یا اپنے یا کسی دوسرے کے کام میں مصروف ہو۔

مسئلہ 154: اگر اجارہ کی مدت ختم ہونے کے بعد پتہ چلے کہ اجارہ تو باطل تھا، تو متاجر پر اجرت المثل کا دینا واجب ہے، پس اگر ایک سو روپے میں گھر اجارہ پر دیا جائے اور اجارہ کی مدت ختم ہونے کے بعد پتہ چلے کہ اجارہ باطل ہے، اگر اس کی متعارف اجرت پچاس روپے ہو تو متاجر پر پچاس روپے سے زائد دینا واجب نہیں ہے، اور اگر اس کی متعارف اجرت دوسو روپے ہو اور موجر مالک ہو یا اس کا وکیل ہو تو اسے اجرت مسمی سے زائد وصول کرنے کا حق نہیں ہے (اور وہ اجرت مسمی ایک سو روپے ہے) اگر مدت کے دوران پتہ چلے کہ اجارہ باطل ہے تو اس کا حکم گزرے ہوئے وقت کی نسبت وہی ہے جو ساری مدت کے بعد باطل کے پتہ چلنے کا ہے۔

مسئلہ 155: جب عین متاجرہ تلف ہوجائے اور متاجر نے جان بوجھ کر اسے تلف نہ کیا ہو اور اس کی حفاظت میں کوئی کوتاہی بھی نہ کی ہو تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا، یہی حال ہے جب اجیر کے پاس سے مال تلف ہوجائے جیسے درزی، وہ کپڑے کے تلف ہوجانے پر ضامن نہیں ہوگا بشرطیکہ اس نے کسی قسم کی زیادتی یا کوتاہی نہ کی ہو۔

مسئلہ 156: جب قصاب بغیر شرعی طریقہ کے جانور کو ذبح کرے تو وہ اس کا ضامن ہوگا، خواہ اجیر ہو یا خوشی بخوشی ذبح کیا ہو۔

مسئلہ 157: جب معلوم مقدار سامان لوڈ کرنے کے لیے گاڑی کرایہ پر لی جائے اور اس پر اس مقدار سے زیادہ مال لاد دیا جائے جس سے گاڑی خراب یا عیب دار ہوجائے تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔

یہی حکم ہے جب مقدار معین نہ کی گئی ہو اور اس کی طاقت سے زیادہ مال لاد دیا جائے، دونوں فرض کے مطابق اس پر واجب ہے کہ زیادہ والے مال کی اجرت دے۔

مسئلہ 158: اگر شیشہ اٹھانے کے لیے جانور کرایہ پر لیا جائے اور وہ کودے جس سے شیشہ ٹوٹ جائے تو وہ ضامن نہیں ہوگا مگر جب وہ اسے مارے اور وہ اس کی وجہ سے کود پڑے۔

مسئلہ 159: بچے کا ختنہ کرنے والا بچے کا ختنہ کرے اور اسے نقصان پہنچ جائے یہاں تک کہ اس سے اُس کی موت واقع ہوجائے، اب اگر وہ تجربہ کار اور اہل خبر میں سے ہو اور اپنے کام میں کوتاہی نہ کرے تو ضامن نہیں ہوگا، جیسے اس وقت اس کے پاس کفایت کرنے والے لوازمات موجود نہ ہوں یا بچے کی بابت ختنے کی قابلیت مشخص نہ ہوئی ہو، اگر یہ امر اسی کی طرف موکول ہو اور اسے فقط ختنہ کرنے کی تکلیف نہ دی گئی ہو، اور اس نے تجاوز نہ کیا ہو جیسے معمول والی حد سے زیادہ گوشت نہ کاٹا ہو اور اپنے علم میں کوتاہی نہ کی ہو، جس سے نقصان پہنچ سکتا ہو۔

مسئلہ 160: اگر ڈاکٹر کسی مریض کا خود علاج کرے یا اس کی سرجری کرے، جو اپنے پیشہ میں مہارت رکھتا ہو، اور پوری کوشش کر کے درست تشخیص کرے اور دقت سے آپریشن کرے، لیکن اتفاقاً مریض کو نقصان پہنچ جائے، یا مریض کی موت واقع ہوجائے، تو ڈاکٹر اس کا ضامن نہیں ہوگا، ڈاکٹر کے لیے احوط ہے کہ آپریشن اور علاج سے قبل لکھوالے کہ نقصان کی صورت میں ڈاکٹر

ذمہ دار نہیں ہوگا۔

مسئلہ 161: جس شخص نے کوئی شے اجارے پر دی ہو وہ اور متاجر ایک دوسرے کی رضایت سے اجارہ کو فسخ کردیں تو اجارہ فسخ ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر اجارے میں شرط عائد کریں کہ وہ دونوں یا ان میں سے ایک معاملے کو فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے تو معاہدے کے مطابق اجارہ فسخ کر سکتے ہیں۔

مسئلہ 162: اگر مال اجارہ پر دینے والے یا متاجر کو پتہ چلے کہ وہ گھاٹے میں رہا ہے، اگر اجارہ کرنے کے وقت وہ اس امر کی جانب متوجہ نہ تھا کہ وہ گھاٹے میں ہے تو وہ اجارہ فسخ کر سکتا ہے، لیکن اگر اجارے کے صیغے میں یہ شرط عائد کی جائے کہ اگر ان میں سے کوئی گھاٹے میں بھی رہے گا تو اسے اجارہ کے فسخ کرنے کا حق نہیں ہوگا تو پھر وہ اجارہ فسخ نہیں کر سکتا۔

مسئلہ 163: اگر کوئی شخص کوئی شے اجارے پر دے اور اس سے بیشتر کہ اس کا قبضہ متاجر کو دے کوئی اور شخص اس شے کو غصب کرلے تو متاجر اجارہ فسخ کر سکتا ہے اور جو شے اس نے اجارہ پر دینے والے کو دی ہو اسے واپس لے سکتا ہے یا یہ بھی کر سکتا ہے کہ اجارہ فسخ نہ کرے اور جتنی مدت وہ شے غاصب کے پاس رہی ہو اس کی عام طور پر جتنی اجرت بنتی ہو، وہ غاصب سے طلب کرلے، لہٰذا اگر متاجر ایک جانور کا ایک مہینہ کا اجارہ دس روپے کے عوض کرے اور کوئی شخص اس جانور کو دس دن کے لیے غصب کرلے اور عام طور پر اس کا دس دن کا اجارہ پندرہ روپے ہو تو متاجر پندرہ روپے غاصب سے لے سکتا ہے۔

مسئلہ 164: اگر متاجر اجارہ والی شے کو اپنی تحویل میں لے چکا ہو اور اس کے بعد کوئی مانع پیدا ہو جائے تو وہ اجارہ کو فسخ نہیں کر سکتا، مثلاً کوئی اسے غصب کرلے تو صرف اتنا کر سکتا ہے کہ اس شے کا عام طور پر جتنا کرایہ بنتا ہے وہ غاصب سے حاصل کرلے۔

مسئلہ 165: اگر موجر اجارہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے اجارہ شدہ شے کو فروخت کردے تو اجارہ باطل نہیں ہوگا، وہ متاجر پر فروخت کرے یا کسی اور پر فروخت کرے۔

مسئلہ 166: اگر اجارہ شدہ شے قابل استفادہ نہ رہے یا اس سے مقصود استفادہ حاصل نہ کیا سکتا ہو تو اجارہ باطل ہو جاتا ہے، جب کوئی ایک سال کے لیے گھر اجارہ پر لے اور سال شروع ہونے سے پہلے مکان گر جائے تو اجارہ باطل ہو جائے گا، اور اگر سال کے دوران مکان گر جائے تو باقیماندہ مدت کے لیے اجارہ باطل ہو جائے گا، متاجر گزشتہ مدت کی نسبت اجارہ فسخ کر سکتا ہے، اور جب اجارہ باطل کرے گا تو اس گزشتہ مدت کی اجرت المثل دے گا، اور اگر اجارہ کو فسخ نہ کرے تو اجارہ کے مبلغ کو باقی اور گزشتہ مدت پر تقسیم کیا جائے گا، اور مالک گزشتہ مدت کے کرایہ لینے کا مستحق ہوگا۔

مسئلہ 167: اگر کوئی شخص ایسا مکان کرایہ پر دے جس کے دو کمرے ہوں اور ان میں سے ایک کمرہ خراب ہو جائے لیکن وہ فوراً اس کی مرمت کرا دے اور اس سے جو فائدہ اٹھایا جا سکتا ہو اس میں کوئی فرق نہ پڑے تو اجارہ باطل نہیں ہوتا، اور متاجر بھی اسے فسخ نہیں کر سکتا لیکن اگر اس کمرے کی مرمت میں اتنا وقت لگ جائے کہ متاجر کو اس سے جو استفادہ کرنا ہو اس کی کچھ مقدار ضایع ہو جائے تو اس مقدار کی حد تک اجارہ باطل ہو جائے گا اور متاجر ساری مدت کے لیے اجارہ فسخ کر سکتا ہے اور جتنے دن استفادہ کیا ہو اس کی اجرت المثل دے سکتا ہے۔

مسئلہ 168: اگر مال اجارہ پر دینے والا یا مستاجر مر جائے تو اجارہ باطل نہیں ہوتا، ہاں اگر اجارہ پر دینے والے کا مکان اپنا نہ ہو مثلاً کسی دوسرے شخص نے وصیت کی ہو کہ جب تک وہ (اجارہ پر دینے والا) زندہ ہے مکان کی آمدنی اس کا مال ہوگا تو اگر وہ مکان کرایہ پر دے دے اور اجارہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے مر جائے تو اس کے مرنے کے وقت سے اجارہ باطل ہوگا۔

مسئلہ 169: اگر کوئی کام کرانے والا شخص کسی کو اس مقصد سے وکیل بنائے کہ وہ اس کے لیے کاری گر مہیا کر دے تو اگر کاری گر نے جو کچھ اس شخص سے لیا ہے کاری گر کو اس سے کم دے تو زائد اس پر حرام ہے اور اسے چاہیے کہ وہ رقم مالک کو واپس دے دے۔

مسئلہ 170: جب کوئی کسی کو کام کے لیے اجیر بنائے کہ اس کام کو اس مخصوص طریقہ سے کرنا ہے یا فلاں وقت میں کرنا ہے یا فلاں مکان میں کرنا ہے اور اجیر اس کی مخالفت کرے تو اجیر کسی اجرت کا مستحق نہیں ہوگا، اور اگر وہ اپنے کیے کا تدارک نہ کر سکے تو جو نقصان کیا ہے اس کا ضامن ہوگا، اور اگر اس کے لیے تدارک ممکن ہو تو جیسا مالک چاہتا ہے ویسا کرے۔

احکام جعالہ

مسئلہ 171: جعالہ یعنی انسان وعدہ کرے کہ اگر اس کے لیے یہ کام کیا جائے گا تو میں اس کے بدلے ایک معین مال دوں گا، مثلاً یہ کہے کہ جو اس کی گمشدہ شے برآمد کر دے گا وہ اسے دس روپے دے گا اور جو شخص اس قسم کا اعلان کرے اسے جاعل اور جو شخص وہ کام انجام دے اسے عامل کہتے ہیں، اور اس کام کو جعل یا جعالہ کہتے ہیں، جعالہ اور اجارہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ اجارہ میں صیغہ پڑھنے کے بعد اجیر کو کام انجام دینا چاہیے اور جس نے اسے اجیر بنایا ہو وہ اجرت کے لیے اس کا مقروض ہو جاتا ہے لیکن جعالہ میں اگرچہ عامل ایک معین شخص ہو، تاہم ہو سکتا ہے کہ وہ کام میں مشغول نہ ہو اور جب تک وہ کام انجام نہ دے تو جاعل اس کا مقروض نہیں ہوتا۔

مسئلہ 172: جاعل میں معتبر ہے کہ بالغ اور عاقل ہو اور جعالہ کا اعلان اپنے ارادے اور اختیار سے کرے اور شرعاً اپنے مال میں تصرف کر سکتا ہو، پس جو شخص اپنا مال بیہودہ کاموں میں صرف کرتا ہو اس کا جعالہ صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ 173: جعالہ میں معتبر ہے کہ جاعل جو کام کروانا چاہتا ہو، وہ کام حرام یا بے فائدہ نہ ہو، پس جعالہ میں شراب کے پینے کو یا رات کے وقت ایک تاریک جگہ پر جانے کو یا زیادہ دیر تپتی دھوپ میں کھڑے رہنے کو عوض قرار دینا جس کی کوئی عقلائی غرض نہ ہو صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ 174: جعالہ میں عوض کا معین کرنا معتبر ہے، اس طرح کہ جس میں عامل کا حق معین ہو، جیسے کوئی کہے جو میرا گھر بیچے گا اسے قیمت کا ایک فیصد دیا جائے گا۔

مسئلہ 175: جب جعالہ میں عوض مبہم اور غیر معین ہو تو عامل کے لیے اجرت المثل ہوگی۔

مسئلہ 176: جب عامل کام سے پہلے یا کام کے بعد تبرعاً کام انجام دے تو عامل کسی شے کا مستحق نہیں ہوگا۔

مسئلہ 177: جاعل کام میں شروع ہونے سے قبل جعالہ کو فسخ کر سکتا ہے لیکن کام میں شروع ہونے کے بعد، اس کا فسخ کرنا مشکل ہو جائے گا۔

مسئلہ 178: عامل پر کام کا مکمل کرنا واجب نہیں ہے، مگر جب اس کا ترک جاعل کے ضرر اور نقصان کا باعث ہو، جیسے وہ کہے: جو بھی میری آنکھ کا علاج کرئے گا اسے یہ یہ دیا جائے گا، اور ڈاکٹر اس کی آنکھ کی سرجری شروع کر دے تو اسے مکمل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ 179: اگر عامل کام ادھورا چھوڑ دے اور وہ ایسا کام ہو جیسے گھوڑا تلاش کرنا کہ جس کے مکمل کیے بغیر جاعل کو کوئی فائدہ نہ ہو تو عامل جاعل سے کسی شے کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور جاعل اجرت کو کام مکمل کرنے سے مشروط کر دے تب بھی یہی حکم ہے مثلاً جب وہ کہے کہ جو کوئی میرا لباس سیئے گا میں اسے دس روپے دوں گا، لیکن اگر اس کی مراد یہ ہو کہ جتنی مقدار میں کام کیا جائے گا اتنی مقدار کے لیے اجرت دے گا تو پھر جاعل کو چاہیے کہ جتنی مقدار میں کام ہوا ہو اتنی مقدار کی اجرت عامل کو دے دے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ دونوں مصالحت کے طور پر ایک دوسرے کو راضی کر لیں۔

زراعت کے احکام

مسئلہ 180: مزارعت یعنی زرعی زمین کا مالک کاشتکار سے اس قسم کا معاہدہ کرئے کہ اپنی زمین اس کے اختیار میں دے دے تا کہ وہ اس میں کاشت کرئے اور پیداوار کی کچھ مقدار مالک کو دے دے۔

مسئلہ 181: مزارعت میں چند امور معتبر ہیں:

1۔ مالک کی طرف سے ایجاب ہو، مالک کاشتکار سے کہے: میں نے تجھے زمین دی تا کہ تو اسے کاشت کرے، اور کاشتکار کہے: میں نے قبول کیا، یا مالک اپنی زمین کاشتکار کو بیجنے کے لیے دے اور کاشتکار اسے کچھ کہے بغیر قبول کر لے۔

2۔ دونوں بالغ، عاقل، اور مزارعہ کا معاہدہ اپنے قصد اور اختیار سے انجام دیں اور اپنا مال بیہودہ کاموں میں صرف نہ کریں کہ جس کی وجہ سے انہیں مال میں تصرف کرنے سے روک دیا جائے۔

3۔ دونوں اپنا حصہ زمین کی پیداوار سے قرار دیں پس اگر یہ شرط کریں کہ جو پیداوار پہلے یا آخر میں حاصل ہو گی وہ ان میں سے کسی ایک کا مال ہے تو مزارعت باطل ہو گی، مگر یہ کہ چوتھی شرط کے منافی نہ ہو۔

4۔ دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ پیداوار کا نصف یا ایک تہائی ہو، پس اگر مالک کہے: کاشت کر و اور مجھے جو چاہے دے دینا، تو مزارعت صحیح نہیں ہو گی، اسی طرح اگر مالک یا کاشتکار کے لیے مقدار معین کر دی جائے جیسے دس من تو مزارعت درست نہیں ہے۔

5۔ کاشت کی مدت معین کرنا، جس میں کاشتکاری کا حصول ممکن ہو اور اگر مدت کی ابتداء ایک مخصوص دن اور مدت کا اختتام فصل کے حاصل ہونے کو مقرر کر دیں تو کافی ہے۔

6۔ زمین کاشت کے قابل ہو اگر اس میں کاشت ممکن نہ ہو لیکن ایسا کام کیا جائے جس سے کاشتکاری کا کام کیا جا سکتا ہو جیسے سپرے وغیرہ تو مزارعہ صحیح ہوگا۔

7۔ زراعت کا معین کرنا جب کہ ان دونوں کی رائے مختلف ہو، اور اگر ان دونوں کی خاص رائے نہ ہو، یا ان دونوں کی رائے ایک ہو تو تعیین ضروری نہیں ہے۔

8۔ زمین کا معین کرنا، اگر مالک کی زمین مختلف جگہ پر ہو اور وہ کسی ایک جگہ کو معین نہ کرے تو مزارعت باطل ہوگی۔

9۔ اخراجات کی تعیین، جو خرچ ہر ایک کو کرنا ہو اس کا علم ہو تو پھر اس کا معین کرنا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ 182: اگر مالک کاشتکار سے طے کرے کہ پیداوار کی کچھ مقدار مالک کی ہوگی اور جو باقی بچے گی، اسے آپس میں تقسیم کر لیں گے تو اگر انہیں علم ہو کہ اس مقدار کو علیحدہ کرنے کے بعد کچھ نہ کچھ باقی بچ جائے گا تو مزارعہ صحیح ہے۔

مسئلہ 183: اگر مزارعہ کی مدت ختم ہو جائے جو پانچویں شرط کے محقق ہونے کے لیے کافی ہو اور پیداوار ابھی دستیاب نہ ہو تو اگر مالک زمین اس بات پر راضی ہو کہ اجرت پر یا بغیر اجرت کے فصل اس کی زمین میں کھڑی رہے اور کاشتکار بھی راضی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر مالک راضی نہ ہو تو وہ کاشتکار کو مجبور کر سکتا ہے کہ فصل زمین میں سے کاٹ لے اور اگر فصل کاٹ لینے سے کاشتکار کو کوئی نقصان پہنچے تو مالک کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اسے اس کا عوض دے لیکن اگر کاشتکار مالک کو کوئی شے دینے پر راضی ہو تب بھی وہ مالک کو اس بات پر مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ فصل اپنی زمین پر رہنے دے۔

لیکن جب عقد میں طے کی گئی مدت موضوعیت کے عنوان سے نہ ہو بلکہ طریقیت کے عنوان سے ہو یعنی مطلوبہ مدت کو فصل حاصل کرنے کے لیے معتبر قرار دیا گیا ہو تو مالک پر واجب ہے کہ مدت کو فصل کاٹنے کے وقت تک بڑھا دیا جائے۔

مسئلہ 184: اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ زمین میں کھیتی باڑی کرنا ممکن نہ ہو مثلاً زمین سے پانی منقطع ہو جائے تو مزارعہ ختم ہو جاتا ہے، اور اگر کاشتکار بلا وجہ کھیتی باڑی نہ کرے تو اگر زمین اس کے تصرف میں رہی ہو اور مالک کا اس میں کوئی تصرف نہ رہا ہو تو کاشتکار کو چاہیے کہ عام شرح پر اس مدت کی اجرت مالک کو دے۔

مسئلہ 185: اگر مالک زمین اور کاشتکار صیغہ پڑھ چکے ہوں تو ایک دوسرے کی رضا مندی کے بغیر مزارعہ منسوخ نہیں کر سکتے اور بعید نہیں ہے کہ اگر مالک مزارعہ کے ارادے سے زمین کسی شخص کو دے دے تب بھی ایک دوسرے کی رضا مندی کے بغیر وہ معاملہ فسخ نہ کر سکیں گے۔

لیکن اگر مزارعہ کے معاہدے کے سلسلے میں انہوں شرط کی ہو کہ ان میں سے دونوں کو یا کسی ایک کو معاملہ فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا تو جو معاہدہ انہوں نے کر رکھا ہو اس کے مطابق معاملہ فسخ کر سکتے ہیں۔

مسئلہ 186: اگر مزارعہ کے معاہدہ کے بعد مالک زمین یا کاشتکار مر جائے تو مزارعہ منسوخ نہیں ہو جاتا اور ان کے وارث ان کی جگہ لے لیتے ہیں لیکن اگر کاشتکار مر جائے اور اس نے معاہدہ کر رکھا ہو کہ خود کاشت کرے گا، تو مزارعہ منسوخ ہو جاتا ہے اور اگر زراعت نمایاں ہو چکی ہو تو اس کا حصہ اس کے ورثاء کو دے دینا چاہیے اور جو دوسرے حقوق کاشتکار کو حاصل ہوں وہ بھی اس کے ورثاء کو ارث میں مل جاتے ہیں لیکن وہ مالک کو اس بات پر مجبور نہیں کر سکتے کہ فصل اس کی زمین میں کھڑی رہے۔

مسئلہ 187: اگر کاشت کے بعد پتہ چلے کہ مزارعہ باطل تھا تو جو بیج ڈالا گیا ہو وہ مالک کا مال ہو تو جو فصل ہاتھ آئے گی وہ بھی اسی کا مال ہوگی اور اسے چاہیے کہ کاشتکار کی اجرت اور جو کچھ اس نے خرچ کیا ہو اور کاشتکار کی مملوکہ جن بیلوں اور دوسرے جانوروں نے زمین پر کام کیا ہو ان کا کرایہ کاشتکار کو دے اور بیج کاشتکار کا مال ہو تو فصل بھی اسی کا مال ہے اور اسے چاہیے کہ زمین کا کرایہ اور جو کچھ مالک نے خرچ کیا ہو اور ان بیلوں اور جانوروں کا کرایہ جو مالک کے ہوں اور جنہوں نے اس زراعت پر کام کیا ہو مالک کو دے دے۔

مسئلہ 188: اگر بیج کاشتکار کا مال ہو اور کاشت کے بعد فریقین کو پتہ چلے کہ مزارعہ باطل تھا تو اگر مالک اور کاشتکار رضامند ہوں کہ اجرت پر یا بلا اجرت فصل زمین میں کھڑی رہے تو جائز ہے، اگر مالک راضی نہ ہو تو فصل پکنے سے پہلے ہی وہ کاشتکار کو مجبور کر سکتا ہے کہ اسے کاٹ لے، کاشتکار کو حق حاصل نہیں ہے کہ مالک کو زراعت کے زمیں میں کھڑے رہنے پر مجبور کرے اگرچہ ایسا اجرت کے ذریعہ سے ہی ہو، مالک بھی کاشتکار کو مجبور نہیں کر سکتا کہ فصل کو زمین میں کھڑی رہنے دے ولو مفت ہی ہو۔

مسئلہ 189: اگر فصل کی جمع آوری اور مزارعہ کی میعاد ختم ہونے کے بعد زراعت کی جڑیں زمین میں رہ جائیں اور دوسرے سال فصل دیں تو اگر مالک نے کاشتکار کے ساتھ زراعت کی جڑوں میں اشتراک کا معاہدہ نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی فصل مالک زمین کا مال ہے۔

احکام مضاربہ

مسئلہ 190: مضاربہ یعنی انسان کسی دوسرے کو تجارت کے لیے مال دے تاکہ منافع ان کے درمیان نصف یا ایک تہائی تقسیم ہو۔

مضاربہ میں چند امور معتبر ہیں:

1۔ ایجاب وقبول، ان میں لفظ یا کوئی اور شے جو ایجاب وقبول پر دلالت کرے کافی ہے، ان میں عربی اور ماضی معتبر نہیں ہے۔

2۔ مالک اور عامل میں سے ہر ایک بالغ، عاقل ہوں اور اپنے اختیار سے معاہدہ طے کریں، اور بیہودہ کام میں مال صرف کرنے کی وجہ یا مفلسی کی وجہ سے مال میں تصرف کرنے سے روک نہ دیا گیا ہو یہ مالک میں معتبر ہے اور عامل میں معتبر نہیں ہے۔

3۔ دونوں میں سے ہر ایک کے حصہ کو نصف یا ایک تہائی معین کیا جائے مگر جہاں معمول کے مطابق حصہ چلتا ہو جس کی طرف اطلاق کا انصراف ہوتا ہو۔

4۔ منافع دونوں کے درمیان بانٹا جائے گا، اگر کسی اجنبی کے لیے اُس سے کچھ مقدار شرط کی گئی ہو تو مضاربہ صحیح نہیں ہوگا مگر

جب اس اجنبی سے تجارت کے متعلق کام کی شرط لگائی گئی ہو۔

5۔ عامل تجارت کرنے کی قدرت رکھتا ہو جس میں خود کا کام کرنا مقصود ہو اور اگر وہ تجارت کرنے سے عاجز ہو تو مضاربہ صحیح نہیں ہوگا۔

یہ اس وقت ہے جب قید لگائی گئی ہو کہ عامل خود کام کرے گا، لیکن جب اسے شرط نہ کیا گیا ہو تو مضاربہ باطل نہیں ہوگا، اگر شرط کی خلاف ورزی کی جائے تو مالک کو معاملہ کے فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔

لیکن جب نہ یہ صورت ہو اور نہ ہی وہ صورت ہو، اور عامل تجارت کرنے سے عاجز ہو، یہاں تک کہ کسی دوسرے کی مدد سے بھی تجارت نہ کرسکتا ہو تو مضاربہ باطل ہو جاتا ہے، خواہ وہ پہلے سے عاجز ہو یا بعد میں عاجز ہوا ہو، پس عاجز ہوتے ہی مضاربہ باطل ہو جائے گا۔

6۔ جو مال مضاربہ کے لیے دیا جائے وہ علاقائی کرنسی ہو یا انٹرنیشنل کرنسی ہو، صحیح نہیں ہے کہ جمع پونجی کو مال قرار دے کر مضاربہ کے لیے دیا جائے یا قرض کو مضاربہ کے لیے دیا جائے جو عامل کے ذمہ میں ہو، یہاں تک کہ قرض کو پہلے وصول کرے اور پھر اسے مضاربہ کے لیے مال قرار دے کر دے۔

مسئلہ 190: اگر عامل کاروبار میں کوتاہی نہ کرے اور نقصان ہو جائے تو نقصان کی بھرپائی عامل پر نہیں ہوگی اور جب مالک عقد کے ضمن میں عامل پر شرط لگائے کہ منافع کی طرح، نقصان کی بھرپائی دونوں پر ہوگی، تو ظاہر یہ ہے کہ یہ شرط باطل ہے، ہاں اگر مالک پر شرط عائد کرے کہ وہ اپنے کاروبار سے نقصان کی بھرپائی کرے گا اور یہ صورت پیدا ہو جائے تو صحیح ہے اور اس کا کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ 191: مضاربہ کا عقد طرفین کی جانب سے جائز ہے، کیونکہ یہ اذن والے عقود میں سے ہے، دونوں اسے فسخ کرسکتے ہیں، کام شروع کرنے سے قبل ہو یا کام شروع کرنے کے بعد ہو، فائدہ حاصل ہونے سے قبل ہو یا فائدہ حاصل ہونے کے بعد ہو مطلق ہو یا خاص مدت کے ساتھ مقید ہو۔

مسئلہ 192: جب مضاربہ کا عقد مطلق ہو تو عامل، بائع اور مشتری کی حیثیت سے، اس کی مصلحت کے مطابق، اُس میں تصرف کرسکتا ہے، جنس کی نوع کی بابت کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے یا لاپرواہی نہ کرے یا نامناسب حرکت نہ کرے، ہاں وہ مال کو لے کر مالک کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شہر نہیں جاسکتا ہے، مگر جب وہاں ایسا ہوتا ہو اور اس کی طرف اطلاق منصرف ہو پس اگر مالک کی مخالفت کرے اور سفر پر چلائے اور مال تلف ہو جائے تو وہ اس مال کا ضامن ہوگا۔

مسئلہ 193: مالک اور عامل میں سے ہر ایک کی موت سے مضاربہ باطل ہو جاتا ہے، مالک کی موت کی وجہ سے اس لیے کہ اُس کے مرنے سے مال اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اب اگر مال عامل کے ہاتھ میں رہے تو اس کے لیے نئے مضاربہ کی نیاز ہوگی، اگر ورثاء اجازت دے دیں تو صحیح ہوگا۔

مسئلہ 194: آج کل کے دور میں ہے کہ ایک شخص کو کام کرنے کے لیے مال دیا جاتا ہے اور ہر معین مدت میں محدود مبلغ دیا جاتا ہے، یہ مضاربہ نہیں ہے کیونکہ اس میں گزشتہ تیسری شرط کی محتاجی رہتی ہے، لیکن یہ معاملہ تین شرطوں سے صحیح ہوسکتا ہے:

1۔محدود مبلغ کو دیئے جانے والے مال کے لیے متعارف منافع قرار دیا جائے۔

2۔عامل مال سے کام کرے، پس اگر اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر دے تو صاحب مال محدد لہ مبلغ کا مستحق نہیں ہوگا۔

3۔ مال دینے والا ،محدد لہ مبلغ کا مستحق نہیں ہوتا ہے مگر عامل کے لیے منافع کے ظاہر ہونے کے بعد اس کا مستحق بنتا ہے، پس اگر نقصان ہو جائے یا اس مدت میں بازار بند ہو جائے تو وہ کسی شے کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے۔

مسئلہ 195: مضاربہ کے مال پر جو خسارہ عائد ہوتا ہے یا تلف ہو جاتا ہے (جل جاتا ہے یا چوری وغیرہ ہو جاتا ہے) اس کی منافع سے بھرپائی کی جائے، جب تک کہ مضاربہ باقی ہے، منافع پہلے والا ہو یا بعد میں ملے، پس عامل کے حصہ کی پہلے والے، منافع کی بابت ملکیت ساری یا کچھ متزلزل ہوتی ہے کیونکہ اسے خسارہ پڑا ہے یا بعد میں مال تلف ہو جائے، استقرار ملکیت مضاربہ کی مدت کے ختم ہونے یا معاملہ کے فسخ ہونے کے ساتھ حاصل ہوتا ہے، ہاں جب عامل عقد کے ضمن میں مالک پر شرط لگائے کہ منافع سے خسارہ یا تلف کے نقصان کو پورا نہیں کیا جائے گا، خواہ خسارہ اور تلف منافع سے پہلے ہوں یا اس سے بعد میں ہوں تو شرط صحیح ہے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

یا دونوں کا معین مدت کے شروع میں حساب کیا جائے، پس اگر دونوں کو فائدہ ہوا اور وہ مدت کے شروع میں حساب کریں تو ہر ایک کا منافع اپنے صاحب کے لیے مال مملوک ہو جائے گا اور وہ شرکت کا مال نہیں رہے گا پس اس سے بعد میں ہونے والے خسارہ کی بھرپائی نہیں کی جائے گی، کیونکہ ہر مدت کے آخر میں کام، اذن والا جدید عقد ہوگا۔

احکام مساقات

مسئلہ 196: مساقات یعنی انسان اس قسم کا معاملہ کرے کہ میوہ دار درختوں جن کا پھل خود اس کا مال ہو یا اس پھل پر اس کا اختیار ہو ایک مقرر مدت کے لیے کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دے تا کہ وہ ان کی نگہداشت کرے اور انہیں پانی دے اور جتنی مقدار وہ آپس میں طے کریں، اس کے مطابق وہ ان درختوں کا پھل لے لے، ایسا معاملہ مساقات ہے۔

مسئلہ 197: جو درخت پھل نہیں دیتے جیسے بید اور چنار، ان کے بارے میں مساقات کا عقد جاری کرنا درست نہیں ہے، اور جن درختوں کے پتوں سے استفادہ کیا جاتا ہے جیسے مہندی کا درخت ان کے بارے میں مساقات کا معاملہ کرنے میں اشکال ہے۔

مسئلہ 198: مساقات کے معاملہ میں صیغہ پڑھنا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر درخت کا مالک مساقات کی نیت سے اسے کسی کے سپرد کر دے اور جس شخص کو کام کرنا ہو وہ بھی اسی نیت سے کام میں مشغول ہو جائے تو معاملہ صحیح ہے۔

مسئلہ 199: درختوں کا مالک اور جو شخص درختوں کی نگہداشت کی ذمہ داری لے، دونوں بالغ اور عاقل ہوں اور یہ بھی ضروری ہے کہ کسی نے انہیں معاملہ کرنے پر مجبور نہ کیا ہو اور لازم ہے کہ سفیہ نہ ہوں یعنی اپنا مال بیہودہ کاموں صرف نہ کرتے ہوں۔

مسئلہ 200: مساقات کی مدت متعین ہونی چاہیے، اگر فریقین اس مدت کی ابتداء مقرر کر دیں اور اس کا اختتام اس وقت کو قرار دیں جب اس سے پھل دستیاب ہو تو معاملہ صحیح ہے۔

مسئلہ 201: ہر فریق کا حصہ نصف یا ایک تہائی وغیرہ ہونا چاہیے اگر معاہدہ کریں کہ دس من میوہ مالک کا اور باقی کام کرنے والے کا ہوگا تو مساقات باطل ہو جائے گی۔

***

احکام نکاح

- خیارات۔۔
- احکامِ عقد ۔۔
- عقد کی شرائط۔۔
- اسباب تحریم ۔۔
- رضاعت۔۔

احکام نکاح

عقد نکاح کے ذریعہ سے عورت مرد پر حلال ہوجاتی ہے، اور عقد کی دو قسمیں ہیں، دائمی اور غیر دائمی۔ عقد دائمی اُسے کہتے ہیں کہ جس میں ازدواج کی مدت معین نہ ہو اور وہ ہمیشہ کے لیے ہو اور جس عورت سے اس قسم کا عقد کیا جائے اسے دائمہ کہتے ہیں اور غیر دائمی عقد وہ ہے جس میں ازدواج کی مدت معین ہو مثلاً عورت کے ساتھ ایک گھنٹے یا ایک دن یا ایک مہینے یا ایک سال یا اس سے زیادہ یا کم مدت کے لیے عقد کیا جائے اور جس عورت سے اس قسم کا عقد کیا جائے اسے متعہ اور منقطعہ کہتے ہیں۔

احکام عقد

مسئلہ 202: ازدواج دائمی ہو یا غیر دائمی اس میں ایجاب وقبول شرط ہے پس عورت اور مرد کا محض رضامند ہونا اور رغبت و نفسانی میل کا رکھنا کافی نہیں ہے، عقد کا صیغہ عورت اور مرد خود پڑھتے ہیں یا کسی کو وکیل مقرر کر کے پڑھا سکتے ہیں، تاکہ وہ ان کی طرف سے عقد پڑھ دے۔

مسئلہ 203: وکیل کا مرد ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ عورت بھی عقد کا صیغہ پڑھنے کے لیے کسی دوسرے کی جانب سے وکیل بن سکتی ہے۔

مسئلہ 204: عورت اور مرد کو جب تک یقین حاصل نہ ہو جائے کہ ان کے وکیل نے صیغہ پڑھ دیا ہے، اُس وقت تک مقاربت نہیں کر سکتے اور نہ ہی ایک دوسرے کو محرمانہ نظروں سے دیکھ سکتے ہیں، اور اس بات کا گمان کہ وکیل نے صیغہ پڑھ دیا ہے، کافی نہیں ہے، لیکن اگر وکیل باوثوق شخص ہو اور کہہ دے کہ میں نے صیغہ پڑھ دیا ہے تو کافی ہے۔

مسئلہ 205: وکیل پر واجب ہے کہ وہ اپنے موکل کی عقد میں عائد تفاصیل وحدود کے مطابق عقد پڑھے اور اگر ان حدود سے تجاوز کرے گا تو اس کا پڑھا ہوا عقد باطل قرار پائے گا، اگر عورت کسی کو وکیل مقرر کرے اور اسے کہے کہ تم میرا عقد دس دن کے لیے فلاں شخص کے ساتھ پڑھ دو اور دس دن کی ابتداء کو معین نہ کرے تو وہ وکیل جن دس دنوں کے لیے چاہے اسے اس مرد کے عقد میں لاسکتا ہے لیکن اگر وکیل کو معلوم ہو کہ عورت کا مقصد خاص دس دن کا ہے تو پھر اسے چاہیے کہ عورت کے قصد کے مطابق انہی خاص دس دن کے لیے صیغہ پڑھے۔

مسئلہ 206: عقد دائمی اور عقد غیر دائمی کا صیغہ پڑھنے کے لیے ایک شخص دو اشخاص کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے، اور انسان یہ بھی کر سکتا ہے کہ عورت کی طرف سے وکیل بن جائے اور اس سے خود دائمی یا غیر دائمی عقد کر لے لیکن احتیاط مستحب یہ ہے کہ شوہر عقد کی دونوں طرفوں کو نہ پڑھے۔

عقد دائمی کا صیغہ

مسئلہ 207: جب عورت اور مرد اپنا عقد دائمی خود پڑھنا چاہیں تو سب سے پہلے عورت کہے: زَوَّجتُكَ نَفسِي عَلَى الصِّدَاقِ المَعلُومِ ، اور بلا فاصلہ مرد کہے: قَبِلتُ التَّزوِيجَ، تو عقد صحیح ہوگا۔

اگر مرد کسی دوسرے شخص کو اپنا وکیل قرار دے، اور عورت کسی دوسرے شخص کو اپنا وکیل قرار دے اور مرد کا نام احمد اور عورت کا نام فاطمہ ہو تو عورت کا وکیل کہے:

زَوَّجتُ مُوَكِّلَكَ اَحمَدَ مُوَكِّلَتِي فَاطِمَةَ عَلَى المَهرِ المَعلُومِ،

یا کہے:

زَوَّجتُ مُوَكِّلَتِي فَاطِمَةَ مُوَكِّلَكَ اَحمَدَ عَلَى الصِّدَاقِ المَعلُومِ

اور بلا فاصلہ مرد کا وکیل کہے:

قَبِلتُ التَّزوِيجَ لِمُوَكِّلِي اَحمَدَ عَلَى الصِّدَاقِ المَعلُومِ ، یہ عقد صحیح ہوگا۔

احتیاط یہ ہے کہ ایجاب وقبول ایک دوسرے کے مطابق ہوں، مثلاً عورت کہے: زَوَّجتُكَ تو واجب ہے کہ مرد کہے: قَبِلتُ التَّزوِيجَ۔

عقد متعہ کا صیغہ

مسئلہ 208: جب عورت اور مرد اپنا غیر دائمی عقد خود پڑھنا چاہیں تو مدت اور مہر معین کرنے کے بعد عورت کہے:

زَوَّجتُكَ نَفسِي فِي المُدَّةِ المَعلُومَةِ عَلَى المَهرِ المَعلُومِ۔

اور بلا فاصلہ مرد کہے:

قَبِلتُ التَّزوِيجَ۔

تو عقد صحیح ہوگا۔

اگر مرد کسی دوسرے شخص کو اپنا وکیل قرار دے، اور عورت کسی دوسرے شخص کو اپنا وکیل قرار دے تو عورت کا وکیل کہے:

زَوَّجتُ مُوَكِّلَكَ مُوَكِّلَتِي۔

یا کہے:

زَوَّجتُ مُوَکِّلَتِی مُوَکِّلَكَ فِی المُدَّۃِ المَعلُومَۃِ عَلَی المَھرِ المَعلُومِ۔
اور بلا فاصلہ مرد کا وکیل کہے: قَبِلتُ التَّزوِیجَ لِمُوَکِّلِی ھٰکَذَا۔
تو یہ عقد صحیح ہوگا۔

عقد کے شرائط

مسئلہ 209: نکاح کے عقد میں چند چیزیں شرط ہیں:

1۔نکاح کے صیغہ کو عربی میں پڑھا جائے، اور اگر مرد اور عورت خود صیغہ کو عربی میں نہ پڑھ سکتے ہوں تو بنا بر احتیاط جو شخص عربی میں پڑھ سکتا ہو اسے وکیل بنائیں، اور اگر ایسا بھی ممکن نہ ہو تو وہ خود کسی دوسری زبان میں پڑھ سکتے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ الفاظ کہیں جس سے نکاح اور تزویج کا مفہوم ادا ہو جائے۔

2۔مرد اور عورت یا ان کے وکیل جو کہ صیغہ پڑھ رہے ہوں، وہ قصد انشاء رکھتے ہوں، اگر خود مرد اور عورت صیغہ پڑھ رہے ہوں تو عورت کا زوجتک نفسی کہنا اس قصد سے ہو کہ وہ خود کو اس مرد کی بیوی قرار دے رہی ہے اور مرد کا قبلت التزویج کہنا اس قصد سے ہو کہ وہ اس کا اپنی بیوی بنانا قبول کر رہا ہے، اور اگر مرد اور عورت کے وکیل صیغہ پڑھ رہے ہوں تو زوجت قبلت کہنے سے ان کا قصد یہ ہو کہ وہ مرد اور عورت جنہوں نے انہیں وکیل بنایا ہے ایک دوسرے کے میاں بیوی بن جائیں، اور اگر حالت سابقہ کی بابت خبر دینے کا قصد ہو تو عقد صحیح نہیں ہوگا۔

3، 4۔جو شخص صیغہ پڑھ رہا ہو احتیاط کی بنا پر وہ بالغ، عاقل ہو خواہ وہ اپنے لیے صیغہ پڑھے یا کسی دوسرے کی طرف سے وکیل بنایا گیا ہو۔

5۔اگر عورت اور مرد کے وکیل یا ان کے ولی صیغہ پڑھ رہے ہوں تو وہ عقد کے وقت عورت اور مرد کو معین کر لیں مثلاً ان کے نام لیں یا اُن کی کوئی صفت بیان کریں یا ان کی طرف اشارہ کریں پس جس شخص کی کئی لڑکیاں ہوں اگر وہ کسی مرد سے کہے زوجتک احدی بناتی یعنی میں نے اپنی بیٹیوں میں سے ایک کو تمہاری بیوی بنایا اور وہ مرد کہے قبلت یعنی میں نے قبول کیا تو چونکہ عقد کرتے وقت لڑکی کو معین نہیں کیا گیا لہذا عقد باطل ہے۔

اسی طرح اگر کہے زوجت بنتی احد ابنیک او احد ھذین تو بھی عقد باطل ہوگا۔

6۔عورت اور مرد ازدواج پر واقعی طور پر راضی ہوں، ہاں اگر عورت ظاہری طور پر ناپسندیدگی سے اجازت دے اور معلوم ہو کہ دل سے راضی ہے تو عقد صحیح ہے، اسی طرح اگر واقعی طور پر کراہت رکھتی ہو اور ظاہری طور پر راضی ہونے کا مظاہرہ کرے تو عقد

باطل ہے مگر یہ کہ بعد میں اجازت دے دے۔

مسئلہ 210: اگر عقد کے صیغہ کو اس طرح ادا کرے جس سے معنی مقصود ہی تبدیل ہو جائے تو یہ صیغہ کافی نہیں ہوگا اور احتیاط یہ ہے کہ دوبارہ سے صیغہ پڑھے۔

مسئلہ 211: جب صیغہ جاری کرنے والا عربی اور اس کے نحوی و صرفی قواعد سے جاہل ہو، اگر وہ صیغہ کو صحیح طور پر پڑھے اور وہ کلمات کے معنی کو جانتا بھی ہو اور معنی تحقق کا قصد رکھتا ہو تو عقد صحیح ہوگا، اور اگر ایسا نہ ہو تو عقد باطل ہوگا۔

مسئلہ 212: اگر کسی عورت کا عقد اس کی اجازت کے بغیر کسی مرد سے کر دیا جائے اور بعد میں عورت اور مرد اس عقد کی اجازت دے دیں تو عقد صحیح ہے، خواہ یہ عقد دونوں کی طرف سے بغیر اجازت کے ہو یا کسی ایک کی طرف سے بغیر اجازت کے ہو۔

مسئلہ 213: اگر عورت اور مرد کو عقد پڑھنے پر مجبور کیا جائے اور پھر اس کے بعد وہ دونوں عقد پر راضی ہو جائیں اور عقد کی اجازت دے دیں تو عقد صحیح ہوگا، اور یہی حال ہے دونوں میں سے ایک کے مجبور ہونے کا، لیکن بہتر ہے کہ دونوں صورتوں میں عقد دوبارہ پڑھا جائے۔

مسئلہ 214: باپ اور دادا اپنے نابالغ فرزند (لڑکا ہو یا لڑکی) یا دیوانے فرزند کا جو دیوانگی کی حالت میں بالغ ہوا ہو عقد کر سکتے ہیں، اور جب وہ بچہ بالغ ہو جائے یا دیوانہ عاقل ہو جائے تو انہوں نے اس کا جو عقد کیا ہو اگر اس میں خرابی نہ ہو تو اسے منسوخ نہیں کر سکتا اور اگر اس میں کوئی خرابی ہو تو اسے اس عقد کو برقرار رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ باپ دادا نابالغ یا دیوانہ بچہ کے نکاح کے وقت اس کی مصلحت کو پیش نظر رکھیں اور اگر اس بچہ کی مصلحت کو پیش نظر نہیں رکھا گیا تھا تو بالغ یا عاقل ہونے کے بعد بچہ کو عقد باقی رکھنے یا منسوخ کرنے کا اختیار ہے، اگر باپ دادا نابالغ بچوں کا عقد کریں تو یہ عقد اگرچہ صحیح ہے مگر اس کے ان دونوں پر لازمی ہونے میں اشکال ہے، جب ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بالغ و راشد ہونے کے بعد عقد کو فسخ کر دیں تو طلاق یا نئے عقد کی بابت احتیاط کو ترک نہ کیا جائے۔

مسئلہ 215: بالغہ، رشیدہ، کنواری کے عقد کی صحت میں بنا بر احتیاط باپ، دادا کی اجازت شرط ہے، ماں اور بھائی اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کی اجازت ضروری نہیں ہے، ہاں اگر عورت اپنی زندگی میں اپنے باپ سے جدا اور مستقل ہو، اور وہ اپنے اجتماعی اور اقتصادی معاملات میں باپ کی ذمہ داری نہ ہو، تو یہ شرط احتیاط کی بنیاد پر ہوگی، باپ اپنی بیٹی کے ایسے عقد میں مفسدہ دیکھے تو عقد کو توڑ سکتا ہے۔

مسئلہ 216: بالغہ، رشیدہ، کنواری باپ یا دادا کی اجازت کے بغیر شادی کر سکتی ہے، جب اس کے بعد ان میں سے کوئی ایک اجازت دے دے۔

مسئلہ 217: باپ اور دادا کی ولایت ساقط ہو جاتی ہے، جب دونوں بیٹی کی شرعاً و عقلاً ہمسر و کفو سے شادی نہ کروانے پر بضد ہوں، اور وہ یہ ایسی مصلحت کی وجہ سے کریں جو انہیں کے ساتھ مخصوص ہو جیسے وہ ملازمت کرتی ہو اور وہ اس کی ماہانہ تنخواہ سے استفادہ کرتے ہوں، یا وہ اسے کسی کام کے کرنے پر مجبور کریں۔

مسئلہ 218: بیوہ عورت شادی کرنا چاہے تو اس کے لیے باپ و دادا کی اجازت ضروری نہیں ہے، اسی طرح جب کنواری ہو

اور باپ، دادا سے اُن کے غائب ہونے کی وجہ سے اجازت لینا ممکن نہ ہو اور وہ شادی کی ضرورت مند ہو تو باپ یا دادا سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ 219: اگر باپ یا دادا کسی نابالغ کی شادی کر دیں، اگر عقد کے وقت اس کا مال ہو تو اس کے مال سے مہر دیا جائے اور اگر عقد کے وقت اس کا مال نہ ہو تو مہر کا ادا کرنا اس کے ذمہ ہوگا جو اس کی شادی کرے گا۔

مسئلہ 220: کنواری سے مراد (باپ و دادا کی ولایت کے مسئلہ میں) یہ ہے کہ جس سے شوہر سے ہمبستری نہ کی ہو پس جو شادی کرے اور اس کا شوہر ہمبستری سے پہلے مر جائے یا اسے طلاق دے دے، وہ کنواری ہے یہی حکم ہے اس عورت کا جس کا پردہ بکارت بغیر وطی کے پھٹ جائے، اچھلنے سے یا بھاری سامان اٹھانے سے پردہ بکارت نہ رہے، اور اگر زنا یا وطی بالشبہ کے ذریعہ سے پردہ بکارت پھٹ جائے تو وہ بمنزلہ کنواری کے ہوگی، اور جس عورت کے ساتھ اس کے شوہر نے دخول کیا ہو وہ کنواری نہیں رہتی اگر چہ اس کا پردہ بکارت نہ پھٹے۔

وہ عیوب جن کی وجہ سے عقد فسخ کیا جا سکتا ہے

مسئلہ 221: اگر مرد کو عقد کے بعد پتہ چلے کہ عورت میں مندرجہ ذیل سات عیبوں میں سے کوئی ایک عیب موجود ہے تو وہ عقد فسخ کر سکتا ہے:

1۔ پاگل پن۔

2۔ کوڑھ۔

3۔ برص۔

4۔ اندھا پن۔

5۔ اپاہج ہونا، لنگڑا پن اسی سے ہے۔

6۔ افضاء، یعنی پیشاب یا پاخانے کا مخرج حیض کے مخرج کے ساتھ ایک ہو جانا۔

7۔ عورت کی شرمگاہ میں گوشت یا ہڈی کا ہونا جو جماع سے مانع ہو۔

مسئلہ 222: اگر عورت کو عقد کے بعد پتہ چلے کہ اس کا شوہر دیوانہ ہے یا اس کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہے، اس حیثیت سے کہ دخول کے لیے کوئی شے باقی نہیں ہے یا اسے کوئی ایسی بیماری ہے جس کی وجہ سے وہ مجامعت پر قادر نہیں ہے، البتہ دیوانہ پن دوسری دو صورتوں سے مختلف ہے، کیونکہ شوہر کے دیوانے پن سے عورت عقد کو فسخ کر سکتی ہے، خواہ اس کا دیوانہ پن عقد سے پہلے ہو جس کا بیوی کو علم نہ ہو یا وہ عقد کے بعد دیوانہ ہو یا عقد اور وطی کے بعد دیوانہ ہوا ہو۔

لیکن اس کا مجامعت پر قادر نہ ہونا، اگر وطی کے بعد ہوا ہو تو اس سے وہ عقد کو فسخ نہیں کر سکتی، (وطی کے بعد) شوہر کا آلہ تناسل کٹ جائے تو یہی حکم ہے۔

البتہ بہتر یہ ہے کہ عورت عقد فسخ کر دے یا جاننے کے بعد شوہر اس سے عقد کرے اور عورت زوجیت کے تعلق سے راضی ہو تو اس صورت میں شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔

مسئلہ 223: اگر کسی عورت کا شوہر خصی ہو تو اُس کے لیے عقد کا فسخ کرنا جائز ہے، خصی سے مراد: خصیتین کو نکال دیا گیا ہو یا انہیں مسل دیا گیا ہو، جس سے وہ اپنا کام نہ کر پائے، اگر یہ عقد سے پہلے سے ہو اور اس پر تدلیس (عورت سے پوشیدہ رکھنے) کا عنوان صادق آئے تو عورت عقد کو فسخ کر سکتی ہے اور اگر تدلیس (عورت سے پوشیدہ رکھنے) کا عنوان صادق نہ آئے تو احتیاط ترک نہیں کرنی چاہیے۔

مسئلہ 224: عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ مرد کے مجامعت نہ کر سکنے کی وجہ سے عقد کو فسخ کر دے، مگر پہلے حاکم شرع کے حضور مقدمہ دائر کرے، وہ شوہر کو ایک سال کی مہلت دے گا، اب اس دوران اگر اس کا شوہر اُس سے جماع کر لے یا کسی اور (بیوی) سے جماع کر لے تو عقد فسخ نہیں ہوگا، اور اگر وہ اس دوران جماع نہ کر سکے تو وہ عقد کو فسخ کر سکتی ہے پس اگر چاہے تو عقد کو فسخ کر دے، اور آدھا مہر لے لے۔

مسئلہ 225: اگر مرد عورت کے عیوب میں سے کسی ایک عیب کی بنا پر اُس سے جماع کرنے کے بعد عقد کو فسخ کر دے، تو عورت پورے مہر کی حقدار ہوگی، اور وہ طلاق والی عدت کرے گی، اور اگر جماع کرنے سے پہلے عقد کو فسخ کر دے تو عورت کسی شے کی حقدار نہیں ہوگی اور نہ ہی عدت کرے گی، یہ اُس وقت ہے جب کسی شے کو پوشیدہ نہ رکھا گیا ہو اور اگر کسی عیب کو پوشیدہ رکھا گیا ہو (یعنی شادی کے وقت کہا جائے کہ عورت میں کسی قسم کا عیب نہیں ہے، یا اس میں کوئی عیب ہے یا عیب نہیں ہے اس کی بابت خاموشی اختیار کی گئی ہو اور شوہر کے ذہن میں ہو کہ یہ صحیح وسالم ہے) اگر یہ بات چھپانے والی خود عورت ہو تو عیب کا پتہ چلنے کے بعد مرد عقد کو فسخ کر دے تو عورت مہر کی حقدار نہیں ہوگی، اور اگر شوہر عقد کو باقی رکھے تو اس پر لازم ہے کہ پورا مہر ادا کرے، اور اگر بیوی کے علاوہ کسی اور نے عورت کے عیب کو چھپایا ہو تو جماع کی صورت میں شوہر پر مہر مسمی کا ادا کرنا لازم ہوگا، لیکن وہ مہر دینے کے بعد عیب چھپانے والے کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

اگر عورت مرد کے عیب کی وجہ سے جماع کے بعد عقد کو فسخ کر دے تو پورے مہر کی حقدار ہوگی، اور اگر جماع سے پہلے عقد کو فسخ کر دے تو کسی شے کی حقدار نہیں ہوگی مگر جب شوہر کا عیب یہ ہو کہ وہ مجامعت نہ کر سکتا ہو تو وہ مہر مسمی کے نصف کی حقدار ہوگی۔

مسئلہ 226: نکاح میں (خیار عیب کے علاوہ) اگر میاں بیوی میں سے کسی ایک کے عیب پر پردہ ڈالا گیا ہو، تو خیار تدلیس ثابت ہوتا ہے (خواہ اس میں نقص مادری ہو جیسے ایک آنکھ والا ہونا اور اس کی مثل، یا وہ نقص زائد ہو جیسے عورت کی داڑھی) یا اس میں صفت کمال کا کہا گیا ہو جو اس میں موجود نہ ہو جیسے شرف، نسب، خوبصورتی، کنواری وغیرہ۔

پس اگر کوئی شخص رشتہ مانگے اور بتائے کہ وہ فلاں خاندان سے ہے، اور اس بنا پر عورت اُس سے شادی کر لے اور پتہ چلے کہ یہ اُس خاندان سے نہیں ہے تو عورت کے لیے خیار تدلیس کا حق ہے، اگر وہ جماع کے بعد عقد کو فسخ کر دے تو نصف مہر کی حقدار ہوگی اور اگر جماع سے پہلے عقد کو فسخ کر دے تو کسی شے کی حقدار نہیں ہوگی۔

وہ تدلیس جو خیار کا موجب بنتی ہے، اُس وقت محقق اور ثابت ہوتی ہے جب عقد میں ذکر کیا جائے کہ اس میں عیب نہیں ہے یا اس میں صفت کمال موجود ہے، اور یہ شرط کے طور پر ہو یا توصیف کی بنا پر ہو اور ان دونوں کے ساتھ شوہر یا زوجہ کی توصیف ملحق ہے کہ یہ صفت کمال کے ساتھ متصف ہے یا اس میں عیب نہیں ہے یا دکھلایا جائے کہ یہ اس صفت سے متصف ہے اور یہ سب عقد سے

پہلے خطبہ اور بات چیت کرتے وقت بیان کیے جائیں، پھر اس پر مبنی صیغہ عقد جاری کیا جائے، البتہ زوجہ اور اس کے ولی کی صرف خاموشی سے ثابت نہیں ہوگا مثال کے طور پر اگر شوہر کا اعتقاد ہو کہ اس میں عیب نہیں ہے یا اس میں صفت کمال موجود ہے۔

مسئلہ 227: اگر کوئی شخص کسی عورت سے اس اعتقاد سے عقد کرے کہ وہ کنواری ہے اور پتہ چلے کہ یہ کنواری نہیں ہے تو اسے عقد کے فسخ کرنے کا حق نہیں ہے، ہاں مہر مسمی سے اتنی مقدار رقم کم ہوجائے گی جو کنواری اور غیر کنواری کے درمیان فرق ہوتا ہے۔

یہ اس وقت ہے جب عقد میں اس کے کنواری ہونے کو شرط قرار نہ دیا گیا ہو، یا اس پر ہی عقد کیا جائے اور اگر ایسا ہو تو بیوی کے کنواری ظاہر نہ ہونے پر شوہر عقد کو فسخ کرسکتا ہے، جماع سے پہلے عقد کو فسخ کرے تو عورت مہر کی حقدار نہیں ہوگی، جماع کے بعد پتہ چلے اور اسے عورت نے پوشیدہ رکھا ہو تو مہر کی حقدار نہیں ہوگی اور اگر کسی دوسرے نے اس بات کو چھپایا ہو تو مہر کی حقدار ہوگی، اور شوہر اس بات کے چھپانے والے کی طرف رجوع کرے گا۔

اسباب تحریم

مسئلہ 228: نسب کی وجہ سے چند عورتوں سے شادی کرنا حرام ہے جیسے ماں، نانی، دادی، اور ان کی مائیں، بیٹی، پوتی، نواسی، اور ان کی بیٹیاں، بہن، بھانجی، بھتیجی، اور آگے ان کی بیٹیاں، پھوپھی، خالہ، باپ اور ماں کی پھوپھیاں۔

مسئلہ 229: اگر کوئی شخص کسی عورت سے عقد کرے تو خواہ اس سے مجامعت نہ بھی کرے اس عورت کی ماں، نانی، دادی، اور جتنا سلسلہ اوپر چلا جائے، سب عورتیں اس مرد کی محرم ہوجاتی ہیں، ان کے ساتھ شادی کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح مدخولہ بیوی کی بیٹی سے شادی کرنا حرام ہے، خواہ وہ اس کی عورت کی بلا واسطہ بیٹی ہو یا واسطہ کے ساتھ بیٹی ہو یا کئی واسطوں سے بیٹی بنتی ہو، خواہ اُس عورت کے ساتھ عقد کے وقت موجود ہو یا طلاق کے بعد اور کسی دوسرے مرد کے ساتھ شادی کے بعد پیدا ہوئی ہو، اگرچہ زوجہ کی بیٹی حرام نہیں ہے کہ جس کی ماں کے ساتھ مجامعت نہ کی ہو، ہاں جب تک اس کی ماں زوجیت پر باقی ہے احتیاط کی بنا پر اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ 230: جس عورت کے ساتھ باپ نے یا اجداد میں سے کسی ایک نے شادی کی ہو اس خاتون سے شادی کرنا حرام ہے، اسی طرح جس عورت کے ساتھ بیٹے یا پوتوں یا نواسوں میں سے کسی ایک نے شادی کی ہو اس خاتون سے شادی کرنا حرام ہے، یہ حرمت صرف عقد سے ہی ثابت ہوجاتی ہے اگرچہ دخول نہ کیا ہو۔

مسئلہ 231: ایک وقت میں دو بہنوں کے ساتھ شادی کرنا حرام ہے، جب ایک بہن کے ساتھ عقد کیا جائے تو جب تک وہ اس کے عقد میں ہے اس کی دوسری بہن سے شادی کرنا حرام ہے، اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ عقد دائمی ہو یا عقد متعہ ہو۔

مسئلہ 232: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے تو اس کی عدت کے زمانے میں اُس کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق بائن دے تو اس کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا صحیح ہے، اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ عقد متعہ

کرے اور اس کی متعہ کی عدت ختم ہوجائے یا وہ اسے متعہ کی مدت معاف کر کے متعہ ختم کر دے تو احتیاط کی بنا پر اس کی متعہ کی عدت میں اس کی بہن کے ساتھ شادی کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ 233: اگر کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرے تو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بھانجی اور بھتیجی سے شادی کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر بیوی کی اجازت کے بغیر اس کی بھتیجی یا بھانجی سے شادی کر لے تو اس عقد کی صحت بیوی کی اجازت پر موقوف ہے، اگر بیوی اجازت دے دے تو عقد صحیح ہوجائے گا اور اگر بیوی اجازت نہ دے تو عقد باطل ہوجائے گا، اور اگر بیوی کو پتہ چلے کہ اس کے شوہر نے اس کی بھتیجی یا بھانجی سے شادی کر لی ہے اور وہ خاموش ہوجائے اور پھر اجازت دے دے تو بھی عقد صحیح ہوجائے گا۔

مسئلہ 234: اگر کوئی شخص اپنی خالہ سے اس کی بیٹی سے عقد کرنے سے پہلے زنا کر لے تو اس پر اس کی بیٹی حرام ہوجائے گی، اور احتیاط کی بنا پر پھوپھی کی بیٹی کی بابت بھی یہی حکم ہے، اور اگر کوئی شخص اپنی پھوپھی یا خالہ کے ساتھ اس کی بیٹی سے عقد اور جماع کرنے کے بعد زنا کرے تو اس پر بیوی حرام نہیں ہوگی، اسی طرح اگر زنا عقد کے بعد اور دخول سے پہلے ہو تو اظہر قول کے مطابق یہی حکم ہے۔

مسئلہ 235: اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کرے جو سابقہ مسئلہ میں بیان کردہ عورت کے علاوہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اُس کی بیٹی کے ساتھ شادی نہ کرے اور اگر کوئی شخص کسی عورت سے عقد کرے (اس سے دخول کیا ہو یا دخول نہ کیا ہو) پھر اس کی ماں سے زنا کر لے تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی اور یہ حکم بلا اشکال ہے۔

مسئلہ 236: مسلمان خاتون کے لیے کافر مرد سے شادی کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح مسلمان کے لیے غیر اہل کتاب خاتون کے ساتھ شادی کرنا جائز نہیں ہے جو کفار کی دوسری قسموں میں سے ہو، اہل کتاب خاتون یعنی یہودی، مسیحی خواتین جو توحید کی قائل ہوں تو اظہر ہے کہ ان سے متعہ کرنا جائز ہے، بلکہ ان سے دائمی عقد بھی ہوسکتا ہے جب اُسے مسلمان خاتون مل نہ رہی ہو، اور احوط اس کا ترک ہے، مؤمن و مؤمنہ کے لیے اسلام سے منحرف شخص سے شادی کرنا جائز نہیں ہے جس پر کفر کا حکم لگایا جاتا ہے، جیسے خارجی، غالی اور ناصبی، خواہ دائمی ہو یا متعہ ہو۔

مسئلہ 237: اگر کوئی شخص شوہر دار عورت یا اُس عورت سے زنا کرے جو طلاق رجعی کی عدت میں ہو تو احتیاط کی بنا پر وہ عورت اُس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجائے گی، ایسی عورت جو طلاق رجعی کے علاوہ کسی اور طلاق کی عدت میں ہو اور اس سے کوئی شخص زنا کر لے تو وہ زنا کرنے والے پر حرام نہیں ہوگی، اس کی عدت گزرنے کے بعد زانی اُس سے شادی کر سکتا ہے۔

مسئلہ 238: اگر کوئی شخص کسی ایسی عورت سے زنا کرے جس کا نہ شوہر ہو اور نہ ہی عدت میں ہو وہ اُس عورت سے شادی کر سکتا ہے، اُس پر واجب ہے کہ حیض کے آنے تک بنا بر احتیاط کے عقد نہ کرے، اسی طرح اگر اس سے کوئی دوسرا شخص شادی کرنا چاہے جس نے اُس سے زنا نہ کیا ہو تو وہ بھی حیض کے آنے تک عقد نہ کرے۔

مسئلہ 239: عورت کے ساتھ اُس کی عدت میں شادی کرنا حرام ہے، خواہ عدت رجعی ہو یا عدت غیر رجعی ہو، پس اگر مرد یا عورت کو علم ہو کہ وہ عدت میں ہے اور یہ بھی علم ہو کہ عدت میں شادی کرنا حرام ہوتی ہے، یہ جانتے بوجھتے ہوئے اُس سے شادی کر لے تو وہ اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجائے گی، اگرچہ وہ عقد کے بعد اُس سے دخول نہ کرے۔

اور اگر دونوں کو علم نہ ہو کہ عورت عدت میں ہے یا عدت میں شادی حرام ہوتی ہے اور اس سے شادی کر لے تو فقط عقد باطل ہوگا اور جب تک دخول نہ کیا ہو، اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہوگی، اور اگر اس سے دخول کر لیا ہو تو وہ اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی، اور اگر اس سے دخول نہ کیا ہو تو عدت مکمل ہونے کے بعد اُس سے شادی کر سکتا ہے۔

مسئلہ 240: اگر کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرے، یہ جانتے ہوئے کہ وہ شوہر دار ہے اور شوہر دار سے شادی کرنا حرام ہے وہ اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی، اس سے دخول کیا ہو یا دخول نہ کیا ہو، لیکن اگر اس کی صورت حال سے آگاہ نہ ہو اور اُس سے شادی کر لے تو عقد فاسد ہو جائے گا اور وہ اُس پر حرام نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اگر زوجہ کو صورت حال کا علم ہو سوائے دخول والی صورت کے!

مسئلہ 241: زوجہ کے زنا کروانے سے وہ اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوتی ہے، اگرچہ وہ زنا کروانے پر اصرار رکھتی ہو، اس کے توبہ نہ کرنے کی صورت میں بہتر یہ ہے کہ اُسے اس کا شوہر طلاق دے دے، شوہر پر واجب ہے کہ اگر دخول کیا ہو تو اسے پورا مہر دے دے، اور اگر دخول نہ کیا ہو تو نصف مہر دے۔

مسئلہ 242: اگر کوئی عورت شادی کرے اور پھر شک کرے کہ آیا میری شادی پہلے شوہر کی عدت میں ہوئی ہے یا اُس کی مدت ختم ہونے کے بعد ہوئی ہے تو اس شک کی پرواہ نہ کرے۔

مسئلہ 243: اگر کوئی شخص کسی لڑکے سے لواطہ کرے، بالغ ہو یا نابالغ ہو، اور عضو تناسل داخل ہو جائے اگرچہ تھوڑا سا حصہ داخل ہوا ہو تو فاعل پر مفعول کی ماں، بہن اور بیٹی احتیاط کی بنا پر حرام ہو جاتی ہے، اور اگر دخول میں شک ہو، بلکہ گمان ہو تو فاعل پر مفعول کی ماں، بہن اور بیٹی حرام نہیں ہوتیں، اور اگر مفعول بالغ ہو تو فاعل پر مذکورہ خواتین حرام نہیں ہوں گی۔

مسئلہ 244: اگر کوئی کسی عورت سے شادی کرے اور پھر اُس کے باپ یا بھائی یا بیٹے سے لواطہ کرے تو وہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوگی، اور اگر طلاق وغیرہ کی وجہ سے زوجیت زائل ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ احتیاط کی بنا پر اُس سے دوبارہ شادی نہ کرے۔

مسئلہ 245: احرام کی حالت میں شادی کرنا حرام ہے، اگرچہ عورت احرام میں نہ ہو، ایسا عقد فاسد ہوگا، یہاں تک کہ اگر احرام والا شخص احرام میں شادی کرنے کی حرمت سے جاہل ہو، اور اگر اُسے اس حرمت کا علم ہو تو اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگی۔

مسئلہ 246: احرام والی عورت کے لیے کسی مرد سے شادی کرنا جائز نہیں ہے، اگرچہ وہ مرد احرام میں نہ ہو، اگر ایسا کرے گی تو عقد مطلق طور پر باطل ہوگا اور اگر اُس عورت کو حرمت کا علم ہو اور عقد کر لے تو احتیاط کی بنا پر اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔

مسئلہ 247: اگر کوئی مرد حج یا عمرہ مفردہ میں طواف النسا کو انجام نہ دے تو اس پر عورت حتی اپنی بیوی حرام ہو جاتی ہے، اگر کوئی عورت حج یا عمرہ مفردہ میں طواف النسا کو انجام نہ دے تو اس پر مرد حتی اپنا شوہر حرام ہو جاتا ہے، اگر اس کے بعد بجالائیں تو حرمت ختم ہو جاتی ہے۔

مسئلہ 248: کسی لڑکی کے بالغ ہونے سے پہلے اُس سے دخول کرنا جائز نہیں ہے، اُس معنی کے مطابق جسے ہم نے باب

اجتہاد وتقلید کے اول میں ذکر کیا ہے،لیکن اگر کوئی اُس سے شادی کرے اور وطی کر لے تو اُس کے بالغ ہونے کے بعد اُس سے وطی کرنا حرام نہیں ہوگی، اگر چہ اس صورت میں احتیاط یہ ہے کہ اُسے طلاق دے دے۔

مسئلہ 249: جو مرد اپنی بیوی کو تین مرتبہ طلاق دے دے وہ اپنے طلاق دینے والے شوہر پر حرام ہو جائے گی، ہاں اگر کوئی شخص اس سے شادی کرے اور اس سے دخول کرے اور طلاق دے دے، تو پھر وہ پہلے شوہر سے شادی کر سکتی ہے، اس کی تفصیل باب طلاق میں آئے گی، اور اگر وہ اپنی بیوی کو نو مرتبہ طلاق دے تو پھر وہ عورت اُس شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔

احکام عقد دائمی

مسئلہ 250: دائمی بیوی پر حرام ہے کہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جائے، اگر چہ اُس کا گھر سے باہر جانا شوہر کی جنسی لذات والے حق کے منافی نہ ہو، یعنی اگر وہ روزمرہ کے عام کاموں یا اپنے گھر والوں کو ملنے یا معصومین علیہم السلام کی زیارت کے لیے باہر جائے، بیوی پر واجب ہے کہ شوہر اس سے جیسا لطف اٹھانا چاہے وہ اسے اٹھانے دے، اسے حق حاصل نہیں ہے کہ شوہر کو سوائے شرعی عذر کے مقاربت کرنے سے منع کرے، پس جب بیوی اپنے وظیفہ کو ادا کرے تو شوہر پر لازم ہے کہ اُسے نان ونفقہ دے یعنی غذا، لباس اور رہائش دے اور اگر شوہر اُسے یہ سہولیات نہ دے تو اس کے ذمہ میں نان نفقہ دین (قرض) ہو جائے گا۔

مسئلہ 251: ہمیں گزشتہ مسئلہ سے معلوم ہو گیا کہ نفقہ کا وجوب اس بات سے مربوط ہے کہ بیوی شوہر کو خود پر قدرت دے، اور وقتی غصے یا شوہر سے اختلاف کی وجہ سے نان نفقہ کا وجوب ساقط نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس وقت نان نفقہ کا وجوب ساقط ہوتا ہے جب ناشزہ و نافرمان ہو کر شوہر کے ہاں سے نکل جائے تو وہ نان ونفقہ کی حقدار نہیں رہتی ہے اور اگر وہ شوہر ہی کے ہاں ہو اور اس کی مطیع وفرمانبردار نہ ہو تو مشہور ہے کہ وہ نفقہ کی حقدار نہیں ہوگی، لیکن احوط ہے کہ اس سے نفقہ کا وجوب ساقط نہیں ہوتا، البتہ مہر نافرمانی کی وجہ سے بلا اشکال ساقط نہیں ہوتا ہے۔

مسئلہ 252: شوہر بیوی سے گھر کے کام کاج، بچوں کو دودھ پلانے اور ان کی پرواہ کرنے اور اس جیسے کام کروانے کا حق نہیں رکھتا ہے، اور اگر اس سے یہ کام کروائے گا تو وہ اس سے اجرت لے سکتی ہے، لیکن احادیث شریفہ میں ہے کہ بیوی شوہر کی محبت، عزت اور احسان کی خاطر ان کاموں کو انجام دے اور گھر کو سمبھالے، اور شوہر کو حکم دیا ہے کہ بیوی پر احسان اور حسن سلوک کرے۔

مسئلہ 253: جب شوہر بیوی کو سفر پر لے جائے تو اُس کے سفری اخراجات شوہر کے ذمہ ہوں گے، اگر چہ اُس کے سفر کے اخراجات گھر کے اخراجات سے زیادہ ہوں، اگر بیوی ضرورت کے لیے سفر کرے جیسے اپنی زندگی کی حفاظت کے لیے سفر کرے یا اس کے علاج کے لیے سفر ضروری ہو، اس لیے کہ ڈاکٹر دوسرے شہر میں ہو، اگر عورت اپنی مرضی سے اپنے شوہر کی اجازت سے سفر کرے تو شوہر پر اُس کے گھر والے خرچہ سے زیادہ کا دینا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ 254: اگر مالدار شوہر بیوی کو خرچہ نہ دے جب کہ اس کی بیوی خرچے کی حقدار ہو، اور بیوی شوہر سے خرچے کا مطالبہ کرے تو بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر اُس کے مال سے خرچہ اٹھا سکتی ہے، اور بیوی اپنا مقدمہ حاکم شرعی کی عدالت میں پیش کر سکتی

ہے، کیونکہ وہ اسے خرچہ دینے پر مجبور کرے گا، اور اگر یہ ممکن نہ ہو اور وہ مجبور ہو کہ اپنی معاش کا خود بندوبست کرے تو جس وقت وہ اپنی معاش کا بندوبست کرنے میں مشغول ہو اُس وقت شوہر کی اطاعت اُس پر واجب نہیں ہے، احتیاط لازم یہ ہے کہ بیوی اُسے اُس کے حقوق دینے سے منع نہ کرے۔

مسئلہ 255: بیوی کے شوہر پر استحقاق نفقہ میں بیوی کا غریب ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ وہ شادی کی وجہ سے نان ونفقہ کی حقدار ہوتی ہے، اگرچہ بیوی مالدار ہی کیوں نہ ہو، اگر شوہر غریب ہو اور بیوی کو سارا یا کچھ خرچہ نہ دے یا شوہر بیوی کا خرچہ روک لے تو جب اُس کے پاس پیسے آجائیں تو بیوی کا حق اُسے دے اس لیے کہ بیوی کا خرچہ اُس کے ذمہ دین ہوجاتا ہے، البتہ بیوی اپنا موجودہ یا آیندہ کا نان ونفقہ کا حق کسی شرط یا بغیر شرط کے ساقط کرسکتی ہے، اگر شوہر کے پاس اتنا مال ہو جو اُس کے اور اُس کی بیوی کے خرچہ کے لیے ناکافی ہو تو اُس کے لیے جائز ہے کہ اپنا خرچہ کرے اور جو زائد ہو اُسے بیوی پر خرچ کرے۔

مسئلہ 256: بیٹے پر غریب والدین پر خرچ کرنا واجب ہے، اور باپ پر غریب بیٹے پر خرچ کرنا واجب ہے، اس وجوب میں شرط ہے کہ خرچ کرنے والا خرچ کی قدرت رکھتا ہو، اور مشہور ہے کہ اولاد کا باپ، دادا کے مفقود ہونے کی صورت میں خرچہ ماں پر واجب ہوتا ہے اور اگر ماں بھی مفقود ہوجائے تو ان کا خرچہ اُن کی نانی و نانا پر واجب ہوتا ہے، اور اگر نانا، نانی کے ساتھ بچوں کی دادی بھی ہو تو وہ خرچہ کرنے میں ان دونوں کے ساتھ شریک ہوگی لیکن یہ حکم اشکال سے خالی نہیں ہے، اگرچہ یہی احوط ہے، ان کا نان ونفقہ بھائی، چچا، ماموں پر واجب نہیں ہے مذکر ہوں یا مؤنث ہوں، غریب سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو کھانا، رہائش اور لباس وغیرہ اور دوسری ضروریات زندگی کا سامان نہ رکھتا ہو، اور اپنی شان کے مطابق کام کرکے بھی پورا نہ کرسکتا ہو، اور قرض لے کر بھی گزارہ نہ کرسکتا ہو جو قرض بغیر حرج اور مشقت کے مل سکے اور اسے بعد میں ادا بھی کرسکے۔

مسئلہ 257: خود کا خرچہ بیوی کے خرچہ پر مقدم ہوتا ہے، اور بیوی کا خرچہ دوسرے رشتہ داروں کے خرچہ پر مقدم ہوتا ہے ، اور قریبی رشتہ دار کا خرچہ دور والے رشتہ دار کے خرچہ پر مقدم ہوتا ہے، پس بیٹا پوتے پر مقدم ہوتا ہے، مولی پر غلام کا خرچہ واجب ہوتا ہے، اور اسے چاہیے کہ اس کے نفقہ کو کفایت شعاری کے ساتھ اس کے کسب میں قرار دے ورنہ اسے مولی اپنی جانب سے پورا کرے اور احوط ہے کہ جانور جب تک مالک کی ملکیت میں ہے اس کا خرچہ مالک کے ذمہ ہے۔

مسئلہ 258: قرابت کے ذریعہ سے انفاق کے ثبوت میں شرط نہیں ہے کہ خرچ کرنے والا بالغ و عاقل ہو پس ولی پر واجب ہے کہ بچے اور مجنون کے مال سے اُن لوگوں پر خرچ کرے جن پر خرچ کرنے کا حق ثابت ہو، ہاں یہ شرط ہے کہ خرچ کرنے والا خود کے اور دائمی بیوی کے خرچ کے بعد دوسروں پر خرچ کرے پس اگر اُس کے پاس اتنا مال ہو کہ خود اور بیوی پر ہی خرچ کرسکتا ہو تو دوسرے قریبیوں کا خرچ اس کے ذمہ ثابت نہیں ہوگا، اگر ان پر خرچ کرنے سے مال زائد ہو تو ان میں زیادہ قریبی دور والے رشتہ دار پر مقدم ہوگا پس بیٹا پوتے پر مقدم ہوتا ہے اور اگر زیادہ بیٹے ہوں اور وہ سب پر خرچ نہ کرسکتا ہو تو جتنا مال ہے سب پر برابر تقسیم کرنا واجب ہے، یہ اُس وقت ہوگا جب مال تقسیم ہوسکتا ہو اور وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہوں، ورنہ اُسے اختیار ہے جس پر چاہے خرچ کرے۔

جس شخص پر قریبی رشتہ دار کا خرچ واجب ہو اور وہ اسے خرچ نہ دے تو اس قریبی شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے خرچ

دینے پر مجبور کرئے اگر چہ اسے اپنا حق لینے کے لیے حاکم جائر کے پاس ہی جانا پڑے تو جا سکتا ہے،لیکن اگر وہ اُس پر خرچ نہ کرئے اور ایک عرصہ گزر جائے تو اس کا حق ساقط ہوجائے گا اگر چہ وہ خرچ نہ دے کر گناہگار ہوگا۔

مسئلہ 259: جب انسان اپنے واجب النفقہ حضرات پر خرچ کرنے سے عاجز ہو،اگر وہ واجب النفقہ بیوی ہوتو اس کا خرچہ شوہر کے ذمہ باقی رہے گا جب اس کے پاس پیسے آجائیں تو اسے دے دے اور اگر وہ واجب النفقہ بیوی نہ ہوتو خرچہ کا وجوب ساقط ہوجائے گا اور اُس پر کوئی شے واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ 260: بیوی کا خرچ اسقاط کو قبول کرتا ہے پس اگر بیوی اسے ساقط قرار دے تو شوہر پر اس کا ادا کرنا واجب نہیں ہوتا لیکن اقارب کا خرچہ اسقاط کو قبول نہیں کرتا ہے

مسئلہ 261: اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے مال میں تصرف کرنے پر مجبور ہو جیسے کھانا یا لباس یا اسلحہ یا کوئی اور شے، تا کہ خود کو ہلاک ہونے سے بچا سکے تو اگر مالک موجود ہو اور اسے اس شے کی مجبوری نہ ہوتو اس پر واجب ہے کہ اسے عوض یا بغیر عوض کے وہ شے دے دے،اور مالک موجود نہ ہوتو مجبور شخص بقدر ضرورت اس کے مال میں عوض کی ضمانت کے ساتھ تصرف کر سکتا ہے۔

مسئلہ 262: احتیاط اجب ہے کہ مالک اپنے جانور کا خرچ اٹھائے یا اسے کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دے یا حلال جانور ہے تو اسے ذبح کر دے اور مال کو ضایع نہ ہونے دے،اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اسے باندھے رکھے اور اسے چارہ نہ ڈالے جس سے وہ مر جائے۔

مسئلہ 263: اگر کسی مرد کی دو یا دو سے زائد بیویاں ہوں اور وہ کسی ایک کے پاس ایک رات رہے تو اس پر واجب ہے کہ چار راتوں میں سے کوئی ایک رات دوسری بیوی کے پاس بھی گزارے اور اس صورت کے علاوہ عورت کے پاس رہنا واجب نہیں ہے خواہ ایک بیوی ہو یا ایک سے زیادہ ہوں، ہاں یہ لازم ہے کہ اس کے پاس رہنا بالکل ہی ترک نہ کر دے،بہتر واحوط ہے کہ ہر چار راتوں میں سے ایک رات مرد اپنی دائمی بیوی کے پاس رہے۔

اور جس کی دو بیویاں ہوں وہ اسی طرح دو راتیں تقسیم کرئے البتہ یہ حکم اس کی نابالغ اور جنون کی حالت میں مجنون بیوی اور ناشزہ بیوی کے لیے ثابت نہیں ہے اور شوہر سفر پر ہوتب یہ حق ساقط ہوجاتا ہے،اور بیوی عوض یا بغیر عوض کے اس حق کو ساقط قرار دے سکتی ہے،شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنی دائمی بیوی سے اصلاً ترک تعلق کر لے اور نزدیکی نہ کرئے اور لٹکائے رکھے جیسے نہ شوہر دار ہے اور نہ ہی مطلقہ ہے۔

مسئلہ 264: جوان بیوی سے چار ماہ سے زائد وطی کا ترک کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ کوئی عذر ہو جیسے حرج وضرر یا اس کی رضایت سے یا اس کے ناشزہ ہونے کی وجہ سے یا عقد میں ایسی شرط رکھے جانے کی وجہ سے،اور احتیاط لازم ہے کہ یہ حکم متعہ والی بیوی کو بھی شامل ہے۔

اگر شوہر مسافرت پر ہوتو اسے حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے سفر کو بغیر عذر شرعی کے طولانی کرئے ،جس سے بیوی کا حق فوت ہوجاے۔

یہ اُس وقت ہے جب بیوی چار ماہ تک صبر نہ کر سکتی ہو،اس حیثیت سے کہ شوہر کو خوف ہو کہ مباشرت نہ کی تو اس کی بیوی فعل

حرام کر بیٹھے گی، تو اس صورت میں شوہر پر واجب ہے کہ چار ماہ پورے ہونے سے پہلے مباشرت کرے یا اسے طلاق دے کر اُس کا راستہ چھوڑے۔

مسئلہ 265: جب مہر کا ادا کرنا فوری ہو تو بیوی شوہر کو مہر وصول کرنے سے پہلے مباشرت کرنے سے منع کر سکتی ہے، شوہر مہر یہ ادا کر سکتا ہو یا ادا نہ کر سکتا ہو، اور اگر مہر وصول کرنے سے پہلے ایک مباشرت کرالے تو اس کے بعد مباشرت کرنے سے منع نہیں کر سکتی لیکن اگر سارا یا کچھ مہر مؤجل ہو اور اس میں سے کچھ مہر لے لے تو وہ شوہر کو مباشرت کرنے سے منع نہیں کر سکتی۔

نکاح متعہ

مسئلہ 266: نکاح منقطع (متعہ) صحیح ہے، اگر چہ جنسی لذت حاصل کرنے کے لیے نہ ہو، اس میں مدت اور مہر کا معین کرنا ضروری ہے اور اگر اس میں مدت اور مہر معین نہ کیا جائے تو یہ نکاح باطل ہو جائے گا، مدت میں معتبر ہے کہ زوجین کی عادی زندگی سے زیادہ نہ ہو اور اگر ایسا ہو تو اظہر قول کی بنا پر عقد لغو ہو جائے گا یا زوجین اسے دائمی قرار دے دیں۔

مسئلہ 267: عورت کے لیے متعہ کے عقد میں شرط رکھنا جائز ہے کہ وہ اُس کے ساتھ دخول نہیں کرے گا، اگر شوہر اس کی شرط قبول کرلے تو وہ اس سے مباشرت نہیں کر سکتا ہے، اس کے علاوہ دیگر لذات حاصل کر سکتا ہے، ہاں اگر عورت عقد کے بعد مباشرت پر راضی ہو جائے تو شوہر کے لیے اس سے مباشرت کرنا جائز ہو جائے گا۔

مسئلہ 268: نکاح متعہ میں شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب نہیں ہوتا ہے، اگر چہ وہ حاملہ ہو جائے اور نہ ہی شوہر کے ساتھ سونے اور رات بسر کرنے کی مستحق ہے، اس کے اور شوہر کے درمیان وراثت بھی نہیں ہوتی ہے، ہاں اگر دونوں ایک دوسرے کی وراثت کو شرط قرار دیں یا صرف شوہر یا صرف بیوی وراثت کو شرط قرار دے تو اس شرط کو جاری کیا جائے گا۔

مسئلہ 269: عقد منقطع صحیح ہوتا ہے، اگر چہ بیوی کو علم نہ ہو کہ وہ نفقہ اور ساتھ سونے کی مستحق نہیں ہے، اس کی جہالت کی جہت سے اس کے لیے شوہر پر کوئی حق ثابت نہیں ہوگا، اس پر شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلنا حرام ہے، جب اس کا باہر جانا شوہر کے حق کے منافی ہو بلکہ بنا بر احتیاط کے اگر اس کا شوہر کی اجازت کے بغیر باہر نکلنا اس کے حق کے منافی نہ بھی ہو تو اس کا شوہر کی اجازت کے بغیر باہر نکلنا حرام ہے۔

مسئلہ 270: اگر عورت کسی مرد کو وکیل قرار دے کہ وہ اس کا معلوم مدت اور معلوم مبلغ پر عقد کر دے اور وکیل اس کی مخالفت کرے اور وہ اس کا عقد دائمی یا عقد متعہ اُس مدت یا اس مبلغ کے علاوہ پر پڑھ دے اور وہ عورت اس عقد کی اجازت دے دے تو عقد صحیح ہے اور اگر وہ عورت اس عقد کی اجازت نہ دے تو وہ عقد باطل ہے۔

مسئلہ 271: باپ یا دادا اپنی طرف سے اپنی نابالغ بچی کا تھوڑی مدت کے لیے کسی سے عقد کر سکتے ہیں، جس میں مقصود

لذت نہ ہو بلکہ کسی اور مقصد کے لیے ہو جیسے محرمیت وغیرہ کے لیے۔

مگر یہ کہ اس میں ایسی مصلحت ہو جو اس بچی کی طرف لوٹے جیسے اسے کسی نیک مرد کی طرف بھیجنا جو اس کی اچھی تربیت کرے گا، لیکن اگر باپ، دادا اپنی بچی کا کسی نابالغ سے عقد متعہ کر دیں جو اس مدت میں اس سے لذت حاصل کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس عقد کی صحت اشکال سے خالی نہیں ہوگی۔

مسئلہ 272: اگر شوہر اپنی بیوی کو دخول کے بعد باقیماندہ مدت ہبہ کر دے تو پورا مہر دے گا اور اظہر قول کی بنا پر اگر دخول سے پہلے باقیماندہ مدت ہبہ کر دے تو نصف مہر دے گا۔

مسئلہ 273: شوہر اپنی بیوی کی متعہ کی عدت میں اس سے عقد دائمی یا عقد متعہ کر سکتا ہے، لیکن مدت کے ختم ہونے یا مدت کے بخش دینے سے پہلے وہ اس سے تجدید عقد نہیں کر سکتا، وہ عقد دائمی ہو یا متعہ ہو۔

متفرق مسائل

مسئلہ 274: مرد کے لیے نامحرم عورتوں کے بدن پر سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے نگاہ ڈالنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح ان کے بال دیکھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح ان کے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف لذت کے قصد سے دیکھنا جائز نہیں ہے، بلکہ احتیاط مستحب ہے کہ قصد لذت کے بغیر بھی ان کے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف دیکھنے کو ترک کیا جائے، اور عورت کا بنا بر احتیاط کے نامحرم کے چہرے، ہاتھوں، سر گردن اور پاؤں کے علاوہ جن کو کھلا رکھنے کی عادت ہوتی ہے، باقی بدن پر نگاہ ڈالنا جائز نہیں ہے، ان مقامات کی طرف قصد لذت کے بغیر دیکھنا جائز ہے، اگرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ اسے ترک کیا جائے۔

مسئلہ 275: انسان خود کو بہتر جانتا ہے، وہ تمیز دے سکتا ہے، کہ میری یہ والی نگاہ خیانت والی ہے یعنی یہ نگاہ حرام میں پڑنے کے مقدمات میں واقع ہو رہی ہے یا گزرتے ہوئے اتفاقی نگاہ ہے۔

مسئلہ 276: اگر کوئی شخص لذت کے قصد کے بغیر کافر عورتوں کے چہروں اور ہاتھوں اور ان کے بدنوں کے ان حصوں پر جنہیں وہ عادتاً نہیں چھپاتیں نگاہ ڈالے تو اس صورت میں جب کہ اسے حرام میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اس میں احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ یہاں استثناوالی شرط کا تحقق مشکل ہے، اور اس نگاہ کے کرنے سے اجتماعی عام مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں۔

مسئلہ 277: عورت پر واجب ہے کہ اپنا بدن اور بال سوائے چہرے اور ہاتھوں کے نامحرم بالغ مرد سے چھپائے اور احتیاط لازم ہے کہ اس لڑکے سے بھی چھپائے جو بالغ تو نہیں ہوا ہے لیکن اچھے برے کی تمیز رکھتا ہے، اور اس کی نگاہ سے شہوت بھڑک سکتی ہے۔

چہرے اور ہاتھوں کو ظاہر کر سکتی ہے، مگر جب حرام میں پڑنے کا خوف ہو یا اس سے مرد حرام نگاہ میں پڑ سکتا ہو یا اس کا حسن حرام میں ڈال سکتا ہو، اگرچہ اس سے فتنہ میں پڑنے کا قصد نہ ہو، تو اس صورت میں ان محاسن کا ظاہر کرنا حرام ہوگا حتیٰ محرم کے سامنے بھی ظاہر نہ کرے، یہ ایسی عورت کے بارے میں ہے جو بڑی عمر کی نہ اور وہ نکاح کی امید نہ رکھتی ہو اور جو بڑی عمر کی ہو وہ اپنے بال، بازو وغیرہ کو ظاہر کر سکتی ہے جن کو عادتاً مقلر اور لباس چھپا نہیں پاتے، زینت دکھائے بغیر!

مسئلہ 278: کسی شخص کا دوسرے کی شرمگاہ پر نگاہ ڈالنا حتیٰ کہ ممیز بچہ جو اچھے برے کی تمیز رکھتا ہو اس کی شرمگاہ پر نگاہ ڈالنا حرام ہے اگرچہ ایسا کرنا شیشے کے پیچھے سے یا آئینے میں یا صاف پانی وغیرہ میں ہی کیوں نہ ہو۔

البتہ میاں بیوی ایک دوسرے کا پورا بدن اور شرمگاہ دیکھ سکتے ہیں۔

مسئلہ 279: مرد اور عورت میں سے ہر ایک اپنے محارم کے بدن کی طرف سوائے اس کی شرمگاہ کے لذت کے بغیر نگاہ کر سکتا ہے، شرمگاہ کے حکم میں احتیاط کی بنا پر وہ مقام ہے جو چتڑوں اور گھٹنوں کے درمیان کا حصہ ہے، لذت سے دیکھنا حرام ہے خواہ محرم ہو یا غیر محرم ہو، کوئی فرق نہیں ہے۔

مسئلہ 280: محارم سے مقصود وہ اشخاص ہیں جن کے ساتھ نسب یا رضاعت کی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہے جیسے ماں اور بہن، یا دامادی کی وجہ نکاح کرنا حرام ہے جیسے ساس، عارضی حرمت نہ ہو اگرچہ وہ تحریم ہمیشہ کے لیے ہو جیسے وہ شخص جو عورت کے بھائی کے ساتھ لواطہ کرے یا اس سے جانتے ہوئے اس کی عدت میں عقد کر لے

مسئلہ 281: مرد اور عورت میں سے ہر ایک کے لیے اپنے جیسے کی طرف لذت کے قصد سے دیکھنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ 282: احتیاط یہ ہے کہ فوٹو گرافی اور ویڈیو کی تصویریں وہی حکم رکھتی ہیں جو نظر مباشر کا ہے جسے ہم نے گزشتہ مسائل میں ذکر کیا ہے۔

مسئلہ 283: اگر ایک عورت کسی دوسری عورت یا اپنے شوہر کے علاوہ کسی مرد کا حقنہ کرنا چاہے یا اس کی شرمگاہ کو دھو کر پاک کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ پر کوئی چیز لپیٹ لے تا کہ اس کا ہاتھ دوسری عورت یا مرد کی شرمگاہ تک نہ پہنچے اور اگر ایک مرد کسی دوسرے مرد یا اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت کا حقنہ کرنا چاہے یا اس کی شرمگاہ کو دھو کر پاک کرنا چاہے تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ 284: اگر مرد کسی نامحرم عورت کے علاج کے سلسلہ میں اس پر نگاہ ڈالنے یا اس کو ہاتھ لگانے پر مجبور ہو تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر وہ شخص دیکھ کر علاج کر سکتا ہو تو اسے اس عورت کے بدن کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے اور اگر صرف ہاتھ لگانے سے علاج کر سکتا ہو تو پھر اسے چاہیے کہ اس عورت پر نگاہ نہ ڈالے

مسئلہ 285: اگر انسان کسی عورت کا علاج کرنے کے سلسلہ میں جو اس کی بیوی نہ ہو، اس کی شرمگاہ پر نگاہ ڈالنے پر مجبور ہو تو احتیاط کی بنا پر اسے چاہیے کہ آئینہ سامنے رکھے اور اس میں دیکھے لیکن اگر شرمگاہ پر نگاہ ڈالنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

مسئلہ 286: جس شخص کو بیوی کے نہ ہونے کی وجہ سے فعل حرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ شادی کرے۔

مسئلہ 287: نامحرم مرد اور عورت کا ایسے خلوت کے مقام پر ہونا جہاں اور کوئی نہ ہو اور نہ ہی کوئی آ سکتا ہو اس صورت میں جب کہ فساد کا احتمال ہو حرام ہے لیکن اگر کوئی اس جگہ آ سکتا ہو یا کوئی ایسا بچہ جو اچھے برے کی تمیز رکھتا ہو وہاں موجود ہو یا فساد کا احتمال نہ ہو تو پھر اس عورت اور مرد کے وہاں ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ 288: اگر کوئی مرد عورت کا مہر عقد میں معین کردے اور اس کا قصد یہ ہو کہ وہ مہر نہیں دے گا تو عقد صحیح ہے لیکن اسے مہر دینا واجب ہے۔

مسئلہ 289: جو مسلمان اللہ تعالی یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا قیامت کا منکر ہو یا دین کے کسی ضروری حکم سے یعنی ایسے حکم سے جسے مسلمان دین اسلام کا جز سمجھتے ہوں (مثلاً نماز، روزہ کا واجب ہونا) یہ جانتے ہوئے کہ وہ دین کا ضروری حکم ہے انکاری ہوجائے تو وہ شخص مرتد ہے اور غلو، ناصبیت سے ارتداد ثابت ہوجاتا ہے کیونکہ یہ دونوں کفر کا موجب ہیں، یہ ایسی ضرویات کا انکار ہے جو رسالت کے انکار کا موجب بنتے ہیں۔

مسئلہ 290: مرتد کی دو قسمیں ہیں، ملی وفطری، مرتد ملی یعنی جس کے ماں باپ مسلمان نہ ہوں اور وہ اسلام کو قبول کرے اور پھر اسلام سے خارج ہوجائے اور مرتد فطری یعنی جس کے ماں، باپ یا ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہوں، اور وہ اسلام سے خارج ہوجائے، ان کے احکام میں اختلاف پایا جاتا ہے جو فقہ کے متعدد ابواب سے معلوم کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ 291: جو مرد غیر مسلم والدین کے ہاں پیدا ہوا اور بعد میں مسلمان ہوجائے اگر وہ شادی کے بعد مرتد ہوجائے یا اس کی بیوی مرتد ملی یا مرتد فطری ہوجائے تو اس کا عقد باطل ہوجاتا ہے اور اگر اس نے اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت نہ کی ہو یا اگر وہ عورت یائسہ ہو تو اس کے لیے عدت نہیں ہے اور اگر وہ مرد مباشرت کے بعد مرتد ہوا اور اس کی بیوی کی عمر ان عورتوں کی ہو جنہیں خون حیض آتا ہے تو اس عورت کو چاہیے کہ طلاق کی عدت کے برابر عدت رکھے اور معروف یہ ہے، اگر اس کی عدت ختم ہونے سے پہلے اس کا شوہر مسلمان ہوجائے تو اس کا عقد قائم رہتا ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ دوبارہ سے عقد کریں۔

مسئلہ 292: اگر شوہر مرتد فطری ہوجائے تو اس پر اس کی بیوی حرام ہوجاتی ہے اور اس پر واجب ہے کہ مدخولہ، غیر یائسہ ہونے کی صورت میں عدت وفات کرے، لیکن اگر مدخولہ نہ ہو تو احتیاط یہ ہے کہ عدت وفات کرے، اگر عدت کے دوران مسلمان ہوجائے اور بیوی کی طرف رجوع کا ارادہ کرے تو احوط ہے کہ دوبارہ عقد کرے یا اسے طلاق دے دے، تاکہ وہ خالی ہوجائے، طلاق اور وفات کی عدت کی مقدار باب طلاق میں بیان کی جائے گی۔

مسئلہ 293: اگر عورت عقد میں شرط رکھے کہ اس کا شوہر اسے اس شہر سے دوسرے شہر میں نہیں رکھے گا تو شوہر کے لیے اس کی رضایت کے بغیر اسے دوسرے شہر میں رکھنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ 294: اگر کسی شخص کی بیوی کی کسی دوسرے شخص سے بیٹی ہو تو وہ اس لڑکی کی اپنی دوسری بیوی کے بیٹے سے شادی کرسکتا ہے، اور اسی طرح اس کا عکس بھی جائز ہے۔

مسئلہ 295: اگر کوئی عورت زنا سے حاملہ ہوجائے، اگر وہ عورت اور مرد جس سے اس نے زنا کیا ہے مسلمان ہوں تو اس عورت کے لیے حمل کا گرانا جائز نہیں ہے، اگرچہ حمل چند دنوں کا نطفہ ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ 296: اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے جو شوہر دار نہ ہو اور دوسرے کی عدت میں بھی نہ ہو تو اگر اس طریقہ سے استبرا کے بعد جو مسئلہ ۲۳۸ میں بیان کیا گیا ہے اس عورت سے عقد کرلے اور ان کا بچہ پیدا ہو تو اس صورت میں جب کہ انہیں علم نہ ہو کہ بچہ حلال نطفہ سے ہے یا حرام سے ہے وہ بچہ حلال زادہ ہے۔

مسئلہ 297: اگر کسی مرد کو علم نہ ہو کہ یہ عورت عدت میں ہے اور وہ اس سے شادی کر لے تو یہ عقد باطل ہے، اور اگر اس نے دخول کرلیا ہو تو وہ اس پر حرام مؤبد ہو جائے گی، اور اگر اس زوجیت میں بچہ پیدا ہو تو وہ شرعاً اس کا فرزند ہوگا، جب تک کہ یہ ممکن ہو یعنی دخول کیے اقل حمل کی مدت جو چھ ماہ ہے گزر گئی ہو، اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو وہ بچہ پہلے شوہر کا ہوگا، جب یہ ممکن ہو یعنی دخول کیے اقصیٰ مدت حمل گزری نہ ہو، اور اگر دونوں کا احتمال ہو تو ان ادلہ پر عمل کیا جائے جو اطمینان کا فائدہ دیں۔

لیکن اگر عورت کو علم نہیں تھا کہ وہ عدت میں ہے اور عدت میں شادی کرنا حرام ہے تو وہ بچہ ماں کا ہوگا اور اگر عورت کو علم تھا کہ وہ عدت میں ہے اور عدت میں شادی کرنا حرام ہے تو بچہ باپ کا ہوگا، اور شرعاً ماں کا نہیں ہوگا، اس صورت میں عورت زانی شمار ہوگی۔

مسئلہ 298: اگر کوئی عورت کہے کہ میں یائسہ ہوں تو اس کی بات کو قبول نہ کیا جائے لیکن اگر کہے کہ میں شوہر دار نہیں ہوں تو اس کی بات قبول کی جائے گی مگر بنا بر احتیاط کے جب وہ متہم ہو کہ جھوٹ بولتی ہے تو اس کی بات کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ 299: اگر کوئی شخص ایک ایسی عورت سے شادی کرے جس نے کہا ہو کہ میں شوہر دار نہیں ہوں اور بعد میں کوئی کہے کہ اس عورت کا پہلے سے ایک شوہر موجود ہے تو اگر شرعاً یہ بات ثابت نہ ہو کہ اس عورت کا کوئی پہلا شوہر ہے تو عورت کے قول کو قبول کیا جائے گا، اور اگر وہ شخص اپنی بات پر گواہ پیش کرے تو اس کے مطابق حکم صادر کیا جائے گا اور اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو اس عورت سے قسم کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہاں اس عورت کی تصدیق کی جائے گی، اور نہ ہی شوہر سے قسم کا مطالبہ کیا جائے گا کیونکہ وہ اس قضیہ کی طرف نہیں ہے۔

مسئلہ 300: جب تک لڑکا اور لڑکی دو سال کے نہ ہو جائیں ان کا باپ انہیں ان کی ماں سے جدا نہیں کر سکتا اگر چہ ان کے مابین طلاق ہی ہوگئی ہو، اور احوط و اولی یہ ہے کہ لڑکے کو سات سال تک اس کی ماں سے جدا نہ کرے۔

مسئلہ 301: بیٹی کے بالغ ہوتے ہی اس کی شادی میں جلدی کی جائے، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: من سعادۃ المرء ان لاتطمث ابنتہ فی بیتہ، مرد کی سعادت مندیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی لڑکی اس کے گھر میں خون حیض نہ دیکھے۔

مسئلہ 302: اگر ایسا شخص خواستگاری کرے جس کا اخلاق اور دین بہترین ہو تو درست نہیں ہے کہ اسے رد کر دیا جائے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

اذا جاء کم من ترضون خلقه و دينه فزوجوه والا تفعلوه تكن فتنة فى الارض وفساد كبير۔

جب تم سے ایسا شخص خواستگاری کرنے آئے جس کے اخلاق اور دین سے تم راضی ہوں تو اس سے شادی کر دو اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت فساد کرو گے۔

مسئلہ 303: اگر عورت مرد سے مصالحت کرے کہ دوسری شادی نہیں کرے گا اور یہی مہر ہے تو یہ مصالحت صحیح ہے اور اس کے شوہر پر واجب ہے کہ وہ دوسری شادی نہ کرے اور بیوی پر واجب ہے کہ شوہر سے مہر نہ مانگے۔

مسئلہ 304: جو شخص ولد الزنا ہو اگر وہ کسی عورت سے شادی کرے اور اس کا بچہ پیدا ہو تو وہ حلال زادہ ہوگا۔

مسئلہ 305: اگر کوئی شخص ماہ رمضان کے دن میں یا عورت کے حائض ہونے کی صورت میں اس سے مباشرت کرے تو وہ

گناہگار ہے لیکن اگر اس مباشرت کے نتیجہ میں ان کا کوئی بچہ پیدا ہوتو وہ حلال زادہ ہوگا۔

مسئلہ 306: جس عورت کو یقین ہو کہ اس کا شوہر سفر میں فوت ہوگیا ہے اگر وہ وفات کی عدت کے بعد شادی کرلے اور بعد میں اس کا پہلا شوہر سفر سے واپس آجائے تو اسے چاہیے کہ دوسرے شوہر سے جدا ہوجائے، وہ پہلے شوہر پر حلال ہوجائے گی لیکن اگر دوسرے شوہر نے اس سے مباشرت کی ہوتو عورت کو چاہیے کہ عدت گزارے اور دوسرے شوہر کو چاہیے کہ اس جیسی عورتوں کے مہر کے مطابق اسے مہر ادا کرے لیکن عدت کے زمانہ کا خرچ دوسرے شوہر کے ذمہ نہیں ہے۔

رضاعت کے احکام

مسئلہ 307: گاہے لڑکا یا لڑکی اپنی جنم دینے والی ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ پیتے ہیں، یہ رضاع ہے، جب اس میں چند شرائط جمع ہوجائیں تو یہ رضاع دودھ پینے والے اور دودھ پلانے والی کے درمیان نکاح کے حرام ہونے کا سبب بنتی ہے اور اس کے دیگر عنوان بھی ہیں، کیونکہ (یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب) رضاع سے حرام ہے جو نسب سے حرام ہے، اس کی تفصیل آیندہ مسائل میں بیان کی گئی ہے۔

مسئلہ 307: دودھ پینے والے پر چند عورتیں محرم بن جانے کی وجہ سے حرام ہیں:

1۔ خود وہ عورت، اور اسے رضاعی ماں کہتے ہیں، جس طرح دودھ کا مالک اور اسے رضاعی باپ کہتے ہیں۔

2۔ دودھ پلانے والی عورت کی ماں، اور اس سے اوپر، نسبی ہوں یا رضاعی ہو، کیونکہ یہ اس کی نانی ہوتی ہے۔

3۔ دودھ پلانے والی کی سگی بیٹیاں، اور انہیں بہنیں کہتے ہیں۔

4۔ دودھ پلانے والی کی اولاد سے سگی اور رضاعی بیٹیاں، کیونکہ دودھ پینے والا ان کا رضاعی چچا، یا ماموں ہوگا۔

5۔ دودھ پلانے والی کی بہنیں، اگر چہ رضاعی ہوں، کیونکہ یہ دودھ پینے والے کی خالہ ہوں گی۔

6۔ دودھ پلانے والی کی پھوپھیاں اور خالائیں اور ان کے باپوں اور ماؤں کی پھوپھیاں، نسبی ہوں یا رضاعی ہوں، یہ دودھ پینے والے کی رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں ہوں گی۔

7۔ دودھ پلانے والی کا شوہر دودھ کا مالک ہوتا ہے اس کی بیٹیاں، نسبی ہوں یا رضاعی ہوں، بلاواسطہ ہوں یا واسطہ کے ساتھ ہوں، کیونکہ دودھ پینے والا یا اُن کا رضاعی بھائی ہوگا یا چچا ہوگا یا ماموں ہوگا۔

8۔ دودھ کے مالک کی نسبی اور رضاعی مائیں، کیونکہ یہ دودھ پینے والے کی رضاعی دادیاں ہوں گی۔

9۔ دودھ کے مالک کی نسبی اور رضاعی بہنیں، کیونکہ یہ دودھ پینے والے کی پھوپھیاں ہوں گی۔

10۔ دودھ کے مالک کی نسبی اور رضاعی پھوپھیاں، خالائیں اور اس کے باپوں اور ماؤں کی پھوپھیاں اور خالائیں، کیونکہ دودھ پینے والے کی رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں۔

11۔ دودھ کے مالک کی بیویاں، کیونکہ یہ دودھ پینے والے کے باپ کی بیویاں ہیں۔

مسئلہ 308: دودھ پینے والی بچی چند لوگوں پر حرام ہے:

1۔ دودھ کا مالک جو دودھ پلانے والی کا شوہر ہے، اگر کوئی عورت اپنے بچے کے ساتھ کسی بچی کو دودھ پلائے تو اس بچے

کا باپ ان لڑکیوں سے شادی نہیں کرسکتا جنہیں اس عورت نے دودھ پلایا ہے کیونکہ وہ ان لڑکیوں کا رضاعی باپ ہوگا۔

2۔دودھ کا مالک اور دودھ پلانے والی کے آباؤ اجداد جو نسب سے ہوں یا رضاعی ہوں، کیونکہ وہ اس کے رضاعی نانا، دادا ہوں گے۔

3۔دودھ کے مالک کی نسبی اور رضاعی اولاد اور اس سے نیچے والی اولاد، کیونکہ یہ ان کی بہن یا پھوپھی یا خالہ ہوگی، اسی طرح دودھ پلانے والی کی سگی اولاد اور اُن کی نسبی یا رضاعی اولاد۔

4۔دودھ کے مالک کے نسبی اور رضاعی بھائی، کیونکہ یہ اس بچی کے رضاعی چچا ہوں گے۔

5۔دودھ کے مالک کے چچا اور ماموں اور اس کے آباؤ اور ماؤں چچا نسبی ہوں یا رضاعی ہوں، کیونکہ یہ یا تو اس بچی کے چچا ہوں گے یا ماموں ہوں گے۔

مسئلہ 309: دودھ پینے والے یا پینے والی کی نسبی اور رضاعی بیٹیاں، اور اس سے نیچے، اُس کے رضاعی آباء اور بھائیوں اور چچاؤں اور ماموؤں پر حرام ہیں۔

مسئلہ 310: دودھ پینے والے یا والی کے بیٹوں پر اُس کی رضاعی ماں، بہن، خالہ، پھوپھی حرام ہے۔

مسئلہ 311: جائز نہیں ہے کہ دودھ پینے والے یا دودھ پینے والی کا باپ، دودھ پلانے والی کی نسبی بیٹی اور اس سے نیچے والی بیٹیوں سے شادی کرے، بہتر ہے کہ اس کی رضاعی بیٹیوں سے شادی نہ کرے اگر چہ اس پر نگاہ کرنا حرام ہے، یہ اُن میں سے ہے جس کی طرف نگاہ کرنا نامحرموں کے لیے حلال نہیں ہے۔

تنبیہ: یہ مبتلا بہ مسئلہ ہے، اس میں بہت زیادہ لوگ شامل ہیں، کیونکہ گاہے ایسا ہوتا ہے کہ جب بیوی اپنے مولود کو دودھ پلاتی ہے، تو دودھ نہیں پلا پاتی، تو اس کی ماں از روی شفقت نواسے کو دودھ پلا دیتی ہے، جب رضاع حرمت والی شرائط پر مشتمل ہو تو بیوی جو مولود کی ماں ہے وہ اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے، کیونکہ یہ اس دودھ پلانے والی کی بیٹی ہے (اور یہ اس کی ماں ہے) یہ مسئلہ اس پر منطبق ہوتا ہے، بہت بڑی اجتماعی مشاکل احکام شرعیہ اور قوانین شرعیہ سے جہالت کی بابت حاصل ہوتی ہیں، اس کی طرف اشارہ مسئلہ ۳۱۸ میں کیا جائے گا۔

مسئلہ 312: دودھ پینے والے یا پینے والی کے باپ کا دودھ کے مالک کی نسبی اور رضاعی بیٹیوں سے شادی کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ 313: سابقہ مسئلہ کی تطبیق کرتے ہوئے، جب کسی کی بیوی اپنے بچے کا دودھ کسی بچے کو پلائے جو اس کی بیٹی کے شوہر کا ہو خواہ وہ بچہ اس کی بیٹی سے ہو یا اس کی سوتن سے ہو تو اس کی بیٹی کا عقد باطل ہو جاتا ہے، وہ اپنے شوہر پر حرام مؤبد ہے کیونکہ دودھ پینے والے کے باپ پر حرام ہے کہ وہ صاحب لبن کی اولاد میں نکاح کرے گی۔

مسئلہ 314: دودھ کے مالک پر دودھ پینے والے اور پینے والی کی بہنیں حرام نہیں ہوتیں، اور نہ ہی اس کے آباء، بیٹوں، چچاؤں، ماموؤں پر حرام ہیں، اگر چہ بہتر ہے کہ دودھ کا مالک ان سے شادی نہ کرے۔

مسئلہ 315: دودھ پینے والی، اس کی بیٹیاں اور باقی ساری قریبی عورتیں، دودھ پینے والے اور پینے والی کے بھائیوں پر

حرام نہیں ہیں، جس طرح ان پر دودھ کے مالک اور اس کی ساری قریبی عورتیں حرام نہیں ہیں۔

مسئلہ 316: اگر کوئی کسی عورت سے شادی کرے اور دخول کر لے تو اس پر اس کی رضاعی بیٹی حرام ہو جاتی ہے، جس طرح اس پر اس کی نسبی بیٹی حرام ہے، اور اگر کوئی کسی عورت سے شادی کرے تو اس پر اس کی رضاعی ماں حرام ہے، اگرچہ اس سے دخول نہ کیا ہو جس طرح اس پر اس کی نسبی ماں حرام ہے۔

مسئلہ 317: رضاع کے ذریعہ سے نشر حرمت میں فرق نہیں ہے، رضاع عقد سے پہلے کی ہو یا رضاع عقد سے بعد میں کی جائے، جیسا کہ اس مثال میں ہے جسے ہم نے تنبیہ مسئلہ ۳۱۱ میں ذکر کیا ہے۔

مسئلہ 318: کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنے بیٹے کے بچہ کو دودھ پلائے، یعنی اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی لیکن حرمت کے لیے دیگر موارد ہیں، جو گزشتہ مسائل سے معلوم ہو جاتے ہیں، اگر اپنی بیٹی کے شوہر کے بچے کو دودھ پلائے خواہ وہ بچہ اس کی بیٹی سے ہو یا اس کی سوتن سے ہو تو اس کی بیٹی کا عقد باطل ہو جائے گا اور وہ اپنے شوہر پر حرام مؤبد ہو جاتی ہے کیونکہ دودھ پینے والے کے باپ پر حرام ہے کہ وہ دودھ پینے والی کی نسبی اولاد میں نکاح کرے۔

مسئلہ 319: وہ رضاع جو حرمت کا باعث بنتی ہے، اس کے لیے آٹھ شرائط ہیں:

1۔ بچہ زندہ عورت کا دودھ پیئے، پس اگر وہ مردہ عورت سے کامل رضاعت یا کچھ رضاعت دودھ پیئے تو اس رضاعت کا کوئی اثر نہیں ہے۔

2۔ عورت کا دودھ شرعی وطی کے نتیجہ سے حاصل ہو، پس اگر ایسے بچے کا دودھ ہو جو ولد الزنا ہو کسی دوسرے بچے کو دیا جائے تو اس دودھ کے پلانے کا کوئی اثر نہیں ہے۔

3۔ بچہ پستان سے دودھ پیئے، پس اگر دودھ اس کے گلے میں انڈیلا جائے یا کسی آلہ سے ماں سے دودھ نکال کر بچے کو پلایا جائے تو بیکار ہے، اس سے کوئی اثر حاصل نہیں ہوگا۔

4۔ دودھ خالص ہو، اور کسی دوسرے مائع یا جامد شے سے ملا ہوا نہ ہو، جیسے دودھ اور چینی ملی ہوئی ہو تو اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔

5۔ دودھ ایک ہی شوہر کا ہو، پس اگر شیر دار عورت کو طلاق ہو جائے اور وہ بعد میں دوسرا شوہر کر لے اور اس سے حاملہ ہو جائے اور بچہ جننے کے وقت تک اس کے پہلے شوہر کا دودھ اس میں باقی ہو جیسے اگر اس بچہ کو خود بچہ جننے سے بیشتر پہلے شوہر کا دودھ آٹھ دفعہ اور وضع حمل کے بعد دوسرے شوہر کا سات دفعہ پلائے تو یہ رضاع مؤثر نہیں ہوگی، نیز معتبر ہے کہ دودھ پلانے والی ایک عورت ہو پس اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور دونوں بچہ دار ہوں، ایک بیوی سات مرتبہ دودھ پلائے اور دوسری بیوی آٹھ مرتبہ دودھ پلائے تو اس رضاع کا کوئی اثر نہیں ہے۔

6۔ بچہ کسی بیماری کی وجہ سے دودھ کی قئی نہ کر دے اور اگر قئی کر دے تو جو لوگ دودھ پینے کی وجہ سے اس بچے کے محرم بنتے ہوں احتیاط واجب کی بنا پر انہیں چاہیے کہ اس سے شادی نہ کریں اور اس پر محرمانہ نگاہ بھی نہ ڈالیں۔

7۔ رضاع معین درجہ تک پہنچ جائے یعنی بچہ پندرہ مرتبہ دودھ پیئے تو اس رضاعت کا اثر ہوگا، پس سیر ہو کر دودھ پیئے یا

اسے اتنی مقدار میں دودھ دیا جائے کہ لوگ کہیں کہ اس دودھ سے اس کی ہڈیاں مضبوط ہوگئی ہیں اور اس کے بدن میں گوشت نمودار ہوگیا ہے بلکہ احتیاط واجب کی بنا پر اگر بچے کو دس مرتبہ بھی دودھ دیا جائے تو اس صورت میں جب کہ اس دس مرتبہ کے درمیان کوئی فاصلہ حتیٰ کہ طعام دینے کا فاصلہ بھی نہ ہو، تو کافی ہے۔

زمان کے لحاظ سے یہ ہے کہ بچہ عورت سے دن رات دودھ پیئے، اور یہ تنہا اس بچے کی غذا قرار دی جائے، اس زمان میں بچہ کوئی اور غذا نہ کھائے یا دوسری دودھ پلانے والی سے دودھ نہ پیئے، البتہ پانی یا دوائی یا اتنی کم شے کھائے جس پر عرف میں غذا کا نام صادق نہ آئے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

کمیت والی مقدار میں، خیال رکھا جائے کہ پندرہ مرتبہ بلا فاصلہ ایک ہی عورت دودھ پلائے اور ہر مرتبہ میں بچہ سیر ہو کر دودھ پیئے اور اگر سیر ہو کر بچے کو دودھ پلایا نہ جائے تو وہ گنتی میں شمار نہیں کیا جائے گا، پس ایسی ناقص رضاعت کامل کی جگہ نہیں لے سکتی، ہاں جب بچہ پستان سے دودھ پیئے اور پھر چھوڑ دے لیکن اس سے منہ نہ پھیرے بلکہ سانس لینے کے لیے پستان کو چھوڑے اور پھر دوبارہ دودھ پینے لگے تو سیر ہونے کے بعد ایک ہی مرتبہ شمار ہوگا۔

8۔ بچے کی عمر کے دو سال مکمل نہ ہوئے ہوں اور اگر اس کی عمر دو سال ہونے کے بعد اسے دودھ پلایا جائے تو اس رضاعت کا کوئی اثر نہیں ہے لیکن دودھ پلانے والی عورت کی بابت اس کی رضاعت کے مؤثر ہونے میں اس کے اپنے بچے کا دو سال سے کم ہونا لازمی نہیں ہے۔

رضاعت کے مسائل

مسئلہ 320: دودھ پینے والوں کے درمیان، رضاعی اخوت کے تحقق میں شرط ہے کہ دودھ کا مالک ایک ہی شخص ہو، پس اگر ایک عورت کسی بچے کو کامل رضاعت دے پھر اسے شوہر طلاق دے دے اور وہ عورت کسی اور شخص سے شادی کر لے اور وہ اُس کے بچے کو جنم دے اور وہ نئے دودھ ہو جائے اور اب کسی بچی کو کامل رضاعت دے تو یہ بچی اُس بچے پر حرام نہیں ہوگی، کیونکہ دودھ پلانے والی کے شوہر مختلف ہو گئے ہیں اور دونوں دودھ کا عنوان مختلف ہے۔

اگر عورت ایک شوہر کے دو بچے دو مرتبہ پیدا کرے اور ہر مرتبہ میں ایک بچے کو دودھ پلائے تو دونوں بچے بھائی بن جائیں گے، اور اُن میں ہر ایک دوسرے پر حرام ہو جائے گا، جس طرح یہ دونوں بچے دودھ پلانے والی اور اس کے شوہر پر حرام ہو جاتے ہیں، اور یہی حال ہے اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور دونوں بچوں کو جنم دیں اور دونوں میں سے ہر ایک ایک بچے کو دودھ پلائے تو دونوں بچے دوسرے بچے پر حرام ہو جائیں گے، جیسا کہ یہ دونوں بچے دونوں دودھ پلانے والیوں اور ان کے شوہر پر حرام ہو جاتے ہیں، اب ایک بچے کی دوسرے بچے پر رضاعت کے ذریعہ سے حرمت میں معیار مرد کا ایک ہونا ہے یعنی حرمت تب ہوگی جب دودھ والا ایک مرد ہو جس کے دودھ کو دونوں بچوں نے پیا ہے، خواہ دودھ پلانے والی ایک ہو یا متعدد ہوں، ہاں ایک ہی عورت کامل رضاعت دے جیسا کہ مسئلہ ۳۱۹ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

مسئلہ 321: جب دو بچوں میں ہر ایک دوسرے پر ایک شخص کی بیوی کے دودھ پینے کی وجہ سے حرام ہو جائے تو اس سے ان دونوں بچوں میں سے ہر ایک کے بھائی دوسرے بچے کے بھائیوں پر حرام نہیں ہوتے اور نہ ہی اس کے بھائی دودھ پلانے والی پر

حرام ہوتے ہیں۔

مسئلہ 322: بیوی کے رضاعی بھائی کی بیٹی اوراس کی رضاعی بہن کی بیٹی سے بیوی کی اجازت کے بغیر شادی کرنا جائزنہیں ہے،جیسا کہ بیوی کی نسبی بھتیجی اور بھانجی سے اُس کی اجازت کے بغیر شادی کرنا جائزنہیں ہے، کیونکہ رضاع بمنزلہ نسب کے ہوتی ہے،اسی طرح رضاعی بہن بمنزلہ نسبی بہن کے ہوتی ہے، پس دو رضاعی بہنوں کے درمیان جمع کرنا جائزنہیں ہے، پس اگر ان میں سے ایک سے عقد کرئے تو اس کی دوسری رضاعی بہن سے عقد کرنا جائزنہیں ہے، اور عقد دونوں سے ایک ہی وقت میں عقد کرلے تو اسے اختیار ہے، ان میں سے جس کو رکھ لے اور دوسری کو چھوڑ دے، جوشخص کسی مرد سے لواطہ کرئے تو اس پر واجب ہے کہ اس کی رضاعی بیٹی ،ماں اور بہن سے شادی نہ کرئے ،اور یہی حال نسبی بیٹی، ماں اور بہن کا ہے۔

مسئلہ 323: جب کوئی عورت اپنے قریبی رشتہ داروں ،اپنے بھائی یا بھائی کی اولاد یا اپنی بہن یا اپنی بہن کی اولاد یا اپنے چچا یا اپنے ماموں یا ان کی اولاد یا اپنی پھوپھی یا اپنی خالہ یا ان کی اولاد کو دودھ پلائے تو اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوتی ہے، اسی طرح جب کوئی عورت اپنے شوہر کے قریبی رشتہ داروں، اس کے بھائی یا اس کی بہن یا اس کے چچا یا اس کی پھوپھی یا اس کے ماموں یا اس کی خالہ یا اس کی دوسری بیوی کی بیٹی کے بیٹے یا اس کی بہن کے بیٹے کو دودھ پلائے تو اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوتی ہے۔

مسئلہ 324: مرد پر ایسی عورت حرام نہیں ہوتی ہے جو اپنی پھوپھی یا اپنی خالہ کے بچے کو دودھ پلاتی ہے، اگر چہ ان سے شادی نہ کرنے میں احتیاط ہے، جیسا کہ مرد پر اپنی بیوی حرام نہیں ہوتی ہے، جب وہ بیوی کے چچا کے بیٹے کو دودھ پلائے جو اس کی دوسری بیوی سے ہو۔

مسئلہ 325: نسبی رشتوں میں وراثت ہوتی ہے لیکن رضاعی رشتوں میں وراثت نہیں ہوتی ہے۔

رضاعت اور اس کے آداب

مسئلہ 326: بچے کو دودھ پلانے کے لیے سب عورتوں سے بہتر اس کی اپنی ماں ہے، پس باپ کو حق حاصل نہیں ہے کہ بچے کی ماں کو چھوڑ کر دودھ کے لیے کسی دایہ کا انتظام کرے مگر جب ماں اجرت کا مطالبہ کرے، اور کوئی دوسری عورت اس سے کم اجرت پر یا بغیر اجرت کے دودھ پلانے کے لیے تیار ہو جائے، اس صورت میں باپ کے لیے مناسب ہے کہ بچے کی ماں کے علاوہ کسی سے دودھ کی درخواست نہ کرے اور ماں کے لیے بہتر ہے کہ بیٹے کو دودھ پلانے کے لیے اجرت نہ مانگے، جیسا کہ باپ کو چاہیے کہ اسے اس کام کی اجرت دے اگرچہ ماں اجرت کا مطالبہ نہ بھی کرے۔

مسئلہ 327: اچھا ہے کہ بچے کو دودھ پلانے کے لیے شیعہ اثناعشریہ خاتون کا انتخاب کیا جائے جو پاک دامن اور اخلاق اور صورت کی اچھی ہو اور ناقص العقل، بداخلاق، بدصورت اور غیر شیعہ اثناءعشریہ عورت کو دودھ پلانے کے لیے منتخب کرنا مکروہ ہے۔

جیسا کہ زنا سے حاصل ہونے والے بچے کے دودھ کے سہم سے بچے کو دودھ پلانا مکروہ ہے۔

مسئلہ 328: ممکن ہو تو بچے کو دو سال کامل دودھ پلانا مستحب ہے۔

رضاعت کے متفرق مسائل

مسئلہ 329: مستحب ہے کہ عورتوں کو منع کیا جائے تاکہ وہ ہر بچے کو دودھ نہ پلائیں کیونکہ ہو سکتا ہے یہ یاد نہ رہے کہ انہوں نے کس کس کو دودھ پلایا ہے اور بعد میں دو محرم ایک دوسرے سے شادی کرلیں۔

مسئلہ 330: جو لوگ دودھ پینے سے ایک دوسرے کے رشتہ دار بن جائیں ان پر ایک دوسرے کا احترام کرنا مستحب ہے کیونکہ رضاعت کا گوشت نسب کے گوشت کی مانند ہوتا ہے۔

مسئلہ 331: اگر کسی دوسرے کے بچے کو دودھ پلانے سے شوہر کی حق تلفی ہوتی ہو تو بیوی کے لیے اسے دودھ پلانا جائز نہیں ہے، ہاں اگر شوہر کی اجازت سے کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ 332: اگر کوئی مرد کسی عورت سے عقد کرنے سے پہلے اقرار کرے کہ یہ عورت مجھ پر رضاعت کی وجہ سے حرام ہے اور اس کا اعتراف معقول ہو تو اس کا اس سے شادی کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر عقد کے بعد دعوی کرے کہ یہ عورت مجھ پر حرام ہے اور وہ عورت بھی تصدیق کرے تو عقد باطل ہو جائے گا اور اگر اس وقت عورت کو حرمت کا علم نہیں تھا اور اس نے دخول بھی کر دیا ہو تو وہ اسے مہر المثل دے، اور اگر دخول نہ کیا ہو اور اس عورت کو حرمت کا علم ہو تو اس کے لیے کوئی مہر نہیں ہوگا، مرد کا عقد سے پہلے یا عقد کے بعد

اعتراف کرنا کہ یہ عورت مجھ پر حرام ہے اس کا حکم جو بیان کیا ہے وہی حکم عورت کے لیے ہے جب اعتراف کرئے کہ یہ مرد مجھ پر حرام ہے۔

مسئلہ 333: رضاعت محرّم دو چیزوں سے ثابت ہوتی ہے:

۱۔اس کی بابت ایک جماعت کا خبر دینا جس سے اس کے وقوع کا اطمینان حاصل ہوجائے۔

۲۔اس کی بابت عادل لوگ گواہی دیں کہ گزشتہ تفصیل کے مطابق رضاعت محرم واقع ہوئی ہے، جیسے وہ گواہی دیں کہ پے در پے پندرہ دفعہ دودھ پلایا گیا ہے اور درمیان میں کسی اور کے دودھ یا غذا کا فاصلہ بھی نہیں ہوا ہے، گواہی دو مرد دیں یا ایک مرد اور دو عورتیں دیں یا چار عورتیں دیں۔

مسئلہ 334: جب رضاعت کے وقوع کا علم نہ ہو یا رضاعت کے کمال کا علم نہ ہو تو حکم لگا یا جائے گا کہ رضایت نہیں ہوئی ہے، اگر چہ احتیاط رضاعت کے کامل وقوع کی بابت ظن کے ساتھ بلکہ ظن کے احتمال کے ساتھ احسن اور بہتر ہے۔

❋❋❋

باب طلاق

- طلاق کی عدت--
- عدتِ وفات --
- طلاق رجعی و بائن --
- طلاق خلع --
- طلاقِ مبارات--

باب طلاق

طلاق اور اس کے احکام

مسئلہ 335: جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دے اس کے لیے چند شرائط ہیں:

۱۔ بلوغ، پس بچے کا طلاق دینا صحیح نہیں ہے۔

۲۔ عقل، مجنون اور جس کی عقل بے ہوشی یا نشہ پینے سے مفقود ہو جائے اس کا طلاق دینا صحیح نہیں ہے۔

۳۔ اختیار، پس مجبور کا طلاق دینا صحیح نہیں ہے۔

۴۔ طلاق دینے والا طلاق کا قصد رکھتا ہو اور صیغہ سے طلاق دے، پس اگر طلاق کا صیغہ نیند یا مذاق یا بھولے سے یا کسی اور ذریعہ سے جاری کرئے تو طلاق نہیں ہوگی۔

مسئلہ 336: عورت کو طلاق کے وقت حیض ونفاس کے خون سے پاک ہونا چاہیے، عورت کو حیض ونفاس کی حالت میں تین صورتوں میں طلاق دینا صحیح ہے:

۱۔ یہ کہ شوہر نے شادی کے بعد اس سے مباشرت نہ کی ہو۔

۲۔ معلوم ہو کہ وہ حاملہ ہے اور اگر یہ بات معلوم نہ ہو اور شوہر اسے حیض کی حالت میں طلاق دے دے اور بعد میں پتہ چلے کہ وہ حاملہ تھی تو احتیاط واجب یہ ہے کہ اسے دوبارہ طلاق دے۔

۳۔ مرد کو غائب یا قیدی ہونے کی وجہ سے یہ معلوم نہ ہو سکتا ہو کہ عورت حیض ونفاس کے خون سے پاک ہے یا پاک نہیں ہے!

اور اگر اسے اس کی حالت کا علم ہو، اس کی عادت کی وجہ سے یا بعض امارات شرعیہ کی وجہ سے علم ہو تو اس کا اسے طلاق دینا جائز نہیں ہے، اسی طرح جب کسی کا شوہر مسافرت پر جائے اور عورت کو حیض میں چھوڑ جائے تو اس شوہر کے لیے بیوی کو طلاق دینا جائز نہیں ہے، جب تک کہ اس کی حیض کی مدت گزر نہ جائے اور جب عورت حیض میں ہو، اور شوہر بیوی کو طلاق دے، تو طلاق جائز نہیں ہے، اور اگر شوہر بیوی کو اس اعتقاد سے طلاق دے کہ وہ حائض ہے اور پتہ

چلے کہ وہ حیض سے پاک ہے تو طلاق صحیح ہوگی، جب تک کہ یہ اعتقاد اُس قصد کے منافی نہ ہو جو شرط ہے۔

مسئلہ 337: جیسا کہ عورت کو حیض ونفاس کی حالت میں طلاق دینا جائز نہیں ہے، اسی طرح اسے ایسے طہر میں طلاق دینا جائز نہیں جس طہر میں اس نے بیوی سے مباشرت کی ہو پس اگر اپنی بیوی سے طہر میں مباشرت کرے تو اسے چاہیے کہ انتظار کرے تاکہ وہ خون حیض کو دیکھے اور پاک ہو جائے تو بغیر مباشرت کیے اسے طلاق دے دے، اگر شوہر سفر اختیار کرے اور اسے طلاق دینا چاہیے تو اس پر واجب ہے کہ اتنی مدت کے لیے جس میں عموماً عورتیں حیض یا نفاس سے پاک ہو جاتی ہیں صبر کرے اور احتیاط کی بنا پر ایک ماہ سے کم انتظار نہ کرے اور بعد میں اسے طلاق دے، اس سے یائسہ اور نابالغ بیوی مستثناء ہیں، انہیں مباشرت والے طہر میں طلاق دینا جائز ہے، یہی حکم ہے اُس حاملہ کا جو اپنے حمل کو ظاہر کر دیتی ہے۔

اگر شوہر اپنی بیوی کو اس سے پہلے طلاق دے پھر پتہ چلے کہ وہ حاملہ ہے تو احتیاط یہ ہے کہ اسے دوبارہ طلاق دے، جو بیوی حیض والی عورتوں کی عمر میں ہو لیکن اسے کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اور شوہر نے اس سے مباشرت کی ہو تو اسے طلاق دینا جائز نہیں ہے مگر مباشرت سے تین ماہ گزرنے کے بعد اسے طلاق دے۔

مسئلہ 338: طلاق صرف مخصوص عربی صیغہ میں لفظ طالق کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے جس میں دو عادل مرد موجود ہوں اور سنیں اور اگر شوہر خود طلاق کا صیغہ پڑھنا چاہیے تو کہے: **زوجتي فلانة طالق** یعنی میری فلاں زوجہ آزاد ہے یا بیوی سے خطاب کر کے کہے: انتِ طالق اور اگر وہ کسی دوسرے شخص کو وکیل کرے تو اس کا وکیل کہے: زوجۃ موکلی فلانۃ طالق اور اگر عورت معین ہو تو اس کا نام لینا ضروری نہیں ہے، اگر شوہر اچھی عربی نہ جانتا ہو تو اسے چاہیے کہ کسی ایسے شخص کو وکیل قرار دے جو اچھی طرح صیغہ کو جاری کرے، اور اگر یہ بھی مشکل ہو تو دوسری زبان میں صیغہ طلاق جاری کرسکتا ہے جس سے طلاق کا مفہوم ادا ہو جائے۔

مسئلہ 339: متعہ والی عورت کی طلاق نہیں ہوتی ہے، بلکہ متعہ کی مدت ختم ہوتے ہی شوہر سے جدا ہو جاتی ہے، پس مرد کہے: **وهبتك مدة المتعة**، طلاق خلع اور طلاق مبارات میں گواہوں کا ہونا اور بیوی کا حیض ونفاس سے خالی ہونا معتبر نہیں ہے۔

طلاق کی عدت

مسئلہ 340: جس لڑکی کی عمر نو سال نہ ہوئی ہو، اگر چہ اس کے شوہر نے اس سے مسئلہ ناواقفیت کی وجہ سے یا زبردستی سے دخول کر دے تو اس کے لیے کوئی عدت نہیں ہے، اور جو عورت یائسہ ہو اور اس کا خون حیض بند ہو گیا ہو اس کے لیے بھی طلاق کی کوئی عدت نہیں ہے، یعنی وہ طلاق کے بعد فوراً دوسرا شوہر کر سکتی ہیں، اور جس عورت کو شوہر نے عقد کے بعد دخول نہ کیا ہو اگر چہ بالغ ہو اس کی بھی طلاق کی کوئی عدت نہیں ہے مگر یہ کہ اُس میں شوہر کا نطفہ کسی طریقہ سے رکھا گیا ہو۔

مسئلہ 341: اگر شوہر اپنی مدخولہ بیوی کو بالغ ہونے کے بعد اور یائسہ ہونے سے پہلے طلاق دے، اس پر طلاق کی عدت واجب ہے، آزاد عورت کی طلاق کی عدت جو حاملہ نہ ہو، تین ماہ ہے، یعنی جب اس کا شوہر اسے پاکی کی حالت میں طلاق دے تو اس کے بعد وہ اتنی مدت صبر کرے کہ دو دفعہ حیض کا خون آنے کے بعد پاک ہو جائے اور جیسے ہی اسے تیسری دفعہ حیض آئے اس کی عدت ختم ہو جاتی ہے۔

مسئلہ 342: حاملہ عورت جس کا حمل شرعی ہو اگر اس کو طلاق دی جائے تو اس کی عدت بچہ کے پیدا ہونے یا حمل کے ساقط ہونے تک ہے، اگر چہ ایسا طلاق سے ایک گھنٹہ بعد میں ہوا ہو۔

مسئلہ 343: اگر عورت دو بچوں کا حمل رکھتی ہو تو اُن میں سے آخری وضع حمل سے اس کی طلاق کی عدت ختم ہو جاتی ہے۔

طلاق کے متفرق مسائل

مسئلہ 344: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے تو وہ طلاق کی عدت رکھے، طلاق کی عدت یعنی معین مدت کے دوران کسی دوسرے شخص سے شادی کرنا حرام ہے، اسے آیندہ مسائل میں بیان کیا جائے گا۔

مسئلہ 345: اگر عورت حاملہ نہ ہو اور اسے کسی بیماری یا دودھ پلانے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو حالانکہ وہ حیض کی عمر میں ہو جو مسترابہ کہلاتی ہے، اسے طلاق دی جائے تو اس کی عدت تین ماہ ہے، یہی حکم اس عورت کا ہے جس کے حیض

کا سلسلہ مستقیم نہ ہو مثلاً اسے ہر تین ماہ حیض آتا ہو اسے شوہر مہینے کی پہلی تاریخ کو طلاق دے تو وہ چاند کے تین ماہ عدت رکھے، اور اگر اسے کسی مہینے کے دوران طلاق دی جائے تو اسے چاہیے کہ اس مہینے کے باقی دن اور اس کے بعد میں آنے والے دو مہینے اور چوتھے مہینے کے اتنے دن جتنے دن پہلے مہینے سے کم ہوں عدت رکھے تا کہ تین مہینے مکمل ہو جائیں، مثال کے طور پر اگر اسے بیس رجب کو غروب کے وقت طلاق دی جائے اور یہ مہینہ انتیس دن کا ہو تو اس پر واجب ہے کہ بیس شوال تک عدت رکھے، احتیاط یہ ہے کہ اکیس رجب تک عدت رکھے تا کہ پہلے مہینے کے جتنے دن عدت رکھی ہے انہیں ملا کر دونوں کی تعداد تیس ہو جائے۔

مسئلہ 346: متعہ والی بیوی جو بالغ ہو اور مدخولہ ہو اور یائسہ نہ ہو تو اُس کی عدت دو کامل حیض ہے، اور اگر اسے کسی بیماری کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت پنتالیس دن ہے، متعہ والی حاملہ عورت بنا بر احتیاط وضع حمل اور پنتالیس دن میں سے جو دور کی مدت ہو اسے عدت قرار دے۔

مسئلہ 347: طلاق کی عدت کی ابتداء، اُس وقت سے ہوتی ہے جب صیغہ طلاق کا پڑھنا ختم ہو جاتا ہے خواہ عورت کو پتہ چلے یا نہ چلے کہ اسے طلاق دے دی گئی ہے جب اسے پتہ چلے تو عدت ختم ہو چکی ہو تو وہ کسی وقت کا انتظار کیے بغیر شادی کر سکتی ہے، اور جب اسے عدت کے دوران پتہ چلے کہ اسے طلاق دے دی گئی ہے، تو وہ عدت مکمل کرے، یہی حال متعہ والی عورت کا ہے، اس کی عدت کی ابتدا عقد کی مدت کے ختم ہونے یا ہبہ کرنے سے ہے اگر چہ اسے اس کا علم نہ ہو۔

وفات کی عدت

مسئلہ 348: اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے تو اس کی بیوہ پر عدت رکھنا واجب ہے، بیوہ کی عمر جو بھی ہو عدت رکھے، پس نابالغ، بالغ اور یائسہ سب کی ایک جیسی عدت ہے، اور اس میں فرق نہیں ہے کہ بیوی متعہ والی ہو یا دائمی ہو، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو، البتہ حمل اور عدم حمل کی وجہ سے عدت کی مقدار مختلف ہو جاتی ہے، اگر بیوی حاملہ نہ ہو تو چار ماہ دس دن عدت رکھے، اور اگر بیوی حاملہ ہو تو اس کی عدت ابعد الاجلین ہے یعنی یہ مدت (چار ماہ دس دن) اور وضع حمل، حاملہ اپنی عدت میں استمرار کرے یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے، پھر دیکھے، اگر اس کے شوہر کی وفات پر وضع حمل کے وقت چار ماہ دس دن گزر گئے ہوں، تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی، ورنہ وہ اپنی عدت میں استمرار کرے یہاں تک کہ یہ مدت مکمل ہو جائے، وفات کی عدت کی ابتدا (جب شوہر غائب ہو یا اس کے حکم میں ہو) بیوی کے پاس شوہر کی موت کی

خبر ملنے سے ہے، زمان وفات واقعی نہیں ہے، مجنونہ اور صغیرہ میں اشکال ہے۔

مسئلہ 349: وفات کی عدت کی ابتدا، وفات کے علم سے ہے، وفات کے وقوع کے وقت سے نہیں ہے، پس اگر بیوی کو اپنے شوہر کی وفات کا سفر یا غیبت کی وجہ سے علم نہ ہو تو عدت کے حساب کی ابتداء تب ہو گی جب اسے وفات کا علم ہو گا۔

جب شوہر مفقود ہو اور بیوی اپنا مقدمہ حاکم شرع کے پاس لے جائے اور وہ اس کی وفات کا حکم لگائے، تو عدت کی ابتداء حکم کے ابلاغ ہونے سے ہو گی، اور اگر کوئی حادثہ پیش آجائے جیسے اغوا کیا گیا ہو، پھر اسے اس کی وفات کا اطمینان حاصل ہو جائے تو اطمینان کے حصول کے وقت سے عدت شروع ہو گی۔

مسئلہ 350: جس طرح بیوی پر واجب ہے کہ شوہر کی وفات سے عدت رکھے، جسے ہم نے طلاق کی عدت میں بیان کیا ہے، اُسی طرح اُس پر واجب ہے کہ بالغ ہونے کی صورت میں زینت والے کپڑے نہ پہنے، تیل نہ لگائے، خوشبو نہ لگائے، پس اُس پر سرخ و زرد کپڑے، زیور پہننا، سرمہ و خوشبو اور خضاب لگانا حرام ہے، اس کے علاوہ ہر وہ شے جو زینت شمار ہوتی ہو جو بیویاں اپنے شوہروں کے لیے زینت کرتی ہیں۔

مسئلہ 351: اگر شوہر بیوی کے پاس سے غائب ہو، اس کے بعد بیوی خاص قرائن کی وجہ سے کہے کہ اس کا شوہر غیبت کے دوران فوت ہو گیا ہے، تو اس کی عدت کی ابتداء اس وقت سے ہو گی جب اس کی وفات کا اطمینان ان قرائن کی وجہ سے حاصل ہو جائے، اور وہ عدت کے ختم ہونے کے بعد دوسرے شخص سے شادی کر سکتی ہے، پس اگر وہ کسی دوسرے شخص سے شادی کر لے اور پھر پتہ چلے کہ اس کا پہلا شوہر دوسرے سے شادی کرنے کے بعد فوت ہوا تھا تو اس پر واجب ہے کہ دوسرے شوہر سے جدا ہو جائے، اب اگر وہ حاملہ ہو تو وہ اس دوسرے شوہر سے اشتباہی وطی کی عدت رکھے اور یہ طلاق کی عدت کی مثل ہے، یعنی وہ وضع حمل کو عدت قرار دے، پھر پہلے شوہر کی چار ماہ دس دن عدت وفات رکھے، اور اگر حاملہ نہ ہو تو پہلے شوہر کی عدت وفات رکھے اور اس کے بعد دوسرے شوہر کے لیے اشتباہ کی عدت رکھے۔

مسئلہ 352: اگر کوئی عورت کہے کہ میری عدت ختم ہو گئی ہے، تو اس کا قول دو شرطوں سے قبول کیا جاتا ہے:

۱۔ بنابر احتیاط وہ مورد تہمت نہ ہو۔

۲۔ اسے طلاق ملنے یا اس کے شوہر کے مرنے کے بعد اتنی مدت گزر چکی ہو کہ اس مدت میں عدت کا ختم ہونا ممکن ہو، اگرچہ اس کی ہمسن کی عادت کے لحاظ سے ہو۔

طلاق بائن اور طلاق رجعی

مسئلہ 353: طلاق بائن یعنی طلاق کے بعد مرد یہ حق نہیں رکھتا کہ اپنی عورت کی طرف رجوع کرے پس بغیر عقد کے دوبارہ اسے اپنی بیوی نہیں بنا سکتا ہے، اس طلاق کی چھ قسمیں ہیں:

۱۔ جس عورت کی عمر ابھی نو سال نہ ہوئی ہو، جسے ہم نے باب اجتہاد وتقلید میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ جو عورت یائسہ ہو۔

۳۔ جس کے شوہر نے عقد کے بعد اس سے مباشرت نہ کی ہو۔

۴۔ جس کو تین دفعہ طلاق دی گئی ہو اسے دی جانے والی تیسری طلاق۔

۵۔ طلاق خلع وطلاق مبارات۔

۶۔ حاکم کی طلاق، جس کا شوہر طلاق نہ دیتا ہو، اور اسے خرچہ بھی نہ دیتا ہو۔

ان طلاقوں کے احکام بیان کیے جائیں گے، اور ان طلاقوں کے علاوہ جو طلاقیں ہیں وہ رجعی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک عورت عدت میں ہو شوہر اس کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

مسئلہ 354: جو شخص اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے، عدت میں خرچہ اور رہائش شوہر کے ذمہ ہوتی ہے، اس عورت پر گھر سے نکلنا حرام ہے مگر ضروری کام کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہے، اس کے لیے مستحب ہے کہ شوہر کے لیے زینت اور تمکین کو اختیار کرے، شوہر پر حرام ہے کہ اسے اس گھر سے باہر نکالے جس میں وہ طلاق کے وقت موجود ہو مگر جب اس عورت نے کھلم کھلا بدچلنی کی ہو جیسے وہ اجنبیوں کے پاس آتی جاتی ہو یا دوسرے لوگ اس کے پاس آتے جاتے ہوں اور اس سے بدتر زنا ہے۔

رجوع کرنے کے احکام

مسئلہ 355: رجوع یعنی طلاق رجعی والی عورت کو اس کی عدت کے زمانے میں سابق نکاح کی طرف لوٹا دینا، پس طلاق بائن میں رجوع نہیں ہوتا ہے اور طلاق رجعی کی عدت ختم ہوجانے کے بعد اس میں بھی رجوع نہیں ہوتا ہے، طلاق رجعی میں مرد دو طریقوں سے عورت کی طرف رجوع کرسکتا ہے:

۱۔عورت سے باتیں کرے جس کا مطلب یہ نکلتا ہو کہ اس نے اسے دوبارہ اپنی بیوی قرار دیا ہے، جیسے کہے: میں تم سے رجوع کرتا ہوں۔

۲۔کوئی کام کرے اور اس کام سے رجوع کا قصد کرے جیسے اس کا پردہ اتار دے اور ظاہر یہ ہے کہ مباشرت کرنے سے یا شہوت سے بوسہ لینے سے رجوع ثابت ہوجاتا ہے خواہ اس کا قصدِ رجوع معلوم نہ بھی ہو۔

مسئلہ 356: رجوع میں گواہوں کا ہونا معتبر نہیں ہے، اس پر بیوی کو اطلاع دینا بھی معتبر نہیں ہے، بنا بر اس کے اگر کسی کو اطلاع دیئے بغیر رجوع کرے تو رجوع صحیح ہوگا، اور عورت اپنے سابق نکاح کی طرف لوٹ جائے گی۔

مسئلہ 357: اگر مرد اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے پھر اس سے مصالحت کرلے کہ وہ اس کی طرف رجوع نہیں کرے گا تو اس کے رجوع نہ کرنے کی مصالحت لازم نہیں ہوگی، پس اگر شوہر مصالحت کرنے کے بعد بیوی کی طرف رجوع کرلے تو اس کا رجوع صحیح ہوگا۔

مسئلہ 358: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے، اور درمیان میں دو دفعہ کا رجوع یا دو جدید عقد کا یا ایک جدید عقد اور ایک رجوع کا فاصلہ ہو تو وہ اس مرد پر حرام ہوجائے گی یہاں تک کہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے، اگر عورت تیسری طلاق کے بعد کسی دوسرے مرد سے شادی کرے تو وہ چند شرطوں کے پورا ہونے پر پہلے مرد پر حلال ہوگی یعنی وہ اس عورت سے دوبارہ عقد کرسکے گا:

۱۔عقد دائمی ہو، عقد متعہ نہ ہو۔

۲۔اس سے مباشرت کرے اور احتیاط یہ ہے کہ مباشرت اگلی شرمگاہ میں ہو۔

۳۔دوسرا شوہر اسے طلاق دے یا مر جائے۔

۴۔دوسرے شوہر کی عدت طلاق یا عدت وفات ختم ہوجائے۔

۵۔دوسرا شوہر بالغ ہو، پس احتیاط یہ ہے کہ نابالغ کے نکاح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

طلاق خلع

مسئلہ 359: خلع یعنی شوہر کو پسند نہ کرنے والی بیوی مال دے کر طلاق لے، جو اپنے شوہر کے ساتھ زندگی جاری رکھنے کی طرف مائل نہ ہو، اور اپنے شوہر کو مباشرت کرنے نہ دے اور اجنبیوں کو بلانے اور ان کے پاس جانے سے پرہیز نہ کرے۔

مسئلہ 360: خلع کا صیغہ یہ ہے کہ بیوی شوہر سے کہے:

بذلت لك مهري على ان تخلعني ، میں نے آپ کو مہر دیا تا کہ آپ مجھے چھوڑ دیں۔

اور شوہر بیوی سے کہے:

زوجتي فلانة خالعتها على ما بذلت، میں نے اپنی فلانہ بیوی کو چھوڑا کیونکہ اس نے مجھے مال دیا ہے۔

احتیاط اور بہتر ہے کہ اس کے بعد ھی طالق کہے۔

اگر بیوی معین ہو تو اس کا نام لینا ضروری نہیں ہے، نہ خلع میں اور نہ ہی مبارات میں اور مہر کے علاوہ کوئی اور مال دینا بھی جائز ہے۔

مسئلہ 361: اگر عورت کسی شخص کو وکیل مقرر کرے تا کہ وہ اس کا مہر اس کے شوہر کو بخش دے اور شوہر بھی اسی شخص کو وکیل مقرر کرے تا کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دے دے تو وکیل کہے:

عن موكلتي فلانة بذلت مهرها لموكلي فلان ليخلعها عليه، اور اس کے بعد فوراً کہے:

زوجة موكلي خالعتها على ما بذلت هي طالق، اگر بیوی کسی کو وکیل مقرر کرے کہ مہر کے علاوہ کوئی اور شے اس کے شوہر کو دے تو وکیل مثال کے طور پر مہر کی جگہ سو دینار ہو تو وکیل کہے:

عن موكلتي بذلت مائة دينار لموكلي فلان ليخلعها عليه، پھر اس کے بعد وہی کہے جو پہلے گزر چکا ہے۔

طلاق مبارات

مسئلہ 362: مبارات یعنی ایسے شوہر کا اپنی بیوی کو طلاق دینا جو اسے پسند نہ کرتا ہو اور بیوی بھی شوہر کو پسند نہ کرتی ہو بیوی شوہر کو کچھ مال دے تا کہ وہ اسے طلاق دے دے، اس میں ناپسندیدگی طرفین کی طرف سے ہوتی ہے۔

مسئلہ 363: مبارات کا صیغہ، شوہر کہے:

بارات زوجتی فلانۃ علی مہرھا فھی طالق۔

اگر کسی کو وکیل قرار دے تو وہ وکیل کہے:

بارات زوجۃ موکلی فاطمۃ علی مہرھا

یا: علی مہرھا کی بجائے بمھرھا کہے۔

اگر بیوی معین ہو تو اس کا نام لینا ضروری نہیں ہے، جیسا کہ طلاق خلع میں جان چکے ہیں۔

مسئلہ 364: طلاق خلع ومبارات میں جہاں تک ممکن ہو صحیح عربی میں صیغہ پڑھنا معتبر ہے، اگرچہ کسی کو وکیل بنا کر عربی میں صیغہ جاری کروایا جائے، ہاں بیوی کے شوہر کو مال دینے میں تا کہ وہ اسے طلاق دے، عربیت معتبر نہیں ہے، بلکہ ہر زبان میں بول سکتے ہیں جس سے معنی مقصود حاصل ہو جائے۔

مسئلہ 365: اگر کوئی عورت طلاق خلع یا طلاق مبارات کی عدت میں اپنی بخشش سے پھر جائے تو شوہر رجوع کر سکتا ہے، جس سے یہ طلاق بائن طلاق رجعی بن جائے گی۔

مسئلہ 366: جو مال شوہر طلاق مبارات دینے کے لیے لے وہ عورت کے مہر سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے لیکن طلاق خلع میں لیا جانے والا مال اگر مہر سے زیادہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

طلاق کے متفرق مسائل

مسئلہ 367: طلاق کی صحت میں بیوی کو اس کا علم ہونا، بیوی کا حاضر ہونا، بیوی کا راضی ہونا معتبر نہیں ہے۔

مسئلہ 368: اگر کوئی شخص کسی عورت کو اپنی بیوی سمجھتے ہوئے مباشرت کرے تو یہ اشتباہی وطی ہوگی ، اس کے لیے وہ بنابر متقدم تفصیل کے، وطی کے وقت سے طلاق کی عدت رکھے، خواہ عورت کو علم ہو کہ یہ مرد میرا شوہر نہیں ہے یا اسے اس بات کا علم نہ ہو۔

مسئلہ 369: اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے جانتے بوجھتے ہوئے زنا کرے اور عورت کو بھی پتہ ہو کہ یہ شخص اجنبی ہے، تو اس پر عدت رکھنا واجب نہیں ہے، اور اگر عورت کو پتہ نہ ہو کہ یہ شخص اجنبی ہے تو احتیاط یہ ہے کہ وہ عدت رکھے۔

مسئلہ 370: احادیث شریفہ میں ہے کہ:

مامن شیئ ابغض الی اللہ عزوجل من الطلاق، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی سے طلاق کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ گناہ ہے کیونکہ یہ غیر معقول جواز کے دی گئی طلاق ہے، بنابراس کے جب کوئی شخص شوہر دار عورت کو ورغلائے اور وہ اپنے شوہر سے طلاق لے لے اور اس سے شادی کر لے تو طلاق صحیح ہے اور شادی بھی صحیح ہے، مگر ان دونوں نے ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جس سے اللہ تبارک وتعالی ناراض ہو جاتا ہے۔

مسئلہ 371: اگر عورت عقد میں شوہر سے شرط کرے کہ وہ اسے بہرصورت طلاق کا اختیار دے دے، یا جب سفر پر چلا جائے گا یا جب خرچہ نہیں دے گا، تو بیوی خود سے طلاق کا صیغہ جاری کر لے گی، یہ شرط باطل ہے، لیکن اگر شرط کرے کہ مذکورہ صورتوں میں بیوی شوہر کی طرف سے وکالت میں طلاق کا صیغہ جاری کر لے گی تو یہ شرط صحیح ہے اور وکالت کے ذریعہ سے بیوی طلاق کا صیغہ جاری کرے گی تو یہ طلاق صحیح ہوگی۔

مسئلہ 372: جب شوہر غائب ہو جائے اور اس کا کوئی اتا پتہ نہ ہو، اور معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا ہے، تو اس کی بیوی اپنا معاملہ عادل مجتہد کے پاس لے جاسکتی ہے، پھر وہ جو فیصلہ فرمائیں اس کے مطابق عمل کرے۔

عام موقف، اگرچہ حالات کے حساب سے اس کی تفاصیل مختلف ہیں، اگر شوہر مالدار ہو جسے وہ بیوی پر خرچ کرتا ہو یا اس کا ولی اس کی بیوی پر خرچ کرتا ہو، تو بیوی پر صبر کرنا واجب ہے اگرچہ مدت طویل ہو جائے، یہاں تک کہ وہ

اپنا معاملہ بیان کرے، اور اگر ایسا نہ ہوتو حاکم شرع اسے چار سال انتظار کا حکم دے گا تا کہ وہ اپنے شوہر کی چھان بین کرے اور اگر اس مدت کے بعد وہ کسی نتیجہ تک نہ پہنچے تو اس کا ولی یا اس کے اذن سے حاکم شرع اسے طلاق دے گا۔ اور بیوی اس وقت سے عدت وفات رکھے گی اس کے بعد وہ آزاد ہے جس سے چاہے شادی کرسکتی ہے۔

مسئلہ 373: دیوانے شخص کا باپ اور دادا اس کی بیوی کو طلاق دے سکتے ہیں، اور اگر اس کے باپ دادا نہ ہوں تو اس کی طلاق کے لیے حاکم شرع کے لیے ولایت ہے۔

مسئلہ 374: اگر باپ یا دادا اپنے نابالغ بچے کا کسی عورت سے متعہ کر دیں اور متعہ کی مدت میں اس لڑکے کے مکلف ہونے کی کچھ مدت بھی شامل ہو مثلاً اپنے چودہ سالہ بچے کا کسی عورت سے دو سال کے لیے متعہ کر دیں تو اگر اس میں بچے کی بھلائی ہو تو باپ یا دادا اس عورت کی مدت بخش سکتے ہیں، لیکن بچے کی دائمی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتے۔

مسئلہ 375: اگر کوئی مرد دو آدمیوں کو شرع کی مقرر کردہ علامات کی رو سے عادل سمجھے اور اپنی بیوی کو ان کے سامنے طلاق دے دے تو کوئی اور شخص جس کے نزدیک ان دو آدمیوں کی عدالت ثابت نہ ہو وہ اس عورت کی عدت ختم ہونے کے بعد اس کے ساتھ خود عقد کرسکتا ہے یا اسے کسی دوسرے کے عقد میں دے سکتا ہے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اس کے ساتھ عقد سے اجتناب کرے اور دوسرے کا عقد بھی اس کے ساتھ نہ کرے۔

غصب کے احکام

مسئلہ 376: غصب یعنی کوئی شخص کسی کے مال یا حق پر ظلم کر کے قابض ہو جائے اور یہ بہت بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے جس کا مرتکب روز قیامت سخت عذاب میں مبتلا ہوگا، رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت ہے کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت زمین غصب کرے، روز قیامت اس زمین کو اس کے سات طبقوں سے لے کر طوق کی طرح اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔

مسئلہ 377: ہر شے کا غصب اس کے حساب سے ہوتا ہے، جس سے قبضہ کا تحقق ہو جائے، پس مال و متاع کا غصب یہ ہے کہ اسے مالک سے چھین لیا گیا ہو اور اس پر قبضہ کر لیا گیا ہو، گھر اور باغات کا غصب یہ ہے کہ اُس میں خود مشغول ہو جائے اور مالک کو اس سے فائدہ اٹھانے سے روک دیا جائے۔

مسئلہ 378: اگر کوئی شخص مسجد یا مدرسہ یا پل یا دوسری ایسی جگہوں سے جو اوقاف عامہ کے لیے بنائی گئی ہوں ،لوگوں کو استفادہ نہ کرنے دے تو اس نے ان کا حق غصب کیا ہے، یا کسی طرح سے استفادہ کرنے نہ دیا جائے جیسے طویل مدت کسی مکان میں اسے کام نہ کرنے دیا جائے جو کام وہ اس جگہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اسی طرح اگر کوئی شخص مسجد میں اپنے لیے جگہ مخصوص کرے اور دوسرا اسے اس جگہ سے استفادہ نہ کرنے دے تو یہ بھی غصب ہے، ہاں جگہ کو مشغول رکھنے کے لیے اولویات پائی جاتی ہیں، پس جو شخص طواف کی جگہ پر نماز پڑھے تو اسے منع کیا جا سکتا ہے تا کہ دوسرے لوگ کھل کھلا کر طواف کر سکیں، یا وہ مسجد میں دوسروں کے ساتھ باتیں کرنے کے لیے بیٹھے تو اس سے مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ اس جگہ نہ بیٹھے کیونکہ میں نے یہاں نماز پڑھنی ہے۔

مسئلہ 379: جو مال کسی کے پاس گروی رکھا گیا ہو تو راہن کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مرتہن سے اس کا قرض واپس کرنے سے پہلے، اس کی رہن لے لے کیونکہ یہ قرض کا وثیقہ ہے، اور اگر اس کی رضایت کے بغیر اس کا قرض واپس کرنے سے پہلے اس سے اس کی رہن لے لے گا تو اس کے حق کو غصب کرے گا۔

مسئلہ 380: اگر گروی رکھا ہوا مال غصب ہو جائے تو اس کا مالک اور قرض خواہ دونوں غصب کرنے والے

سے اس مال کا مطالبہ کر سکتے ہیں، اور اگر وہ چیز اس سے واپس لے لیں تو وہ گروی ہی رہے گی اور اگر وہ چیز تلف ہو جائے اور وہ اس کا عوض حاصل کر لیں تو وہ عوض اصلی چیز کی طرح گروی رہے گا۔

مسئلہ 381: اگر کوئی کسی انسان کو قید کر لے یا غیر ارادی طور پر کسی کو گرفتار کر لے اور یہ اسے کام کرنے سے روکنے کا سبب بنے، تو وہ اس کے منافع کی بابت غاصب شمار کیا جائے گا اور وہ اس کے منافع کا ضامن ہوگا۔

مسئلہ 382: اگر انسان کوئی چیز غصب کرے تو اسے چاہیے کہ اس کے مالک کو لوٹا دے اور اگر وہ چیز تلف ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اس کا عوض مالک کو دے، اگر غصب کرنے والے سے کہا جائے کہ اس چیز کا مادی یا معنوی مؤونہ (خرچہ) مالک کو دے تو غصب کرنے والے پر واجب ہے کہ اسے برداشت کرے۔

مسئلہ 383: جو شے غصب کی گئی ہو، اگر اس سے منفعت حاصل ہو جائے جیسے کوئی کسی جانور کو غصب کرے اور اس سے بچہ پیدا ہو جائے تو وہ بچہ اور اس جانور کا دودھ اس کے مالک کا مال ہے، غصب کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ اس کے مالک کو دے دے، اور اگر وہ تلف ہو جائے تو اس کے عوض کا ضامن ہوگا، اسی طرح اگر کسی نے کوئی مکان غصب کر لیا ہو تو خواہ غصب کرنے والا اس مکان میں نہ رہے اسے چاہیے کہ اس کا کرایہ مالک کو دے۔

مسئلہ 384: اگر کوئی شخص بچے یا دیوانے سے اس کے مال سے کوئی شے غصب کر لے تو اسے چاہیے کہ وہ شے اس کے ولی کو دے دے، اور اگر وہ شے تلف ہو جائے تو اس کا عوض دے، خود انہیں واپس کرنا کافی نہیں ہے۔

مسئلہ 385: اگر دو لوگ مل کر کوئی شے غصب کریں، تو خواہ ان میں سے ہر ایک اکیلا بھی اس شے کو غصب کر سکتا ہو، ان میں سے ہر ایک نصف مال کا ذمہ دار ہے، ان میں سے جس سے چاہے مالک رجوع کر سکتا ہے یا وہ دونوں نصف نصف کے ضامن ہوں گے۔

مسئلہ 386: اگر کوئی شخص غصب کی ہوئی شے کو کسی دوسری شے سے ملا دے مثلاً غصب کی ہوئی گندم میں جو ملا دے تو اگر ان کا جدا کرنا ممکن ہو تو اسے چاہیے کہ انہیں ایک دوسری سے جدا کرے اور غصب کی ہوئی شے اس کے مالک کو واپس کر دے، اور اگر ان کا جدا کرنا ممکن نہ ہو تو غصب کرنے والا مثل یا قیمت کا ضامن ہوگا۔

مسئلہ 387: اگر کوئی کسی شے کو غصب کرے اور اس میں عیب کر ڈالے تو اس پر واجب ہے کہ وہ چٹی کے ساتھ وہ شے اس کے مالک کو واپس کر دے کیونکہ سالم اور عیب دار شے کی قیمت میں فرق ہوتا ہے، مثال کے طور پر سونے کی بنی ہوئی شے غصب کی جائے اور اسے توڑ ڈالے تو اس پر واجب ہے وہ شے اس کے مالک کو دے اور سونے کی بنوائی بھی

دے، پس اگر غصب کرنے والا کہے کہ میں اسے دوبارہ پہلے کی طرح بنوا دیتا ہوں تا کہ اس کی بنوائی کی اجرت سے بچ جائے تو مالک پر قبول کرنا واجب نہیں ہے، جس طرح مالک غصب کرنے والے کو مجبور نہیں کرسکتا کہ اسے پہلے کی طرح بنوا کر واپس کرے۔

مسئلہ 388: اگر کوئی غصب کردہ شے میں تصرف کرے جس سے اس کی قیمت زیادہ ہوجائے جیسے سونا غصب کرے اور اس سے بالیاں یا گلوبند بنوالے اور مالک اپنا سونا واپس مانگے اور کہے مجھے میرا سونا جیسا تھا ویسا ہی دے تو غصب کرنے والے پر اس کا واپس کرنا واجب ہے، اور اس نے اس پر جو کام کیا ہے اُس کی کوئی شے نہیں لے سکتا، بلکہ وہ یہ حق نہیں رکھتا کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس شے کو اس کی پہلی حالت میں لے آئے اور اگر اس کی اجازت کے بغیر اس شے کو پہلے جیسا کر کے واپس کردے تو اسے چاہیے کہ اس کی بنوائی بھی اس کے مالک کو دے، اور اگر مالک کوئی مطالبہ نہ کرے تو مالک کو بنوائی دینے کا ضامن نہیں ہوگا۔

مسئلہ 389: جو شخص کسی شے کو غصب کرلے اور اس میں تبدیلی کردے جس سے اس کی قیمت پہلے سے بڑھ جائے، اور مالک کہے کہ میری شے پہلی حالت میں مجھے واپس کریں تو غصب کرنے والے پر اس کا واپس کرنا واجب ہے، اور اگر اس کی پہلے والی قیمت کم ہوجائے تو غصب کرنے والا نقصان کی قیمت کا ضامن ہوگا، وہ سونا جسے بالیاں بنالیا گیا ہو، مالک کے مطالبہ کرنے پر اسے پہلی حالت میں واپس کیا جائے اور جب غصب کرنے والا واپس کرے اور اس وقت اس کی قیمت کم ہوچکی ہو تو غصب کرنے والا کمی کا ضامن ہوگا۔

مسئلہ 390: اگر کوئی اس زمین میں جو اس نے غصب کی ہو زراعت کرے یا درخت لگائے تو زراعت و درخت اور ان کا پھل خود اس کا مال ہے اور اگر زمین کا مالک اس بات پر راضی نہ ہو کہ درخت اس زمین میں رہیں، تو جس نے وہ زمین غصب کی ہو اسے چاہیے کہ خود ایسا کرنا اس کے لیے نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو وہ فوراً اپنی زراعت یا درختوں کو زمین سے اکھیڑ لے۔

مگر یہ کہ مالک مفت یا عوض سے اسے باقی رکھنا چاہے اور اگر ان خرابیوں کی وجہ سے زمین کی قیمت پہلے سے کم ہوجائے تو اسے چاہیے کہ قیمت میں جو فرق پڑے وہ بھی ادا کرے، اور وہ زمین کے مالک کو اس بات پر مجبور نہیں کرسکتا کہ وہ زمین اس کے ہاتھ فروخت کردے یا اس کا ٹھیکہ لیتا رہے، نیز اگر زمین کا مالک درختوں کی قیمت دے تو غصب کرنے والے پر اس کا قبول کرنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ 391: اگر غصب کی گئی زمین کا مالک راضی ہوجائے کہ غصب کرنے والے نے میری زمین میں جودرخت یا زراعت کی ہے اسے اپنی جگہ پر رہنے دیا جائے اور اس کا عوض بھی ادا کردے تو غصب کرنے والے پر اُن درختوں کا اکھیڑنا واجب نہیں ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ جب سے زمین غصب کی ہے، مالک کی رضایت تک کے عرصے کی زمین کی اجرت دے۔

مسئلہ 392: اگر غصب کی گئی شے کا تعلق قیمت سے ہو اور وہ غصب کرنے والے سے تلف ہوجائے اور اس کی ذاتی خصوصیات کی وجہ سے بازار میں قیمت مختلف ہو جیسے گائے، بھیڑ بکری ہو تو اس کی قیمت کا ادا کرنا واجب ہے بشرطیکہ زمان کے حساب سے بازار کی قیمت میں فرق نہ پڑا ہو، اور اگر بازار کی قیمت میں فرق پڑ گیا ہو تو ادا کے وقت جو قیمت ہو وہ والی قیمت ادا کرے۔

مسئلہ 393: جو شے غصب کی ہو اور وہ تلف ہوجائے، اگر وہ گندم، جو کی مانند ہو جن کے افراد کی قیمت کا ذاتی خصوصیات کی وجہ سے تفاوت نہیں ہوتا ہے تو غصب کرنے والے کو چاہیے کہ جو شے غصب کی ہو اس جیسی شے مالک کو دے لیکن جو شے دے ضروری ہے کہ اس کی قسم اپنی خصوصیات میں اس غصب کی ہوئی شے کی مانند ہو جو کہ تلف ہوگئی ہے اور اچھی قسم کی گندم غصب کی ہو تو گھٹیا قسم کی گندم نہیں لے سکتا۔

مسئلہ 394: جب غصب کی ہوئی شے کی مثل مل رہی ہو، جس کی قیمت تلف والے دن کی قیمت سے زیادہ ہو تو غصب کرنے والے پر واجب ہے کہ اسے حاصل کر کے مالک کے حوالے کردے، مگر یہ کہ اضافی قیمت عام چلنے والی قیمت نہ ہو جیسے عام تباہی ہو جس سے مواد غذائی کی قیمتیں بہت زیادہ بڑھ جائیں اور چاہیے کہ مالک اور غصب کرنے والا ایک دوسرے کی رضامندی سے متعارف قیمت پر راضی ہوجائیں یا انتظار کریں تا کہ معقول قیمت جو اس غصب شدہ کی قیمت کے مثل ہو حاصل ہو سکے

مسئلہ 395: مالک کا حق ہے کہ وہ غصب کرنے والے سے اپنے مال کا مطالبہ کرے جس میں غصب کیے گئے مال کی غصب کے وقت اور ادا کے وقت کی قیمت کا خیال رکھا جائے، اگر کوئی کسی شے کو غصب کرے جو گرمیوں میں بیچی جاتی ہو جیسے برف، اور غصب کرنے والا یہ شے اسے سردیوں میں لوٹانا چاہیے تو مالک وصول کرنے سے منع کر کے گرمیوں میں لینے کا مطالبہ کرسکتا ہے، یا غصب کرنے والے سے رضامندی کرے کہ اگرچہ سردیاں ہیں تم مجھے گرمیوں والی قیمت دو۔

مسئلہ 396: اگر کوئی قیمت والی شے غصب کرے اور وہ تلف ہوجائے، جس کی زمان غصب وتلف کی بازاری قیمت میں کوئی فرق نہ ہو اور اس زمان میں کچھ ایسا ہو جس سے اس کی قیمت اوپر چلی گئی ہو جیسے غصب کرتے وقت جانور کمزور ہو اور اب موٹا ہوجائے تو وہ موٹی حالت والی قیمت کا ضامن ہوگا۔

مسئلہ 397: جو شے کسی نے غصب کی ہو اگر کوئی اور شخص وہی شے اس سے غصب کرلے اور پھر وہ تلف ہوجائے تو اس شے کا مالک ان دونوں میں سے ہر ایک سے اس کا عوض لے سکتا ہے یعنی مثل لے یا قیمت لے یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے اس کے عوض کی کچھ مقدار کا مطالبہ کرے اور اگر وہ اس عوض کو پہلے غاصب سے لے لے تو پہلے غاصب نے جو کچھ دیا ہو وہ دوسرے غاصب سے لے سکتا ہے، لیکن اگر شے کا مالک اس کا عوض دوسرے غاصب سے لے لے تو اس نے جو کچھ دیا ہے اس کا مطالبہ وہ یعنی دوسرا غاصب پہلے غاصب سے نہیں کرسکتا۔

مسئلہ 398: اگر معاملہ کی شرائط میں سے شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے معاملہ باطل ہوجائے، جیسے جس شے کی خرید وفروخت وزن کرکے کرنی چاہیے اگر اس کا معاملہ بغیر وزن کے کیا جائے تو معاملہ باطل ہے اور اگر بیچنے والا اور خریدار معاملہ سے قطع نظر اس بات پر رضامند ہوں کہ ایک دوسرے کے مال میں تصرف کریں تو کوئی حرج نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر معاملہ صحیح نہ بھی ہو، ورنہ جو شے انہوں نے ایک دوسرے سے لی ہو وہ غصبی مال کی مانند ہے اور ان پر واجب ہے کہ ایک دوسرے کی شے واپس کردیں اور اگر ایک دوسرے کے ہاتھوں دوسرے کا مال تلف ہوجائے تو خواہ اسے معلوم ہو یا معلوم نہ ہو کہ معاملہ باطل تھا، واجب ہے کہ اس کا عوض دے

مسئلہ 399: جب کوئی شخص کوئی مال کسی بیچنے والے سے اس مقصد سے کہ اسے دیکھے یا کچھ مدت اپنے پاس رکھے تاکہ اگر اسے پسند آئے تو خرید لے، اگر وہ مال تلف ہوجائے تو اسے چاہیے کہ اس کا عوض اس کے مالک کو دے جو مثل ہو یا قیمت ہو۔

کسی کی گم شدہ چیز کا ملنا

مسئلہ 400: اگر کسی شخص کو دوسرے شخص کا گمشدہ ایسا مال ملے، جس کی کوئی ایسی نشانی نہ ہو جس کے ذریعہ سے اس کے مالک کا پتہ چل سکے جیسے پیسے اور نوٹ اور اس کی قیمت ایک درہم (درہم کی مقدار وزن میں ۱۲ اشاریہ ۶۱۵ گرام چاندی ہے) یا اس سے زیادہ ہو تو احتیاط اولی یہ ہے کہ اس مال کو اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کردے۔

مسئلہ 401: اگر کوئی شخص ایسی گری ہوئی شے جس کی قیمت ایک درہم سے کم ہو اٹھائے اگر اس کا مالک معلوم ہو لیکن اسے علم نہ ہو کہ وہ اس کے اٹھانے پر راضی ہے یا راضی نہیں ہے، تو وہ اس کی اجازت کے بغیر اس مال کو اٹھا نہیں سکتا ہے اور اگر اس کے مالک کا علم نہ ہو اور اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہو

جیسے بعض گھر میں استعمال ہونے والے برتن تو اس کے اٹھانے والا اس سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے اور جب اس کے مالک کا پتہ چل جائے تو ضروری ہے کہ اسے دے دے، اور اگر وہ شے تلف ہوجائے تو وہ ضامن نہیں ہوگا اور احتیاط یہ ہے کہ اسے بہر صورت مالک کی طرف سے صدقہ کردے اور اس کا اعلان کرنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ 402: اگر کوئی شخص ایک شے پائے جس پر کوئی ایسی نشانی ہو جس کے ذریعے اس کے مالک کا پتہ چل سکتا ہو اور اس کی قیمت ایک درہم یا اس سے زیادہ ہو تو اس شے کا جس دن سے وہ شے ملی ہو اس سے ایک سال تک لوگوں کے اجتماع کی جگہ پر اور ان جگہوں پر جہاں مالک کا آنا جانا متوقع ہو، اعلان کرے، خواہ اس کا مالک مسلمان ہو یا کافر ذمی ہو۔

یہ اس وقت ہے جب اعلان کرنا ممکن ہو اور اگر اعلان کرنا ممکن نہ ہو کیونکہ ہوسکتا ہے اس کا مالک دور کی مسافرت پر ہو، جہاں سے جلدی پلٹ نہ سکتا ہو، یا اٹھانے والا تہمت سے ڈرتا ہو اور خطرہ رکھتا ہو کہ اگر میرے بارے پتہ چلے گا تو لوگ کیا کہیں گے، یا لوگ اعلانات کا خیال نہ رکھتے ہوں، تو اعلان ساقط ہوجائے گا، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ملی ہوئی شے کی حفاظت کرے اور سال بھر مالک کے ملنے کا انتظار کرے، تاکہ یہ مالک تک پہنچ جائے یا مالک اس تک پہنچ جائے، اس صورت میں اگر مالک نہیں ملا تو احتیاط کی بنا پر مالک کی طرف سے صدقہ کردے، اور جب مالک کا پتہ

چل جائے تو اسے اختیار ہے کہ اٹھانے والے کو ضامن قرار دیتے ہوئے اس سے اپنا مال وصول کرلے، اور اٹھانے والے کو صدقہ کا ثواب مل جائے گا یا وہ شے کے اٹھانے والے کے کئے پر راضی ہوجائے، اگرچہ سال سے پہلے مالک کی تلاش سے ناامید ہوگیا ہو اور مزید انتظار سے حرج لازم آئے اور حاکم شرعی نے صدقہ کی اجازت دی ہو۔

مسئلہ 403: خود اعلان کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ چیز اٹھانے والا کسی کو اعلان میں نائب قرار دے سکتا ہے جب اطمینان ہو کہ وہ اعلان کرے گا یا کوئی اپنی خوشی سے اعلان کردے۔

مسئلہ 404: کھوئی ہوئی چیز اٹھانے والا ایک سال اعلان کرے اور اس شے کے مالک کا پتہ نہ چلے، اگر حرم سے اٹھائے یعنی مکہ کے حرم اللہ اس کے شرف کو زیادہ کرے تو اس پر احتیاط واجب ہے کہ اسے اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کردے، اور اگر حرم سے نہ اٹھائے بلکہ کسی اور جگہ سے اٹھائے تو اٹھانے والے کو چاہیے کہ ملنے والی شے کی اس کے مالک کے لیے حفاظت کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے یا اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کرے، بہتر آخری صورت ہے۔

مسئلہ 405: اگر کھوئی ہوئی چیز اٹھانے والا ایک سال اعلان کرے اور اس شے کے مالک کا پتہ نہ چلے، اور وہ شے تلف ہوجائے، پھر اس کے بعد مالک کا پتہ چل جائے تو اگر اس نے وہ شے مالک کے لیے محفوظ کرکے رکھی ہوئی تھی اور اس کی حفاظت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی ہو تو وہ ضامن نہیں ہوگا، اور اگر اس نے وہ شے اپنی ملکیت میں قرار دے دی ہو تو وہ شے مالک کو دے دے، اور اگر مالک کی طرف سے صدقہ کرچکا ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ وہ صدقہ پر راضی ہوجائے یا اس کے بدل کا مطالبہ کرے۔

مسئلہ 406: اگر کھوئی ہوئی چیز اٹھانے والا جان بوجھ کر اعلان نہ کرے تو گناہگار ہوگا، اور اس کا وجوب ساقط نہیں ہوگا، گناہگار ہونے کے بعد اس پر واجب ہے کہ اعلان کرے، اگرچہ اتنی مقدار میں ہو کہ جس میں مالک تک پہنچنے میں مایوسی حاصل ہوجائے۔

مسئلہ 407: اگر کسی دیوانے یا نابالغ بچے کو کوئی گری پڑی چیز ملے جس کی بابت اعلان کرنا واجب ہوتا ہے، تو اس کا ولی اس چیز کے بارے میں اعلان کرسکتا ہے، بلکہ واجب ہے اور اس پر سابقہ احکام جاری ہوں گے۔

مسئلہ 408: اگر سال سے پہلے گری ہوئی چیز تلف ہوجائے اگر اس نے حکم شرعی کی تطبیق میں کوتاہی اور حفاظت میں تجاوز نہ کیا ہو، تو کوئی حرج نہیں ہے، ورنہ سابقہ احکام کے مطابق واجب ہے کہ اس کے بدلے میں حکم شرعی کی تطبیق کی

جائے اور وہ مثل ہے یا قیمت ہے۔

مسئلہ 409: اگر کسی کو مال ملے اور اسے اپنی چیز سمجھتے ہوئے اٹھالے اور بعد میں اسے پتہ چلے کہ وہ اس کا اپنا مال نہیں ہے، تو یہ لقطہ ہوگا، اس پر گزشتہ احکام کا جاری کرنا واجب ہے۔

مسئلہ 410: گری ہوئی چیز کے ملنے پر اس کا اعلان کرنا جس میں اس کی صفات اور جنس کو بیان کرے جس سے اس کے مالک کا پتہ چل سکے، اس سے زیادہ نہ کرے جس سے مالک کے علاوہ کوئی دوسرا دعوی کرنے کی فرصت حاصل کرسکے، یہ چیزوں کے حساب سے مختلف ہے، گاہے جنس بعید پر اکتفاء کیا جاتا ہے، اور گاہے شے یا مال یا کچھ رقم کہا جاتا ہے، پس پہلا دوسرے سے بہتر ہے اور دوسرا تیسرے سے بہتر ہے، اور اسی طرح اعلان کیا جائے۔

مسئلہ 411: اگر کوئی گری ہوئی چیز کا دعوی کرے اور اس سے اس کے اوصاف اور نشانیوں کے بارے سوال کیا جائے اور وہ صحیح بتادے، جس سے اطمینان حاصل ہو جائے کہ یہ اسی کا مال ہے، جیسا کہ غالب یہی ہے، تو وہ شے اسے دے دی جائے، اور جن اوصاف کی طرف مالک توجہ نہیں کرتا ہے، اُن کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہے، اطمینان کا حاصل کرنا مہم ہے جس سے پتہ چل جائے کہ مدعی ہی اس شے کا مالک ہے۔

مسئلہ 412: جس گری ہوئی شے کی قیمت درہم یا اس سے زیادہ ہو اگر اسے اٹھانے والا اعلان نہ کرے، اور اسے مسجد یا لوگوں کے اجتماع کی جگہ پر رکھے اور وہاں سے کوئی اور شخص اٹھالے یا وہ شے تلف ہو جائے تو اسے اٹھانے والا اس کا ضامن ہے۔

مسئلہ 413: اگر گری ہوئی شے کا تعلق ایسی شے سے ہو جو زیادہ عرصہ باقی نہ رہ سکتی ہو، اور سال تک اس کی حفاظت نہ ہو سکتی ہو، تو اٹھانے والا اسے رکھ لے اور جیسا چاہے تصرف کر سکتا ہے، اور وہ مالک کو اس کی قیمت دے، یا حاکم شرعی سے اجازت لے کر فروخت کردے یا ممکن ہو تو اس کا وکیل اس کی قیمت کی مالک کے لیے حفاظت کرے، بنابراحتیاط کے لیے اعلان کرنا ساقط نہیں ہوگا، بلکہ اس کی خصوصیات کو حفظ کرنے کے بعد سال بھر اعلان کرے، اگر اس کا مالک مل جائے تو اسے قیمت دے دے اور اگر اس کا مالک نہ ملے تو مالک کی طرف سے اُس ضمانت کے ساتھ اس کی کیفیت کے مطابق جسے ہم نے ذکر کیا ہے، صدقہ کردے، یا بلا ضمانت کے اپنے پاس امانت کے طور پر رکھ لے، گری ہوئی چیز اٹھانے والا اسے خود صدقہ کر سکتا ہے جب اسے فروخت نہ کر سکے یا اس میں نقصان ہو یا حرج ہو یا اپنے اوپر خرچ نہ کرنا چاہتا ہو اور اگر سال سے پہلے تصرف کرنا ہو تو اس کی بابت حاکم شرع سے اجازت لے۔

مسئلہ 414: اگرگری ہوئی شے نماز کی حالت میں ساتھ ہوتواس سے نماز باطل نہیں ہوتی ،خصوصاً جب اس کا قصد یہ ہوکہ اس کا مالک تلاش کر کے اسے اس کے حوالے کرنا ہے۔

مسئلہ 415: اگرکسی شخص کا جوتا اٹھالیا جائے اوراس کی جگہ پر کوئی اور جوتا رکھ دیا جائے اوراگر وہ شخص جانتا ہوکہ جو جوتا رکھا ہے، وہ اس شخص کا مال ہے جواس کا جوتا لے گیا ہے اوروہ اس بات پر راضی ہوکہ جو جوتا وہ لے گیا ہے اس کے عوض اس کا جوتا رکھ لے تو وہ اپنے جوتے کے بجائے وہ جوتا رکھ سکتا ہے اوراگر وہ چاہتا ہوکہ وہ شخص اس کا جوتا ناحق اورظلم کے طور پر لے گیا ہے، تب بھی یہی حکم ہے لیکن اس صورت میں ضروری ہے کہ اس جوتے کی قیمت اس کے اپنے جوتے کی قیمت سے زیادہ نہ ہوورنہ زیادہ قیمت کے متعلق مجہول المال کا حکم جاری ہوگا، اوران دوصورتوں کے علاوہ اس جوتے پر مجہول المالک کا حکم جاری ہوگا۔

مسئلہ 416: جو مال انسان کے پاس ہواگر وہ مجہول المالک ہو(یعنی اس کے مالک کا علم نہ ہواوراس پر لفظ گمشدہ کا اطلاق نہ ہوتا ہو) جیسے وہ زائد مال جس کی بابت لوگوں کے ساتھ تجارتی بازار میں معاملہ کیا جاتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اگراس کے مالک کی رضایت ثابت ہوتواس میں تصرف کرنا جائز ہے، اوراگرایسا نہ ہوتو مالک کے مجہول ہونے کی صورت میں مالک کوتلاش کرنا واجب ہے اوراگر مالک کے ملنے سے مایوس ہوجائیں تو اسے صدقہ کردیا جائے، اوراحوط یہ ہے کہ حاکم شرع کی اجازت سے صدقہ دے اوراگر بعد میں مال کا مالک مل جائے تو بھی اس مال کی ذمہ داری کسی پر نہیں ہے۔

گمشدہ حیوان کے بارے میں مسائل

مسئلہ 417:جب کسی کو پالتو حیوان غیر آباد علاقے میں ملے جو کسی کی ملکیت ہو، جیسے بیابان، پہاڑ، جنگل اور دوسرے خالی مقامات جہاں رہائش نہ ہو، اگر حیوان اپنی حفاظت کرسکتا ہو، اور بڑی جسامت یا تیز دوڑنے یا طاقت کی وجہ سے خود سے درندوں کو دور کرسکتا ہو، جیسے اونٹ، گھوڑا، بھینس اور بیل وغیرہ تو اس کا پکڑنا جائز نہیں ہے، خواہ گھاس و پانی میں ہو یا گھاس و پانی میں نہ ہو، جب صحیح وسالم ہو اور گھاس و پانی کی طرف کوشش کرنے پر قوت رکھتا ہو، اگر اسے پالینے والا پکڑ لے تو گناہگار اور ذمہ دار ہوگا، اس پر اس کا خرچہ کرنا واجب ہے، اس کے لیے مالک کی طرف رجوع کرنا ضروری نہیں ہے، اور جب اس سے دانہ، پانی پورا کرسکے جیسے اس کے دودھ اور پشم سے تو پکڑنے والے پر لازم ہے کہ اس کی مثل یا اس کی قیمت دے، اس پر سوار ہو یا سامان لادے تو اس کی اجرت دے، وہ اپنی ذمہ داری سے بری نہیں ہوسکتا مگر جب وہ اسے اس کے مالک کے سپرد کردے، ہاں مالک تک پہنچنے سے مایوس ہوجائے اور اسے مالک کا پتہ بھی نہ چلے تو حاکم شرع کی اجازت سے مالک کی طرف سے صدقہ کردے۔

مسئلہ 418:جب مذکورہ حیوان خود کو درندوں سے محفوظ نہ رکھ سکتا ہو، تو اس کا پکڑنا جائز ہے جیسے بکری، اونٹ و گائے وگھوڑے اور گدھے کے بچے، اگر کوئی انہیں پکڑ لے تو جہاں سے پکڑے وہاں اعلان کرئے اور احوط ہے کہ ایک سال پکڑنے والی جگہ پر بھی اعلان کرئے، اگر مالک کا پتہ نہ چل سکے تو وہ اسے اپنی ملکیت قرار دے سکتا ہے اور اسے بیچ سکتا ہے، کھا سکتا ہے۔

مشہور کہتے ہیں کہ وہ اس صورت میں اس کی قیمت کا ذمہ دار ہے، لیکن ظاہر ہے یہ ذمہ داری مالک کے مطالبہ سے مشروط ہے، پس جب اس کا مالک آئے اور قیمت کا مطالبہ کرئے تو پکڑنے والے پر اس کی قیمت کا دینا واجب ہے، نیز اسے اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ مالک کا پتہ چل جائے، اس صورت میں وہ ضامن نہیں ہوگا۔

مسئلہ 419:اگر کسی حیوان کو اس کا مالک راستے میں چھوڑ جائے اور اُس سے منہ پھیر جائے تو ہر کوئی اسے اپنی ملکیت بنا سکتا ہے یہ اصلی مباحات کی مانند ہے، اسے پکڑنے والے پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اور اگر مشکلات کے پیش نظر چھوڑ جائے اس لیے کہ وہ اسے پال نہ سکتا ہو اور اس نے اپنے حیوان کو جس جگہ چھوڑا ہو، جہاں پانی وگھاس کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے، وہ حیوان زندگی نہ کرسکتا ہو، اور نہ ہی ان کے حاصل کرنے کی طاقت رکھتا ہو، تو ہر کوئی اسے پکڑ کر اپنی ملکیت قرار دے سکتا ہے۔

لیکن اگر حیوان وہاں زندگی کرسکتا ہو، تو کوئی اسے پکڑ کر اپنی ملکیت قرار نہیں دے سکتا، اب کوئی اسے پکڑ لے تو اس کا ذمہ دار اور ضامن ہوگا، یہی حکم ہے اگر وہ اسے مشکلات کی وجہ سے چھوڑ دے جس کے لیے اس کی نیت ہو کہ اسے خطرہ لاحق ہونے سے پہلے لے جاؤں گا۔

مسئلہ 420: جب حیوان آبادی میں رہائشی علاقے میں ہو، جہاں وہ امان میں ہوتا ہے، جیسے شہر اور دیہات اور اس کے اردگرد کے علاقے تو کوئی وہاں سے حیوان پکڑ نہیں سکتا ہے، اور اگر کوئی پکڑے گا تو اس کا ذمہ دار ہوگا، اس پر اعلان کرنا واجب ہے، مالک کے ملنے تک وہ اس کے پاس ضمانت کے طور پر رہے گا اور اگر مالک تک رسائی حاصل نہ ہوسکے تو حاکم شرع کی اجازت سے صدقہ کردے، ہاں اگر عادتاً بعض وجوہات کی بنا پر تلف سے امان نہ ہو، تو اس پر غیر آباد والا حکم لگانا بعید نہیں ہے، یعنی اعلان کے بعد ملکیت بنا سکتا ہے اور اس کا ذمہ دار ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ 421: اگر کسی کی مرغی یا اس کے بچے کسی انسان کے گھر میں داخل ہوں تو اسے انہیں پکڑنے کی اجازت نہیں ہے، انہیں گھر سے نکال سکتا ہے، تاکہ وہ اپنے مالک تک پہنچ جائیں، جب وہ انہیں نا پکڑے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے مگر جب ان کے تلف ہوجانے کا خوف ہو، اور اگر اسے پکڑ لے تو اس پر مجہول المالک والا حکم جاری ہوگا، اس کا اعلان کروائے یہاں تک کہ مالک کا پتہ لگانے سے مایوس ہوجائے، مالک نہ ملے تو صدقہ کردے اور اگر بعد میں مالک کا پتہ چل جائے تو اُس کا ضامن نہ ہونا بعید نہیں ہے۔

مسئلہ 422: اگر گمشدہ کا حاصل کرنا خرچ واخراجات کی نیاز رکھتا ہو، اور کوئی خوشی سے خرچ کرنے کے لیے تیار ہو تو وہ خرچ کرے اور اگر کوئی خوشی سے خرچ کرنے کو تیار نہ ہو تو اس کے مال سے خرچ کرے اور مالک کی طرف رجوع کرے، جب خرچ سے رجوع کا قصد ہو اور اس کا پکڑنا مشروع ہو۔

مسئلہ 423: جب گمشدہ شے کے لیے منفعت یا منافع ہو، اسے پکڑنے والا اسے پورا کرے تو وہ خرچے کا بدل ہوگا (اس مورد میں جہاں مالک پر خرچ کی بابت رجوع جائز ہوتا ہے) لیکن ضروری واقوی ہے کہ یہ قیمت کے حساب سے ہو۔

مسئلہ 424: گمشدہ بچہ ہو جس کی کفالت کرنے والا کوئی نہ ہو اور وہ مستقل نہ ہو اور اپنے سے ضرر کو دور نہ کرسکتا ہو، اسے پکڑ لینا مستحب ہے، بلکہ اگر اس پر اس کی حفاظت موقوف ہو تو واجب کفائی ہے، اعلان کرنا واجب ہے، جب ثابت ہو کہ اسے اس کے گھر والوں نے چھوڑا نہیں ہے، اور ان کی طرف چھان بین اور اعلان سے پہنچنے کا احتمال ہو۔

مسئلہ 425: جو شخص کھوئے ہوئے بچے کو پائے وہ اس کی حفظ اور اپنے پاس رکھنے کی ذمہ داری اور ضروری تربیت کے لیے زیادہ حق رکھتا ہے، یہاں تک کہ بالغ ہوجائے، اس بچے کے ماں باپ اور ان کے وصی کے علاوہ کسی کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لے کر اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے لے۔

مسئلہ 426: جو شخص کھوئے ہوئے بچے کو پائے وہ اسے اپنا لے پالک قرار نہیں دے سکتا ایسا کرئے گا تو اس پر بیٹے، باپ اور ماں کے احکام مترتب نہیں ہوں گے۔

***

ذبح و شکار

- ذبح ونحر کے آداب۔۔
- اسلحہ سے شکار ۔۔
- کتے سے شکار۔۔
- مچھلی اور ٹڈی کا شکار۔۔
- کھانے پینے کے آداب۔۔

ذبح کے احکام

مسئلہ 427: حیوان جنگلی ہو یا پالتو ہو اور اس کا کھانا حرام نہ ہو، اگرچہ کسی عارض کی وجہ سے ہو، اور جس حیوان کا کھانا حرام ہے اسے کھانے پینے کے احکام میں بیان کیا جائے گا، اگر حلال گوشت حیوان کو اس ترتیب کے ساتھ ذبح کیا جائے جو اس باب میں آئے گی، اور اس کی روح نکل جائے تو اس کا گوشت کھانا حلال ہو جاتا ہے، یہ اونٹ و مچھلی وٹڈی کے علاوہ دوسرے جانوروں کے لیے ہے، اور ان تین کا تزکیہ بغیر ذبح کے ہوتا ہے اس کی وضاحت آیندہ مسائل میں ہوگی۔

مسئلہ 428: جنگلی حیوان جن کا گوشت کھانا حلال ہے جیسے ہرن، اور پالتو حیوان جن کا گوشت کھانا حلال ہے اور وہ جنگلی بن جائے جیسے خشکی والی بھینس، اگر اسے اس دستور کے مطابق شکار کیا جائے جس کا بعد میں ذکر کیا جائے گا تو پاک اور حلال ہے لیکن حلال گوشت والے پالتو حیوان جیسے بھیڑ و گھریلو مرغ و گائے، اور حلال گوشت والے وہ جنگلی حیوان جو تربیت سے پالتو بن جائیں، شکار کرنے سے پاک اور حلال نہیں ہوتے۔

مسئلہ 429: حلال گوشت والا جنگلی حیوان شکار کرنے سے اس صورت میں پاک اور حلال ہوتا ہے، جب وہ بھاگ سکتا ہو یا اُڑ سکتا ہو، لہذا ہرن کا بچہ جو بھاگ نہ سکتا ہو اور چکور کا بچہ جو اُڑ نہ سکتا ہو شکار کرنے سے پاک اور حلال نہیں ہوتے اور اگر کوئی شخص ہرنی کو اس کے ایسے بچے کو جو بھاگ نہ سکتا ہو ایک ہی تیر سے شکار کرے تو ہرنی حلال اور اس کا بچہ حرام ہوگا۔

مسئلہ 430: حرام گوشت والا وہ حیوان جیسے مچھلی جو رگوں میں خون نہ رکھتا ہو اس کا مردہ پاک ہے لیکن ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتا۔

مسئلہ 431: حرام گوشت والا وہ حیوان جیسے سانپ جو رگوں میں خون نہ رکھتا ہو اس کا مردہ پاک ہے لیکن ذبح کرنے یا شکار کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتا۔

مسئلہ 432: کتا اور سور ذبح کرنے اور شکار کرنے سے پاک نہیں ہوتے اور ان کا گوشت کھانا بھی حرام ہے اور

وہ حرام گوشت والا حیوان جو بھیڑیئے اور چیتے کی طرح چیر پھاڑ کرنے والا اور گوشت کھانے والا ہو اگر اسے اس دستور کے مطابق ذبح کیا جائے، جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا یا تیر وغیرہ سے شکار کیا جائے تو پاک ہے لیکن اس کا گوشت حلال نہیں ہوتا اور اگر اس کا شکار شکاری کتے کے ذریعہ سے کیا جائے تو اس کا بدن پاک ہونے میں بھی اشکال ہے۔

مسئلہ 433: ہاتھی، ریچھ، بندر، اور وہ حشرات جو سوسمار اور چوہا کی طرح زمین میں رہتے ہوں اگر وہ رگوں میں خون رکھتے ہوں اور اپنے آپ مرجائیں تو نجس ہیں، لیکن احوط ہے کہ اگر انہیں ذبح کیا جائے یا اسلحہ کے ذریعہ شکار کیا جائے تو ان کا گوشت اور کھال پاک نہیں ہیں۔

مسئلہ 434: اگر زندہ حیوان کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلے یا نکالا جائے تو اس کا گوشت کھانا حرام ہے۔

ذبح کا طریقہ

مسئلہ 435: ذبح کا معتبر طریقہ یہ ہے: اس کی گردن کی چار بڑی رگوں کو مکمل طور پر کاٹا جائے اور ان میں صرف شگاف ڈالنے میں اشکال ہے، اور صرف حلق کاٹنا کافی نہیں ہے اور معروف یہ ہے کہ گلے کی گرہ کے نیچے سے کاٹا جائے ان چار رگوں کا صرف باہر سے کاٹنا کافی نہیں ہے اور وہ چار رگیں سانس کی نالی اور کھانے کی نالی اور دو موٹی رگیں ہیں جو سانس کی نالی کے دونوں طرف ہوتی ہے۔

مسئلہ 436: چاروں رگیں حیوان کی جان نکلنے سے پہلے کاٹنا معتبر ہے، پس اگر ذبح کرنے والا کچھ رگوں کو کاٹے اور کچھ کو چھوڑ دے اور اس کی جان نکل جائے اور اس کے بعد باقی رگوں کو کاٹے تو جانور حرام ہو جائے گا۔

ظاہراً پے در پے رگیں کاٹنا معتبر نہیں ہے، اور اگر حیوان کی روح نکلنے سے پہلے رگوں کو کاٹا جائے مگر حسب معمول مسلسل نہ کاٹی جائیں وہ حیوان حلال ہوگا اگرچہ احتیاط اولی اور احسن یہ ہے کہ مسلسل کاٹی جائیں۔

مسئلہ 437: اگر چاروں رگوں کو غیر شرعی طور پر کاٹا جائے جیسے کوئی شخص جانور کی گردن پر آلہ مارے اور گردن کٹ جائے یا بھیڑیا دانتوں سے کاٹ ڈالے یا ایسا کچھ اور ہو جائے اور حیوان میں زندگی باقی رہے، اگر اصلاً رگیں باقی نہ رہیں یا حلق سے کوئی شے باقی نہ رہے، جس سے ذبح کی صلاحیت موجود ہو، پس اس کا کھانا حلال نہیں ہے اور بنابر احتیاط لازم اسی طرح ہے جب گردن سر کے ساتھ لٹکی ہوئی ہو یا بدن کے ساتھ ملی ہوئی ہو، ہاں اگر کٹا ہوا حصہ ذبح والا مقام نہ ہو اور حیوان زندہ ہو تو ذبح کرنے سے اس کا کھانا حلال ہوگا۔

ذبح کے شرائط

مسئلہ 438: حیوان کو ذبح کرنے کی چند شرائط ہیں:

اول۔ جو شخص کسی حیوان کو ذبح کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان ہو اور وہ مسلمان بچہ بھی جو ممیز ہو یعنی اچھے برے کی پہچان رکھتا ہو، حیوان کو ذبح کر سکتا ہے، لیکن کفار اور ان فرقوں کے لوگ جو کفار کے حکم میں ہیں (جیسے غلات، خوارج، نواصب، یہودی اور عیسائی) کسی حیوان کو ذبح نہیں کر سکتے ہیں۔

دوم۔ حیوان کو اس شے سے ذبح کیا جائے جو لوہے کی بنی ہوئی ہو، لوہے سے مراد وہ شے ہے جو معروف عنصر سے وسیع مفہوم رکھتی ہو پس جو شے لوہے اور کسی دوسری شے سے مخلوط ہو جیسے اسٹیل، اسٹیلنس سے ذبح کرے۔

لیکن اگر لوہے کی شے دستیاب نہ ہو اور صورت یہ ہو کہ اگر حیوان کو ذبح نہ کیا جائے تو وہ مر جائے گا یا کوئی ضرورت اسے ذبح کرنے کی مقتضی ہو تو اسے ایسی تیز شے جیسے شیشہ اور پتھر سے ذبح کیا جا سکتا ہے جو اس کی چاروں رگیں جدا کر دے۔

سوم۔ ذبح کرتے وقت حیوان کا منہ، ہاتھ، پاؤں، اور پیٹ قبلہ کی طرف ہوں، جب حیوان کو لیٹا یا ہوا ہو، چہرہ اور ہاتھ کا قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں ہے، اور اگر حیوان کھڑا ہو یا بیٹھا ہو تو ایسی کیفیت اختیار کی جائے جس سے رو بقبلہ متحقق ہو جائے۔

اور جو شخص جانتا ہو کہ ذبح کرتے وقت حیوان کو رو بقبلہ ہونا چاہیے اگر وہ جان بوجھ کر اس کا منہ قبلہ کی طرف نہ کرے تو حیوان حرام ہو جاتا ہے لیکن اگر ذبح کرنے والا بھول جائے یا مسئلہ نہ جانتا ہو یا قبلہ کے بارے میں اسے اشتباہ ہو یا یہ نہ جانتا ہو کہ قبلہ کس طرف ہے یا حیوان کا منہ قبلہ کی طرف نہ کر سکتا ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے اور احتیاط اولی یہ ہے کہ ذبح کرنے والا بھی رو بقبلہ ہو۔

چہارم۔ جب کوئی شخص کسی حیوان کو ذبح کرنا چاہے یا ذبح کرنے کی نیت سے اس کے گلے پر چھری رکھے تو خدا کا نام لے، اور اگر صرف بسم اللہ یا اللہ اکبر یا لفظ جلالت کہہ دے تو کافی ہے، اور اگر ذبح کرنے کی نیت کے بغیر خدا کا نام لے تو وہ حیوان پاک نہیں ہوتا، اور اس کا گوشت کھانا بھی حرام ہے، لیکن اگر بھول جانے کی وجہ سے خدا کا نام نہ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

پنجم۔ ذبح کے وقت حیوان سے معمول کے مطابق خون نکلے، اور اگر یہ خون نہ نکلے یا کم نکلے جس میں خون کی

نوع موجود ہو جس سے پتہ چلے کہ ذبح کے وقت حیوان زندہ نہیں تھا تو اس کا گوشت کھانا حلال نہیں ہوگا، اگر ایسی صورت نہ ہو جیسے حیوان کے بہت زیادہ خون کے نکل جانے کے بعد ذبح کرے تو اب تھوڑا خون نکل جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ششم۔ ذبح ہونے کے بعد حیوان حرکت کرے، اگرچہ مثال کے طور پر صرف آنکھ یا دم کو حرکت دے یا اپنا پاؤں زمین پر مارے اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب ذبح کرتے وقت حیوان کا زندہ ہونا مشکوک ہو، ورنہ اس کا حرکت کرنا معتبر نہیں ہے۔

مسئلہ 439: احوط یہ ہے کہ ذبح والے مقام سے ذبح کیا جائے، پس گردن سے ذبح کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ احوط ہے کہ چھری کو ذبح والے مقام پر رکھا جائے اور رگوں کو کاٹا جائے پس چھری کو رگوں کے نیچے سے ڈال کر اوپر کی طرف کاٹنا کافی نہیں ہے۔

مسئلہ 440: احوط یہ ہے کہ حیوان کی روح نکلنے سے پہلے جان بوجھ کر سر کا جدا کرنا حرام ہے، اس سے حیوان حرام نہیں ہوتا ہے اور اگر غفلت سے یا چھری کی نفاست اور تیزی کی وجہ سے سر جدا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اسی طرح حیوان کی جان نکلنے سے پہلے جان بوجھ کر اس کی گردن کی ہڈی کا کاٹنا ہے جو ہڈی کے اندر سفید دھاگہ ہوتا ہے۔

اونٹ کو نحر کرنے کا طریقہ

مسئلہ 441: اگر اونٹ کو نحر کرنا ہو تا کہ اس کی جان نکلنے کے بعد وہ پاک اور حلال ہو جائے تو ضروری ہے کہ ان پانچ شرائط کے ساتھ جو حیوان کو ذبح کرنے کے لیے بتائی گئی ہیں، چھری یا نیزہ جو لوہے کا ہو اور کاٹنے والا ہو اونٹ کی گردن اور سینے کی درمیانی گہرائی میں گھونپ دے۔

مسئلہ 442: جب چھری اونٹ کی گردن میں گھونپنا مقصود ہو تو جائز ہے کہ اونٹ گھٹنے کے بل زمین پر ٹیک لگائے ہو یا کسی پہلو لیٹا ہو اور اس کے بازو، پاؤں اور سینہ رو بقبلہ ہو بہتر ہے کہ اسے کھڑی حالت میں نحر کیا جائے۔

مسئلہ 443: اونٹ کو نحر کرنے کی بجائے ذبح کیا جائے، یا بکری وگائے وغیرہ کو ذبح کرنے کی بجائے نحر کیا جائے تو ان کا گوشت کھانا حرام اور بدن نجس ہو جائے گا، ہاں اگر اونٹ کی چاروں رگیں کاٹ دی جائیں اور پھر اس کی روح نکلنے سے پہلے نحر کر دیا جائے یا بکری کو نحر کیا جائے اور پھر مرنے سے پہلے ذبح کر دیا جائے تو ان کا گوشت حلال اور بدن پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ 444: اگر حیوان کا ذبح کرنا یا اس کا نحر کرنا اس کی سرکشی یا اس کے کنویں میں گرنے یا جگہ کے تنگ ہونے

کی وجہ سے متعذر رودشوار ہو،جس سے وہ ذبح والی جگہ تک نہ پہنچ سکتے ہوں اوراس کے وہاں مرنے کا خوف ہوتواس کے بدن پر جہاں کہیں بھی نیزے اورچھری سے زخم لگایا جائے جس سے اس کی جان نکل جائے تواس حیوان کا کھانا حلال اور بدن پاک ہے،اوراس کا روبقبلہ ہونا ضروری نہیں ہے،لیکن ضروری ہے کہ دوسری شرائط جو حیوان کوذبح کرنے کے بارے میں بیان ہوئی ہیں،اس میں موجود ہوں۔

ذبح اورنحر کے آداب

مسئلہ 445: بکری کوذبح کرتے وقت مستحب ہے کہ اس کے ہاتھوں اورایک ٹانگ کو باندھ کر دوسری کوآزاد چھوڑ دیا جائے،اوراس کی اون یا بالوں کواس کے ٹھنڈا ہونے تک پکڑ کے رکھا جائے،اور گائے کوذبح کرتے وقت اس کے ہاتھوں اور پیروں کو باندھا جائے اوردم کوکھلا رکھا جائے اوراونٹ کونحر کرتے وقت اگر وہ بیٹھا ہوتواس کے دونوں ہاتھ نیچے سے گھٹنے تک یا بغل کے نیچے ایک دوسرے سے باندھ دیئے جائیں اوراس کے پاؤں کھلے رکھے جائیں اور پرندے کوذبح کرنے کے بعد چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ اپنے پر اور بال پھڑ پھڑا سکے۔

حیوان کوذبح یا نحر کرنے سے پہلے پانی پلانا مستحب ہے،اور مستحب ہے کہ ذبح ونحر کے وقت حیوان سے ایسا معاملہ کرے جس سے اسے اذیت اور تکلیف سے دور رکھا جائے،باین طور کہ چھری خوب تیز کرلیں اوراسے جلدی ذبح کریں۔

ذبح اورنحر کے مکروہات

مسئلہ 446: چند چیزیں حیوانات کوذبح کرتے وقت مکروہ ہیں:

۱۔حیوان کی جان نکلنے سے پہلے اس کی کھال اتارنا۔

۲۔شب جمعہ یا روز جمعہ ظہر سے پہلے حیوان کوذبح کرنا،ہاں اگر ایسا کرنا ضرورت کے تحت ہوتواس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

۳۔حیوان کوایسی جگہ ذبح کرنا جہاں دوسرا حیوان اسے دیکھ رہا ہو۔

۴۔جس چوپائے کوانسان نے پالا ہواس کا خود ذبح کرنا۔

اسلحہ سے شکار کرنے کے آداب

مسئلہ 447: اگر حلال گوشت جنگلی حیوان کا شکار اسلحہ سے کیا جائے تواس کے حلال اور پاک ہونے کے چند

شرائط ہیں:

۱۔شکار کا ہتھیار جیسے تلوار، چھری اور خنجر اور دیگر کاٹنے والے ہتھیار، یا نیزے اور تیر کی طرح تیز ہونے کی وجہ سے حیوان کے بدن کو چاک کر دے اور اگر حیوان کا شکار جال یا لکڑی یا پتھر یا ان جیسی چیزوں کے ذریعہ کیا جائے تو پاک نہیں ہوتا اور اس کا کھانا حرام ہے اور اگر حیوان کا شکار بندوق سے کیا جائے اور اس کی گولی اتنی تیز ہو کہ حیوان کے بدن میں گھس جائے اور اسے چاک کر دے تو وہ حیوان پاک اور حلال ہے اور اگر گولی تیز نہ ہو بلکہ دباؤ کے ساتھ حیوان کے بدن میں داخل ہو اور اسے مار دے یا اپنی گرمی کی وجہ سے اس کا بدن جلا دے اور اس کے جلنے کے اثر سے حیوان مر جائے تو اس کے گوشت کی حلیت اور طہارت کا حکم مشکل ہو جائے گا۔

۲۔شکاری مسلمان ہونا چاہیے یا ایسا مسلمان بچہ ہو جو اچھے برے کی سمجھ رکھتا ہو اور کافر کا شکار حلال نہیں ہے، یہی حکم ہے اس شخص کا جو اہل بیت علیہم السلام سے عداوت رکھتا ہے۔

۳۔شکاری ہتھیار کو شکار کرنے کے لیے استعمال کرے اور مثلاً کوئی شخص کسی جگہ کو نشانہ بنا رہا ہو اور اتفاقاً ایک حیوان مار دے تو وہ حیوان حلال نہیں ہے۔

۴۔ہتھیار چلاتے وقت شکاری اللہ کا نام لے اور اگر جان بوجھ کر اللہ تعالی کا نام نہ لے تو شکار حلال نہیں ہوتا، لیکن اگر بھول جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۵۔اگر شکاری حیوان کے پاس اس وقت پہنچے، جب وہ مر چکا ہو یا اگر زندہ ہو تو ذبح کرنے کے لیے وقت نہ ہو اور مر جائے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔

مسئلہ 448: اگر دو شکاری مل کر شکار کریں، جن میں سے ایک مسلمان ہو اور دوسرا سمی ہو اور دوسرے کا نام جان بوجھ کر نہیں لیا، اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔

مسئلہ 449: شکار کی حلیت میں معتبر ہے کہ قتل میں آلہ مستقل ہو، اور اگر اس میں کسی اور شے کی شراکت ہو، جیسے شکاری شکار کو تیر مارے اور حیوان پانی میں گر کر مر جائے اور شکاری کو علم ہو کہ موت تیر لگنے اور پانی میں گرنے کی وجہ سے ہوئی ہے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے، یہی حال ہے جب شک ہو کہ صرف تیر لگنے سے موت ہوئی ہے، تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔

مسئلہ 450: شکار کے حلال ہونے میں آلہ کا مباح ہونا معتبر نہیں ہے، پس اگر شکار غصبی کتے یا تیر سے کیا جائے

تو شکار حلال اور شکاری کا مال ہوگا صاحب آلہ یا کتے کے مالک کا نہیں ہوگا، لیکن شکاری گناہگار ہوگا، اس پر واجب ہے کہ کتے یا آلہ کی اجرت اس کے صاحب کو دی جائے گی۔

مسئلہ 451: اگر تلوار یا کسی دوسری شے کے ساتھ جس سے شکار کرنا حلال ہو اور اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں اور اسے زندہ نہ پائے یا اسے اس صورت میں پائے مگر اسے ذبح کرنے کے لیے وقت نہ ہو تو ان شرائط کے ساتھ جن کا ذکر مسئلہ ۴۴۷ میں کیا گیا ہے، دونوں حصے حلال ہیں، اور اگر حیوان زندہ ہو لیکن اسے ذبح کرنے کے لیے وقت وسیع ہو تو جس حصے میں سر اور گردن نہ ہو وہ حرام ہے اور جس حصے میں سر اور گردن ہو وہ پاک اور حلال ہے جب اسے شریعت کے مقرر کردہ دستور کے مطابق ذبح کیا گیا ہو۔

مسئلہ 452: اگر لکڑی یا پتھر یا کسی ایسی شے سے جس سے شکار کرنا حلال ہے، کسی حیوان کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں تو وہ حصہ جس میں سر اور گردن نہ ہو وہ حرام ہے، اور اگر حیوان زندہ ہو اور ممکن ہو کہ کچھ دیر زندہ رہے، اور اسے شرع کے مقرر کردہ دستور کے مطابق ذبح کیا جائے تو وہ حصہ جس میں سر اور گردن ہو حلال ہے ورنہ وہ حصہ بھی حرام ہے۔

مسئلہ 453: جب کسی حیوان کا شکار کیا جائے یا اسے ذبح کیا جائے اور اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلے تو اگر اس بچہ کو شرعی دستور کے مطابق ذبح کیا جائے تو حلال ہے ورنہ حرام ہے۔

مسئلہ 454: جب کسی حیوان کا شکار کیا جائے یا اسے ذبح کیا جائے اور اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلے تو اگر اس بچہ کی بناوٹ مکمل ہو اور اس کے بدن پر بال اور اون اُگی ہوئی ہو اور اس کی موت کا سبب اس کی ماں کی موت ہو اور وہ وہ ماں کی موت سے پہلے مرا نہ ہو تو وہ بچہ پاک اور حلال ہے۔

کتے کے ذریعہ سے شکار کرنے کا حکم

مسئلہ 455: اگر شکاری کتا کسی حلال گوشت جنگلی حیوان کا شکار کرے تو اس حیوان کے پاک اور حلال ہونے کے لیے چھ شرطیں ہیں:

۱۔ کتا اس طرح سدھایا ہوا ہو کہ جب بھی شکار کرنے کے لیے بھیجا جائے، چلا جائے، اور جب اسے جانے سے روکا جائے تو رک جائے، ایک قول ہے کہ جب شکاری شکار کے قریب ہو اور اسے دیکھ رہا ہو تو کتا روکنے پر نہ رکتا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور یہ بعید نہیں ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی عادت ایسی ہو کہ جب تک مالک نہ پہنچے شکار کو نہ کھائے لیکن اگر اسے شکار کا خون پینے کی عادت ہو یا اتفاق سے شکار میں سے کچھ کھالے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۔اس کا مالک اسے شکار کے لیے بھیجے اور اگر وہ اپنے آپ شکار کے پیچھے جائے تو کافی نہیں ہے، یہی حال ہے جب کتا اپنے شکار کے پیچھے جائے اور بعد میں اس کا مالک ہانک لگائے تا کہ وہ جلدی شکار تک پہنچے تو اگر چہ وہ مالک کی آواز کی وجہ سے تیز بھاگے پھر بھی احتیاط کی بنا پر اس شکار کو کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۳۔جو شخص کتے کو شکار کے پیچھے لگائے اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان ہو یا مسلمان کا بچہ ہو جو اچھے برے کی تمیز رکھتا ہو اور اگر کافر یا ایسا شخص جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام سے علانیہ دشمنی کا اظہار کرتا ہو، کتے کو شکار کے پیچھے بھیجے تو اس کتے کا شکار حلال نہیں ہے۔

۴۔کتے کو شکار کے پیچھے بھیجتے وقت اللہ تعالی کا نام لے اور اگر جان بوجھ کر اللہ تعالی کا نام نہ لے تو وہ شکار حرام ہے اور اگر بھول جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۵۔شکار کو کتے کے کاٹنے سے جو زخم آئے وہ اس سے مرے پس اگر کتا شکار کا گلا گھونٹ دے یا شکار دوڑنے یا ڈرنے سے مر جائے تو حلال نہیں ہے۔

۶۔جس شخص نے کتے کو شکار کے پیچھے بھیجا ہو اگر وہ شکار کئے گئے حیوان کے پاس اس وقت پہنچے جب وہ مر چکا ہو یا اگر زندہ ہو اور اسے ذبح کرنے کے لیے وقت نہ ہو اور اگر ایسے وقت پہنچے جب اسے ذبح کرنے کے لیے وقت ہو لیکن وہ حیوان کو ذبح نہ کرے حتی کہ وہ مر جائے تو وہ حیوان حلال نہیں ہے۔

مسئلہ 456: جس شخص نے کتے کو شکار کے پیچھے بھیجا ہو، اگر وہ شکار کے پاس اس وقت پہنچے جب وہ زندہ ہو اور وہ اسے ذبح کر سکتا ہو لیکن اگر چھری نکالنے کی وجہ سے یا کسی اور ایسے ہی فعل کی وجہ سے وقت گزر جائے اور حیوان مر جائے تو وہ حلال ہے لیکن اگر اس کے پاس ایسی کوئی شے نہ ہو جس سے حیوان کو ذبح کرے اور وہ مر جائے تو وہ حلال نہیں ہوتا ہے لیکن اس صورت میں کتے کو پیچھے لگا دے تا کہ وہ حیوان کو مار ڈالے تو وہ حیوان حلال ہو جاتا ہے۔

مسئلہ 457: اگر کئی کتے شکار کے پیچھے جائیں اور وہ سب مل کر کسی حیوان کا شکار کریں تو اگر وہ سبھی ان شرائط پر پورا اترتے ہوں جو مسئلہ ۴۵۵ میں بیان ہوئی ہیں تو شکار حلال ہے اور اگر ان میں سے ایک کتا بھی ان شرائط پر پورا نہ اترتا ہو تو شکار حرام ہے۔

مسئلہ 458: اگر کوئی شخص کتے کو کسی حیوان کے شکار کے لیے بھیجے جیسے ہرن اور وہ کتا کوئی دوسرا حیوان شکار کرلے تو وہ شکار حلال اور پاک ہے اور اگر جس حیوان کے پیچھے بھیجا گیا ہو وہ اسے اور ایک دیگر حیوان کو شکار کرلے تو

دونوں حلال اور پاک ہیں۔

مسئلہ 459: اگر متعدد لوگ ایک کتے کو شکار کے پیچھے لگائیں جن میں سے ایک کافر ہو یا جان بوجھ کر خدا کا نام نہ لے تو وہ شکار حرام ہے، نیز جو کتے شکار کے پیچھے بھیجے گئے ہوں اگر ان میں سے ایک کتا اس طرح سدھایا ہوا نہ ہو جیسا کہ مسئلہ ۴۵۵ میں بیان کیا گیا ہے تو وہ شکار نجس اور حرام ہے۔

مسئلہ 460: اگر باز یا شکاری کتے کے علاوہ کوئی اور حیوان کسی حیوان کا شکار کرے تو وہ شکار حلال نہیں ہے لیکن اگر کوئی اس وقت اس حیوان کے پاس پہنچ جائے اور وہ ابھی زندہ ہو اور وہ اسے شرعی دستور کے مطابق ذبح کر لے تو پھر اس کا کھانا حلال ہے۔

مچھلی اور ٹڈی کا شکار

مسئلہ 461: جس مچھلی پر چھلکے ہوں، اگر کسی کے اختیار میں زندہ ہو، خواہ اسے پکڑا جائے یا اسے پانی سے نکالا جائے یا اسے اپنے اختیار میں یوں رکھا جائے کہ جب چاہوں گا پکڑ لوں گا تو وہ پاک ہے، اور اگر مچھلی پانی میں مرجائے اور وہ اختیار میں ہو جیسے اسے حوض میں یا محفوظ رکھنے والی بالٹی یا ٹپ میں رکھا ہوا ہو تو پاک ہے۔

مسئلہ 462: اگر چھلکوں والی مچھلی کو پانی میں سے زندہ پکڑ لیا جائے اور وہ پانی سے باہر آنے کے بعد مرجائے تو پاک ہے اور اس کا کھانا حلال ہے اور اگر پانی میں مرجائے تو پاک ہے لیکن اس کا کھانا حرام ہے، اور جس مچھلی کے چھلکے نہ ہوں وہ حرام ہے۔

مسئلہ 463: اگر مچھلی اچھل کر پانی سے باہر آگرے یا پانی کی لہر اسے باہر پھینک دے یا پانی اتر جائے اور مچھلی خشکی پر رہ جائے اور پکڑنے سے پہلے مرجائے تو حرام ہے۔ ہاں، اگر شکاری جال لگائے یا حوض بنائے جس سے پکڑنے کا عنوان ثابت ہوتا ہو اور اس میں پانی اور مچھلی ہو اور وہ اس کے اندر سے باہر نکالنے سے پہلے مرجائے تو حلال ہے۔

یہی حکم ہے جب اسے کسی آلہ کے ذریعہ سے پانی میں رکھا جائے جس سے مذکورہ معنی متحقق ہو۔

مسئلہ 464: جو شخص مچھلی کا شکار کرے، اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ مسلمان ہو یا مچھلی کو پکڑتے وقت اللہ تعالی کا نام لے پس اگر اسے کافر پکڑے تو بھی اس کا گوشت کھانا حلال ہے۔

مسئلہ 465: جب مچھلی پانی سے نکالی جائے پھر اسے اس حال میں دوبارہ پانی میں ڈال دیا جائے جس سے پکڑنا نہ کہا جائے جیسے اسے جال یا کنڈی میں رکھا جائے اور پھر پانی میں ڈال دیا جائے اور وہ پانی میں مرجائے تو اس

کا گوشت حرام ہے۔

مسئلہ 466: اگر مچھلی پانی کے اوپر غذا نگلنے کی وجہ سے تیرتی ہو، جسے زہر کہتے ہیں، مثال کے طور پر اگر اسے زندہ پکڑ لیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہے اور اگر اس سے پہلے مرجائے تو اس کا کھانا حرام ہے۔

مسئلہ 467: اگر زندہ مچھلی کو بھون لیا جائے یا اسے پانی کے باہر مرنے سے پہلے ذبح کر دیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہے اور بہتر یہ ہے کہ اسے کھانے سے پرہیز کیا جائے۔

مسئلہ 468: اگر پانی سے باہر مچھلی کے دو ٹکڑے کر لیے جائیں اور ان میں سے ایک ٹکڑا زندہ ہونے کی حالت میں پانی میں گر جائے تو جو ٹکڑا پانی سے باہر رہ جائے اسے کھانا حلال ہے، باقی پانی میں مرجائے یا زندہ رہے، اور احتیاط مستحب یہ ہے کہ اسے کھانے سے پرہیز کیا جائے۔

مسئلہ 469: مردہ مچھلی، جب مسلمان کے ہاتھ میں ہو تو اس پر حلال کا حکم لگایا جائے گا، اگرچہ معلوم نہ ہو کہ پکڑنے کے بعد پانی سے باہر مری ہے یا پانی سے نکالنے کے بعد شکار کے آلہ کے اندر مری ہے یا کسی اور سبب سے مری ہے، اسی طرح اس کی حلیت کا حکم لگایا جائے گا، اگرچہ معلوم نہ ہو کہ یہ چھلکے والی ہے، جب مسلمان کے ہاتھ میں ہو اور وہ دوسرے کے سامنے کھانے کے لیے پیش کرے، اور وہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جو چھلکے کے بغیر والی مچھلیوں کو حلال سمجھتے ہیں۔

اگر مردہ مچھلی کافر کے ہاتھ میں ہو، تو اس پر حلال کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اگرچہ اس کے شکار کی اس طرح خبر دے جو اس کے حلال ہونے کا موجب ہو، مگر یہ کہ اس سے ثابت ہو اگرچہ اس کی جہت کشتی کے ذریعہ سے شکار کا اطمینان حاصل ہو جائے جس پر سوار ہو کر مچھلیاں مرنے سے پہلے پانی سے نکالی جاتی ہیں، بہت ہی کم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ مردہ مچھلیوں کو مخلوط کیا جاتا ہو۔

مسئلہ 470: زندہ مچھلی کا کھا کر نگلنا جائز ہے، بہتر ہے کہ اس سے پرہیز کی جائے۔

مسئلہ 471: اگر ٹڈی کو ہاتھ سے یا کسی اور ذریعہ سے زندہ پکڑ لیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اسے پکڑنے والا مسلمان ہو اور اسے پکڑتے وقت اللہ تعالی کا نام لے۔

ہاں، لیکن اگر مردہ ٹڈی کافر کے ہاتھ میں ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے اسے زندہ پکڑا تھا یا نہیں، تو وہ حلال نہیں ہے اگرچہ وہ اس کے تزکیہ کی خبر دے۔

مسئلہ 472: جو ٹڈی خود سے اُڑ سکتی ہو وہ حلال ہے لہذا جس ٹڈی کے پر ابھی تک نہ اُگے ہوں اور اڑ نہ سکتی ہو، اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔

کھانے اور پینے کے احکام

مسئلہ 473: پرندوں میں سے سوائے درندوں کے ہر وہ پرندہ حلال ہے جو پنکھ رکھتا ہو۔

کبوتر، گھریلو مرغی، اور تمام قسم کی چڑیا حلال ہیں۔

اسی طرح تیتر، چکور، کردان (لمبی ٹانگوں بھورے رنگ اور لمبی چونچ والا پرندہ جو رات کو سوتا نہیں ہے)، سرخاب، سارس (جس پرندے کی گردن اور ٹانگیں لمبی مٹیالہ رنگ اور دم چھوٹی اور تھوڑے گوشت والا ہو جو کبھی پانی میں رہتا ہے)، حلال ہے۔ اور ہدہد، ابابیل، مرغا، شکرا، شتر مرغ حلال ہے، اگرچہ ان کا مارنا مکروہ ہے، شتر مرغ، مور بھی حلال ہے۔

لیکن درندے، جو پنجے والے ہوں، خواہ قوی ہو جو پرندے کو اچک لینے پر قدرت رکھتا ہو، جیسے بازی، عقاب یا کمزور ہو جس میں پرندے کو اچک لینے پر قدرت نہ ہو جیسے گدھ، بغاث (سبزی مائل سفید رنگ کا گدھ سے چھوٹا پرندہ) پس یہ کھانا حرام ہے، اس کے ساتھ کوا، اس کی تمام اقسام ملحق کی گئی ہیں حتیٰ کہ احتیاط لازم کی بنا پر چیل کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا گیا ہے، نیز ہر اڑنے والا پرندہ جو پنکھ نہ رکھتا ہو حرام ہے جیسے چمگادڑ، اسی طرح شہد کی مکھی، پروانہ اور احتیاط لازم کی بنا پر دوسرے اڑنے والے حشرات سوائے ٹڈی کے حرام ہیں!

مسئلہ 474: ظاہر ہے کہ ہر پرندہ جو اڑتے وقت پروں کو مارتا کم ہو اور بے حرکت زیادہ رکھتا ہو اور وہ پنجہ رکھتا ہو اس کا گوشت حرام ہے اور جو اڑتے وقت پروں کو زیادہ مارتا ہو اور بے حرکت کم رکھتا ہو اس کا گوشت حلال ہے۔

اس معیار کے مطابق حلال و حرام پرندوں کا فرق معلوم کیا جا سکتا ہے، اُن کے اڑنے کی کیفیت کو دیکھا جائے اور جس پرندے کی اڑان معلوم نہ ہو، اسے اس کے بدن میں موجود پوٹا، سنگدانہ، پنجے کے باہر کانٹا سے تمیز دی جاتی ہے، جس میں ان تین میں سے کوئی ایک شے موجود ہو اس کا گوشت کھانا حلال ہے اور جس میں ان تین میں سے کوئی ایک شے بھی موجود نہ ہو اس کا کھانا حرام ہے۔

مسئلہ 475: سمندری حیوانوں میں سے وہ مچھلی حلال ہے جس کے لیے اصل میں چھلکا ہو اور اگر کسی عارض کی وجہ سے اس کا چھلکا زائل ہو جائے تب بھی حلال ہے۔

اوراس کے علاوہ دوسرے سمندری حیوان حرام ہیں جیسے سمندری گائے، پانی کا مینڈک، کیکڑا اور کچھوا۔

جس مچھلی پر چھلکا موجود نہ ہو وہ حرام ہے جیسے جری اور زمیر، ہاں وہ پرندے جن کو سمندری پرندے کہتے ہیں جیسے سابحہ، غائضہ وغیرہ۔

ان میں سے وہ پرندے حلال ہیں جو خشکی والے پرندوں کی مثل ہیں۔

مسئلہ 476: خشکی والے جانوروں میں حلال جانور یہ ہیں: بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ، گھوڑا، خچر، گدھا اور اس کی تمام اقسام خواہ جنگلی ہوں یا پالتو ہوں، اسی طرح ہرن حلال ہے، ہاں گھوڑا، خچر اور پالتو گدھا ان کا گوشت مکروہ ہے۔

جانوروں میں درندے حرام ہیں، درندہ یعنی جو چیرنے پھاڑنے والا ہو اور اس کے بڑے ناخن اور یا خیں ہوں، خواہ طاقتور ہو جیسے شیر، چیتا، تینوا (جو کتے سے بڑا اور چیتے سے چھوٹا ہے) یا کمزور ہوں جیسے لومڑی، بجو، اسی طرح کتا، بلی، خرگوش، سور، بندر، ہاتھی، ریچھ حرام ہیں اور چھوٹی و موٹی چیونٹیاں حرام ہیں اور جو زمین کے اندر رہتے ہوں، جیسے سوسمار، چوہا، یربوع چوہا، قنفذ چوہا، سانپ اور ان کی مثل۔

کیڑے مکوڑے حرام ہیں حتیٰ احتیاط لازم کے تحت پھلوں کے کیڑے، مگر جن کا زائل کرنا میسر نہ ہو وہ پھل کے ساتھ کھائے جاسکتے ہیں۔

مسئلہ 477: جس جانور کے ساتھ انسان بدفعلی کرتا ہے اگر اس کا گوشت کھانا حلال ہو جیسے گائے، بھیڑ، بکری، اونٹ، اس کا گوشت، دودھ حرام ہو جاتا ہے اور احتیاط لازم کے تحت بدفعلی کے بعد پیدا ہونے والی ان جانوروں نسل حرام ہے اور واجب ہے اسے ذبح کر کے جلا دیا جائے، اور اگر وہ جانور بدفعلی کرنے والے کا مال نہ ہو تو وہ اس کے مالک کو اس کی قیمت ادا کرے اور اگر وہ جانور سواری والا ہو جیسے گھوڑا، خچر اور گدھی تو واجب ہے کہ اسے شہر بدر کر دیا جائے اور دوسرے شہر میں بیچ دیا جائے، بدفعلی کرنے والا اس کا مالک نہ ہو تو اس کے مالک کو اس کی قیمت ادا کرے۔

مسئلہ 478: اگر حلال گوشت حیوان، پرندے اور مچھلی گندگی خور ہو جائیں تو اس کا گوشت، دودھ، انڈے حرام ہو جاتے ہیں، اور جب اس کا استبراء کر دیا جائے تو اس کی یہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں، گندگی خور کا معنی اور استبراء کا طریقہ مطہرات میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ 479: بکری کا بچہ جب سورنی کا دودھ پیئے جس سے اس کی ہڈیاں اور گوشت پختہ ہو جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے، اور اس کی نسل اور دودھ بھی حرام ہے، اور اگر اس کی ہڈیاں اور گوشت پختہ نہ ہو تو احتیاط لازم یہ ہے کہ اس کا

سات دن پاک دودھ پلا کر استبراء کیا جائے، بشرطیکہ وہ رضاعت سے بے نیاز نہ ہو ورنہ اس کا استبراء گھاس اور جو وغیرہ سے کیا جائے گا پھر اس کے بعد وہ حلال ہے۔

احتیاط لازم ہے کہ جو حکم بکری کے بچے کا ہے وہی بچھڑے اور دوسرے تمام حلال گوشت حیوانات کی اولاد کا ہے، البتہ سورنی کے دودھ سے رضاعت والا حکم دوسرے حرام گوشت حیوانوں سے رضاعت والا نہیں ہے۔

حلال گوشت حیوان نجس مائع پی لے جیسے پیشاب اور خون تو حرام نہیں ہوتا ہے۔

ہاں، اگر حیوان شراب پیئے جس سے نشہ میں آ جائے اور اسے اسی حالت میں ذبح کر دیا جائے تو احتیاط لازم یہ ہے کہ اس کے پیٹ کے اندر کی کوئی شے نہ کھائی جائے جیسے آنتیں، اوجڑی، دل، کلیجی وغیرہ اگرچہ دھوڈالا جائے، اس کا گوشت کھانا جائز ہے، لیکن ضروری ہے کہ جسے نجاست لگی ہو اور عین نجاست باقی ہو تو اسے دھویا جائے۔

مسئلہ 480: حلال گوشت حیوان کے جسم کے کچھ اجزاء حرام ہیں:

خون، پاخانہ، عضو تناسل، شرمگاہ، بچہ دانی، غدود یعنی دشول، خصیتین، جو چیز بھیجے میں ہوتی ہے اور چنے کے دانے کی شکل میں ہوتی ہے، حرام مغز جو ریڑھ کی ہڈی میں ہوتا ہے، اور بنابر احتیاط لازم کے وہ رگیں جو ریڑھ کی ہڈی کے دونوں طرف ہوتی ہیں، پتہ، تلی، مثانہ، آنکھ کا ڈھیلا جو صرف دیکھنے والی جگہ ہو نہ کہ آنکھ کے گرد کا سارا جسم۔

یہ سب چیزیں پرندوں، مچھلی اور ٹڈی کے علاوہ دوسرے حیوان میں ہیں۔

پرندوں میں حرام چیزیں: خون اور فضلہ۔

احتیاط لازم ہے کہ ان دو کے علاوہ بھی دوسری چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔

احتیاط واجب ہے کہ مچھلی کے فضلہ، اور خون اور ٹڈی کے فضلہ سے پرہیز کیا جائے۔

ہاں، ان کے پیٹ میں جو ہو، اُسے ان دونوں کے ساتھ کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ 481: مٹی وغیرہ کا کھانا حرام ہے۔ احتیاط لازم ہے کہ خاک اور ریت کا کھانا حرام ہے، البتہ امام حسین علیہ السلام کی تربت (خاک شفا) صرف شفا کی غرض سے تھوڑی سی مقدار میں کھا سکتے ہیں۔

احتیاط واجب ہے کہ خاک شفا کو امام علیہ السلام کی قبر مبارک سے لیا جائے یا اس کے نزدیک سے لیا جائے جسے عرف کہے کہ یہ امام علیہ السلام کی قبر مبارک کے قریب کی خاک ہے، اس مقدار سے زیادہ کو پانی میں ڈال کر حل کر لیں اور شفاء کی امید سے پی لیں۔

مسئلہ 482: ناک کا پانی اور سینے کا بلغم وغیرہ جو منہ میں آجائے تو اس کا نگلنا حرام نہیں ہے، نیز غذا کے نکلنے میں جو خلال کرتے وقت دانتوں کے رخنوں سے نکلے حرام نہیں ہے۔

مسئلہ 483: کسی ایسی شے کا کھانا حرام ہے جو انسان کے لیے سخت نقصان دہ ہو، خواہ وہ ہلاکت کا موجب بنے یا بعض اعضاء کے بے کار ہو جانے کا باعث ہو یا جس سے بعض حواس جاتے رہیں۔

نیز اسے کھانا حرام ہے جس کے کھانے میں ان امور کا احتمال ہو اور عقلاء اس احتمال کی پرواہ کرتے ہوں اگرچہ محتمل کے اہتمام کی جہت سے ہو اور ان کے نزدیک اس کے ساتھ خوف صادق آئے، اگرچہ اس پر نقصان دیر سے مترتب ہو۔

مسئلہ 484: تریاق اور اس کے مواد مخدرات مشتقات کا استعمال حرام ہے، جب انہیں استعمال کرنے کے بعد سخت نقصان کا سامنا کرنا پڑے خواہ زیادہ استعمال کی وجہ سے ہو یا ہمیشہ کے استعمال کی وجہ سے ہو، بلکہ احتیاط لازم ہے کہ اس سے ہمیشہ پرہیز کی جائے مگر مجبوری میں استعمال کر سکتے ہیں، اس صورت میں اتنا استعمال کیا جائے جس سے مشکل حل ہو جائے۔

مسئلہ 485: شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کا پینا حرام ہے، بعض روایات میں ہے کہ یہ گناہ کبیرہ میں سے ہے، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ان الخمر ام الخبائث و راس کل شر، یاتی علی شاربها ساعة یسلب لبه فلا یعرف ربه ولا یترك معصیة الا رکبها ولا یترك حرمة الا انتهکها ولا رحما ماسة الا قطعها ولا فاحشة الا اتاها وان شرب منها جرعة لعنه الله و ملائکته ورسله والمؤمنون وان شربها حتی سکر منها نزع روح الایمان من جسده و رکبت فیه روح سخیفة خبیثة ولم تقبل صلاته اربعین یوما۔

شراب برائیوں کی جڑ اور گناہوں کا منبع ہے، جو شخص شراب پیئے وہ اپنی عقل کو کھو بیٹھتا ہے، اور اس وقت وہ اللہ تعالی کو نہیں پہچانتا، کوئی بھی گناہ کرنے سے پرہیز نہیں کرتا، کسی شخص کا احترام نہیں کرتا، اپنے قریبی رشتہ داروں کے حقوق کی رعایت نہیں کرتا، کھلم کھلا برائی کرنے سے بھی منہ نہیں پھیرتا، ایمان اور خداشناسی کی روح اس کے بدن سے نکل جاتی ہے، اور ناقص خبیث روح جو خدا کی رحمت سے دور ہوتی ہے، اس کے بدن میں رہ جاتی ہے، خدا و فرشتے و انبیاء اور

مؤمنین اس پر لعنت بھیجتے ہیں، چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ ہوگا، اور اس کی زبان منہ سے باہر نکلی ہوئی ہوگی، اس کے منہ کا لعاب اس کے سینے پر گرے گا، اور وہ پیاس کی فریاد بلند کرے گا۔

مسئلہ 486: جب انگور کا پانی خود بخود یا آگ سے یا سورج کے ذریعہ سے جوش کھا جائے تو اس کا پینا حرام ہے، اگر اس سے دو ثلث ختم نہ ہو اور نشہ آور نہ ہو تو اس کے پینے کی حرمت زائل ہو جاتی ہے، اور اگر نشہ آور رہے تو اس کا پینا حرام ہے مگر یہ کہ وہ سرکہ بن جائے۔

مسئلہ 487: فقاع (جو کے پانی کی شراب) کا پینا حرام ہے، یہ ایسا معروف مشروب ہے جو عادتاً نشوونما کا موجب بنتا ہے، اور نشے کا موجب نہیں ہوتا اسے عربی میں بیرہ کہتے ہیں۔

مسئلہ 488: خون جہندہ رکھنے والے حیوان کا خون حرام ہے اور وہ خون جو انڈے میں ہوتا ہے، اور وہ خون جو ذبیحہ کے کھانے والے اجزاء میں رہ جاتا ہے حرام ہے، ہاں اگر وہ خون شوربے میں رچ بس جائے تو کوئی اشکال نہیں ہے۔

مسئلہ 489: حرام گوشت حیوان اگر چہ کسی عارض کی وجہ سے حرام گوشت ہو، تو اس کا دودھ حرام ہے، اس کا انڈا کھانا حرام ہے، لیکن انسان کے دودھ پینے کے ترک میں احتیاط ہے۔

مسئلہ 490: جس دسترخوان پر شراب یا نشہ آور شے پی جا رہی ہو، تو اس دسترخوان سے کھانا حرام ہے، بلکہ بنا بر احتیاط لازم اس دسترخوان پر بیٹھنا بھی حرام ہے۔

مسئلہ 491: جب نفس محترم بھوک یا پیاس کی شدت کی وجہ سے مر رہا ہو یا قریب المرگ ہو تو اسے بچانا ہر مسلمان پر واجب ہے یعنی اسے کھانا، پینا دے جس سے اس کی جان محفوظ رہے۔

کھانے پینے کے آداب

مسئلہ 492: کھانے پینے کے آداب میں چند چیزوں کو شمار کیا جاتا ہے:

۱۔کھانا کھانے سے پہلے کھانے والا دونوں ہاتھوں کو دھوئے۔

۲۔کھانا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ دھوئے اور رومال سے خشک کرے۔

۳۔میزبان سب سے پہلے شروع کرے اور سب کے بعد کھانے سے ہاتھ کھینچے اور کھانا شروع کرنے سے پہلے میزبان سب سے پہلے ہاتھ دھوئے،اس کے بعد جو شخص اس کی دائیں طرف بیٹھا ہو وہ اپنے ہاتھ دھوئے اور اسی طرح سلسلہ وار ہاتھ دھوتے رہیں، یہاں تک کہ نوبت اس شخص تک آجائے جو اس کے بائیں طرف بیٹھا ہو، اور کھانا کھاچکنے کے بعد وہ شخص جو میزبان کے بائیں طرف بیٹھا ہو سب سے پہلے وہ ہاتھ دھوئے اور اسی طرح دھوتے چلے جائیں یہاں تک کہ نوبت میزبان تک پہنچ جائے۔

۴۔کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھے،لیکن اگر ایک دسترخوان پر کئی قسم کے کھانے ہوں تو ان میں سے ہر ایک کھانا کھانے کی ابتداء کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

۵۔کھانا دائیں ہاتھ سے کھائے۔

۶۔تین یا زیادہ انگلیوں سے کھانا کھائے اور دو انگلیوں سے نہ کھائے۔

۷۔اگر چند افراد دسترخوان پر موجود ہوں تو ہر ایک اپنے سامنے سے کھانا کھائے۔

۸۔چھوٹے چھوٹے لقمے بنا کر کھائے۔

۹۔کھانا اچھی طرح چبا کر کھائے۔

۱۰۔دسترخوان پر زیادہ دیر بیٹھے اور کھانے کو طول دے۔

۱۱۔کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالی کا شکر بجالائے۔

انگلیوں کو چاٹے۔

۱۲۔کھانا کھانے کے بعد دانتوں میں خلال کرے البتہ ریحان کے تنکے یا انار و کھجور کے درخت کے پتے سے خلال نہ کرے۔

۱۳۔جو غذا دستر خوان پر گر جائے اسے جمع کرے اور کھالے لیکن اگر جنگل میں کھانا کھائے تو مستحب ہے کہ جو کچھ گرے اسے پرندوں اور جانوروں کے لیے چھوڑ دے۔

۱۴۔دن اور رات کی ابتدا میں کھانا کھائے اور ان کے درمیان میں اور رات کے درمیان میں نہ کھائے۔

۱۵۔کھانا کھانے کے بعد پیٹھ کے بل لیٹے اور دایاں پاؤں بائیں پاؤں پر رکھے۔

کھانا شروع کرتے وقت اور کھا چکنے کے بعد نمک چکھے۔

۱۶۔پھل کھانے سے پہلے انہیں پانی سے دھولے۔

کھانے میں پرہیز

۱۔پیٹ بھر کر کھانا مت کھائے۔

۲۔بہت زیادہ کھانا مت کھائے۔

۳۔کھانا کھاتے وقت دوسرے کی طرف مت دیکھے۔

۴۔گرم کھانا مت کھائے۔

۵۔کھانے کو پھونک مت مارے۔

۶۔دستر خوان پر کھانا لگنے کے بعد کسی اور چیز کا منتظر نہ ہو۔

۷۔روٹی کو چھری سے مت کاٹے۔

۸۔روٹی کو کھانے کے برتن کے نیچے مت رکھے۔

۹۔ہڈی سے چپکے ہوئے گوشت کو یوں صاف نہ کرے کہ اس پر کوئی گوشت باقی نہ رہے۔

۱۰۔پھل کا چھلکا مت اتارے۔

۱۱۔پھل پورا کھانے سے پہلے مت پھینکے۔

مسئلہ 493: پانی پینے کے چند آداب ہیں:

۱۔ پانی گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے۔

۲۔ دن میں کھڑے ہو کر پانی پیئے۔

۳۔ پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور پانی پینے کے بعد الحمدللہ کہے۔

۴۔ پانی تین سانس میں پیئے۔

۵۔ پانی خواہش کے مطابق پیئے۔

۶۔ پانی پینے کے بعد امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کو یاد کرے، اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجے۔

۷۔ زیادہ پانی پینا اور مرغن کھانا کھانے کے بعد پانی پینا اور رات کو کھڑے ہو کر پانی پینا درست نہیں ہے، اسی طرح بائیں ہاتھ سے پانی مت پیئے، گلاس کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے اور گلاس کے دستے والی جگہ سے پانی مت پیئے۔

***

نذر و قسم

- نذر کے احکام ۔۔
- قسم کے احکام ۔۔
- عہد کے احکام ۔۔
- وصیت کے احکام ۔۔
- کفارہ کے احکام ۔۔

احکام نذر

مسئلہ 494: نذر یعنی انسان اپنے لیے لازم قرار دے کہ اللہ تعالی کی خاطر کوئی کام کروں گا یا جس کام کا کرنا بہتر نہیں ہوگا اسے اللہ تعالی کے لیے ترک کردوں گا۔

مسئلہ 495: نذر یعنی منت میں صرف نیت کافی نہیں ہے بلکہ اس میں صیغہ کا ہونا ضروری ہے، نذر کے معنی میں معتبر ہے کہ لفظ اللہ یا اس کے مشابہ اللہ کے مخصوص ناموں میں سے کسی نام پر مشتمل ہو۔

پس اگر نذر کرنے والا کہے:

للہ علی ان آتی بنافلۃ اللیل۔

یا کہے:

للرحمن علی ان اتصدق بمائۃ دینار۔

تو نذر صحیح ہوگی، نذر کرنے والا اسے عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں بھی کہہ سکتا ہے جس سے اسی معنی کو ادا کرے۔

اگر اس بات پر اقتصار کرے: علی کذا، تو نذر منعقد نہیں ہوگی، اگرچہ نیت میں لفظ اللہ کے معنی کو قرار دے۔

اگر کہے: نذرت للہ ان اصوم۔

یا کہے:

للہ علی نذر صوم۔

تو اس صورت میں نذر کے منعقد ہونے میں اشکال ہے، اس میں احتیاط کی رعایت کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

مسئلہ 496: نذر کرنے والے میں شرط ہے کہ بالغ ہو، عاقل ہو، بااختیار ہو، جس شے کے ساتھ نذر کا تعلق ہو اس کی بابت تصرف سے ممنوع نہ ہو، پس بچے کی نذر کرنا اگرچہ ممیز ہو درست نہیں ہے، پاگل کی نذر اگرچہ اسے پاگل پن کے دورے پڑتے ہوں، درست نہیں ہے، مجبور اور نشہ کرنے والے شخص کی نذر اور جو سخت غصہ کرتا ہو جس سے قصد

اور اختیار سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہو، کی نذر درست نہیں ہے، اور اگر مفلس ایسی شے کی نذر کرے جس میں قرض خواہ لوگوں کا حق ہو، درست نہیں ہے۔

بیوقوف شخص کی نذر درست نہیں ہے خواہ اس کی نذر کا تعلق خارجی مال سے ہو یا اُس کے ذمہ مال کے ساتھ ہو۔

مسئلہ 497: متعلق نذر فعل ہو یا اس کا ترک ہو، اُس میں معتبر ہے کہ وہ عمل کے وقت نذر کرنے والے کی قدرت اور توانائی میں ہو، پس جو شخص پیدل حج کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، اُس کی پیدل حج کرنے کی نذر درست نہیں ہے۔

نیز نذر میں معتبر ہے کہ عمل کے وقت نذر کا متعلق شرعی رجحان رکھتا ہو، جیسے واجب یا مستحب فعل کی نذر کرے، یا حرام و مکروہ کے ترک کرنے کی نذر کرے ،لیکن مباح میں اگر راجح کے معنی کا قصد کرے جیسے طعام کے کھانے کی نذر کرے کہ جس سے عبادت پر تقویت کا قصد ہو تو نذر ہو جائے گی، ورنہ نذر منعقد نہیں ہوگی۔ جیسے بعض عوارض کی وجہ سے اس کا رجحان زائل ہو جائے جیسے وزن کم کرنے کے لیے کم کھانے کی نذر کرے اور پھر کمزور ہو جائے اور وہ کمزوری مضر ہو جائے۔

مسئلہ 498: شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا نذر کرنا صحیح نہیں ہے، جو اس کے شہوانی حق کے منافی ہو، اور بیوی کے اپنے مال میں شوہر کی اجازت کے بغیر نذر کرنے میں (جو حج ،زکات صدقہ، والدین سے نیکی، اور صلہ رحمی کے علاوہ میں)اشکال ہے، اس میں مقتضی احتیاط کو ترک نہ کیا جائے، بیٹے کا نذر کرنا صحیح ہے، خواہ باپ کی اجازت ہو یا باپ کی اجازت نہ ہو، لیکن اگر والدین میں سے کوئی ایک نذر کے متعلق سے منع کرے اور وہ اس کے سبب سے اس کے حق میں راجح شمار نہ ہو تو اس کی نذر منحل ہو جائے گی ،جس کی وفا لازمی نہیں ہے، جس طرح نذر منعقد نہیں ہوتی، جب منع کی توجیہ اس طریق پر اس کی طرف سبقت رکھتی ہو۔

مسئلہ 499: جب مکلف نماز کے ایک مکان میں پڑھنے کی نذر کرے، اس طرح کہ نذر میں اس مکان کی تعیین ہو نفس نماز کی تعیین نہ ہو اب اگر مکان میں اولیت کی جہت ہو جیسے مسجد ، یا ثانوی صورت ہو جسے نذر کے وقت ملحوظ رکھا گیا ہو جیسے نذر کرنے والے کی طرف نسبت دیتے ہوئے ، مکان عبادت کے لیے زیادہ مناسب ہو اور ریا کاری سے دور ہو، تو نذر صحیح ہے ورنہ نذر منعقد نہیں ہوگی اور لغو قرار پائے گی۔

مسئلہ 500: اگر نماز یا روزہ یا صدقہ کی معین وقت میں نذر کی جائے تو اسی وقت میں ادا کرنا واجب ہے اور

اگر پہلے یا بعد میں ادا کرے تو ادا نہیں ہوگی ،پس جو نذر کرے کہ بیماری سے شفاء مل گئی تو فقیر کو صدقہ دوں گا، یا ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو روزہ رکھوں گا، اگر شفاء سے پہلے صدقہ کر دے، ہر ماہ کی پہلی سے پہلے یا بعد میں روزہ رکھے تو نذر پوری نہیں ہوگی۔

مسئلہ 501: اگر کوئی روزے کی نذر کرے اور روزے کی تعداد بیان نہ کرے تو ایک دن روزہ رکھ لے تو کافی ہے، جب نماز کی نذر کرے لیکن اس کی تعداد اور کیفیت بیان نہ کرے تو ایک مکمل نماز پڑھ لے، کافی ہے، حتیٰ کہ ایک رکعت مثل نماز وتر کے ہو۔

جب صدقہ کی نذر کرے لیکن اس کی نوع اور مقدار کو بیان نہ کرے تو اتنا دینا کافی ہے جس پر صدقے کے نام کا اطلاق ہو جائے، جب کسی شے کی قربۃً الی اللہ نذر کرے جو عام ہو تو ہر وہ عمل کر سکتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے جیسے روزہ، صدقہ، نماز اگرچہ نماز شب کی ایک رکعت وتر ہی ہو، اور اس کی مثل طاعات اور قربات۔

مسئلہ 502: اگر کوئی معین دن کے روزے کی نذر کرے تو اس کے لیے، اُس دن حالت اختیار میں بغیر مجبوری کے، طلوع فجر کے وقت گھر میں روزہ رکھنے کی قدرت کے باوجود، سفر پر جانا درست نہیں ہے۔

ہاں، اگر کوئی مرجح شرعی یا عقلائی یا شخصی رکھتا ہو تو اس دن افطار کر سکتا ہے، جس کی بعد میں قضا بجالائے، اس پر کوئی کفارہ بھی نہیں ہے، اور جب مسافر ہو، جس کا سفر ایسا ہو جو افطار کا موجب ہو تو اس پر نذر کی وفا کے لیے گھر ٹھہرنا واجب نہیں ہے۔

جب سفر نہ کرے اور اس دن کوئی ایسی صورت حال بن جائے جس میں روزہ افطار کرنا پڑ جائے جیسے بیمار ہو جائے یا حیض آ جائے یا نفاس ہو جائے یا اس دن عیدین میں سے کوئی عید آ جائے تو روزہ افطار کرے اور بعد میں اس کی قضا بجالائے، اور اگر افطار کے موجب کے بغیر جان بوجھ کر روزہ افطار کر دے تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے، اور قسم کا کفارہ ادا کرے گا جس کا بیان بعد میں آئے گا۔

مسئلہ 503: جب کوئی انسان نذر کرے کہ میں فلاں وقت میں کسی کام کو ترک کروں گا تو اس کے لیے ضروری ہے کہ صرف اسی وقت میں اس کام کو ترک کرے، اور جب نذر کرے کہ میں فلاں کام کو تمام زمانوں میں ترک کروں گا تو اس کے لیے ضروری ہے ساری زندگی اس کام کو انجام نہ دے، اور اگر اپنی نذر کی مخالفت کرے اور جان بوجھ کر اس کام کو انجام دے تو گناہگار ہوگا اور نذر توڑنے کا کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا، اور اس کی نذر باطل ہو جائے گی اور اگر بھول

کریا غفلت کی بنا پر یا غلطی سے یا مجبور کرنے سے یا اضطراری صورت میں، اس کام کو بجالائے تو اس پر نہ گناہ ہے اور نہ ہی کوئی کفارہ ہے، اس سے اس کی نذر باطل نہیں ہوتی، پس عذر دور ہو جانے کے بعد اس پر اس کام کا ترک کرنا واجب ہے۔

مسئلہ 504: جب کوئی مکلف نذر کرے کہ میں اپنے مال سے اتنی مقدار مال صدقہ کروں گا، اور نذر ادا کرنے سے پہلے مر جائے لیکن اس کی موت نذر پوری ہونے کے بعد ہوئی ہو، تو مال کی وہ مقدار اس کے اصل ترکہ سے نکالی نہیں جائے گی، احتیاط واجب یہ ہے کہ اس کے بڑے ورثاء مال کی وہ مقدار اپنے حصوں سے نکالیں اور اس کی طرف سے صدقہ دیں۔

مسئلہ 505: جب کوئی نذر کرے کہ میں فقیر کو صدقہ دوں گا تو جو فقیر نہیں ہے اسے صدقہ دینا جائز نہیں ہے، اور اگر معین فقیر نذر کی وفا سے پہلے فوت ہو جائے تو اس پر کسی کو کوئی شے دینا ضروری نہیں ہے۔

جب کوئی نذر کرے کہ میں کسی ایک معین امام علیہ السلام کی زیارت کروں گا تو کسی دوسرے امام علیہ السلام کی زیارت اس کی نذر کو پورا نہیں کرے گی، اور جب اپنی نذر پوری کرنے سے عاجز ہو تو اس پر کوئی شے واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ 506: جو کسی ایک امام کی زیارت کی نذر کرے تو اس زیارت کے لیے اس پر غسل کرنا اور نماز زیارت پڑھنا واجب نہیں ہے، مگر جب اس کی نذر میں یہ چیزیں منظور و مقصود ہوں۔

مسئلہ 507: وہ مال جس کی بابت مشاہد مشرفہ میں سے کسی ایک مشہد کے لیے نذر کی گئی ہو اور نذر کرنے والے کا کسی خاص مصرف میں صرف کرنے کا قصد نہ ہو تو اسے اس مشہد کی ضرویات میں خرچ کیا جا سکتا ہے، پس اسے اس کی عمارت، اس کی روشنی، اس کی قالینوں، خدام و محافظین کی تنخواہوں پر خرچ کیا جا سکتا ہے، اور اگر اس مشہد کی ضروریات سے زائد ہو تو اسے اُن زائرین کی امداد میں خرچ کر سکتے ہیں جن کے پاس نان نفقہ کم پڑ گیا ہو یا راستے کا خرچ نہ ہو یا کوئی اور عارضہ پیش آ گیا ہو۔

مسئلہ 508: وہ مال جس کی خود صاحب مشہد کے لیے نذر کی گئی ہو، اور نذر کرنے والا کسی معین مصرف کا قصد نہ کرے تو اسے ایسی جہت میں خرچ کیا جائے جو اس امام کی طرف لوٹتی ہو، جیسے امام علیہ السلام کے فقراء زائرین یا آپ کے حرم مقدس پر یا آپ کے ذکر کے احیاء یعنی مجلس پر خرچ کیا جائے۔

مسئلہ 509: اگر معین بکری کی نذر کی جائے اور وہ موٹی تازی ہو جائے تو یہ موٹاپا اس کے تابع ہوگا اور اگر وہ

شیر دار ہوجائے اور ایک بکری کو جنم دے دے تو یہ اضافہ نذر کرنے والے کی ملکیت ہوگا مگر جب وہ نذر کرتے وقت تعمیم کا قصد کرے۔

مسئلہ 510: اگر مکلف نذر کرے کہ ہمارا فلاں بیمار ٹھیک ہوگیا یا ہمارا فلاں مسافر سفر سے واپس آ گیا تو ایک روزہ رکھوں گا اور پتہ چلے کہ نذر سے پہلے بیمار ٹھیک ہوگیا تھا یا مسافر سفر سے واپس لوٹ آیا تھا تو اس پر کوئی شے واجب نہیں ہے۔

مسئلہ 511: اگر باپ یا والدہ نذر کریں کہ جب ہماری بیٹی شادی کے قابل ہوگی تو ہم اس کی شادی کسی سید یا غیر سید سے کریں گے تو اس نذر کا اس بچی کی طرف نسبت دیتے ہوئے کوئی اثر نہیں ہے، اسے کالعدم شمار کیا جائے۔

احکام قسم

مسئلہ 512: قسم کی تین قسمیں ہیں:

ا۔ جو قسم کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کی ماضی یا حال یا استقبال میں خبر کے لیے تاکید اور واقع کی تحقیق کے لیے ہو، اس طرح کی قسم پر ایمان رکھنا دو حال سے خالی نہیں ہے:

اول۔ سچا ایمان، یہ ایمان حرام نہیں ہے بلکہ ذاتاً مکروہ ہے، پس مکلف کے لیے مکروہ ہے کہ کسی شے پر سچی قسم کھائے یا اپنی کلام کے سچے ہونے پر قسم کھائے۔

دوم۔ جھوٹا ایمان، یہ ایمان حرام ہے، بلکہ کبھی گناہان کبیرہ سے ہوتا ہے، جیسے فیصلہ کرتے وقت جھوٹی قسم کھانا، اس سے ایک جھوٹی قسم کا استثناء ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان خود سے یا دیگر مؤمنین سے زیادتی اور ظلم کو دور کرنے کے لیے قسم کھائے، گاہے واجب ہوجاتی ہے جب ظالم جان یا ناموس یا دوسرے مؤمن کی جان یا اس کی ناموس کی دھمکی دے، لیکن جب توریہ ممکن ہو اور وہ توریہ کرنا جانتا ہو اور اس کے لیے میسر بھی ہو تو احتیاط واجب ہے کہ اپنی کلام میں توریہ کرے۔

توریہ یعنی کلام سے ایک معنی کا قصد کرے جو ظاہری معنی کے علاوہ ہو اور اس میں قرینہ نہ ہو جس سے اس کے ارادہ کی وضاحت ہو، جیسے ظالم مؤمن کی بابت دشمنی کی بات کرے اور اس سے پوچھے کہ وہ کس جگہ ہے؟

یہ کہے کہ میں نے نہیں دیکھا، جب کہ اسے ایک گھنٹہ پہلے دیکھا ہو اور ارادہ کرے کہ میں نے اسے کچھ منٹ پہلے نہیں دیکھا، یہ قسم انشاء کی قسم سے نہیں ہے، اس کی مخالفت سے کفارہ لازم نہیں آتا ہے، یہ خبر کی قسم سے ہے جو سچ اور جھوٹ کو قبول کرتی ہے۔

۲۔ جو طلب اور سوال کے ساتھ ملی ہوئی ہو، جس سے مقصود یہ ہو کہ مسؤل کو مقصود کی کامیابی پر آمادہ کیا جائے، اسے مناشدہ (والتجاء) کہتے ہیں، جیسے سوال کرنے والا کہے:

میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے ایک دینار دے، اس طرح کی قسم کا اس پر کوئی گناہ و کفارہ نہیں ہے، نہ قسم کھانے والے پر اس کی قسم کی وجہ سے اور نہ ہی جس پر قسم کھائی گئی ہے، نہ قسم توڑنے پر اور نہ ہی مسؤل کے کامیاب نہ ہونے پر!

۳۔ جو قسم تاکید اور واقع کی تحقیق کے لیے ہو، اُس کے لیے جس پر بنا رکھی گئی ہو اور اسے لازم قرار دیا گیا ہو، یعنی امر کو واقع کیا جائے یا اسے مستقبل میں ترک کیا جائے اسے قسم عقد کہتے ہیں، واللہ لاصومن غداً یا کہے: واللہ لاترکن التدخین، یہ قسم آنے والی شرط پر منعقد ہوتی ہے، اس کی وفا واجب ہے۔

اس کے توڑنے پر کفارہ مترتب ہوتا ہے اور قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے:

ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو پوشاک پہنائے، اگر ان سب سے عاجز ہو تو پے در پے تین روزے رکھنا واجب ہیں۔

آئندہ مسائل میں قسم کی یہی نوع موضوع کلام ہے۔

مسئلہ 513: قسم کی شرائط:

قسم کھانے والا بالغ، عاقل ہو اور ارادے کے ساتھ قسم کھائے اور جس شے کے ساتھ قسم کا تعلق ہو اس کی بابت تصرف کرنے سے روکا نہ گیا ہو، جیسے نذر میں بیان کیا جا چکا ہے۔

مسئلہ 514: قسم صرف لفظ یا اس کے مثل سے ہوتی ہے، جیسے گنگا شخص اشارہ کرے اور جو بولنے سے عاجز ہو وہ لکھ کر قسم کھا سکتا ہے بلکہ کتابت میں احتیاط کو ترک نہ کیا جائے۔

مسئلہ 515: قسم صرف معبود برحق کے ذریعہ سے ہوتی ہے خواہ اس کا مخصوص نام لیا جائے، جیسے لفظ جلالت (اللہ) اور جو لفظ اللہ کے ساتھ ملحق ہیں جیسے رحمن یا اس کے مخصوص وصف یا مخصوص فعل کے ساتھ ہو، جس میں اس

کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے جیسے مقلب القلوب والابصار، الذی فلق الحبۃ وبرا النسمۃ۔

یا اس کے ایسے وصف یا فعل کو ذکر کرے جس کا اطلاق اس کی ذات پر غالب ہو اور جب بھی اسے ذکر کیا جائے ذہن ذات کردگار ہی کی طرف جائے اگر چہ اس میں دوسرے بھی شریک ہوں، بلکہ اس کے وصف اور فعل کے ذکر میں یہی کافی ہے کہ فی حد نفسہ اس کی طرف ذہن منصرف نہ ہو لیکن جب قسم کھائی جائے تو ذہن اللہ تعالی ہی کی طرف جائے جیسے حی، سمیع، اور بصیر۔

جس کی قسم کھائی جائے وہ اللہ تعالی کی بعض صفات یا جو اس کے ساتھ ملحق ہے وہ ہو جیسے کہے: وحق اللہ یا بجلال اللہ یا بعظمۃ اللہ، تو قسم نہیں ہوگی مگر جب مقصود اللہ تعالی کی ذات مقدس ہو۔

مسئلہ 516: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآئمہ علیہم السلام اور باقی سب نفوس قدسیہ وقرآن شریف وکعبہ معظّمہ ودیگر سارے قابل احترام مقامات کے نام کی قسم حرام نہیں ہے، لیکن ان کے ذریعہ حلف سے قسم منعقد نہیں ہوتی ہے اور ایسی قسم کی مخالفت پر گناہ اور کفارہ مترتب نہیں ہوتا ہے۔

مسئلہ 517: قسم ایسی شے کی کھائی جائے جس پر عمل کیا جا سکتا ہو، پس اگر قسم کھاتے وقت اس کے لیے اس پر عمل کرنا ممکن ہو لیکن بعد میں عاجز ہو جائے تو اگر وہ اس کی تاخیر میں معذور رہا اگر چہ وہ سمجھتا ہو کہ بعد میں اس پر عمل ہو سکے گا تو اس کی قسم باطل ہو جائے گی اور اگر وہ اس کی تاخیر میں معذور نہ ہو تو گناہ ہے اور اس سے کفارہ واجب ہو جاتا ہے ، اور اگر اس پر عمل کرنے سے زیادہ نقصان اور سخت حرج ہوتا ہو جو ناقابل برداشت ہو تو اس سے اس کی قسم باطل ہو جائے گی۔

مسئلہ 518: قسم منعقد ہوتی ہے جب ایسی شے کی قسم کھائی جائے جو شرعاً رجحان رکھتی ہو جیسے واجب ومستحب کا بجالانا اور حرام ومکروہ کا ترک کرنا۔

نیز، جب ایسی شے کی قسم کھائی جائے جو قسم کھانے والے کے لیے دنیاوی عقلائی اغراض کی بنا پر رجحان رکھتی ہو یا دنیاوی شخصی مصلحت پر مشتمل ہو، بشرطیکہ اس کا ترک شرعاً رجحان نہ رکھتا ہو۔

قسم منعقد نہیں ہوتی، جب ایسی شے کی قسم کھائی جائے جو مرجوح ہو، یہی حکم ہے جب قسم ایسی شے کی کھائی جائے جو رجحان رکھتی ہو اور پھر مرجوح ہو جائے جیسے کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ کبھی ورزش نہیں کرے گا پھر کچھ عرصے کے بعد ورزش نہ کرنے سے نقصان ہوتا ہو تو اس صورت میں اس کی قسم باطل ہو جائے گی اور اگر دوبارہ رجحان پیدا

ہوجائے تو قسم باطل ہوجانے کے بعد منعقد نہیں ہوگی۔

مسئلہ 519: باپ کے منع کرنے سے بیٹے کی قسم اور شوہر کے منع کرنے سے بیوی کی قسم منعقد نہیں ہوتی ہے، ان کی قسم کے منعقد ہونے کے لیے باپ اور شوہر کی اجازت معتبر نہیں ہے، پس اگر بیٹا یا بیوی حلف اٹھائیں اور باپ اور شوہر کو پتہ نہ ہو یا معلوم ہونے کے باوجود وہ انہیں منع نہ کریں، تو اس کا حلف صحیح ہوگا جس کی وفا واجب ہے۔

مسئلہ 520: جب مکلف اپنی قسم کی وفا کو بھول کر یا اضطرار سے یا مجبوری سے یا جہالت کی وجہ سے ترک کردے تو معذور ہے اور اس پر کفارہ نہیں ہے، جیسے وسواسی شخص حلف اٹھائے کہ میں اپنے وسواس کی پرواہ نہیں کروں گا، جیسے کوئی حلف اٹھائے کہ فوراً نماز پڑھوں گا پھر اس کا وسواس ایسا کرنے سے روک دے تو اس پر کوئی شے نہیں ہے بشرطیکہ اس کا وسواس اس حد تک ہو کہ وہ اس سے اس کا اختیار چھین لے ورنہ اس کے لیے کفارہ دینا ضروری ہوگا۔

احکام عہد

مسئلہ 521: صرف نیت کرنے سے عہد نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لیے صیغہ کا پڑھنا ضروری ہے، عہد قلبی پر عمل کرنا واجب نہیں ہے، اگرچہ اس میں احتیاط مستحب ہے، عہد کا صیغہ یہ ہے: عاهدت الله یا علی عهدالله ان افعل كذا یا اترك كذا۔ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں، یا میرا اللہ سے عہد ہے کہ یہ کروں گا، یا یہ نہیں کروں گا۔

مسئلہ 522: عہد کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ بالغ، عاقل ہو اور ارادے کے ساتھ عہد کرے اور جس شے کے ساتھ عہد کا تعلق ہو اس کی بابت تصرف کرنے سے روکا گیا نہ ہو، جیسے نذر اور قسم میں بیان کیا جاچکا ہے۔

مسئلہ 523: جس شے کا عہد کیا جاتا ہے اس میں معتبر نہیں ہے کہ وہ ایسی شے ہو جو شرعاً رجحان رکھتی ہو جیسا کہ اس کا اعتبار نذر کے متعلق میں بیان ہوچکا ہے، بلکہ کافی ہے کہ شرعاً مرجوح نہ ہو، باوجود اس کے کہ دنیاوی عقلائی اغراض کی بنا پر رجحان رکھتی ہو یا دنیاوی شخصی مصلحت پر مشتمل ہو، جیسا کہ قسم کے احکام میں بیان ہوچکا ہے۔

مسئلہ 524: جب مطلق صورت میں عہد کیا جائے یعنی عہد کسی شے کے تحقق پر معلق نہ ہو تو بہر صورت اس عہد کا پورا کرنا واجب ہے، اور اگر عہد حاجت کے پورا ہونے پر معلق ہو جیسے کوئی کہے:

علی عهدالله ان اصوم یوماً اذا برء مریضی،

میں اللہ تعالی سے عہد کرتا ہوں کہ جب میرا مریض ٹھیک ہوجائے گا تو ایک دن روزہ رکھوں گا۔

جب مکلف اپنے عہد کی اس کے منعقد ہونے کے بعد مخالفت کرے تو اسے کفارہ دینا پڑے گا، جو ایک غلام آزاد کرنا یا پے درپے دو ماہ روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

احکام وقف

مسئلہ 525: وقف یعنی اصل کا حبس کرنا اور منفعت کی راہ بنانا، جب شرعی شروط کے ذریعہ سے وقف ہوجائے، تو وقف شدہ مال وقف کرنے والے کی ملکیت سے خارج ہوجاتا ہے اور پھر اسے کوئی بھی نہ ہبہ کرسکتا ہے اور نہ ہی ترکہ ووراثت قرار دے سکتا ہے اور نہ ہی فروخت کرسکتا ہے، سوائے چند معین موارد کے جن میں اسے فروخت کیا جاسکتا ہے جیسا کہ مسئلہ ۱۴۱ میں اور اس سے بعد والے مسائل میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ 526: صرف نیت سے وقف ثابت اور متحقق نہیں ہوتا ہے، بلکہ ضروری ہے کہ اسے ان الفاظ سے انشاء کیا جائے: وقفت هذا الفراش علی المسجد، میں نے اس قالین کو مسجد پر وقف کیا، یا فعل کے ذریعہ سے وقف کرے جیسے مسجد کے متولی کو وقف کی نیت سے قالین دینا، اسی کی مثل ہے مسجد کی دیوار کا تعمیر کرنا یا زمین کو مسجد کے ارادہ سے مسجد کی طرز پر بنانا، اس سے بھی وقف ہوجاتی ہے۔

مسئلہ 527: وقف کرنے والے میں چند امور ضروری ہیں: بلوغ، عقل، اختیار، جس چیز کو وقف کرنا چاہتا ہے اس مال میں تصرف کرسکتا ہو بیوقوفی یا مفلسی کی وجہ سے تصرف کرنے روک نہ دیا گیا ہو، پس بچے، پاگل، مجبور، بھولنے والا اور مفلس کا وقف کرنا صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ 528: وقف میں چند امور ضروری ہیں:

ا۔ وقف کو کسی وقت کے ساتھ معین نہ کیا جائے، پس اگر کوئی شخص کہے:

داری وقف علی الفقراء الی سنۃ، میرا گھر فقیروں پر ایک سال کے لیے وقف ہے، تو یہ وقف باطل ہے اور اگر حبس کا ارادہ کرے صحیح ہے۔

ب۔ وقف منجز ہو، اگر کوئی شخص کہے: هذا وقف بعد مماتی، میرے مرنے کے بعد یہ وقف ہے، تو صحیح نہیں ہے، ہاں جب عرف کہے کہ اس نے وقف سے وصیت کا ارادہ کیا ہے، تو اس پر ثلث کے ضمن میں عمل کرنا واجب

ہے، جب وصیت نافذ ہوتو وہ مال اس کے مرنے کے بعد وقف ہوجائے گا۔

ج۔ وقف کرنے والا مال کو خود پر وقف نہ کرے، اگرچہ وہ دوسروں کے ضمن میں آئے، پس اگر کوئی شخص زمین کو وقف کرے تاکہ اس میں دفن کیا جائے، تو یہ وقف درست نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص دکان کو وقف کرے تاکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے منافع اُن لوگوں پر صرف کیے جائیں جو اس کی قبر پر قرآن پڑھیں گے اور اس کا ثواب اس کی طرف ہدیہ کریں گے، تو یہ وقف درست ہے، اور جب کوئی شخص باغ کو فقیروں پر وقف کرے تاکہ اس کے منافع فقیروں پر خرچ کیے جائیں، اور وقف کرنے والا وقف کے وقت خود بھی فقیر ہو یا بعد میں فقیر ہوجائے، تو اس کے لیے دوسروں کی طرح وقف کے منافع سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، مگر جب وقف کرنے والے کا قصد خود کو اُن میں شامل کرنا نہ ہو۔

د۔ مال موقوفہ کا قبض کرنا، جب وہ خاص اوقاف میں سے ہو، اگر وقف میں مال موقوفہ کا قبضہ موقوف علیہ یا اس کا وکیل یا اس کا ولی نہ لے تو وقف درست نہیں ہوگی۔

ہاں، موجودہ طبقہ لاحقہ طبقات سے کفایت کرتا ہے، بلکہ طبقہ اولی سے موجود افراد کا قبض بعد میں پائے جانے والے افراد سے کفایت کرتا ہے، اور جب اپنی چھوٹی اولاد پر اور ان کی اولاد کی اولاد پر وقف کرے اور عین موقوفہ اس کے قبضے میں ہو تو یہ قبضہ کے تحقق میں کافی ہے، اب اسے دوسرے قبضہ کی نیاز نہیں ہے۔

وقف کی صحت میں عام عنوانوں پر وقف معتبر نہیں ہے، جیسے کوئی کہے:

وقفت هذه الارض مقبرة للمسلمين، تو وقف ہوجائے گا، اگرچہ متولی یا حاکم شرعی کی طرف سے قبضہ نہ ہو۔

ھ۔ مال موقوف خارج میں موجود ہو، اور جس سے ایک خاطر خواہ مدت تک فائدہ اٹھایا جاسکتا ہو، جو عین مال کی بقاء کے ساتھ حلال منفعت ہو رکھتا ہو، پس قرض کا وقف کرنا درست نہیں ہے، اور کھانے والی چیزوں اور ان کی مثل چیزیں جن میں فائدہ نہ ہو سوائے اس کی عین کے تلف ہونے کے، ان کا وقف بھی درست نہیں ہے، اور سونگھنے کے لیے پھول کا وقف درست نہیں ہے کیونکہ بہت کم باقی رہتا ہے اور حرام آلات لہو کا وقف درست نہیں ہے۔

و۔ وقف کرتے وقت موقوف علیہ موجود ہو، جب وقف اوقاف خاصہ میں سے ہو، پس جو وقف کے وقت معدوم ہو اس پر وقف درست نہیں ہے، جیسے بعد میں پیدا ہونے والی اولاد پر وقف کرنا۔

حمل پر بچے کے پیدا ہونے سے پہلے وقف کی صحت میں اشکال ہے، اس میں مقتضی احتیاط کی مراعات کو ترک

نہ کیا جائے، ہاں اگر حمل بلکہ معدوم کا یوں لحاظ کیا جائے کہ یہ موجود بالفعل کے تابع ہے یعنی اسے طبقہ دوم یا طبقہ میں موجود کے مساوی قرار دیا جائے، اس حیثیت سے کہ اگر وہ ہوتا تو اس کے ساتھ حصہ میں شریک ہوتا تو یہ وقف درست ہے۔

مسئلہ 529: وقف کی صحت میں قصد قربت معتبر نہیں ہے خصوصاً وقف خاص میں، جیسے اولاد پر وقف کرنا، اسی طرح وقف کی تمام اقسام میں قبول ضروری نہیں ہے، اگرچہ اس کا اعتبار احتیاط مستحب کی بنا پر ہے۔

مسئلہ 530: غیر مسجد کی وقف میں واقف کے لیے جائز ہے کہ وہ وقف کی انشاء کے ضمن میں وقف کی تولیت اور نظارت کو تا حیات یا محدود مدت کے لیے اپنے واسطے قرار دے، اور اسی طرح کسی دوسرے کے لیے بھی تولیت و نظارت کو قرار دے سکتا ہے، جیسا کہ جائز ہے کہ تولیت کے نظام کو اپنے لیے یا کسی دوسرے کے لیے قرار دے یعنی اس کا متولی ہر وہ شخص ہوگا جسے وہ معین کرے یا وہ شخص معین کرے، اگر کسی شخص کے لیے تولیت قرار دے تو اس پر اس کا قبول کرنا واجب نہیں ہے، خواہ وہ وقف کرنے کی مجلس میں موجود ہو یا موجود نہ ہو، اور پھر اسے خبر دی جائے۔ اگر تولیت کو قبول کرلے تو وہ معین ہو جائے گا، اور اس پر واقف کی طرف سے لگائی گئی شروط پر عمل کرنا واجب ہو جائے گا لیکن وہ خود کو بعد میں اس ذمہ داری سے معزول کرسکتا ہے۔

مسئلہ 531: وقف کے متولی کے لیے ضروری ہے کہ وقف کے نظام کو چلا سکتا ہو اگرچہ کسی دوسرے سے کمک اور مدد لے کر کرے، جس طرح ضروری ہے کہ اُس پر بھروسہ ہو کہ وہ وقف کے تقاضوں کے مطابق عمل کرے گا۔

مسئلہ 532: اگر واقف وقف کے لیے کسی کو متولی قرار نہ دے اور اس کے تقرر کے لیے خود کو یا کسی اور کو معین بھی نہ کرے، پس موقوفہ مال اگر معین افراد پر تملیک کے طور پر وقف ہو جیسے واقف کی اولاد، ان کے لیے اس میں تصرف کرنا جائز ہے جس سے وہ کسی ایک کی اجازت کے بغیر فائدہ اٹھا سکیں، اور وہ بالغ، عاقل اور راشد ہوں، اور وہ اس پوزیشن میں نہ ہوں تو ان کی زمام ان کے شرعی ولی کے ہاتھ میں ہوگی۔

موقوفہ مال میں تصرف جس کی بازگشت وقف کی مصلحت اور آیندہ پیدا ہونے والوں کی مصلحت کی مراعات کی طرف ہو، یعنی اس کا تعمیر کرنا اور آیندہ آنے والی نسلوں پر اجارہ کرنا، تو اس کا معاملہ حاکم شرعی یا اس کی طرف سے مقرر کردہ کے ہاتھ میں ہے۔

اگر موقوفہ مال جہت عامہ یا جہت خاصہ یا کسی اور عنوان پر وقف ہو، جیسے باغ کو فقیروں پر یا نیکی کے امور میں

وقف کرنا، اس میں واقف کسی کو متولی قرار نہ دے اور اسے خود کو یا کسی کو متولی مقرر کرنے کا حق نہ ہو تو اس کا متولی حاکم شرع ہے یا وہ ہے جو اس کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو۔

مسئلہ 533: مساجد پر کسی کو تولیت کا حق نہیں ہے، پس مسجد کے لیے زمین وقف کرنے والے کو حق حاصل نہیں ہے کہ اس پر کسی کو متولی کے طور پر مقرر کرے، یعنی یہ کہ وہ مسجد کی وقف میں تصرف کا حق رکھتا ہو جس سے جسے چاہیے مسجد میں داخل ہونے سے روکے پس مساجد کے احکام اور آداب ہیں، کسی کو اس پر تولیت کا حق نہیں ہے، ہاں مسجد کے موقوفات پر جسے چاہے تولیت دے، جیسے اس کی عمارت، قالین، آلات روشنی، ایئر کنڈیشنر و کولر و ہیٹر۔

مسئلہ 534: اگر وقف کے متولی سے خیانت ظاہر ہو جیسے وہ وقف کے منافع کو وقف کے مقررہ موارد میں صرف نہ کرے، تو حاکم شرع کسی کو مقرر کرے جو اسے اس کی ان حرکتوں سے روکے اور اگر ایسا نہ ہو تو اسے معزول کر دے اور کسی دوسرے شخص کو متولی مقرر کر دے۔

مسئلہ 535: اگر مسجد گر جائے تو اس کی زمین وقفیت سے خارج نہیں ہوگی، اور اس کا بیع کرنا جائز نہیں ہے، اگر چہ اس کا ہمیشہ کے لیے تعمیر کرنا متعذر رہو، لیکن مسجد کے علاوہ دوسری موقوفہ جگہیں، مانند باغ، گھر، ان کی وقفیت خراب ہونے کی وجہ سے باطل ہو جاتی ہے جو عنوان کے زائل ہونے کا سبب ہے، جب وقفیت اس عنوان کے ذریعہ سے قائم ہو اور اس کی بقاء سے مقید ہو، جیسے باغ کا وقف جب تک باغ ہے۔

اس صورت میں وہ واقف کی ملکیت ہو جائے گی، اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کی ملکیت ہو جائے گا، یہ اس صورت کے برخلاف ہے جب وقفیت میں ملحوظ عین مال اور عنوان ہو جیسا کہ غالب یہی ہے، جب عنوان زائل ہو جائے اور موقوفہ مال کی تعمیر ممکن ہو اور کچھ کو بیچے بغیر عنوان واپس لوٹ آئے، جیسے کسی شخص سے اس کی دوبارہ تعمیر کا کہے اور کہے کہ اس کے معین مدت تک کے منافع آپ کے لیے ہیں، اگر چہ نسبی لحاظ سے طویل ہو، تو یہ لازم اور متعین ہے، اگر چہ اس کے عنوان کا اعادہ اس کے کچھ حصہ کے فروخت پر موقوف ہو تا کہ باقی آباد ہو جائے پس احتیاط لازم اس کے تعین میں ہے، اور اگر اس کی طرف عنوان کا اعادہ مطلق ہو لیکن کسی اور وجہ سے نشوونما ممکن ہو تو یہی متعین ہے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو اسے فروخت کر دیا جائے اور احتیاط لازم یہ ہے کہ اس کی رقم سے دوسری ملکیت خرید کرے اور اسے پہلے طریقہ پر وقف کر دے، بلکہ احتیاط لازم یہ ہے کہ ہو سکے تو جدید وقف پہلے وقف کے عنوان سے معنون ہو، ورنہ اس کے قریب تر ہو، اور اگر یہ بھی متعذر ہو تو اس کی رقم کو جہت موقوفہ پر خرچ کرے۔

مسئلہ 536: مساجد اور مشاہد مشرفہ کے موقوفات مانند بلب، پنکھے، قالین وغیرہ انہیں دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں ہے، جب اُن سے ان اماکن میں استفادہ ہوسکتا ہو، تو انہی میں استفادہ کریں، اور جن اماکن کو ان کی ضرورت نہ ہو اس حیثیت سے کہ ان کا ان اماکن میں باقی رکھنا، ان کا ضایع کرنا اور تلف کرنا ہو، تو اس کی مثل دوسری جگہ کی طرف منتقل کر سکتے ہیں، یعنی ایک مسجد کی شے دوسری مسجد کو دیں، ایک امام بارگاہ کی شے دوسرے امام بارگاہ کو دیں، اور اگر مماثل نہ ملے یا اس کے مماثل کو اس کی ضرورت نہ ہو تو اسے مصالح عامہ میں دے دیں۔

یہ اس وقت ہے جب یہ اپنے حال پر باقی رہیں، ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہو، لیکن اگر فرض کیا جائے کہ انہیں بیچ کر ہی ان سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے، اس حیثیت سے کہ اگر اسے باقی رکھا گیا تو ضایع اور تلف ہو جائے گی، تو اسے بیچ کر اس کی رقم موقوف علیہ جگہ پر خرچ کی جائے، اگر اسے اس کی ضرورت ہو ورنہ اس کے مماثل مقام پر خرچ کیا جائے، پھر مصالح عامہ پر خرچ کیا جائے، جیسے پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ 537: اگر کوئی شخص کوئی املاک وقف کرے تا کہ اس کی آمدنی مسجد کی مرمت پر خرچ کی جائے تو اسے دوسری مسجد کی مرمت پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں جب اس موقوف علیہ مسجد کو ایک طویل مدت تک مرمت کی ضرورت نہ ہو، اور وقف کی آمدنی جمع کر کے رکھی نہ جاسکتی ہو، جس کے لیے املاک کو وقف کیا گیا ہے، تو احتیاط لازم یہ ہے کہ اسے واقف کے مقصود کے قریب تر مقام پر خرچ کیا جائے یا دوسری مسجد کی ضروریات پر خرچ کیا جائے۔

مسئلہ 538: اگر موقوفہ املاک باقی رہنے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے تعمیر ومرمت کی نیاز مند ہو، اگر اس پر خرچ کرنے کے لیے کوئی شے نہ ہو تو اس پر اس کے منافع سے کچھ مال خرچ کرنا واجب ہے اور یہ موقوف علیہ کے حق پر مقدم ہے اور اگر سارا منافع تعمیر اور مرمت پر خرچ کرنے کی ضرورت ہو تا کہ املاک موقوفہ اگلی نسل کے لیے باقی رہ سکے تو سارا منافع اس کی تعمیر ومرمت پر خرچ کر دے اگر چہ اس کی وجہ سے موجودہ نسل منافع سے استفادہ نہ کر سکے۔

مسئلہ 539: اگر متولی وقف کو بیچنا چاہے اور دعوی کرے کہ بیع کا جواز موجود ہے تو اس مجوز کے وجود کے ثبوت کے بعد اسے بیچا جاسکتا ہے، لیکن اگر موقوفہ مال بیچ دیا جائے اور پھر مشتری کے لیے حادثہ پیش آجائے یا طرف ثالث کے لیے مجوز بیع کے وجود میں شک پیدا ہو جائے تو اس کی صحت پر بنا رکھنا جائز ہے، ہاں جب متولی اور موقوف علیہ کا آپس میں مجوز اور عدم مجوز کے وجود میں جھگڑا ہو جائے، تو وہ اپنا مقدمہ حاکم شرع کی عدالت میں لے جائیں اور وہ حکم لگائے کہ مجوز ثابت نہیں ہے اور بیع باطل ہے تو اس کے آثار کو مرتب کرنا ضروری ہے۔

احکام وصیت

مسئلہ 540: وصیت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔وصیت تملیکیہ: یعنی انسان اپنے مال یا اپنے حق سے کسی شے کو اپنے مرنے کے بعد کسی دوسرے کے لیے قرار دے۔

۲۔وصیت عہدیہ: یعنی انسان کا عہد کرنا کہ ایک شخص میری وفات کے بعد ایسے کام کا سرپرست ہوگا جس کا اس کے ساتھ یا کسی دوسرے کے ساتھ تعلق ہے، جیسے اسے معین مکان میں دفن کیا جائے یا اپنے مال سے کسی شے کو کسی کے لیے تملیک قرار دے یا چھوٹے بچوں کے امور کو قائم کرے گا۔

مسئلہ 541: وصیت کرنے والے کی شراط:

بلوغ، عقل، رُشد، اختیار پس پاگل اور مجبور کی وصیت درست نہیں ہے، بیوقوف اپنے مال میں وصیت نہیں کرسکتا ہے، البتہ بیوقوف شخص مال کے علاوہ دوسری چیزوں میں وصیت کرسکتا ہے جیسے اپنی تجہیز اور اس کی مثل جس کا مال کے ساتھ تعلق نہ ہو، اسی طرح بچے کا وصیت کرنا درست نہیں ہے مگر جب وہ دس سال کا ہو تو نیک کاموں اور عام امور خیریہ میں وصیت کرسکتا ہے، جس طرح اس کا قریبی رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا صحیح ہے لیکن غریبوں کی بابت بچے کی وصیت کے نافذ ہونے میں اشکال ہے، جیسے سات سال کے بچے کی تھوڑی سی شے کی بابت وصیت کے نافذ ہونے میں اشکال ہے، ان دونوں صورتوں میں مقتضی احتیاط کی مراعات کو ترک نہ کیا جائے۔

نیز وصیت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ خود کو جان بوجھ کر قتل کرنے والا نہ ہو جو گناہ ہے، اور جب خود کو موت کے سامنے پیش کرے، زخمی کرے یا زہر پی لے اور وصیت کرے۔ تو اس کی وصیت مال کی بابت صحیح نہیں ہے۔

جب کہ غیر مال مانند تجہیز، کی بابت اس کی وصیت درست ہے، کیونکہ اس کا تعلق مال کے ساتھ نہیں ہے۔

اسی طرح اس کی وصیت صحیح ہے جب وہ خودکشی غلطی یا بھول سے کرے یا اس کی موت کا سبب گناہ نہ ہو، جیسے راہ

خدا میں خود کو قربان کرنا یا اسے اپنی سلامتی کا گمان ہو لیکن اس سے اس کی موت واقع ہو جائے۔

یہی حکم ہے جب وہ ٹھیک ہو جائے اور پھر وصیت کرے یا خودکشی کی کوشش کرے اور ٹھیک ہو جائے اور پھر مر جائے یا خودکشی کرنے سے پہلے وصیت کرے پھر خودکشی کرے، اگرچہ خودکشی کرنے سے پہلے نیت رکھتا ہو کہ وصیت کے بعد خودکشی کروں گا۔

مسئلہ 542: وصیت کی صحت میں اس کا تلفظ یا کتابت معتبر نہیں ہے، بلکہ ہر وہ شے کافی ہے جو وصیت پر دلالت کرے حتی وہ اشارہ جس سے وصیت کی مراد سمجھی جائے،

اگرچہ وہ بولنے کی قدرت رکھتا ہو، وصیت کے ثبوت میں کافی ہے کہ احوال کے قرائن سے معلوم ہو کہ یہ میت کی تحریر ہے، جو چاہتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد اس کے مطابق عمل کیا جائے لیکن اگر علم ہو کہ اُس نے اسے لکھا ہے تا کہ اس کے مطابق وصیت کرے کہ اس کے بعد یوں کیا جائے تو اس پر عمل کرنا لازمی نہیں ہے۔

مسئلہ 543: جب کوئی خود میں موت کی نشانیوں کو دیکھے تو اس پر چند امور واجب ہو جاتے ہیں:

ا۔ لوگوں کو اُن کی امانتیں واپس کر دے، یا جو اُن کی طرف سے نائب ہوا سے امانتیں دے دے، یا انہیں اُن کی امانتوں کے بارے بتائے یا ان کی طرف اس طرح بھیجے کہ جس سے مطمئن ہو کہ اُن کی امانتیں ان تک پہنچ جائیں گی۔

۲۔ اسے وثوق ہو کہ اس کے مرنے کے بعد اس کا قرض قرض خواہان تک پہنچ جائے گا، اگرچہ وصیت کے ذریعہ سے اس کا وثوق پیدا ہو، اور اس پر گواہ قرار دے، یہ اس قرض کے بارے میں ہے جس کے ادا کرنے کی مدت آن نہ پہنچی ہو یا جس کے ادا کرنے کی مدت آن پہنچی ہو لیکن قرض خواہان نے مانگا نہ ہو یا یہ شخص ابھی قرض ادا نہ کر سکتا ہو، ورنہ اس پر واجب ہے کہ قرض فوراً ادا کرے اگرچہ اسے موت کے آن پہنچنے کا خوف نہ ہو۔

۳۔ وصیت کرے کہ مجھ پر جو شرعی حقوق واجب ہیں اُنہیں ادا کیا جائے، جیسے خمس، زکات اور لوگوں کے ناحق لین دین، جب وہ مال دار ہو اور ابھی ادا نہ کر سکتا ہو یا اس کے پاس مال نہ ہو اور اسے احتمال قوی ہو کہ اس کے مرنے کے بعد بعض مؤمنین خوشی سے اور احسان سے ادا کر دیں گے، لیکن اگر اس کے پاس مال ہو اور ادا کر بھی سکتا ہو تو فوراً ادا کرنا واجب ہے جس کے لیے موت کی نشانیوں کے ظاہر ہونے کی کوئی قید نہیں ہے۔

۴۔ اسے وثوق ہو کہ اس کے ذمہ جو واجبات ہیں، انہیں اس کے مرنے کے بعد ادا کیا جائے گا جیسے نماز، روزہ، کفارات وغیرہ اگرچہ اسے وصیت کے ذریعہ سے بھروسہ ہو، جب اس کے پاس مال ہو، بلکہ اگر اس کے پاس مال نہ ہو اور اسے احتمال قوی ہو کہ کوئی دوسرا شخص خوشی سے ادا کر دے گا تو اس کی وصیت کرنا بھی واجب ہے، اور بسا اوقات خبر دی جاتی ہے اور وصیت کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی ہے،

جیسے اس کے لیے کوئی ایسا شخص ہو جو اسے اس کی قضاؤں کی ادائیگی کی بابت مطمئن کرے جیسے بڑا بیٹا پس اس صورت میں صرف اپنی قضاؤں کی بابت خبر دینا ہی کافی ہے۔

۵۔اپنے وارثوں کو چند چیزوں کی بابت مطلع کرنا:

اس کا جو مال دوسروں کے پاس ہو۔

جو مال اس کے ذمہ میں ہو۔

جو مال کسی مخفی جگہ پر ہو، جس کی بابت ورثاء کو علم نہ ہو، جب اس کا ترک ان کے حقوق کے ضایع ہونے کا باعث ہو۔

باپ پر چھوٹے بچوں پر سرپرست مقرر کرنا واجب نہیں ہے مگر جب اسے مقرر نہ کرنے سے ان کے یا ان کے اموال کے ضایع ہونے کا خطرہ ہو، پس ایسی صورت میں باپ پر ایسے سرپرست کا مقرر کرنا واجب ہے جو امین ہو۔

مسئلہ 544: جو حج استطاعت کی وجہ سے میت پر واجب ہو، اور مالی حقوق، یعنی وہ اموال جس کے سبب سے اس کا ذمہ مشغول ہو، جیسے قرضے، زکات اور لوگوں کے لین دین، انہیں اصل مال سے نکالا جائے گا، ان کی بابت مرنے والا وصیت کرے یا وصیت نہ کرے، ہاں اگر وصیت کرے کہ اسے اس کے ثلث مال سے نکالا جائے تو ثلث مال سے نکالے جیسا کہ آئے گا۔

مسئلہ 545: جب حج ادا کرنے کے بعد اور واجب مالی حقوق کے نکالنے کے بعد کوئی شے بچ جائے تو اگر اس نے ثلث یا اس سے کم سے نکالنے کی وصیت کی ہو تو وصیت کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، ورنہ بچنے والا سارا مال ورثاء کا ہوگا، ان پر واجب نہیں ہے کہ کوئی شے اس پر خرچ کرے، حتیٰ کہ دیگر واجبات سے بری الذمہ ہونے پر بھی خرچ کرنا واجب نہیں ہے جیسے کفارات، مالی نذروات اور استیجاری نماز و روزہ

مسئلہ 546: وصیت صرف واجب حج اور مالی حقوق جو ثلث ترکہ سے زائد ہو، میں جاری ہوتی ہے، پس جو اپنے نصف مال کی زید کے لیے وصیت کرے یا نماز و روزہ استیجاری میں خرچ کرنے کی وصیت کرے، تو ثلث سے زائد رقم میں وصیت کا اجراء ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے، اگر ورثاء موصی کی زندگی میں یا اس کی وفات کے بعد امضاء کر دیں، تو وصیت درست ہے ورنہ زائد مقدار میں وصیت باطل ہوگی، اور اگر کچھ ورثاء امضاء کریں اور کچھ ورثاء امضاء نہ کریں تو جنہوں نے اجازت دی ہو انہی کے حصہ میں وصیت کو جاری کیا جائے۔

مسئلہ 547: اگر خمس، زکات اور دوسرے قرضوں کے ادا کرنے کی وصیت کرے اور قضاء، نماز کے اجرت پر پڑھانے کی، اور مستحب امور میں خرچ مانند مسکینوں کو کھانا کھلانے کی وصیت کرے کہ یہ سب کچھ ثلث مال سے

ادا کیا جائے، تو سب سے پہلے قرضوں کا ادا کرنا واجب ہے، اب اگر کوئی شے باقی بچ جائے تو اسے نماز و روزہ کی اجرت میں خرچ کرے، اور اگر کچھ بچے تو اسے مستحب مصارف میں خرچ کرے، اور اگر اس کا ثلث مال اس کے قرض کی مقدار ہو اور وارث ثلث سے زائد کی اجازت نہ دیں تو غیر قرض میں وصیت باطل ہوگی۔

مسئلہ 548: اگر اپنے قرضوں کے ادا کرنے اور نماز و روزہ کے استیجاری اور مستحب امور کے ادا کرنے کی وصیت کرے جس میں انہیں اپنے ثلث مال سے نکالنے کا ذکر نہ کرے تو قرضوں کا اصل مال سے ادا کرنا واجب ہے، اور اگر کچھ باقی رہ جائیں تو ثلث مال کو نماز و روزہ اور مستحب امور میں خرچ کریں، یہ اس وقت ہے جب اس پر ثلث مال پورا ہو جائے، ورنہ اگر وارث زائد مقدار میں وصیت کی اجازت دیں تو اُس پر عمل کرنا واجب ہے اور اگر وارث زائد مقدار میں وصیت کی اجازت نہ دیں، تو ثلث سے نماز و روزہ استیجاری کا ادا کروانا واجب ہے، اگر اس سے کوئی شے باقی بچ جائے تو اسے مستحبات میں خرچ کریں۔

مسئلہ 549: اگر کئی چیزوں کی وصیت کرے، اور سب کا تعلق ایسے واجبات کے ساتھ ہو جن کو اصل مال سے نکالا نہیں جاتا ہے، یا سب کا تعلق نیکیوں اور خیرات کے ساتھ ہو، تو اگر ثلث مال پر زائد ہوا اور وارث سارے کی اجازت نہ دیں، تو سارے پر نقص (واشکال) وارد ہوگا، جب تک کہ قرینہ حالیہ اور قرینہ مقالیہ بعض کے بعض پر مقدم ہونے پر تزاحم کی صورت میں نہ ہو۔

مسئلہ 550: اگر کوئی شخص ثلث کی وصیت کرے اور اس کے لیے خاص مصرف معین نہ کرے تو وصی میت کی مصلحت کے مطابق عمل کرے، جیسے میت کے ادا نہ کردہ واجبات کو ادا کرے اور پھر اس کی طرف سے مستحبات میں خرچ کرے، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ میت کے لیے جو کام زیادہ مناسب ہو اُس کا خیال رکھے جب اس کا کرنا معمول کے مطابق میسر ہو، یہ سب اموات کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے پس بسا اوقات زیادہ مناسب اُس کی طرف سے احتیاطی عبادات کا ادا کرنا ہوتا ہے، اور بسا اوقات زیادہ مناسب قربات اور صدقات کا بجالانا ہوتا ہے۔

مسئلہ 551: اگر کوئی شخص ثلث کی وصیت کرے، اگر عین مال کے باقی رکھنے کا ارادہ ظاہر کرے، اور مال کی منفعت کو خرچ کرنے کا ارادہ ظاہر کرے، یا ایسا کرنے پر قرینہ حالیہ یا قرینہ مقالیہ موجود ہو، تو اس کے موجب کے مطابق عمل کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو ثلث مال سے اخراج کرے یا اس کی قیمت کا اخراج کرے اور بلا دیر کیے اسے اس کے موارد میں خرچ کرے اگر یہ کرنا ترکہ کی بیع پر موقوف ہو، ہاں اگر وصیت کرنے والے کی طرف سے جلد بازی سے کام نہ لینے پر قرینہ موجود ہو تو اس قرینہ کے مطابق دیر سے عمل در آمد کرنا جائز ہے، مثلاً وصیت کرے کہ ثلث مال نکالا جائے اور توجہ رکھی جائے کہ اس میں جلدی ورثاء کے لیے سکنی گھر کی بیع پر موقوف ہے، کہیں جلدی میں ان کا شیرازہ نہ بکھر

جائے جس پر وہ یقیناً راضی نہیں ہوگا، تو یہ دیر کرنے پر قرینہ ہے، اتنی دیر کی جائے جس میں ورثہ یا ان کا سرپرست ان کے لیے مکان مہیا کرلیں، اگرچہ کرایہ پر مکان لے لے۔

مسئلہ 552: اگر ایسا شخص اپنے سارے مال کی مسلمانوں، مسکینوں، اور مسافروں کے لیے وصیت کرے جس کا وارث سوائے امام علیہ السلام کے کوئی نہ ہو، تو اس کی وصیت صرف ثلث مال میں جاری ہوگی، یہی حال ہے جب وہ اپنے سارے مال کی ان امور کے علاوہ میں وصیت کرے، باقی مال خمس سے سہم امام ہوگا۔

مسئلہ 553: اگر کوئی شخص تملیکی یا عہدی وصیت کرے پھر اس وصیت سے منحرف ہوجائے تو وہ وصیت باطل ہوجائے گی، پس اگر زید کے لیے اپنے ثلث مال کی وصیت کرے پھر اپنی وصیت سے منحرف ہوجائے تو وصیت باطل ہے، اگر کسی معین شخص کی طرف وصیت کرے تاکہ وہ اس کے چھوٹوں کی سرپرستی کرے اور پھر کسی اور کو یہی وصیت کردے تو پہلی وصیت باطل اور دوسری وصیت صحیح ہے۔

مسئلہ 554: وصیت سے منحرف ہونے میں ہر وہ شے کافی ہے جو اس کے انحراف پر دلالت کرے، پس اگر اپنے گھر کی زید کے لیے وصیت کرے اور پھر اسے بیچ ڈالے تو وصیت باطل ہے، یہی حکم ہے جب گھر کی بابت کسی کے لیے وصیت کرے اور کسی کو گھر کی بیع میں وکیل قرار دے۔

مسئلہ 555: اگر اپنے ثلث مال کی زید کے لیے وصیت کرے اور پھر اپنے ثلث مال میں سے نصف کی عمرو کے لیے وصیت کردے تو اس کا ثلث مال دونوں میں برابر تقسیم ہوگا، اگر شخصی مال کی زید کو وصیت کرے اور پھر نصف مال کی عمرو کے لیے وصیت کردے تو دوسری وصیت نصف کی مقدار وصیت کو باطل کردے گی۔

مسئلہ 556: اگر اپنا کچھ مال اپنی موت والی بیماری میں ہبہ کردے اور اس کا قبضہ دے دے اور باقی ماندہ کی وصیت کردے اور پھر مرجائے، اگر ان دونوں میں ثلث پورا ہوجائے یا اس کے وارث رضایت کردیں تو دونوں صحیح ہیں۔ ورنہ ہبہ کئے گئے مال کے حساب کے مطابق ثلث سے پورا کیا جائے، اگر کوئی شے باقی رہ جائے تو اس سے وصیت کیے گئے مال کا حساب کیا جائے گا۔

مسئلہ 557: اگر موت والی مرض میں اپنے اوپر قرض کا اعتراف کرے، اگر اپنے اعتراف میں جھوٹا نہ ہو تو جتنی مقدار کا اعتراف کرے اسے اس کے اصل ترکہ سے دیا جائے اور اگر وہ اپنے اعتراف میں جھوٹا ہو تو اسے اس کے ثلث سے دیا جائے، اتہام وجھوٹ سے مراد یہ ہے کہ ایسی علامات رونما ہوں جن سے اس کے جھوٹے ہونے کا گمان پیدا ہوجائے گو یا اس کے اور وارثوں کے درمیان دشمنی ہو جس کی وجہ سے گمان ہو کہ وہ انہیں نقصان دینا چاہتا ہے یا اسے مقرلہ (جس کے لیے اقرار کررہا ہے) سے سخت محبت ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ وہ اسے فائدہ دینا چاہتا ہے۔

مسئلہ 558: اگر کسی شخص کو مال کی وصیت کرے اور وہ اس کی وصیت قبول کر لے، تو وہ وصیت کرنے والے کے مرنے کے بعد اس مال کا مالک ہو جائے گا، اگرچہ اس کا قبول اس کی زندگی میں ہو، وصیت کرنے والے کی وفات کے ذریعہ سے، صرف اس کا وصیت کو نہ چھوڑنا، مال کو اس کی ملکیت میں داخل کرنے کے لیے کافی نہیں ہے، مگر جب واپس نہ کرنے کو قبول سے تعبیر کیا جائے۔

مسئلہ 559: اگر کسی کو وصیت کی جائے اور وہ اسے قبول کر لے اور وہ وصیت کرنے والے کی حیات میں مرجائے یا اس کے مرنے کے بعد مرجائے تو اس کے وارث اس کے قائم مقام بن جائیں گے، وہ وصیت کو قبول کر لیں تو وصیت شدہ مال کے مالک ہوں گے، جب وصیت کرنے والا اپنی وصیت سے منحرف نہ ہو۔

مسئلہ 560: عہدی وصیت میں وصیت کے وقت یا وصیت کرنے والے کی موت کے وقت، اُس شخص کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے جس کے لیے وصیت کی جائے، پس اگر وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد جو پایا جائے، جیسے بیٹے کا بیٹا، اسے میرے مال سے دیا جائے، اگر پایا جائے تو اسے دیا جائے ورنہ وہ وصیت کرنے والے کے وارثوں کی میراث ہے، ہاں اگر اس سے سمجھا جائے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کے مال کو دوسرے مورد میں خرچ کیا جائے، جب موصی لہ موجود نہ ہو تو اسے اس مورد میں خرچ کیا جائے اور یہ وراثت نہیں ہوگی۔

تملیکی وصیت معدوم کے لیے موصی کی موت کے وقت تک صحیح نہیں ہے، پس اگر اپنے مال سے اپنے بیٹے کی بیوی کے حمل کے لیے وصیت کرے تو صحیح نہیں ہے اگر وصیت کے وقت حمل موجود ہو اور زندہ پیدا ہو تو اس کے ولی قبول کرنے سے مال کا مالک ہوگا اور اگر زندہ پیدا نہ ہو تو وصیت باطل ہے اور وہ مال وصیت کرنے والے کے ورثاء کو ملے گا۔

مسئلہ 561: جب وصیت کرنے والا اپنی وصیت پر عمل درآمد کے لیے کسی شخص کو معین کرے تو وہ شخص معین ہو جائے گا اور اسے وصی کہتے ہیں، ضروری ہے کہ وہ عاقل ہو اور اس کے وصیت پر عمل درآمد کا اطمینان ہو، جب وصیت موصی کی طرف سے واجبی حقوق کے ادا کرنے کو متضمن ہو، بلکہ احتیاط لازم کی بنا پر یہ حکم مطلق ہے، فقہاءؒ کے درمیان مشہور ہے کہ تنہا بچے کو وصی بنانا درست نہیں ہے اگرچہ وہ عقلمند اور قابل اطمینان ہو، جب اس سے بچپن کی حالت میں مستقلاً تصرف کا ارادہ کیا جائے، اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ تصرف کی صورت میں حاکم شرع کی طرف رجوع کیا جائے، اور بالغ ہونے کے بعد تصرف کا ارادہ کیا جائے یا ولی کے اذن سے تصرف کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، اگر وصیت کرنے والا مسلمان ہو تو احتیاط لازم کی بنا پر وصی بھی مسلمان ہو۔

مسئلہ 562: موصی کے لیے دو یا زیادہ لوگوں کو وصیت کرنا جائز ہے، جب وصی زیادہ ہوں اور موصی کہے کہ ان میں سے ہر ایک مستقل طور پر تصرف کی صلاحیت رکھتا ہے یا سارے مل کر تصرف کر سکتے ہیں، تو اس کے کہے پر عمل درآمد

کیا جائے گا ، یہی حکم ہے جب اس کی کلام کا ظاہر دوامروں میں سے ایک ہو،اگرچہ قرینہ حالیہ یامقالیہ کی وجہ سے ہو،اوراگرایسانہ ہوتوان میں سے کوئی بھی مستقل تصرف نہیں کرسکتا ہے، بلکہ ان کا اکٹھا ہونا ضروری ہے۔

جب دووصی مل جل کرکام کرنے کی شرط پرقرار دیئے گئے ہوں اوردونوں اکٹھے نہ ہوں اس حیثیت سے کہ ان کی اس حرکت سے وصیت پرعمل درآمدرک جائے ،اگراس کا سبب مانع شرعی نہ ہوتو حاکم شرعی انہیں اکٹھے ہونے پر مجبور کرے گااوراگر یہ مشکل ہو یااس کا سبب دونوں وصیوں کے نزدیک مانع کاوجود ہوتواس معاملہ کوحاکم شرعی کسی نہ کسی ذریعہ سے حل کرے گا،جیسے حاکم ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ مصلحت کے مطابق کسی دوسرے شخص کوملائے اوراُن کے تصرف کونافذ کرے۔

مسئلہ 563:موصی جس شخص کواپنی وصیت پرعمل درآمدکروانے کے لیےمعین کرتاہےاس پر وصیت کاقبول کرناواجب نہیں ہے، بلکہ وہ موصی کی زندگی میں اس پیش کش کوٹھکرا سکتاہے،بشرطیکہ وہ اپنا جواب موصی تک پہنچائے، بلکہ احتیاط لازم یہ ہے کہ دوسرے شخص کووصیت کرناممکن ہواُسے وصیت کردی جائے،پس اگرموصی کی موت کے بعد یااس کی موت سے پہلے وصیت کوٹھکرائےلیکن اسےموصی تک پہنچانے سے پہلے مرجائےتواس وصیت کاکوئی اثر نہیں ہےاور یہ وصایت لازمہ ہوگی، بنابراحتیاط واجب یہی حکم ہے جب وصی وصیت سے انکارکرےاوراس وقت وہ کسی دوسرے کوسخت بیماری کی وجہ سے وصیت نہ کرسکے،ہاں جب وصیت پرعمل موصی لہ کے لیےحرجی ہوتواس کے لیے وہ اسے ردکرسکتاہے۔

مسئلہ 564:وصی وصیت کوکسی دوسرے کے سپردنہیں کرسکتا،یعنی خودکو وصیت سے معزول قرار دےکردوسرے کے لیےقرار دینا،جیسےوصیت کرنے والےکوحق حاصل نہیں ہے کہ کسی کووصی قرار۔

دےتا کہ اس کےمرنے کے بعداس کی وصیت پرعمل درآمدکرےمگرجب اسےموصی کی طرف سے وصیت کرنے میں اجازت ہو،ہاں اسےحق حاصل ہے کہ کسی باوثوق کووکیل بنائے جووصیت پرعمل درآمدکروائے بشرطیکہ موصی کامقصودوصی کاخود سے ذاتی طور پرعمل درآمدنہ ہو۔

مسئلہ 565:جب دوشخصوں کواکٹھے وصیت کرےاوران میں سے ایک مرجائے یا پاگل ہوجائے یاکوئی اورحادثہ پیش آجائے جو وصیت کےختم ہوجانے کاموجب بنےتوحاکم شرع اس کی جگہ پرکسی دوسرےشخص کومعین کرےگا،اوراگردونوں مرجائیں توحاکم شرع ان کی جگہ پردواورشخصوں کومقررکرے،اگرایک شخص بھی وصیت پرعمل درآمدکرواسکتاہوتوکافی ہے۔

مسئلہ 566:جب بڑھاپے کی وجہ وصی وصیت پرعمل درآمد نہ کرسکتاہویہاں تک کہ کسی کووکیل ، یا

اَجیر کر کے بھی ایسا نہ کرسکتا ہو تو حاکم شرع اس کے ساتھ کسی کو ملائے گا جو اس کی بابت اس کی کمک کرے گا۔

مسئلہ 567: کئی لوگوں کو ترتیب وار وصی بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسے کہے: زید وصی ہے، اگر مر جائے تو عمر و وصی ہوگا، پس عمر و کی وصایت زید کی موت پر موقوف ہے۔

مسئلہ 568: وصی امین ہوتا ہے، جو مال اس کے قبضے میں ہو اگر بغیر تجاوز اور کوتاہی کے تلف ہو جائے تو ضامن نہیں ہے، مثال کے طور پر جب کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا ثلث مال اس شہر کے فقیروں پر خرچ کیا جائے اور وصی اس مال کو دوسرے شہر لے جائے اور راستے میں وہ مال تلف ہو جائے تو وصی وصیت کی مخالفت اور کوتاہی کی وجہ سے اس مال کا ضامن ہوگا۔

مسئلہ 569: وصی ہونے کا دعوی چند طریق سے ثابت ہوتا ہے:

۱۔ دو عادل مسلمانوں کی گواہی سے۔

۲۔ ایک عادل مسلمان کی گواہی اور مدعی کی قسم سے۔

۳۔ دو مسلمان عادل عورتوں اور ایک عادل مسلمان کی گواہی سے۔

۴۔ چار مسلمان عادل عورتوں کی گواہی سے۔

ایک مسلمان عادل عورت کی گواہی سے ایک چوتھائی وصیت ثابت ہوتی ہے۔

دو مسلمان عادل عورتوں کی گواہی سے نصف وصیت ثابت ہوتی ہے۔

تین مسلمان عادل عورتوں کی گواہی سے تین چوتھائی وصیت ثابت ہوتی ہے۔

جس طرح مندرجہ بالا دعوی اضطراری صورت میں جب مسلمان عادل میسر نہ ہوں تو دو کافر ذمی مردوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے جو اپنے دین میں عادل ہوں۔

لیکن چھوٹوں کی نگرانی کا میت کے مال پر خرچ کرنے کا ان کے باپ، دادا یا وصایت کا دعوی دو عادل مردوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے، اس میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہے، نہ اکیلی عورتوں کی گواہی اور نہ ہی مردوں کے ساتھ ملا کر ان کی گواہی قبول ہوتی ہے۔

احکام کفارات

مسئلہ 570: کفارات کی پانچ قسمیں ہیں:

کفارہ یا معینہ ہوتا ہے یا مرتبہ ہوتا ہے یا مخیرہ ہوتا ہے یا اس میں ترتیب اورتخییر جمع ہوتی ہے یا جمع کا کفارہ ہوتا ہے، آنے والے مقام میں ان کی مثالیں بیان ہوئی ہیں:

ا۔ظہاراورقتل خطاء کا کفارہ مرتبہ ہوتا ہے جودرج ذیل ہے:

غلام آزاد کرنا،اس سے عاجز ہوتو دوماہ پےدرپےروزے رکھے،اس سے عاجز ہوتو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

نیز: جوشخص ماہ رمضان کے قضاء روزہ کوزوال کے بعدتوڑدے اس کا کفارہ مرتبہ ہے یعنی دس مسکینوں کوکھانا کھلائے،اس سے عاجز ہوتوتین دن روزے رکھے۔

۲۔ماہ رمضان میں جان بوجھ کرروزہ توڑنے کا کفارہ یا عہد کی مخالفت کرنے کا کفارہ مخیرہ ہے، جو یہ ہے: غلام آزادکرنا یادوماہ پےدرپےروزرے رکھنایاساٹھ مسکینوں کوکھانا کھلانا۔

۳۔قسم اورنذرتوڑنے کا کفارہ،اس میں تخییراورترتیب جمع ہے ،جو یہ ہے:غلام آزاد کرنایادس مسکینوں کوکھانا کھلانایاانہیں پوشاک پہنانااوراگراس سے عاجز ہوتوتین دن پےدرپےروزے رکھنا۔

۴۔جان بوجھ کرازروی ظلم مؤمن کوقتل کرنے کا کفارہ،کفارہ جمع ہے،جو یہ ہے:

غلام آزادکرنااوردوماہ پےدرپےروزے رکھنااورساٹھ مسکینوں کوکھانا کھلانا۔

۵۔جواللہ یارسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یااس کے دین سے یا آئمہ طاہرین علیہم السلام سے برائت کا حلف اٹھائے اور پھرقسم کوتوڑدے اس کا کفارہ معینہ ہے،جو یہ ہے:

دس مسکینوں کوکھانا کھلانا۔

مسئلہ 571:اگرقتل عمدی میں لوگوں کی ایک جماعت شریک ہواُن میں سے ہرایک پرکفارہ واجب ہے،اورقتل خطاء کا یہی حکم ہے۔

مسئلہ 572:جب مسلمان پرشرعی حدثابت ہوجائے جوقتل کاموجب ہو،جیسےکوئی شادی شدہ شخص زنا کرے یالواطہ کرےاوراسے ایساشخص قتل کردے جونہ امام ہواورنہ ہی اسے امام کی طرف سے اجازت ہوتوقتل کرنے والے پر

کفارہ واجب ہے، ہاں مرتد توبہ نہ کرئے اور اسے کوئی قتل کردے تو اس کے قاتل پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

مسئلہ 573: اگر کوئی شخص ایک دن یا کئی دنوں کے روزہ کی نذر کرئے اور روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو احتیاط واجب ہے کہ ہر دن کے بدلے ایک مد (تقریباً ۷۵۰ گرام) طعام مسکین پر صدقہ کرئے یا اسے دو مد (تقریباً ایک اشاریہ پانچ گرام) طعام دے تا کہ وہ اس کی طرف سے روزہ رکھے۔

مسئلہ 574: مشہور ہے کہ عورت مصیبت میں اپنے بال کاٹ ڈالے تو اس پر ماہ رمضان میں روزہ توڑنے کا کفارہ ہے، بال نوچنے یا چہرہ خراشنے میں جب خون نکل آئے یا مرد کا بیٹے یا بیوی کی موت پر کپڑے پھاڑنے میں قسم کا کفارہ ہے اور لیکن اظہر ہے کہ یہ کفارہ واجب نہیں ہے، ہاں کفارہ احوط ہے۔

مسئلہ 575: اگر کسی شوہر دار عورت سے شادی کرئے یا ایسی عورت سے شادی کرئے جو طلاق رجعی کی عدت میں ہو تو ضروری ہے کہ اس سے الگ ہو جائے اور احتیاط یہ ہے کہ پانچ صاع آٹا کفارہ دے اگر چہ اقوی یہ ہے کہ کفارہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ 576: اگر سو جائے اور نماز عشاء کا وقت ختم ہو جائے تو احتیاط مستحب کی بنا پر صبح روزہ رکھے۔

مسئلہ 577: کفارہ مرتبہ میں غلام آزاد کرنے سے عجز، جو روزوں کی طرف انتقال کا اور پھر کھانا کھلانے کا موجب بنتا ہے، اس دور میں متحقق ہے کیونکہ اس دور میں غلام موجود ہی نہیں ہیں، لیکن روزوں سے عجز جو طعام کا موجب بنتا ہے وہ نقصان یا نا قابل برداشت سخت مشقت کی وجہ سے متحقق ہوتا ہے، لیکن طعام اور پوشاک پہنانے سے عجز قسم وغیرہ کے کفارہ میں جو روزوں کی طرف منتقل ہونے کا موجب ہے ان کے حاصل نہ ہونے سے متحقق ہوتا ہے اگر چہ ان کی قیمت بھی نہ رکھتا ہو یا قیمت تو رکھتا ہو مگر اس کی اسے خود کے لیے نیاز ہو یا اپنے واجب النفقہ افراد خرچ کرنے کے لیے نیاز رکھتے ہوں۔

مسئلہ 578: کفارہ مرتبہ کے ادا کرنے میں مدار اور معیار:

اگر روزہ رکھنے پر قدرت رکھتا ہو اور پھر اس سے عاجز ہو جائے تو کھانا کھلائے، اس صورت میں اس کے ذمہ میں روزے نہیں رہیں گے، عاجز ہونے کی صورت میں ایک کام سے دوسرے کی طرف منتقل ہونے میں کفارہ ادا کرتے وقت عجز عرفی کافی ہے، اور اگر اس کا عجز کم مدت کے لیے ہو جیسے ایک ہفتہ کے لیے عجز ہو تو انتظار کرنا ضروری ہے، اگر چہ عرف میں اسے عجز شمار کیا جائے پس وہ اس کے بدل کو بجالائے اور پھر قدرت حاصل ہو جائے تو وہی کافی ہے، بلکہ اس میں شروع ہو جانا ہی کافی ہے، جب روزہ سے عاجز ہو اور کھانا کھلانا شروع کردے اور پھر روزہ رکھنے کی قدرت میں آجائے تو کھانا کھلانے کو مکمل کرئے، یہی کافی ہے۔

مسئلہ 579: کفارہ مخیرہ اور مرتبہ اور کفارہ جمع میں دو ماہ روزے رکھنے میں پے در پے روزے رکھنا واجب ہے، قسم اور نذر کے کفارہ کے تین روزے پے در پے رکھنا واجب ہے، پے در پے یعنی ان روزوں کے درمیان وقفہ نہ ہو اور نہ ہی کفارہ کے روزہ کے علاوہ کوئی اور روزہ رکھا جائے، پس ایسے زمانے میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے جس میں علم ہو کہ درمیان میں عید یا ایسے دن کا فاصلہ آجائے گا جس میں کوئی دوسرا روزہ آجائے گا مگر جب وہ روزہ مطلق طور پر کفارہ کے روزہ پر منطبق ہو، جیسے کفارہ کا تعلق پیدا ہونے سے پہلے نذر کرے کہ میں ماہ رجب کی پہلی تاریخ کا روزہ رکھوں گا، تو اس کا یہ روزہ پے در پے میں نقصان دہ نہیں ہے، بلکہ اگر اس کا قصد ہو تو یہ کفارہ سے محسوب ہوگا، اس کے برخلاف جب نذر کرے کہ میں شکر کا روزہ رکھوں گا تو یہ پے در پے کے لیے نقصان دہ ہے۔

مسئلہ 580: کفاروں کے روزوں کے دوران روزہ نہ رکھنا اور افطار کرنا نقصان دہ ہے جب افطار اختیاری طور پر ہو، پس اگر کسی عذر کی وجہ سے درمیان میں روزہ نہ رکھے اور افطار کرے جیسے بیمار ہوجائے یا حیض ونفاس ہوجائے یا مجبوری کا سفر درپیش ہوجائے جو سفر اختیاری نہ ہو اور روزہ کی نیت کرنا بھول جائے یہاں تک کہ نیت کرنے کا وقت ختم ہوجائے تو عذر کے زائل ہوجانے کے بعد نئے سر سے روزے رکھنا واجب نہیں ہیں، بلکہ گزشتہ پر بناء رکھے۔

مسئلہ 581: جب کفارہ کے دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنے ہوں تو ایک ماہ اور ایک روزہ رکھا جائے تو کافی ہے، اس کے بعد وقفہ ڈال سکتے ہیں، جو کسی بھی عارض کی وجہ سے ہو جو عرف میں عذر شمار ہو، بشرطیکہ مجبوری کے درجہ تک نہ پہنچے، لیکن اختیاری طور پر وقفہ ڈالنا جس میں بالکل عذر نہ ہو پس احتیاط لازم ہے کہ اسے ترک کیا جائے۔

مسئلہ 582: جس شخص پر دو ماہ کے روزے رکھنے واجب ہوں، وہ انہیں مہینے کے درمیان میں شروع کرسکتا ہے، لیکن اس صورت میں احتیاط واجب یہ ہے کہ ساٹھ دن روزے رکھے، اگرچہ جس مہینے میں روزے رکھنے شروع کیے ہوں اپنے بعد والے مہینے کے ساتھ ۲۹ دن کا ہو یا ایک ماہ ۲۹ دن کا اور دوسرا ۳۰ دن کا ہو، اور اگر اول ماہ میں روزے رکھنا شروع کرے تو دو قمری مہینے روزے رکھنے کافی ہیں، اگرچہ وہ مہینے ۲۹ دن کے ہوں۔

مسئلہ 583: کفارہ میں جو کھانا کھلانا واجب ہے، اس میں کھلانے والے کو اختیار ہے کہ کھانا مسکینوں کے سپرد کردیا جائے یا انہیں سیر ہو کر کھلایا جائے، سیر کرنے کی مقدار معین نہیں ہے، بلکہ اس کا معیار یہ ہے کہ اس کے سامنے اتنی مقدار کھانا پیش کیا جائے، جو ایک دفعہ سیر ہوجانے کے لیے کافی ہو، کم ہو یا زیادہ ہو۔

لیکن کھانے کی نوع اور قسم، میں واجب ہے کہ ایسی ہو جو لوگوں کے درمیان عام طور پر استعمال ہوتا ہو، پکایا ہوا ہو یا اس کے علاوہ ہو، جسے لوگ روٹی کے ساتھ کھاتے ہوں، افضل ہے کہ دم والی شے کے ساتھ ہو اور ہر وہ شے جو عمدہ ہو وہی افضل ہے۔

اگر کھانا دینا ہو تو کم از کم ایک مد (تقریباً ۷۵۰ گرام) ہو، افضل بلکہ احتیاط مستحب دو مد (تقریباً ایک اشاریہ پانچ کلوگرام) ہو، اس میں مطلق غذا کافی ہے، جیسے کھجور، چاول، انگور، ماش، مکئی، گندم وغیرہ۔

ہاں، احتیاط لازم ہے کہ قسم اور نذر کے کفارہ میں گندم یا اس کا آٹا دیا جائے۔

مسئلہ 584: جب مسکین کو غذا دی جائے تو وہ اس کی ملکیت ہوجاتی ہے، اور کفارہ دینے والے کا ذمہ بری ہوجاتا ہے، طعام اس کے کھانے پر موقوف نہیں ہے، وہ اسے اسی پر یا کسی دوسرے پر فروخت کرسکتا ہے۔

مسئلہ 585: کفارے کا کھانا لینے والا چھوٹا ہو یا بڑا ہو اسے ایک ایک مد برابر دیا جائے

البتہ اگر مسکین چھوٹا ہو تو اس کے شرعی ولی کو دیا جائے لیکن اگر کھلانے میں سیر کر کے کھلانا ہو تو ضروری ہے کہ دو بچوں کو ایک گنا جائے، جب وہ علیحدہ ہوں اور اگر بڑوں کے ساتھ ہوں تو بھی احتیاط واجب کی بنا پر دو بچوں کو ایک شمار کیا جائے، اس میں اُس شخص کا اذن معتبر نہیں ہے جس کے پاس بچوں کی سر پرستی ہو، جب وہ اس کے حق منافی نہ ہو۔

مسئلہ 586: کفارے کا کچھ کھانا کھلا اور کچھ کھانا اسے دے سکتے ہیں، پس کچھ کو کھلائیں اور کچھ کو دے دیں، اور یہ جائز نہیں ہے کہ ایک ہی شخص کو کئی بار کھلائیں، یا ایک مسکین کو ایک کفارہ کے کئی مد دے دیں، البتہ یہ متعدد کفارات سے دے سکتے ہیں، جیسے کوئی شخص پورا ماہ رمضان روزہ نہ رکھے، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ تیس دن میں ساٹھ معین مسکین کو سیر ہو کر کھانا کھلا سکتا ہے، یا ان میں سے ہر ایک کو ساٹھ مد کھانا دے دے۔

مسئلہ 587: جب شہر میں کھانا کھلانے کی بابت ساٹھ مسکین موجود نہ ہوں اور اُن کا ملنا مشکل ہو تو دوسرے شہر کھانے کا منتقل کرنا واجب ہے، اور اگر دوسرے شہر میں بھی مشکل ہو تو انتظار کرنا ضروری ہے، البتہ موجود افراد پر احتیاط واجب کی بنا پر تکرار کرنا کافی نہیں ہے۔

مسئلہ 588: پوشاک، ہر مسکین کو ایک کپڑا دینا واجب اور دو کپڑے دینا مستحب ہے، اس میں زیادہ چھوٹے کپڑے پر اکتفاء نہ کیا جائے، جیسے احتیاط لازم کی بنا پر دو ماہ کے بچے کا کپڑا۔

مسئلہ 589: کفارہ میں قیمت کا دینا کافی نہیں ہے، کھلانے میں اور نہ ہی پہنانے میں، بلکہ کھانا کھلانے میں ضروری ہے کہ سیر ہو کر کھانا کھلائے یا اسے مسکین کی ملکیت قرار دے، جس طرح پوشاک میں ضروری ہے کہ کپڑے کو مسکین کی ملکیت قرار دیا جائے۔

مسئلہ 590: کفارہ مخیرہ میں ایک جنس کا کفارہ دینا واجب ہے، پس دو جنس کا کفارہ دینا جائز نہیں ہے، جیسے ماہ رمضان کے روزہ کو توڑنے کے کفارہ میں، ایک مہینہ روزہ رکھے اور تیس مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

مسئلہ 591: وہ مسکین جو کفارے کا مصرف ہے، اُس سے مراد وہ فقیر ہے جو زکات کا مستحق ہے، اس کا مسلمان ہونا ضروری ہے، بلکہ احتیاط لازم کی بنا پر مؤمن ہو لیکن جب مؤمن نہ ملے تو غیر اہل ولایت میں سے ناصبیوں کے علاوہ ضعیف العقیدہ مسکین لوگوں کو کفارہ دیا جا سکتا ہے، اُن لوگوں کو کفارہ نہیں دیا جا سکتا جن کا خرچ کفارہ دینے والے پر واجب ہو، جیسے والدین اور اولاد اور دائمی بیوی، باقی سب قریبیوں کو کفارہ دیا جا سکتا ہے بلکہ شاید یہ افضل ہے۔

مسئلہ 592: کفارہ جمع میں جو شخص تین کفاروں میں سے بعض کو ادا کرنے سے عاجز ہو جتنا دے سکتا ہے، اتنا دے

اوراحتیاط لازم کی بنا پر، اس پر استغفار کرنا ضروری ہے، اور اگر سارے کفارہ کے دینے سے عاجز ہوتو اُس پر فقط استغفار کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ 593: اگر قتل خطاء کے کفارہ میں مسکینوں کو کھانا کھلانے سے عاجز ہوتو احتیاط واجب یہ ہے کہ اٹھارہ دن روزہ رکھے اور استغفار کرئے اور اگر روزہ رکھنے سے عاجز ہوتو صرف استغفار ہی کافی ہے۔

مسئلہ 594: اگر ماہ رمضان کا جان بوجھ کر روزہ توڑے اور کفارہ مخیرہ میں تین کفارے دینے سے عاجز ہوتو اس پر اپنی طاقت کے مطابق صدقہ دینا ضروری ہے، اور اگر ایسا کرنا مشکل ہوتو استغفار کرئے اور لیکن اگر بعد میں کفارہ دینے کی قدرت حاصل ہوجائے تو بنا بر احتیاط واجب کفارہ دینا ضروری ہے۔

اگر عہد توڑے اور کفارہ مخیرہ میں تین کفارے دینے سے عاجز ہوتو اٹھارہ روزے رکھے اور اس سے عاجز ہوتو اس کے لیے استغفار کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ 595: اگر ماہ رمضان کی قضاء کا روزہ زوال کے بعد توڑ دے اور اس کے کفارے کے تین روزے رکھنے سے عاجز ہو اور قسم ونذر کے کفارہ سے عاجز ہوتو اس پر استغفار کرنا ضروری ہے، یہی حال ہے جب برائت کے کفارہ میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانے سے عاجز ہو۔

مسئلہ 596: مالی وغیر مالی کفارہ کے ادا کرنے میں اتنی دیر کی جاسکتی ہے جو واجب کے ادا کرنے میں سستی شمار نہ ہو، اگر چہ احتیاط مستحب ہے کہ واجب کے ادا کرنے میں جلدی کی جائے۔

مسئلہ 597: مالی کفاروں کے ادا کرنے میں دوسرے شخص کو وکیل قرار دینا جائز ہے، احتیاط لازم کی بنا پر اسے کسی کا خوشی سے ادا کرنا کافی نہیں ہے، جس طرح بدنی کفارہ مانند روزہ، دوسرا شخص خوشی سے ادا نہیں کرسکتا ہے اگر چہ وہ خود روزہ رکھنے سے عاجز ہی کیوں نہ ہو، ہاں میت کی طرف سے دوسرا شخص خوشی سے روزہ رکھ سکتا ہے خواہ مالی کفارہ ہو یا روزہ ہو۔

مسئلہ 598: مستحبی کفاروں میں سے ہے جسے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے، بادشاہ کے کام کرنے کا کفارہ اپنے بھائیوں کی حاجتوں کا پورا کرنا ہے

اور مجالس کا کفارہ، اس کے لیے کہے:

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين۔

ہنسنے کا کفارہ، اس کے لیے کہے: اللهم لا تمقتني۔

غیبت کا کفارہ، جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے استغفار کرئے، اور فال کا کفارہ توکل ہے، رخسار پر چانٹا مارنے کا کفارہ استغفار اور توبہ ہے۔

***

میراث کے احکام

- پہلے طبقے کی میراث۔۔
- دوسرے طبقے کی میراث۔۔
- تیسرے طبقے کی میراث۔۔
- املاک کا دعویٰ ۔۔
- اختلافِ عقود۔۔

میراث کے احکام

مسئلہ 599: میراث میں قریبی رشتہ داروں کے تین طبقے ہیں، میت کے پہلے طبقے کے افراد کے ہوتے ہوئے بعد والے طبقے کے افراد میراث حاصل نہیں کرسکتے ہیں، طبقات کی ترتیب یوں ہے:

پہلا طبقہ: باپ، ماں اور اولاد جہاں تک یہ سلسلہ نیچے چلا جائے، پس بیٹا اور بیٹے کا بیٹا (پوتا) دونوں پہلے طبقے سے ہیں، لیکن بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا، پوتی میراث پا نہیں سکتے۔

جب تک اس گروہ میں سے ایک شخص بھی موجود ہو دوسرا گروہ ترکہ میراث نہیں پاتا۔

دوسرا طبقہ: دادا اور دادی جہاں تک یہ سلسلہ اوپر چلا جائے،، بھائی اور بہن یا ان دونوں رشتوں کے نہ ہوتے ہوئے ان دونوں کی اولاد، ان میں سے جو کوئی میت کے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ میراث پاتا ہے یعنی بھائی کا بیٹا بھائی کے پوتے پر مقدم ہوتا ہے اور اسی طرح دادا میراث پانے میں پردادا پر مقدم ہوتا ہے اور جب تک اس گروہ میں سے ایک شخص بھی موجود ہو تیسرا گروہ میراث نہیں پاتا ہے۔

تیسرا طبقہ: چچا اور پھوپھی، اور ماموں، خالہ اور ان کے زندہ نہ ہونے کی صورت میں ان کی اولاد میراث پاتی ہے اور جب تک میت کے چچا، پھوپھی، خالہ، اور ماموں میں سے ایک شخص بھی موجود ہو، ان کی اولاد میراث نہیں پاتی ، یہاں اقرب فالاقرب کا خیال رکھا جائے، پس چچا ماموں پھوپھی خالہ کے زندہ ہوتے ہوئے ان کی اولاد میراث نہیں پاتی۔

مشہور نے ایک حالت کا استثناء کیا ہے، اور وہ یہ ہے:

میت کا باپ کی طرف سے چچا ہو یعنی وہ صرف میت کے باپ کے ساتھ باپ میں شریک ہو اور اس کے لیے ماں باپ کی طرف سے چچا کا بیٹا ہو یعنی میت کا باپ والدین میں شریک ہو تو اس حالت میں چچا کا بیٹا چچا پر مقدم ہوگا، حالانکہ اس پر کوئی تام دلیل نہیں ہے پس احوط ہے کہ ان کے درمیان مصالحت کی جائے، اور انہوں نے شرط لگائی ہے کہ ان دونوں کے ساتھ چچا باپ اور ماں کی طرف سے نہ ہو اور چچا ماں کی طرف سے نہ ہو، اور ان دونوں کے ساتھ پھوپھی نہ ہو، ماموں نہ ہو، خالہ نہ ہو۔

اگر باپ کی طرف سے چچا متعدد ہوں یا والدین کی طرف سے چچا کا بیٹا ہو یا ان دونوں کے ساتھ شوہر یا بیوی ہوتو مذکورہ حکم کے جاری ہونے میں اشکال ہے، اس میں مقتضی احتیاط کو ترک نہ کیا جائے اور وہ ان کے درمیان مصالحت ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

اگر میت کے ان طبقات والے اقرباء موجود نہ ہوں تو اس کے باپ اور ماں کے چچا، ان دونوں کی پھوپھیاں، خالائیں اور ماموں اس کی میراث پائیں گے، اور ان کے زندہ نہ ہونے کی صورت میں ان کی اولاد میراث پائے گی۔

اگر میت کے اس قبیل سے اقرباء موجود نہ ہوں تو اس کی میراث اس کے دادا اور دادا اور ان کے ماموں اور ان کی پھوپھیاں اور ان کی خالائیں میراث پائیں گے، اور ان کے بعد ان کی اولاد، جتنا سلسلہ چلتا جائے، بشرطیکہ عرف میں ان پر میت کی قرابت صادق آئے، ان میں سے زیادہ قریبی زیادہ دور والے پر مقدم ہے۔

ان طبقات کے مقابلے میں میاں بیوی کا طبقہ ہے، یہ دونوں ایک دوسرے کے مستقل صورت میں وارث ہیں، اس کی تفصیل آئے گی۔

پہلے طبقے کی میراث

میت کے ماں، باپ میں سے ہر ایک کے لیے سہم مفروض، جب اولاد ہو تو سدس مال ہے، اور اگر میت کی اولاد ہو تو اس کی ماں کے لیے ثلث ہے جب اس کے بھائی، بہن نہ ہوں۔ اور سدس مال ہے جب اس کے بھائی، بہن ہوں، لیکن میت کے باپ کے لیے فرض نہیں ہے، باقی سب مال باپ کے لیے ہے، ایک بیٹی کے لیے نصف ہے اور اگر بیٹیاں زیادہ ہوں (دو ہوں یا اس سے زیادہ ہوں) تو اُن کے لیے دو ثلث ہے۔

ذکور افراد میں (ایک ہو یا زیادہ) ہوں، اُن کے لیے سہم فرض نہیں ہے۔

جب سارے ورثاء اصحاب فروض ہوں (مانند والدین اور ایک بیٹی) انہیں ان کا سہم فرض اور ترکہ سے جو شے باقی ہو دیا جائے، ان پر باقی ترکہ کو اُن کے فروض کی نسبت تقسیم کیا جائے، اس عمل کو رد کہتے ہیں۔

جب ترکہ فروض سے کم ہو (جیسے والدین، دو بیٹیاں اور زوجہ) تو کمی کو بعض اصحاب کے نزدیک فروض سے لیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی تفصیل آیندہ مسائل میں آئے گی۔

مسئلہ: 600 اگر میت کے صرف بیٹے ہوں تو سارے مال کے بیٹے وارث ہوں گے، اگر اس کا ایک بچہ

ہو(بیٹا ہو یا بیٹی ہو) تو سارا ترکہ اسی کو ملے گا، اور اگر اس کی متعدد اولاد ہو اور سارے بیٹے یا بیٹیاں ہوں تو ان کے درمیان مال برابر تقسیم ہوگا، اگر میت کے بیٹے اور بیٹیاں ہوں تو ہر بیٹا بیٹی سے دوگنا حصہ پائے گا، اگر میت کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو تو اس کے مال کے تین حصے کیے جائیں گے بیٹے کو دو اور بیٹی کو ایک حصہ دیا جائے گا۔

مسئلہ: 601 اگر میت کا والدین میں سے ایک قریبی موجود ہو تو وہ سارا ترکہ لے گا، اور اگر ماں باپ دونوں زندہ ہوں تو باپ دو ثلث مال اور ماں ایک ثلث مال میراث پائے گی جب حاجب نہ ہو اور قریبی حاجب ہو تو ماں کا سہم ثلث سے سدس تک کم ہو جائے گا اور باقی باپ کے لیے ہے۔

حاجب سے مراد میت کے بھائی، بہن ہیں جن میں درج ذیل شرائط موجود ہوں، وہ اس صورت میں اگرچہ کسی شے کے وارث نہیں ہوں گے مگر وہ ماں کو ثلث سے زیر پردہ قرار دیں گے پس ماں کا حصہ ثلث سے سدس تک کم ہو جاتا ہے، وہ شرائط یہ ہیں:

۱۔ بیٹے کی موت کے وقت باپ موجود ہو۔

۲۔ اقرباء دو بھائیوں یا چار بہنوں یا ایک بھائی اور دو بہنوں سے کم نہ ہوں۔

۳۔ میت کے پدری مادری یا صرف پدری بھائی ہوں۔

۴۔ وہ اس وقت پیدا ہو چکے ہوں پس حمل کافی نہیں ہے۔

۵۔ وہ مسلمان ہوں۔

۶۔ وہ آزاد ہوں۔

مسئلہ: 602 وارثوں کی ترکیب کے لیے متصورہ احتمالات زیادہ ہیں، ہم نے انہیں وضاحت کے ساتھ اپنی کتاب الریاضیات للفقیہ میں تحریر کیا ہے اس کے ضبط وحصر کو لکھا ہے۔ لیکن فقہاءؒ نے اپنی توضیحات مسائل میں ان کی رئیسہ صورتوں کو بیان کیا ہے۔

اگر میت کے والدین کے ساتھ اولاد بھی ہو تو اُس کی صورتیں درج ذیل ہو سکتی ہیں:

۱۔ میت کے والدین اور ایک بیٹی ہو اور اس کے بھائی نہ ہوں جن میں گزشتہ حجاب والی شرائط ہوں، پس والدین دو سدس اور بیٹی نصف لے، اور زائد سب پر نسبت سے تقسیم کیا جائے گا، مال پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا، والدین کے لیے ایک حصہ اور بیٹی کے لیے تین حصے ہیں۔

۲۔میت کے والدین اور ایک بیٹی ہواوراس کے بھائی ہوں جن میں گزشتہ حجاب والی شرائط ہوں،بعض فقہاءؒ کہتے ہیں کہ اس کا سابقہ صورت والاحکم ہے، یہاں میت کا مال پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا ہے، بھائیوں کے وجود کا کوئی اثر نہیں ہے،لیکن مشہور کہتے ہیں کہ بھائی ماں کے حصہ کوکم کرتے ہیں،پس مال اسداس میں تقسیم ہوگا،ان میں سے تین کامل حصے بیٹی کے لیے ہیں،اور دیگر تین چوتھائی سدس بھی بیٹی کے لیے ہے،ماں کا حصہ سدس تک کم ہوگا،اور باپ کا حصہ سدس اور چوتھائی سدس ہے،پس مال چوبیس حصوں میں تقسیم ہوگا،جن میں سے چار حصے ماں کے لیےاور پانچ حصے باپ کے لیےاور باقی پندرہ حصے بیٹی کے لیے ہیں، یہ مسئلہ اشکال سے خالی نہیں ہے،پس مقتضی احتیاط کی مراعات کوترک نہ کیا جائے جس میں ماں کے حصہ سے پانچ اور چھ کے درمیان تفاوت ہے۔

۳۔میت کے والدین اور ایک بیٹا ہوتو اس کا مال چھ حصوں میں تقسیم ہوگا،والدین کوایک حصہ دیا جائے گا،اور بیٹے کو چار حصے دیئے جائیں گے،یہی حال ہے جب والدین کے ساتھ اولا دمتعدد ہوتو ماں باپ میں سے ہرایک کے لیے سدس ہے،باقی چار حصےاولاد میں برابر تقسیم ہوں گے،اگر سارے ذکور ہوں یا ذکوراور مونث ہوں،اسے اُن کے درمیان تقسیم کریں لڑکا لڑکی سے دوگنا حصہ پائے گا۔

اگر ذریت صرف مونث ہوتواس کی بابت تقسیم کی کیفیت گزرچکی ہے۔

مسئلہ:603میت کے والدین میں سےایک اس کی اولاد کےساتھ موجود ہوتواس مسئلہ کی چند صورتیں ہیں۔

۱۔میت کے والدین میں سے ایک کے ساتھ ایک بیٹی ہوتو باپ یاماں کے لیےربع مال اور باقی سارا بیٹی کے لیے ہے۔

۲۔میت کے والدین میں سے ایک کے ساتھ ایک بیٹا یا کئی بیٹے ہوں تواس صورت میں والدین میں سے جوایک ہواس کے لیےسدس اورزیادہ بیٹے ہوں توباقی مال ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔

۳۔میت کے والدین میں سے ایک کے ساتھ کئی بیٹیاں ہوں تواس صورت میں والدین میں سے جوایک ہو اس کے لیےخمس اور باقی بیٹیوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔

۴۔میت کے والدین میں سے ایک کے ساتھ ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوتواس صورت میں والدین میں سے جوایک ہواس کے لیےسدس اور باقی دوسری اولاد میں تقسیم کیا جائے گا،بیٹا بیٹی سے دوگنا حصہ پائے گا۔

مسئلہ:604اگرمیت کا بلاواسطہ بیٹایابیٹی نہ ہو،توارث اُن دونوں کی اولاد کے لیے ہوگی،یعنی بیٹے کا بچہ اپنے

باپ کا حصہ میراث پائے گا، اگر چہ مونث ہو اور بیٹی کا بچہ اپنی ماں کا حصہ میراث پائے گا، اگر چہ مذکر ہو، اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے بیٹے کی بیٹی ہو اور بیٹی کا بیٹا ہو تو بیٹی دو سہم لے گی، اور بیٹا ایک سہم لے گا، اگر بیٹے کی اولاد متعدد ہو یا بیٹی کی اولاد متعدد ہو اور سارے ذکور یا مونث ہوں تو وہ اپنے باپ کا حصہ یا اپنی ماں کا حصہ برابر تقسیم کریں گے ورنہ ان کے درمیان یوں تقسیم ہوگی کہ مذکر مونث سے دوگنا حصہ پائے گا۔

دوسرے طبقے کی میراث

بھائیوں بہنوں اور اُن کے نہ ہونے کی صورت میں اُن کے بچوں کی میراث

مسئلہ 605: اس طبقہ کی میراث میں قواعد عامہ یہ ہیں کہ بھائی، بہن پدری مادری ہوں یا پدری ہوں وہ ان کی تفاضل کے ذریعہ سے میراث لیتے ہیں، پدری مادری بھائی جب ایک جگہ جمع ہوں تو باپ کے حصہ کو کم کرتے ہیں۔

جب ایک بہن ہو تو وہ فرض کے ذریعہ سے نصف میراث لے گی اور اگر زیادہ ہوں تو فرض کے ذریعہ سے دوثلث لیں گی، لیکن اگر فقط ذکور ہوں یا ذکور اور مونث ہوں تو اُن کے لیے فرض نہیں ہے، اور باقی میراث لیں گے۔

مادری بہن، بھائی سدس میراث لیں گے، جب اکلوتا ہو اور جب متعدد ہوں تو ثلث کو برابر تقسیم کریں گے۔

جب پدری مادری بہن بھائی اور مادری بہن بھائی جمع ہوجائیں تو سوتیلے کو اُن کا مفروض حصہ دیا جائے گا اور باقی پدری مادری بہن بھائیوں کو دیا جائے گا، یہ تقسیم اس حساب کے مطابق ہوگی جسے ہم نے ذکر کیا ہے، مزید تفصیل کے لیے ہم کہتے ہیں:

ان کی میراث کی چند اقسام ہیں:

۱۔ میت کا وارث ایک بھائی یا ایک بہن ہو، تو اس صورت میں سارا مال بھائی یا بہن کا ہے، خواہ پدری بہن بھائی ہو یا مادری بہن بھائی ہو یا پدری مادری بہن بھائی ہو۔

۲۔ میت کا وارث فقط ایک بھائی ہو یا کئی بھائی ہوں، ایک بہن ہو یا کئی بہنیں ہوں اور سب ایک ماں و باپ سے ہوں یا سب فقط پدری بہن بھائی ہوں، تو اگر سب ایک جنس کے ہوں تو ان پر برابر مال تقسیم ہوگا، یعنی سب فقط مرد ہوں یا سب فقط خواتین ہوں، اور اگر ایک جنس سے نہ ہوں تو یوں تقسیم ہوگی کہ مرد عورت کا دوگنا حصہ پائے گا، پس بہن ایک حصہ اور بھائی دو حصے میراث پائے گا۔

۳۔میت کا وارث ایک بھائی یا کئی بھائی، یا ایک بہن یا کئی بہنیں ہوں اور وہ سب مادری بہن بھائی ہوں تو ان کے درمیان برابر میراث تقسیم ہوگی، اگرچہ ان کی جنس مختلف ہو۔

۴۔میت کا ایک پدری مادری بھائی اور پدری بھائی ہو، اور مادری بھائی نہ ہو تو سارا مال پدری مادری بھائی میراث پائے گا، اور پدری بھائی میراث نہیں پائے گا اور اگر پدری مادری بھائی زیادہ ہوں تو اس صورت میں مال برابر تقسیم کریں گے، یہی حکم ہے جب پدری مادری بہن اور پدری بہن ہو، اور مادری بہن نہ ہو۔

اگر ورثاء مذکر و مونث ہونے میں مختلف ہوں تو مال یوں تقسیم ہوگا کہ مذکر مونث کا دوگنا حصہ پائے گا۔

۵۔میت کے پدری مادری بھائی بہن ہوں یا پدری بہن بھائی ہوں، جب پدری مادری بہن بھائی نہ ہوں، البتہ ایک مادری بھائی یا بہن ہو تو مادری بہن یا بھائی کو سدس مال دیا جائے اور باقی دوسرے سب بھائی بہنوں پر برابر تقسیم کیا جائے مگر جب ذکوریت اور انوثیت میں مختلف ہوں تو مذکر مونث سے دوگنا حصہ پائے گا۔

۶۔میت کے پدری مادری بہن بھائی ہوں، یا پدری بہن بھائی ہوں، جب پدری مادری بہن بھائی نہ ہوں، اور ان کے ساتھ مادری بہن بھائی ہوں تو ارث کے تین حصے کیے جائیں گے، اس میں سے ایک حصہ مادری بہن بھائی کو ملے گا اور ان میں برابر تقسیم ہوگا خواہ مذکر ہو یا مونث ہو اور دوسرے دو حصے باقیوں کے لیے ہیں، مذکر مونث سے دوگنا حصہ پائے گا۔

۷۔میت کے پدری مادری بھائی اور پدری بھائی ہوں اور پدری بھائی اور مادری ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو پدری بھائی میراث سے محروم ہوں گے، اور مادری بہن بھائی سدس مال میراث پائیں گے، اور باقی سارا مال پدری مادری بھائیوں پر برابر تقسیم ہوگا، یہی حکم ہے جب پدری مادری کئی بہنیں ہوں اور پدری کئی بہنیں ہوں، اور مادری ایک بھائی یا ایک بہن ہو۔

اور اگر ذکوریت اور انوثیت میں مختلف ہوں تو مذکر مونث سے دوگنا حصہ پائے گا۔

۸۔میت کے پدری مادری بھائی یا بہنیں یا کچھ صرف پدری ہوں، یا مادری بھائی یا بہنیں ہوں تو پدری بھائی بہنیں میراث نہیں پائیں گے، جیسا کہ سابقہ صورت میں ہے، مادری بھائی بہن ثلث مال میراث پائیں گے اور ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا خواہ مذکر ہوں یا مونث ہوں، اور باقی دو ثلث اُن افراد کے لیے ہیں جو ایک والدین سے ہوں، ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا، اگر سب ذکور ہوں، یا سب ذکور یا مونث ہوں، ورنہ مذکر مونث سے دوگنا حصہ پائے گا۔

مسئلہ 606: اگر شوہر مرجائے اور وہ بیوی اور بھائی چھوڑ جائے تو بیوہ ربع ترکہ یا ثمن ترکہ میراث پائے گی ،اس کی تفصیل آئے گی ،اور اس کے بھائی گزشتہ مسائل میں جان لیے گئے حصہ کے مطابق میراث پائیں گے،اور اگر بیوی مرجائے اور وہ بھائی اور شوہر چھوڑ جائے تو شوہر کے لیے نصف مال ہے اور باقی بھائیوں کے لیے ہے۔

یہاں ملاحظہ کیا جائے گا: بہنوں کی وراثت کی بعض صورتوں میں سہم مفروضہ سہم فریضہ سے زیادہ ہوتا ہے پس کمی کو پدری مادری بہنوں پر یا صرف پدری ہی بہنوں پر لوٹا یا جائے گا،مثال کے طور پر اگر عورت مرجائے اور شوہر و پدری مادری دو بہنیں یا پدری دو بہنیں اور مادری دو بہنیں چھوڑ جائے تو جو ماں کے قریب ہے اس کا سہم ثلث مال ہے، پدری مادری دو بہنوں کا یا پدری بہنوں کا سہم دو ثلث مال ہے،اور یہ تمام فریضہ ہے اس سے زائد شوہر کا سہم ہے اور وہ نصف مال ہے پس کمی مال کو پدری مادری یا پدری دو بہنوں پر لوٹا یا جائے گا۔

پس یہ ترکہ چھ حصوں میں تقسیم ہوتا ہے،اس میں سے مادری دو بہنوں کے لیے دو حصے ہیں،شوہر کے تین حصے اور یہ نصف ترکہ ہے، باقی ایک حصہ پدری یا پدری مادری دو بہنوں کا ہے، یہی معنی ہے اس شے کا جس میں کہا ہے کہ پدری یا پدری مادری بہنوں پر کمی مال کو لوٹا یا جائے ، مادری بہنوں پر نہیں۔

مسئلہ 607: اگر میت کے بھائی زندہ نہ ہوں،تو ان کے حصوں کو ان کی اولاد لے گی، پس اگر میت مادری بھائی کی اولاد اور پدری مادری بھائی کی اولاد یا پدری بھائی کی اولاد چھوڑ جائے تو مادری ایک بھائی کی اولاد کے لیے سدس حصہ ہے اگر چہ زیادہ ہوں، اور پدری مادری یا پدری بھائی کی اولاد کے لیے باقی ترکہ ہے، اگر چہ کم ہوں۔

اگر بھائیوں کی اولاد، باپ اور میت کے بھائی متعدد ہوں،تو ارث بھائی بہنوں پر تقسیم کیا جائے گا، ایسے جیسے وہ خود موجود ہوتے تو اپنا حصہ لیتے ، پھر ان میں سے ہر ایک کا حصہ ان کی اولاد پر تقسیم کیا جائے گا، پس مادری بھائی بہنوں کی اولاد کا حصہ برابر ہوگا، اگر چہ ذکوریت و انوثیت میں مختلف ہوں،

پدری مادری یا پدری بھائی بہنوں کی اولاد کا حصہ، اس میں اقرب یہ ہے کہ اسے تفاضل کے ذریعہ سے تقسیم کیا جائے یعنی مذکر مونث سے دوگنا حصہ پائے گا، لیکن احوط یہ ہے کہ اس میں مصالحت کی طرف رجوع کیا جائے۔

دادا، دادی اوران سے اوپر کے سلسلہ، کی میراث

نانا، نانی کے لیےثلث میراث ہے اگر منفرد ہوں، البتہ دادا، دادی کے لیےفرض نہیں ہے، ماں کی طرف سے ترکہ کی تقسیم ان کے درمیان برابر ہوتی ہے اور باپ کی طرف سے ترکہ کی تقسیم تفاضل کے ذریعہ سے ہوتی ہے یعنی مرد کے لیے عورت کی نسبت دوگنا حصہ ہوتا ہے۔

مسئلہ 608: دادا، دادی میراث کے دوسرے طبقہ سے ہیں، لیکن دادا، دادی کے ہوتے ہوئے پردادا، پردادی میراث نہیں لے سکتے، دادااوردادی کی میراث کی چندصورتیں ہیں، ان میں سے کچھ کوذکر کرتے ہیں:

۱۔ مرنے والے کادادادادی یانانانانی کےعلاوہ کوئی وارث نہ ہو،توسارامال دادادادی یانانانانی کا ہوگا۔

۲۔ مرنے والے کاوارث دادادادی ہوں تو دادا کے لیے دوثلث اوردادی کے لیےثلث ہے۔

۳۔ مرنے والے کاوارث نانانانی ہوں تو دونوں کے درمیان مال برابرتقسیم ہوگا۔

۴۔ مرنے والے کاوارث دادا دادی میں سے کوئی ایک اور نانا نانی میں سے کوئی ایک ہو،تونانایانانی کے لیےثلث ہےاور باقی دادایادادی کے لیے ہے۔

۵۔ مرنے والے کاوارث دادادادی اورنانانانی ہوں تو دادادادی کے لیے دوثلث ہے، جس میں سے دادادادی سے دوگنا حصہ پاتا ہے، اورنانانانی کے لیےثلث ہے جودونوں کے درمیان برابرتقسیم ہوگا۔

مسئلہ 609: اگر مرد مر جائے اور اس کی بیوہ اور دادا دادی اور نانانانی ہو،تو نانا نانی کے لیےثلث میراث ہے جودونوں کے درمیان برابرتقسیم ہوتی ہے، اور بیوہ اپنا حصہ پائے گی، اس تفصیل کے مطابق جو بیان ہوگی، اور باقی مال دادادادی کے لیے ہے، دادادادی سے دوگنا حصہ پائے گا۔

مسئلہ 610: اگرعورت مرجائے اورشوہروجدوجدہ کوچھوڑ جائےتونصف مال شوہر کے لیے ہےاور باقی جدوجدہ کا اپنی صنف کے اعتبار سے ہوگا، اگر وہ دادادادی ہوں یانانانانی ہوں تو سابقہ تفصیلات کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

بھائیوں اور اجداد کا اکٹھا ہونا

مسئلہ 611: جب بھائی یا بہن یا کئی بھائی اور کئی بہنیں، جد وجدہ یا اجدات اور جدات کے ساتھ اکٹھے ہوجائیں تو اس کی میراث کی بابت چند صورتیں ہیں:

اول۔ نانا یانانی، بھائی یا بہن ماں کی طرف سے ہوں اس صورت میں ان کے درمیان مال برابر تقسیم ہوتا ہے اگرچہ یہ مذکر اور مؤنث کی حیثیت سے مختلف ہوں۔

دوم۔ سب کے سب باپ کی طرف سے ہوں تو ان کے درمیان مال مرد اور عورت کے مختلف ہونے کی صورت میں یوں تقسیم ہوگا کہ مرد عورت سے دوگنا حصہ پائے گا، اور اگر سب مرد یا سب عورتیں ہوں تو ان میں مال برابر تقسیم ہوگا۔

سوم۔ دادا یا دادی کے ساتھ بھائی یا بہن ماں باپ دونوں کی طرف سے ہوں تو اس صورت میں وہی حکم ہے جو گزشتہ صورت میں بیان کیا ہے، یعنی سگے بہن، بھائی دادا دادی کے حاجب قرار نہیں پاتے اور اس کے عکس کا بھی یہی حکم ہے اور یہ حکم خلاف ہے اُس کے جو پہلے گزر چکا ہے یعنی جب میت کا فقط پدری بھائی یا بہن ہو تو اس کے لیے میراث نہیں ہے جب اس کے ساتھ پدری مادری بھائی یا بہن ہو۔

چہارم۔ دادے یا دادیاں اور نانے نانیاں ہوں، خواہ سب مرد ہوں یا سب عورتیں ہوں یا مختلف ہوں اور اسی طرح مادری و پدری بھائی اور بہنیں ہوں، اس صورت میں مادری رشتہ دار ترکے میں ایک تہائی حصہ پائیں گے جن کے درمیان مال برابر تقسیم ہوتا ہے، خواہ وہ مرد اور عورت ہونے کی حیثیت سے مختلف ہوں اور ان میں سے پدری رشتہ دار دو تہائی حصہ پائیں گے، جن میں مرد عورت سے دوگنا حصہ پاتے ہیں، اور اگر سب کے سب جنس میں مختلف نہ ہوں یعنی سب مرد یا سب عورتیں ہوں تو ان میں مال برابر تقسیم ہوگا۔

پنجم۔ دادا یا دادی ماں کی طرف سے بھائی، بہن کے ساتھ جمع ہوں تو اگر بہن یا بھائی ایک ہو تو بھائی یا بہن کو سدس مال حصہ ملے گا اور اگر زیادہ ہوں تو تیسرا حصہ ان کے درمیان برابر تقسیم ہوتا ہے اور جو باقی بچے وہ دادے یا دادی کا مال ہے، یہ ایک ہو یا متعدد ہوں اور اگر دادا اور دادی دونوں ہوں تو دادا دادی کے مقابلے میں دوگنا حصہ پاتا ہے، ایسا نہ ہو تو ان کے درمیان مال برابر تقسیم کردیا جائے۔

ششم۔ نانا نانی باپ کی طرف سے بھائی کے ساتھ جمع ہوں تو نانا نانی ایک ہو یا متعدد ہوں ان کا ثلث حصہ ہے

،جو برابر تقسیم ہوگا، اور دوثلث بھائی کا حصہ ہےخواہ وہ ایک ہی ہو،اور اگر زیادہ ہوں تو ان کے درمیان مال برابر تقسیم ہوتا ہے۔

اورمر دوعورت ہونے میں مختلف ہوں تو مرد عورت سے دوگنا حصہ پائے گا۔

اوراگراس نانا یانانی کے ساتھ باپ کی طرف سے بہن ہواوراگر بہنیں دو یا زیادہ ہوں تو ان کے لیے دوثلث حصہ ہےاوراگر بہن ایک ہی ہوتو اس کے لیے نصف ہے اور ہر دوصورت میں دادے یا دادی کا حصہ ثلث ہی ہے پس آخری صورت میں سب کے حصے دے کرترکے کا سدس حصہ فریضہ سے زائد بچ جائے جس میں احتیاط مصالحت میں ہے۔

ہفتم۔دادے یادادیاں ہوں اور کچھ نانے اورنانیاں ہوں اوران کے ساتھ پدری بھائی یا بہن ہوخواہ وہ ایک ہی ہو یا زیادہ ہوں تو اس صورت میں ترکہ یوں تقسیم ہوگا:

نانے یانانی کا حصہ ایک ثلث ہےاوراگروہ زیادہ ہوں تو یہ ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا خواہ وہ مرداورعورت کے لحاظ سے مختلف ہی ہوں اور باقی دوثلث دادے یادادی اور پدری بھائی یا بہن کا حصہ ہےاوراگروہ مرداورعورت کے لحاظ سے مختلف ہوں تو فرق کے ساتھ اوراگر مختلف نہ ہوں تو ان میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔

اوراگران دادوں،نانیوں یادادیوں،نانیوں کے ساتھ مادری بھائی یا بہن ہوں تو نانا یانانی کا حصہ مادری بھائی یا بہن کے ساتھ ایک ثلث ہے جوان میں برابر تقسیم ہوتا ہے،اگرچہ وہ مردوعورت ہونے میں مختلف ہوں اوردادا یا دادی کا حصہ دوتہائی ہے جوان کے درمیان مرداورعورت کے اختلاف کی صورت میں فرق کے ساتھ ورنہ برابر تقسیم ہوتا ہے۔

ہشتم۔متفرق بھائی یا بہنوں کے ساتھ دادایادادی ہوتو اس صورت میں مادری بھائی یا بہن اگرایک ہوتو اس کے لیے سدس ہے،اوراگرزیادہ ہوں تو ثلث ہے،اسے ان کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا۔

اگر پدری بھائی یا بہن، دادا یادادی کے ساتھ جمع ہوتو باقی مال اس کے لیے ہوگا جومردوعورت کے مختلف ہونے کی صورت میں مرد عورت سے دوگنا حصہ پائے گااور اگر سب مرد ہوں یاسب عورتیں ہوں توان میں برابر تقسیم ہوگا،اوراگران کے ساتھ نانا یانانی ہوتو نانا یانانی کے لیےثلث ہے جو بھائی یا بہن کے ساتھ جمع ہو،ان کے درمیان مال برابر تقسیم ہوگا اور باقی پدری بھائی یا بہن کے لیے ہےان کے درمیاں ایک جیسے ہونے کی صورت میں برابر تقسیم ہوتا ہے اورایک جیسے نہ ہونے کی صورت میں مردعورت سے دوگنا حصہ پائے گا۔

مسئلہ 612: بھائی کی اولاد بھائی کے ساتھ کوئی شے میراث نہیں لیتے، پس سگے بھائی کا بیٹا بھائی یا بہن کے ساتھ ہوتو وارث نہیں پاتا ہے اگر چہ وہ باپ کی طرف سے ہو یا فقط ماں کی طرف سے ہو، یہ تزاحم کی صورت میں ہوتا ہے اور اگر تزاحم کی صورت نہ ہو جیسے مرنے والا نانا اور ماں کی طرف سے بھائی کا بیٹا اور باپ کی طرف سے بھائی کو چھوڑ جائے تو اس صورت میں بھائی کا بیٹا ثلث میں نانے کے ساتھ شریک ہوگا اور بھائی کو دوثلث دیئے جائیں گے۔

تیسرے طبقے کی میراث

یہ طبقہ چند افراد پر مشتمل ہے:

چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ اوران کی اولاد، یعنی باپ یا ماں کے چچا اور پھوپھیاں، اوران کی خالائیں یا ان سے سلسلہ نیچے چلا جائے جیسے چاچاؤں، پھوپھیوں ماموؤں اور خالاؤں کی اولاد، اس میں قاعدہ: قریب تر، دورتر کے سامنے رکاوٹ بنتا ہے، کی رعایت کی جائے، اوراس طبقہ میں کچھ اور بھی خاص قواعد ہیں:

ا۔ والدین کے چاچے اور پھوپھیاں، فقط باپ کی طرف سے چاچے اور پھوپھیوں کے حاجب ہوتے ہیں ، فقط ماں کی طرف سے چاچے اور پھوپھیوں کے حاجب نہیں ہوتے ہیں۔

۲۔ والدین کے چاچے اور پھوپھیاں، اپنے حصوں کو یوں تقسیم کریں کہ مرد عورت سے دوگنا حصہ پائے، جب کہ ماموں، خالہ کی طرف سے برابر حصہ لیتی ہے اور یہ مسائل وضاحت کے لیے تطبیقی ہیں۔

۳۔ جب ماموں، خالہ اور چچا، پھوپھی کا عنوان جمع ہو جائے تو ان کے افراد سے چشم پوشی کرتے ہوئے، ماموں ، خالہ کے لیے ثلث ہے اور چچا، پھوپھی کے لیے دوثلث ہے، اس کی تفصیل ان شاءاللہ آئے گی۔

مسئلہ 613: چچا، پھوپھی کی طرف کی میراث کی صورتیں:

ا۔ میت کا وارث ایک چچا یا ایک پھوپھی میں منحصر ہو پس سارا مال چچا اور پھوپھی کے لیے ہے خواہ دونوں میت کے باپ کے ساتھ باپ اور ماں میں مشترک ہوں (یعنی والدین کی طرف سے چچا اور پھوپھی) یا فقط باپ میں مشترک ہوں (یعنی باپ کی طرف سے چچا اور پھوپھی) یا فقط ماں میں مشترک ہوں (یعنی ماں کی طرف سے چچا اور پھوپھی)۔

۲۔ ایک شخص مرجائے اور چاچے یا پھوپھیاں چھوڑ جائے، اور سب کے سب باپ کی طرف سے چاچے یا پھوپھیاں ہوں، یا ماں کی طرف سے یا ماں باپ دونوں کی طرف سے ہوں تو ان پر مال برابر تقسیم ہوگا۔

۳۔ ایک شخص مرجائے اور چچا اور پھوپھی چھوڑ جائے، جو دونوں پدری ہوں یا دونوں پدری مادری ہوں تو چچا

پھوپھی سے دوگنا حصہ پائے گا، اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ چچا یا پھوپھی ایک ہو یا ایک سے زیادہ ہوں۔

۴۔ایک شخص مرجائے اور مادری چاچے اور پھوپھیاں چھوڑ جائے، تو اس صورت میں بھی دونوں کو مصالحت کی نصیحت کریں گے، تاکہ ان کے درمیان یوں تقسیم ہو کہ مرد عورت سے دوگنا حصہ پائے گا یا برابر تقسیم ہوگی۔

۵۔ایک شخص مرجائے اور چاچے، پھوپھیاں چھوڑ جائے، جن میں سے کچھ پدری مادری ہوں اور کچھ پدری ہوں اور کچھ مادری ہوں تو پدری چاچے اور پھوپھیاں میراث نہیں پائیں گے، باقی میراث پائیں گے، جب میت کا ایک مادری چچا یا ایک پھوپھی ہو تو اسے سدس مال دیا جائے اور باقی پدری مادری چاچے پھوپھیاں میراث لیں گی، ان میں مرد عورت کا دوگنا حصہ پائے گ۔

اور جب میت کا مادری چچا ہو اور اس کے ساتھ مادری پھوپھی ہو، تو ان دونوں کے لیے ثلث مال حصہ ہے، ان کے درمیان تقسیم میں احتیاط کی رعایت کی جائے جس کی ہم نے ابھی نصیحت کی ہے۔

۶۔ایک شخص مرجائے اور چاچے، پھوپھیاں چھوڑ جائے، جن میں سے کچھ پدری ہوں اور کچھ مادری ہوں تو اس صورت میں باپ کا قریبی ماں باپ کے قریبی کا سابقہ صورت میں قائم مقام ہوگا۔

مسئلہ 614: تیسرے طبقے سے ماموں اور خالائیں (جیسا کہ گزر چکا ہے) تو اکیلا ماموں سارا مال پائے گا اور دو ماموں اور ان سے زیادہ کے درمیان ترکہ برابر تقسیم کیا جائے گا، اور اکیلی خالہ سارا مال لے گی، یہی حکم ہے جب دو خالہ اور کئی خالائیں ہوں، اور جب مرد اور عورتیں جمع ہوں جیسے میت کا ایک یا زیادہ ماموں ہوں اور ایک خالہ یا زیادہ خالائیں ہوں (خواہ پدری مادری ہوں یا پدری ہوں یا مادری ہوں) ان کے درمیان میراث کے مساوی تقسیم ہونے، یا مرد عورت سے دوگنا حصہ لینے میں اشکال ہے پس زیادہ میں مصالحت کی بابت احتیاط کو ترک نہ کیا جائے، اور جب ان میں سے پدری قریبی اور مادری قریبی اور پدری مادری قریبی جمع ہو جائیں تو پدری قریبی کے سقوط (یعنی وہ ماموں جو میت کی ماں کے ساتھ فقط باپ میں متحد ہو) اور میراث کے باقیوں میں منحصر ہونے میں اشکال ہے پس مصالحت کے ذریعہ سے احتیاط کو ترک نہ کیا جائے، بہر حال مرد اور عورت کے مختلف ہونے میں گزشتہ اشکال جاری ہوگا کہ تقسیم مساوی ہو یا مرد عورت سے دوگناہ حصہ پائے، پس مصالحت کے ذریعہ سے احتیاط کو ترک نہ کیا جائے۔

مسئلہ 615: جب چاچے، پھوپھیاں، ایک ہوں یا زیادہ ہوں، ایک یا زیادہ ماموؤں اور خالاؤں کے ساتھ جمع ہوں تو ترکہ تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، ایک حصہ ماموں، خالہ کے لیے اور دو حصے چچا، ماموں کے لیے ہے

اور جب میت کے چاچے اور ماے نہ ہوں تو ان کی ذریت ان کی قائم مقام ہوگی ،جیسا کہ ہم نے بھائیوں کے بارے میں ذکر کیا ہے۔

مسئلہ 616: جب میت کے ورثاء اس کے باپ کے چاچے اور پھوپھیاں اور ماموں اور خالائیں ہوں، اس کی ماں کے چاچے، پھوپھیاں، ماموں، خالائیں ہوں تو ماں کے قریبی لوگوں کو ثلث مال دیا جائے گا اور ان میں مساوی تقسیم ہوگی، مرد کے عورت سے دوگنا حصہ پانے میں اشکال ہے پس مصالحت کے ذریعہ سے احتیاط کو ترک نہ کیا جائے۔

اور باقی ثلث باپ کے ماموں اور اس کی خالہ کو دیا جائے اور ان کے درمیان مساوی تقسیم کی جائے گی، اور باقی ماندہ باپ کے چچا اور اس کی پھوپھی کے لیے ہے اور ان کے درمیان مساوی تقسیم یا مرد کے عورت سے دوگنا حصہ پانے میں اشکال ہے، پس مصالحت کے ذریعہ سے احتیاط کو ترک نہ کیا جائے۔

اور اگر میت کے ان رشتہ داروں میں سے کوئی نہ ہو تو میراث ان کی ذریت کے لیے ہوگی، اور اس میں اقرب فالاقرب کی رعایت کی جائے گی۔

بہتر ہے کہ اس مورد اور دیگر سارے موارد میں حاکم شرع کی طرف رجوع کیا جائے، جن میں ہم نے ہر وارث کے استحقاق میں احتیاط بتائی ہے۔

بیوی اور شوہر کی میراث

مسئلہ 617: اگر کوئی عورت مرجائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو، تو اس کے سارے مال کا نصف حصہ اس کے شوہر کو اور باقی ماندہ اس کے دوسرے ورثاء کو ملتا ہے اور اگر اس عورت کی اس شوہر سے یا کسی اور شوہر سے اولاد ہو تو سارے مال کا چوتھائی حصہ شوہر کو اور بقیہ دوسرے ورثاء کو ملتا ہے۔

عورت کے لیے میراث میں خاص حکم ہے، اس لیے کہ عورت کچھ اموال میں بالکل حصہ دار نہیں ہوتی ہے ،انہیں میراث میں نہیں پاتی ہے، اور نہ ہی اس مال کی قیمت لے سکتی ہے، اور وہ زمین ہے، گھر کی زمین اور کھیتی باڑی والی زمین اور جو کچھ ان میں ہو، جیسے کھال وغیرہ، اور کچھ اموال ایسے ہیں جن کی عین میراث نہیں پاتی لیکن اس کی قیمت لیتی ہے یعنی خود مال لینے میں حق نہیں رکھتی، اس کا اس کی مالیت میں حصہ ہوتا ہے، اور وہ زمین میں لگے درخت، کھیت اور گھر وغیرہ کے اندر کی عمارت ہے، ان اموال کی قیمت لگائی جائے اور اس سے بیوہ کو حصہ دیا جائے، اور قیمت حصہ دینے والے وقت کی معتبر ہے۔

اگر وارث قیمت دینے کی بجائے عین مال دے دیں، تو بیوہ پر قبول کرنا واجب ہے، اس سے وہ عین مال میں وارث کے ساتھ شریک ہوجائے گی۔

اس کے علاوہ ترکہ کی اقسام سے دوسرے اموال، ان سے بیوہ دوسرے ورثاء کی طرح حصہ لے گی۔

جہاں بیوہ قیمت لیتی ہے، قیمت لگانے میں جو معمول کے مطابق قیمت چل رہی ہو وہ ادا کی جائے، جیسے گھر اور باغ کی قیمت ان کی قیمت گزاری کرنے والے سے لگوائی جائے، اور اسے دی جائے۔

مسئلہ 618: تمام ورثاء کے لیے بیوہ کی وراثت میں اُس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں ہے، یہاں تک کہ قیمت والے حصہ میں بھی تصرف نہیں کر سکتے جیسے درخت اور مکان کی قیمت۔

مسئلہ 619: اگر میت کی کئی بیویاں ہوں تو اُن پر ربع مال یا ثمن مال تقسیم کیا جائے گا، اگرچہ اس نے اُن سب کے ساتھ یا کچھ کے ساتھ دخول نہ کیا ہو، ہاں جس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو اور اس سے اپنی موت والی مرض میں شادی کی ہو تو اس کا نکاح باطل ہے، وہ عورت مہر اور میراث نہیں لے گی، لیکن اگر کوئی شخص کسی عورت سے اس کی موت والی بیماری میں شادی کرے تو شوہر اس سے وراثت پائے گا اگرچہ اس نے دخول نہ کیا ہو۔

مسئلہ 620: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دے تو عدت کے دوران ایک دوسرے کے وارث رہتے ہیں اور جیسے ہی عدت ختم ہوجاتی ہے تو پھر وارث نہیں رہتے ہیں، اسی طرح طلاق بائن میں ان کے درمیاں وراثت نہیں ہوتی۔

مسئلہ 621: اگر شوہر اپنی بیوی کو بیماری کی حالت میں طلاق دے دے اور سال (یعنی قمری بارہ مہینے) ختم ہونے سے پہلے مرجائے تو تین شرطوں کے پورا ہونے سے بیوی شوہر کی وارث ہوجاتی ہے:

۱۔ سال کے اثناء میں، اس کے مرنے سے پہلے، وہ عورت کسی دوسرے شخص سے شادی نہ کرے۔

۲۔ طلاق بیوی کے امر اور رضایت سے نہ ہوئی ہو خواہ عوض کے ذریعہ سے ہو یا بغیر عوض کے ہو۔

۳۔ شوہر اس مرض میں مرے اور اس کی موت کا یہی مرض سبب بنے یا اس کی موت کا سبب کوئی اور شے ہو تو اس کی بیوی اس کی وراثت نہیں پائے گی۔

مسئلہ 622: وہ لباس اور دیگر چیزیں جو بیوی اپنے شوہر کی اجازت سے استعمال کرتی ہے وہ بغیر تملیک کے بیوی کا مال ہوتا ہے، اور وہ ترکہ کا جزء ہے، سارے ورثاء اُس سے وراثت پاتے ہیں، وہ بیوی کے لیے مخصوص نہیں ہیں۔

وراثت کے مختلف مسائل

مسئلہ 623: وہ چیزیں جو مرنے والے کے بڑے بیٹے کو ترکہ سے مفت دی جاتی ہیں، جن کو حبوہ کہتے ہیں:

۱۔ باپ کا قرآن۔

۲۔ باپ کی انگشتر۔

۳۔ باپ کی تلوار۔

۴۔ باپ کے بدن پر زیب تن کیے ہوئے کپڑے۔

لیکن جو کپڑے باپ نے تجارت اور کاروبار کے لیے رکھے ہوتے ہیں، وہ بڑے بیٹے کے لیے مخصوص نہیں ہیں۔

اگر مرنے والے کے کپڑوں کے علاوہ دوسری چیزیں زیادہ ہوں، جیسے دو انگوٹھیاں ہوں تو ان سب چیزوں کے حبوہ ہونے میں اشکال ہے۔

اسی طرح رحل قرآن، بندوق، خنجر اور اسلحہ وغیرہ کے حبوہ ہونے میں اشکال ہے، پس دوسرے ورثاء کے مقابلے میں بڑے بیٹے کی مصالحت کی بابت احتیاط کو ترک نہ کیا جائے۔

مسئلہ 624: اگر میت پر قرضہ ہو، اور اس کا قرض اس کے مال کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو جو بڑے بیٹے کا مخصوص مال ہے اور جس کا ذکر پہلے حبوہ کے عنوان میں کیا گیا ہے اس کے قرض کی ادائیگی کے لیے دے دینا، بڑے بیٹے پر واجب ہے۔

اور جب اس کا قرض اس کے مال سے کم ہو، اگر تزاحم کی صورت ہو تو بڑے بیٹے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مخصوص مال سے قرضے کی نسبت سے ادائیگی کرے، اور اگر تزاحم کی صورت نہ ہو تو بڑے بیٹے کے لیے احتیاط واجب یہ ہے کہ اپنے مخصوص مال سے قرضے کی نسبت ادائیگی کرے، اور اگر میت کا قرض مجموع ترکہ کے نصف کے مساوی ہو تو اُن مخصوص چیزوں کے نصف کو اس راہ میں صرف کرے۔

میت کا کفن، اور تجہیز کا خرچ جسے اصل ترکہ سے نکالا جاتا ہے مذکورہ امور میں قرض کے حکم میں ہے۔

مسئلہ 625: مرنے والا مسلمان ہو تو میراث پانے میں وارث کا مسلمان ہونا ضروری ہے، پس کافر مسلمان سے میراث نہیں پاتا ہے، اگرچہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے۔

اگر وارث اپنے مورِث کو جان بوجھ کر ازروی ظلم قتل کرے تو اس کی میراث نہیں پائے گا، اور اگر یہ قتل خطائے محض ہو (جیسے شکاری پرندے کو پتھر مارے اور وہ اس کے مورِث کو جا لگے جس سے وہ مر جائے) یا یہ قتل خطائے شبیہ عمد کے ہو (جیسے عام مار کوٹ کے ارادے سے اپنے مورث کو پیٹے جس سے وہ قتل ہو جائے) تو یہ صورتیں میراث پانے سے مانع اور رکاوٹ نہیں ہیں، ہاں وہ اس کی دیت کا وارث نہیں ہوتا ہے۔

مسئلہ 626: جب کسی میت کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہو اگر زندہ پیدا ہوا تو میراث کا حق دار ہوگا، اس کی پیدائش سے پہلے ترکہ دوسرے وارثوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے، لیکن اگر اطمینان نہ ہو کہ پیدا ہونے والا مولود لڑکی ہے تو احتیاط واجب ہے کہ ایک لڑکے یا دو لڑکوں بلکہ زیادہ لڑکوں کا حصہ جدا کر دیں، جب متعدد بچوں کے پیدا ہونے کا قابل اعتناء و پرواہ احتمال ہو، پس اگر بچہ پیدا ہوا اور جو ترکہ چھوڑا تھا وہ اس کے حصے سے زائد ہو تو جو مال اس سے زائد ہو وہ آپس میں اپنے حصوں کے مطابق تقسیم کرلیں۔

مسئلہ 627: حرام زادہ اور اس کے زانی ماں باپ کے درمیان وراثت نہیں ہے، اور جو اِن دونوں کے قریبی ہوں، ان کے درمیان وراثت نہیں ہے، پس یہ ان کا اور وہ اس کے وارث نہیں ہیں۔

البتہ حرام زادہ اور اس کے وہ رشتہ دار جو زنا کے رشتہ دار نہ ہو، ان کے درمیان وراثت ہوتی ہے جیسے اس کی اولاد اور پوتے، نواسے۔

حرامی اور اس کی بیوی کے درمیان وراثت ہوتی ہے اور اگر بغیر وارث کے مر جائے تو اس کی میراث امام علیہ السلام کے لیے ہے۔

مسئلہ 628: امام علیہ السلام اس کا وارث ہے جس کا نسبی یا سببی وارث نہ ہو، اس سے میراث پانے کی سبیل خمس والے سہم امام علیہ السلام کی سبیل ہے، اس کا معاملہ امام علیہ السلام کی غیبت کے دور میں حاکم شرعی کے ہاتھ میں ہے، احتیاط لازم یہ ہے کہ اس کی بابت مرجع اعظم کی طرف رجوع کیا جائے جو جہات عامہ پر اطلاع رکھتا ہے۔

مسئلہ 629: اگر کوئی شخص ایک عرصہ تک غائب ہو جائے اور کسی کو اس کی زندگی موت تک کا علم نہ ہو، پس اس کے اموال کا حکم یہ ہے کہ چار سال تک اس کا انتظار کیا جائے اور ان سالوں میں اسے حاکم شرعی کے اذن سے تلاش

کیا جائے، اور جب اس کے بارے میں کوئی خبر نہ ملے تو اس کا مال اس کے اُن وارثوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے، جو اس وقت اس سے رواشت پاتے، جب وہ انتظار کی مدت ختم ہونے کے وقت مرتا، اور اس کے ان وارثوں کے درمیان تقسیم نہیں کیا جائے گا جو اس وقت اس سے وراشت پاتے، جب وہ انتظار کی مدت ختم ہونے کے بعد مرتا۔

اگر ایسا شخص اپنے مورث کا وارث بنے گا جو انتظار کی مدت کے ختم ہونے سے پہلے مرجائے اور ایسا شخص اپنے مورث کا وارث نہیں بنے گا جو انتظار کی مدت کے ختم ہونے کے بعد مرجائے۔

نیز اس کے اموال کو اس کے لاپتہ ہونے سے دس سال بعد تقسیم کیا جاسکتا ہے جس کے لیے اسے تلاش کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ 630: جب وارث اور مورث مرجائیں اور دونوں کی موت کے بارے میں پہلے، بعد میں، ساتھ ساتھ کا احتمال ہو یا پہلے کا علم ہو اور پہلے والے کی بابت جہل ہو تو دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث بنے گا۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کو زندہ قرار دیا جائے جس وقت دوسرے کی موت واقع ہوا اور وہ جس شے کا موت کے وقت مالک ہوا سے وراشت سے قرار دیا جائے، اور اسے وراشت سے قرار نہ دیا جائے جسے وہ دوسرے سے وراشت پائے گا۔

باب حدود و تعزیرات

حد: وہ سزا ہے جس کی شریعت نے حدود مقرر کی ہے اور اسے اللہ تعالی نے اس شخص پر فرض قرار دیا ہے جو معین جرم کا ارتکاب کرتا ہے جیسے زنا، شراب پینا، چوری کرنا، مرد کی مرد سے بدفعلی کرنا۔

اس کے مقابلے میں تعزیر ہے، یعنی ایسی سزا جس کی شریعت نے حد بندی نہ کی ہو، اس کی مقدار کا مقرر کرنا حاکم شرع پر چھوڑ دیا گیا ہے جو حد کی مقدار تک نہ پہنچے اور اس کا تعلق جرائم اور گناہ کے ساتھ ہو جو اُس سزا کا غیر ہے جس کے فاعل پر حد کی سزا دی جاتی ہے۔

شارع مقدس نے حدود جاری کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اس کی بابت سستی کرنے والوں اور انہیں جاری کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود ترک کرنے والے کی مذمت کی ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اللہ عزوجل کے فرمان: یُحیِ الارض بعد موتھا (سورہ روم آیت ۱۹) کی تفسیر میں روایت کی ہے: وہ زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے، یہ بارش سے زمین کا زندہ کرنا نہیں ہے، بلکہ اللہ ایسے مرد بھیجے گا جو عدل و انصاف کو پسند کریں گے، جس کے زندہ کرنے سے زمین زندہ ہوگی اللہ کے لیے حدود کا قائم کرنا چالیس صبح بارشوں سے زیادہ سودمند ہے۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عادل امام سے استفادہ کی ایک گھڑی، ستر سال کی عبادت سے افضل ہے، وہ حد جسے اللہ کے لیے زمین میں قائم کیا جاتا ہے چالیس صبح کی بارشوں سے افضل ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام سے مروی ہے: اے خدا! آپ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے، جس میں اپنے دین کے بارے میں خبر دی ہے، اے محمد ﷺ جو میری حدود میں سے کسی حد کو معطل کرتا ہے، اس نے مجھ سے دشمنی کی ، اور میری ضد اور شریک کو طلب کیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی شے کو نہیں چھوڑا جس کی امت قیامت تک نیاز رکھتی ہے، مگر اسے اپنی کتاب میں

نازل کیا ہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بیان کیا ہے، اور ہر شے کے لیے حد کو قرار دیا ہے اور اس پر دلالت کرنے والی دلیل قرار دی ہے، اور حدود خدا سے تجاوز کرنے والوں پر حد کو قرار دیا ہے۔

شریعت میں حدود وتعزیرات کی سزاؤں کی تشریع کی حکمت اور فلسفہ یہ ہے کہ لوگ سے جرائم اور دشمنیوں کی روک تھام ہو، کیونکہ لوگ قانون کی طاقت سے ڈرتے ہیں، عدل وانصاف اور لوگوں کے حقوق بچانے، پُرامن زندگی گزارنے کے قیام کے لیے حدود بنائی ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا: اے صاحبان عقل تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے (سورہ بقرہ آیت ۱۷۹)۔

جب یہ حدود وتعزیرات اور سارے اجتماعی احکام، مانند قضاوت اور امور امت کی ولایت، اس لیے تشریع نہیں ہوئے کہ کاغذ سیاہی سے کالے کیے جانے سے بچائے جائیں اور احکام چھٹی کر جائیں، دلیل یہ ہے کہ مناسب گواہ موجود نہ ہوں، شارع مقدس نے حدود کے قائم کرنے کے لیے اس اہتمام کو دلیلوں میں سے ایک دلیل قرار دیا ہے، جس سے دینی مجتہدین کے لیے لازم ہے جو معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں وظائف شرعیہ کو قائم کرتے ہیں، تاکہ ایسی وضع قائم کریں جو حدود کے اجراء میں مساعد و مددگار رہو، اسلامی حکومت کا قائم کرنا، اگر اس کی کامیابی کے مقومات پورے ہو جائیں، یا قائم حکومتوں کے اندر مؤثر قوت ایجاد کی جائے اور اس کے علاوہ دوسرے طور طریقے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے لطف سے موفق فرمائے، جیسا کہ اس کی بابت مختلف ادوار میں ہمارے علمائے عاملین قیام کیا ہے۔

مسئلہ 631: حدود وتعزیرات اور تمام اجتماعی احکام کا قائم کرنا جامع الشرائط مجتہد کے وظائف میں سے ہے جو امور عامہ کا متولی ومتصدی ہوتا ہے۔

دوسرے کسی کو اس کی اجازت اور امر کے بغیر، ان کے جاری کرنے کا حق نہیں ہے، سوائے خاص موارد کے

باب قضاوت

مسئلہ 632: قضاوت بہت بڑا الہٰی وظیفہ ہے، انبیاء وآئمہ طاہرین علیہم السلام کی میراث ہے، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

حکومت سے ڈرو کیونکہ حکومت امام کے لیے ہے جو قضاوت کو جانتا ہے، جو مسلمانوں کے درمیان عدل کرتا ہے، یہ نبی یا نبی کے وصی کا کام ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے قاضی شریح سے فرمایا:

اے شریح! تم ایسی جگہ پر بیٹھے ہو جہاں سوائے نبی یا نبی کے وصی یا بدبخت کے کوئی نہیں بیٹھتا۔

عادل کی قضاوت سے لوگوں کے حقوق کا تحفظ ہوتا ہے، لوگوں سے ظلم دور رہتا ہے، لوگوں کے درمیان امن امان پھیلتا ہے، رعایا مطمئن رہتی ہے اور سلطنت صحیح چلتی ہے۔

نااہل قضاوت کرنے والوں کو بہت زیادہ ڈرایا گیا ہے جو مجتہد جامع الشرائط کی مدد کے بغیر فیصلے کرتے ہیں کیونکہ مجتہد ہی امت کے امور کی سرپرستی کا متصدی ہوتا ہے۔

ہشام بن سالم کی صحیحہ روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام مروی ہے:

جب امیر المؤمنین علیہ السلام نے شریح کو قاضی بنایا تو اس پر شرط لگائی کہ وہ فیصلہ کرنے میں جلد بازی نہ کرئے یہاں تک کہ اسے اس پر پیش کرئے۔

سالم بن مکرم جمال سے مروی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ایک دوسرے کا محاکمہ اہل ظلم وجور کی طرف مت لے جاؤ، بلکہ اپنوں میں سے کسی شخص کو دیکھو جو ہمارے قول کے مطابق قضاوت جانتا ہو، اسے اپنے درمیان قاضی قرار دو، پس میں اسے تمہارے لیے قاضی قرار دیتا ہوں، اپنا مقدمہ اس کے پاس لے جاؤ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

حکم دو قسم کا ہوتا ہے: اللہ عزوجل کا حکم، اور جاہلیت کا حکم، پس جو اللہ کے حکم میں خطاء کرتا ہے وہ جاہلیت والا حکم صادر کرتا ہے۔

اس مناسبت سے ہم ہر اس شخص کو ڈراتے ہیں جو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے متصدی بنتا ہے، خواہ عدالت میں جج ہو یا پنچائتی فیصلہ کرنے والا ہو، یا جو بازار میں تاجروں کے فیصلے کرتا ہو۔

ہاں، ان کے فیصلوں کی تصحیح کی جاسکتی ہے، فیصلہ سنانے سے پہلے، ان کے سامنے شرعی دینی جہت کو پیش کیا جائے، جیسا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کی شریح کے لیے شرط میں بیان ہو چکا ہے۔

قضاوت کی تعریف

قضاوت: یعنی دو جھگڑے ہوؤں کے درمیان جھگڑے کا فیصلہ کرنا اور مدعی کے دعوی کو ثابت کرنا یا کہنا کہ یہ مدعی کا مدعی علیہ کے خلاف حق نہیں ہے۔

قضاوت اور فتوی کے درمیان فرق

فتوی یعنی کلی احکام کا بغیر اُن کو ان کے موارد پر تطبیق دیئے بیان کرنا، اور فتوی صرف اس پر حجت ہوتا ہے جس نے اس فتوی دینے والے مفتی کی تقلید کی ہوئی ہوتی ہے اور اس فتوی کی تطبیق اُس شخص کی نظر کے مطابق ہوتی ہے، مفتی کی نظر کے مطابق نہیں، یعنی مفتی کا کام فتوی دینا اور مقلد کا کام موضوع کی تشخیص کرنا ہے۔

قضاوت یعنی شخصی قضیہ پر حکم لگانا جو جھگڑنے کے مورد میں ہو پس قاضی حکم صادر کرتا ہے کہ فلاں مال زید کا ہے یا فلاں عورت فلاں بندے کی بیوی ہے اور اس کی مانند، اور یہ حکم ہر ایک پر نافذ ہوگا، یہاں تک کہ اگر فریقین میں سے کوئی ایک یا دونوں مجتہد ہی کیوں نہ ہوں۔

ہاں، گاہے مقدمہ دائر کرنے کی وجہ فتوی میں اختلاف ہوتا ہے، جیسے وارث زمین کے بارے میں جھگڑا کریں، مرنے والے کی وہ بیوی جو بیٹے کی ماں ہے وہ زمین سے میراث کا دعوی کرے اور باقی وارث کہیں کہ زمین میں اس کا حصہ نہیں ہے تو اس صورت میں قاضی کا حکم فریقین پر نافذ ہوگا اگر چہ اس کا فیصلہ اُس کے فتوی کے مخالف ہو جس نے اس کی طرف رجوع کیا ہے اور اس کے خلاف فیصلہ ہوا ہے۔

مسئلہ 632: قضاوت اجتماعی واجبات میں سے ہے، یعنی یہ مجتمع اور معاشرے کے لوگوں پر واجب ہے جیسے بعض افراد کی عائلی کفالت کرنے والا اُن افراد کے درمیان قضاوت کرتا ہے اور ان کے جھگڑے نپٹا تا ہے اور اگر وہ اس

پر عمل نہ کریں گے تو سب گناہگار رہوں گے۔

مسئلہ 633: قاضی حاکم شرعی کی طرف سے معین کیا جاتا ہے جو حالات عامہ کے کنٹرول کرنے پر متصدی ہے ،وہی مالی مخصصات کے اجراء کا ضامن ہے اور لوگوں کو گزارنے کے لیے اچھی زندگی مہیا کرتا ہے، تاکہ کمزور لوگوں سے رشوت کو روکے پس امیر المؤمنین علیہ السلام کے زمانے میں مالک اشتر اور بیشتر قاضیوں کے ساتھ اچھا، رویہ اور اُن خرچ کیا گیا، جس سے وہ لوگوں کے نیاز مند نہ رہے اور درست فیصلے کیے گئے۔

مسئلہ 634: قضاوت پر رشوت دینا اور لینا دونوں حرام ہیں۔

مسئلہ 635: قاضی کی دو قسمیں ہیں: حاکم شرعی کی طرف سے مقرر کردہ قاضی اور ثالثی قاضی۔

مسئلہ 636: ثالثی کے لیے جس قاضی کی طرف فریقین فیصلے کے لیے جاتے ہیں ،اُس کی تعیین فریقین کی رضایت پر موقوف ہے، لیکن اگر حاکم شرع کی طرف سے مقرر قاضی کے پاس مقدمہ لے جائیں تو اس کی تعیین مشہور قول کے مطابق مدعی کے ہاتھ میں ہے، اور اگر قاضی فریقین کے تقلید میں اختلاف کی رعایت کرئے تو کوئی حرج نہیں ہے یا حاکم شرع کی طرف رجوع کرلے۔

یہی حکم ہے جب فریقین دعوی کریں اور قاضی کی بابت اختلاف کریں جس کی طرف مقدمہ لے گئے ہوں۔

مسئلہ 637: قاضی کے شرائط:

بلوغ، عقل، مرد، مؤمن، حلال زادہ، عدالت، رشد، مقرر کردہ قاضی مجتہد ہو۔

مسئلہ 638: جس طرح حاکم کے لیے جائز ہے کہ فریقین کے درمیان گواہ، اقرار اور قسم کے ذریعہ سے فیصلہ کرئے اسی طرح اسے حق حاصل ہے کہ فریقین کے درمیان اپنے علم اور معلومات کے مطابق فیصلہ کرئے، بشرطیکہ اس پر فریقین راضی ہوں تا کہ تہمت اور شک کو روکا جائے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ مقدمہ حقوق اللہ کے بارے میں ہو یا حقوق الناس کے بارے میں ہو۔

مسئلہ 639: دعوی کے سننے میں شرط ہے کہ اسے جزم کے طور پر سنا جائے اور اگر گمان یا احتمال کے طور پر ہو تو ایسے دعوی کو سنا ہی نہ جائے۔

مسئلہ 640: اگر کوئی شخص کسی کے خلاف مال کا دعوی کرئے تو وہ شخص یا تو اس مال کا اعتراف کرئے گا یا اس کا انکار کرئے گا یا خاموشی اختیار کرئے گا، خاموشی کا مطلب یہ ہے کہ نہ اعتراف کیا ہے اور نہ ہی انکار کیا ہے، یہاں تین

صورتیں بنتی ہیں:

اول۔اس پر جس چیز کا دعوی کیا گیا ہے اس کا اعتراف کرلے تو حاکم اس کے مطابق حکم صادر کرے گا اور اس کا مؤاخذہ کرے گا۔

دوم۔اس پر جس چیز کا دعوی کیا گیا ہے اس کا انکار کردے تو مدعی سے گواہ طلب کیے جائیں گے اور اگر گواہ گواہی دے دیں تو حاکم ان کی گواہی کے مطابق حکم صادر کرے گا اور اگر وہ گواہی نہ دلوا سکے تو منکر قسم کھائے گا، اگر منکر نے قسم کھا دی تو دعوی ساقط ہو جائے گا، حاکم کے حکم کے بعد مدعی کو حق حاصل نہیں ہے کہ قسم اٹھانے والے کے مال سے حصہ مانگے، ہاں اگر قسم اٹھانے والے اپنے آپ کو جھٹلائیں تو مدعی اپنے مال کا اس سے مطالبہ کرسکتا ہے اور اس صورت میں اگر دوسرا فریق اسے مال نہ دے تو مدعی کے لیے اس مال سے حصہ لینا جائز ہے۔

سوم۔اس پر جس چیز کا دعوی کیا گیا ہے وہ اس کے سامنے خاموش ہو جائے تو مدعی سے گواہ طلب کیے جائیں گے اور اگر وہ گواہ پیش نہ کرسکے تو حاکم کہے گا کہ حلف دو، بشرطیکہ مدعی اس سے حلف لینے پر راضی ہو، اب اگر وہ حلف دے دے تو ٹھیک، ورنہ حاکم مدعی سے حلف مانگے گا۔

لیکن اگر مدعی علیہ دعوی کی بابت کہے کہ مجھے اس کے بارے کچھ پتہ نہیں ہے اور مدعی اسے نہ جھٹلائے تو اسے اس سے حلف لینے کا حق نہیں ہے کہ وہ حلف دے کہ مجھے اس کے بارے میں پتہ نہیں ہے۔

مسئلہ 641: منکر کے حلف اور حاکم کے حکم کے بعد مدعی کے بینہ کو اس کے دعوی پر سنا نہیں جائے گا۔

مسئلہ 642: اگر منکر حلف سے انکار کرے اور مدعی کو حلف کا کہے، اب اگر مدعی حلف دے دے تو اس کا مدعا ثابت ہو جائے گا اور اگر مدعی حلف سے انکار کردے تو دعوی ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ 643: اگر منکر حلف اٹھانے سے انکار کردے اور مدعی کو حلف کا نہ کہے، تو حاکم مدعی کو حلف کا کہے گا، اب اگر مدعی حلف دے دے تو فیصلہ مدعی کے حق میں ہو جائے گا۔

مسئلہ 644: حاکم کے لیے جائز نہیں ہے کہ مدعی سے بینہ قائم ہو جانے کے بعد حلف لے مگر جب اس کا دعوی میت کے خلاف ہو، اس صورت میں حاکم مدعی سے بینہ کے علاوہ حلف کا مطالبہ کرسکتا ہے تاکہ اس کا حق اس کے ذمہ میں باقی رہے۔

مسئلہ 645: ظاہر یہ ہے کہ مذکورہ حکم قرض کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ ہر مورد میں جاری ہوتا ہے جہاں اس

کا گمان کیا جاسکتا ہو، کیونکہ اس کی علت عبدالرحمن بن ابی عبداللہ کی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی روایت میں ہے: پس اگر ایسا ہوتو اس کا حق نہیں ہوگا کیونکہ ہم نہیں جانتے ہوسکتا ہے اس نے اسے ایسے بینہ کے ذریعہ پورا کیا ہو جس کے مقام کا ہمیں علم نہیں ہے یا موت سے پہلے بغیر بینہ دیئے ہوئے ہو۔

مسئلہ 646: میت کے خلاف دعوی میں کوئی فرق نہیں ہے کہ مدعی قرض کا دعوی اپنے لیے کرے یا اپنے مؤکل کے لئے کرے یا اس کے لیے کرے جس پر وہ ولی قرار دیا گیا ہے، ان تمام صورتوں میں دعوی کے ثبوت میں قسم اور بینہ کو ضم کرنا ضروری ہے، جیسا کہ کوئی فرق نہیں ہے کہ مدعی وارث ہو یا وصی ہو یا کوئی اور شخص ہو۔

مسئلہ 647: اگر میت کا قرض بغیر بینہ کے ثابت ہوجائے، جیسے اس کے ورثاء اعتراف کرلیں، یا وہ حاکم کے علم اور معلومات سے ثابت ہوجائے یا سب لوگ جانتے ہوں جس سے علم حاصل ہوجائے اور احتمال دیا جائے کہ میت نے اپنا قرض چکا دیا ہے تو کیا اس قسم کے مورد میں حلف کے ضم کرنے کی نیاز ہے یا نہیں؟

دو وجہیں ہیں:

۱۔ حلف کے ضم کرنے کی نیاز ہے۔

۲۔ حلف کے ضم کرنے کی نیاز نہیں ہے۔

اقرب پہلی وجہ ہے۔

مسئلہ 648: اگر مدعی میت کے خلاف ایک گواہ اور حلف کو قائم کرے تو معروف ہے کہ اس سے قرض ثابت ہوجائے گا، اب کیا اس میں دوسری قسم اٹھانے کی محتاجی ہوگی یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے، ایک قول ہے کہ اس کی ضرورت نہیں ہے، ایک قول ہے کہ یہ لازمی ہے، لیکن دوسرا قول اصح ہے۔

مسئلہ 649: اگر بچے یا پاگل یا غائب شخص پر قرض کا بینہ قائم ہو، کیا اس بینہ کے ساتھ قسم کی محتاجی ہے یا نہیں؟

اس میں تردد اور اختلاف ہے، اور اظہر یہ ہے کہ یہ سابقہ مسئلہ کی طرح ہے کیونکہ علت عام ہے بشرطیکہ وفا کا احتمال وارد ہو۔

مسئلہ 650: ایک حاکم کے فیصلے کے بعد دوسرے کے پاس وہی مقدمہ لے جانا جائز نہیں ہے، اور دوسرے حاکم کے لیے جائز نہیں کہ وہ پہلے والے کے حکم کو کالعدم قرار دے مگر جب پہلا حاکم واجد شرائط نہ ہو یا اس کا حکم

کتاب وسنت کے قطعی حکم کے مخالف ہو یا ایسی ادلہ مل جائیں جن سے پہلے حکم کی خطاء ثابت ہو جائے۔

مسئلہ 651: اگر مدعی اپنے حق کا مطالبہ کرے اور مدعی علیہ غائب ہو، اور اسے اس وقت حاضر نہ کیا جا سکتا ہو تو اس صورت میں، اگر وہ اپنے مدعا پر گواہ پیش کر دے تو حاکم اس کے گواہوں کی روشنی میں اس کے حق میں فیصلہ دے گا اور اس کا حق مدعی علیہ کے اموال سے لے کر مدعی کو دے دے گا اور مدعی سے مال کا ضامن لے گا اور جب غائب واپس آ جائے گا تو وہ اپنی صفائی دے گا اگر ثابت کر دے کہ مدعی کا مجھ پر کوئی حق نہیں بنتا ہے تو حاکم مدعی سے مال لے کر مدعی علیہ کو دے دے گا، اور اصل مال کے مفقود ہونے کی صورت میں مدعی اس کا بدل دے گا۔

مسئلہ 652: اگر مؤکل غائب ہو اور اس کا وکیل مدیون سے مطالبہ کرے کہ اس پر جو حق اقرار یا بینہ سے ثابت ہو چکا ہے، اُسے ادا کرے اور مدیون دعوی کرے کہ میں نے مؤکل کو دے دیا ہے یا میں اس سے بری الذمہ ہو چکا ہوں، اگر اس پر بینہ قائم کر دے تو ٹھیک ہے اور اگر بینہ قائم نہ کر سکے تو اس پر لازم ہے کہ وکیل کو دے اور حاکم کو حق نہیں ہے کہ وکیل سے حق کے باقی ہونے پر حلف لے۔

مگر جب مدیون دعوی کرے کہ وکیل کو پتہ تھا کہ میں نے قرض دے دیا ہے یا اس سے بری الذمہ ہو گیا ہوں۔

مسئلہ 653: جب حاکم کسی شخص پر قرض کے ثبوت کا حکم لگائے، اور محکوم علیہ کہے کہ میں قرض نہیں دوں گا، حاکم اسے قید میں ڈال کر قرض ادا کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔

ہاں اگر محکوم علیہ تنگدست ہو تو اسے قید کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ حاکم اسے مہلت دے یہاں تک کہ وہ قرض ادا کرنے پر قادر ہو جائے۔

قسم کے احکام

مسئلہ 654: حلف صحیح نہیں ہوتا مگر جب لفظ جلالت اللہ کے اور اللہ تعالی دیگر اسماء کے ذریعہ سے ہو، اس کا عربی لفظ کے ذریعہ سے ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کے اسماء کے ترجمہ سے بھی صحیح ہے۔

مسئلہ 655: حاکم اہل کتاب سے ہر اس شے کے ذریعہ سے حلف لے سکتا ہے جس کا وہ عقیدہ رکھتے ہیں، انہیں اللہ تعالی کے خاص اسماء سے حلف اٹھانے پر مجبور کرنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ 656: کیا حلف اٹھانے میں ضروری ہے کہ وہ خود حلف اٹھائے یا کسی دوسرے سے بھی حلف دلوا سکتا ہے، جس سے اس کی نیابت میں اس کا وکیل حلف دے؟ ظاہر ہے کہ اس کے خود کا حلف اٹھانا معتبر ہے۔

مسئلہ 657: جب معلوم ہو جائے کہ حلف اٹھانے والے نے حلف میں توریہ اختیار کیا ہے اور اس سے قصد کسی دوسری شے کا کیا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کا یہ حلف کافی نہیں ہے۔

مسئلہ 658: اگر منکر، کافر غیر کتابی ہو، جس کا مال محترم ہو، جیسے کافر حربی یا مشرک یا ملحد اور اس کی مثل، پس بعض نے ذکر کیا ہے کہ گزشتہ اختلاف کے مطابق، ان سے اللہ کی قسم طلب کی جائے اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ وہ جس شے کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان سے اسی کی قسم طلب کی جائے، لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان سے کسی شے کی قسم طلب نہ کی جائے پس جب مسلمان کا ان پر حق ثابت ہو جائے تو مسلمان کے حق میں حکم جاری کیا جائے گا اور اس مدعی علیہ کے انکار کو سنا نہیں جائے گا۔

مسئلہ 659: مشہور یہ ہے کہ حاکم کا کسی ایک سے بھی حلف لینا جائز نہیں ہے مگر قضاوت کی مجلس میں حلف لے سکتا ہے، لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، پس اظہر اس کا جائز ہونا ہے، لیکن قسم مدمقابل کے سامنے لی جائے یا اس کے نائب کے سامنے لی جائے یا دو عادل گواہوں کے سامنے لی جائے تاکہ شک اور اختلاف پیدا نہ ہو۔

مسئلہ 660: اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ کبھی قسم نہیں کھائے گا، لیکن ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ اس کے حق کا اثبات حلف پر موقوف ہو تو اس کے لیے قسم اٹھانا جائز ہے، اور قسم ختم نہیں ہوگی پس احتیاط کی بناء پر وہ قسم توڑنے کا کفارہ دے، ہاں جب نذر کرنے والا عدم حلف کو اخذ کرے حتی اس مورد کی مثل میں اور جو اس کے تابع ہے جس سے

اس کا حق ضایع ہو رہا ہو تو اس پر واجب ہے کہ اپنے لیے اپنے عزم کو لازم قرار دے۔

مسئلہ 661: جب کوئی شخص میت کے خلاف مال کا دعوی کرے، اگر دعوی کرے کہ اس بات کا اس کے وارث کو علم ہے اور اس کا وارث اس بات کا انکار کرے تو اسے اختیار ہے کہ وارث سے قسم لے کہ اسے اس کا علم نہیں ہے ورنہ حلف وارث کی طرف متوجہ نہیں ہو گا۔

مسئلہ 662: جب کوئی شخص میت کے خلاف مال کا دعوی کرے، اور دعوی کرے کہ اس کے وارث کو اس کی موت اور ترکے کا علم ہے، پس اگر وارث اس بات کا اعتراف کرلے تو اس کے لیے مدعی کو مال دینا ضروری ہے، اور اگر اس بات کا اعتراف نہ کرے تو حلف دے کہ مجھے اس کی موت کا علم نہیں ہے یا میت کا ہمارے پاس کوئی مال، ترکہ نہیں ہے۔

مسئلہ 663: حدود میں دعوی بینہ یا اقرار کے بغیر ثابت نہیں ہوتا ہے، اس میں قسم منکر کی طرف متوجہ نہیں ہوگی۔

مسئلہ 664: دو حق جو چوری پر مترتب ہوتے ہیں، ان کے اثبات میں کوئی ملازمہ نہیں ہے، اور وہ دو حق یہ ہیں، حد کی بابت اللہ تعالی کا حق اور قرض کی بابت لوگوں کا حق، پس جب چوری کے منکر کے پاس گواہ نہ ہو اور وہ حلف اٹھائے تو اس کا قرض ساقط ہو جائے گا، اور اگر مدعی گواہ پیش کرے اور حلف دے تو منکر مدیون ہو جاتا ہے، لیکن حد بغیر گواہ یا اقرار کے ثابت نہیں ہوتی ہے، اور حلف سے ساقط نہیں ہوتی ہے، جب حلف کے بعد گواہ گواہی دیں، تو اس پر حد جاری کر دی جاتی ہے۔

مسئلہ 665: جب میت پر قرض ہو، اور قرض خواہ دعوی کرے کہ کسی دوسرے شخص نے میت کا قرض دینا ہے اس حیثیت سے کہ میت مدعی کا مقروض ہے اور دوسرے شخص کا قرض خواہ ہے، اگر قرض ترکہ سے زیادہ ہو، تو قرض خواہ مدعی علیہ کی طرف رجوع کرے گا، اور اس سے قرض کا مطالبہ کرے، اگر وہ اس پر گواہ پیش کر دے تو ٹھیک ہے اور اگر گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعی علیہ حلف دے گا، اور اگر قرض ترکہ سے زیادہ نہ ہو، اب اگر ورثاء کے پاس میت کا مال ہو جو اُس مال کے علاوہ ہو جس کا دعوی کیا گیا ہے اور وہ کسی اور کے پاس ہو، تو قرض خواہ ورثاء کی طرف رجوع کرے اور اُن سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے۔

پس اگر وہ گواہ پیش کرے یا ورثاء میت کے قرض کا اقرار کرلیں تو وہ اسے اس کا قرض دے دیں، اور اگر ورثاء

میت کے قرض کا اقرار نہ کریں تو ورثاء حلف دیں کہ انہیں اس قرض کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے۔

اور اگر ورثاء کے پاس میت کا مال نہ ہو، نہ عین مال ہو اور نہ ہی اس کا بدل ہو جسے وہ ترکہ قرار دے کر تصرف کر سکتے ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں ہے:

۱۔ ورثاء کہیں کہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ میت کا کوئی مال کسی کے پاس موجود ہے۔

۲۔ ورثاء کہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ میت کا مال کسی کے پاس موجود ہے۔

پہلی صورت میں قرض خواہ مدعی علیہ کی طرف رجوع کرے اگر بینہ قائم کرے یا ورثاء اقرار کرلیں تو ٹھیک ہے، ورنہ مدعی علیہ حلف دے۔

دوسری صورت میں قرض خواہ ورثاء کی طرف رجوع کرے اور ورثاء مدعی علیہ کی طرف رجوع کریں، اور اس سے میت کے قرض کا مطالبہ کریں، اگر گواہ پیش کردیں یا وہ اقرار کرلیں تو اُن کے حق میں حکم جاری ہوگا، ورنہ مدعی علیہ کا حلف دینا واجب ہے، ہاں اگر ورثاء اُس کی طرف رجوع کرنے سے امتناع کریں تو قرض خواہ کو اختیار ہے کہ ان کی طرف رجوع کرے اور قرض کا مطالبہ کرے، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔

مسئلہ 666: اموال میں دعوی ایک عادل گواہ اور مدعی کی قسم سے ثابت ہوجاتا ہے

مشہور ہے کہ اس میں معتبر ہے کہ گواہی پہلے اور قسم بعد میں دی جائے، پس اگر اس کا اُلٹ کیا گیا تو دعوی ثابت نہیں ہوگا۔

یعنی احوط ہے کہ عادل شخص کی گواہی کے بعد قسم کا اعادہ کیا جائے، یہ اس وقت ہے جب دعوی میت کے علاوہ زندہ لوگوں پر کیا گیا ہو، لیکن اگر دعوی میت پر کیا گیا ہو تو اس کے بارے میں حکم بیان ہوچکا ہے۔

مسئلہ 667: ظاہر ہے کہ مدعا بہ مال مطلق طور پر، ایک عادل گواہ اور مدعی کی قسم سے ثابت ہوتا ہے، وہ عین مال ہو یا قرض ہو اور اقرب ہے کہ مال کے علاوہ دوسرے حقوق ان دونوں کے ساتھ ثابت نہیں ہوتے ہیں۔

مسئلہ 668: جب جماعت مال کا اُن کے مورث کے لیے دعوی کریں اور ایک گواہ گواہی دے، اب اگر سارے لوگ حلف اٹھائیں، تو ہر ایک کی نسبت سے اُن کے درمیان مال تقسیم کیا جائے گا، اور اگر کچھ لوگ حلف دیں اور دوسرے کچھ امتناع کریں تو حلف اٹھانے والے کا حق ثابت ہوجائے گا اور امتناع کرنے والے کا حق ثابت نہیں ہوگا۔ اگر مدعا بہ مال قرض ہو تو حلف اٹھانے والا اپنا حصہ لے گا جس میں دوسرا کوئی شریک نہیں ہوگا اور اگر مدعا بہ عین

مال ہوتو اس عین مال میں مدعی علیہ اپنی نسبت کے ساتھ شریک ہوگا، احوط ہے کہ مدعی علیہ دوسرے ورثاء کے ساتھ ان کے حصوں کی نسبت مصالحت کرلے، یہی حال ہے مال کی ایک جماعت کی بابت وصیت کا، جب وہ ایک گواہ قائم کریں تو حلف اٹھانے والے کا حق ثابت ہوگا اور جو حلف نہیں اٹھائے گا اسے حق نہیں ملے گا۔

مسئلہ 669: اگر مدعیوں کی جماعت کے درمیان اُن کے صغیر مورث کے لیے مال ہو، مشہور ہے کہ اس کے ولی کے لیے اس کے حق کو ثابت کرنے کے لیے حلف نہیں ہے، بلکہ اُس کا حصہ اس کے بالغ ہونے تک باقی رہے گا، اور اگر بچہ بالغ ہونے سے پہلے مرجائے تو اس کا وارث اس کا قائم مقام ہوگا، اگر حلف دے تو ٹھیک ،نہیں تو اس کا کوئی حق نہیں ہوگا۔

اس مسئلہ کے فرض میں اشکال ہے، کیونکہ اگر اس کا ولی اس کے حق کو جانتا ہو تو یہ گواہ ہے اور دوسرے گواہ کی گواہی سے حق ثابت ہوجائے گا، اگر اس کا ولی اس کے حق کو نہ جانتا ہو تو اس کے لیے حلف اٹھانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ 670: جب کچھ وارث دعوی کریں کہ میت نے ان پر اپنے گھر کو وقف کیا ہوا ہے جو نسل در نسل وقف چلے گا، اور اس کا دوسرے وارث انکار کریں، اگر مدعی حضرات بینہ قائم کریں تو وقفیت ثابت ہوجائے گی، یہی حکم ہے جب ان کا ایک گواہ ہو اور سارے حلف اٹھائیں۔

اور اگر سارے لوگ حلف سے امتناع کریں تو وقفیت ثابت نہیں ہوگی اور مدعا بہ مال قرض اور وصیت نکالنے کے بعد تقسیم کردیا جائے گا، اگر میت پر قرض ہو یا اس نے وصیت کی ہوئی ہو، اور اس کے بعد اس کے اقرار پر عمل کرتے ہوئے مدعی وقفیت کے حصہ کی وقفیت کا حکم لگایا جائے گا۔

اگر بعض مدعی حلف اٹھائیں، تو حلف اٹھانے والے کو اس کا وقف والا حصہ مل جائے گا، پس اگر میت نے وصیت کی ہو یا اس پر قرض ہو تو وقف کو باقی مال سے نکالا جائے گا پھر اسے سارے ورثاء میں تقسیم کردیا جائے گا۔

مسئلہ 671: جب کوئی وارث حلف سے امتناع کرے اور پھر حاکم کے حکم سے پہلے مرجائے تو اس کا وارث اس کا قائم مقام ہوگا، اگر اس نے حلف دیا تو اس کے حصہ میں وقف ثابت ہوگا، اور اگر حلف نہ اٹھائے تو وقف ثابت نہیں ہوگا۔

مسئلہ 672: جو اعیان مشترکہ ایسی ہوں جن کے اجزاء مساوی ہوتے ہیں، ان میں تقسیم جاری ہوتی ہے، اور شریک کو حق حاصل ہے کہ اپنے شریک سے عین مال کی تقسیم کا مطالبہ کرے، اور اسے شریک روکے تو اسے تقسیم پر مجبور

کیا جائے گا۔

مسئلہ 673: ایسی اعیان جن کے اجزاء مساوی نہیں ہوتے ہیں، اُن میں تقسیم کی تین صورتیں ہیں:

ا۔اس سے سب کو نقصان ہوتا ہو۔

۲۔اس سے کچھ کو نقصان ہوتا ہو۔

۳۔اس سے کسی کو نقصان نہ ہوتا ہو۔

پہلی صورت میں: جبراً تقسیم کرنا جائز نہیں ہے اور یہ سب کی رضایت سے جائز ہے۔

دوسری صورت میں: اگر نقصان اٹھانے والا تقسیم پر راضی ہوجائے تو ٹھیک ہے، ورنہ اسے اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

تیسری صورت میں: تقسیم سے منع کرنے والے کو تقسیم پر مجبور کیا جائے گا۔

مسئلہ 674: جب دو میں سے ایک شریک تقسیم کا کہے تو دوسرے پر قبول کرنا ضروری ہے، خواہ تقسیم افرازی ہو یا تعدیلی ہو۔

اول۔ تقسیم افرازی یعنی جب عین مشترکہ قیمت کے لحاظ سے مساوی اجزاء رکھتی ہو، جیسے دانے، تیل، نقدی اوران کے ہمشکل۔

دوم۔ تقسیم تعدیلی یعنی جب عین مشترکہ قیمت کے لحاظ سے مساوی اجزاء نہ رکھتی ہو جیسے کپڑے، گھر، دوکانیں، باغات، حیوانات اوران جیسے، ان میں اولاً ضروری ہے کہ قیمت کے لحاظ سے حصوں کو درست کیا جائے مثال کے طور پر ایک کپڑا ا دینار کے مساوی ہو اور دو کپڑے ہوں جن میں سے ہرایک کی قیمت نصف دینار ہو تو پہلے کپڑے کو سہم اول قرار دیا جائے اور دوسرے دو کپڑوں کو سہم دوم قرار دیا جائے پھر انہیں دو شریک آپس میں تقسیم کرلیں۔

لیکن اگر تقسیم سوائے رد کرنے کے ممکن نہ ہو جیسے دو لوگوں کے درمیان دو کاریں ہوں، ایک ہزار دینار کی ہو اور دوسری ایک ہزار پانچ سو دینار کی ہو، اس کی تقسیم سوائے رد کے نہیں ہوگی یعنی ان دونوں میں سے جو مہنگی کار رکھے گا وہ دوسرے کو دوسو پچاس دینار واپس کرے گا، اگر دونوں اس تقسیم پر راضی ہوں تو ٹھیک ہے، اور اگر راضی نہ ہوں، یعنی ان میں سے ہر مہنگی والی کار رکھنا چاہے تو قرعہ کے ذریعہ سے مشکل حل کی جائے گی۔

مسئلہ 675: اگر دو شخصوں کے درمیان مشترک مال خارج میں تقسیم کے قابل نہ ہو، اور اُن میں سے ایک تقسیم کا

مطالبہ کرئے اور دونوں اس بات پر راضی نہ ہوں کہ ایک مال رکھ لے اور دوسرا قیمت دے دے، انہیں دو کاموں میں سے ایک پر مجبور کیا جائے گا:

۱۔ قرعہ یعنی قرعہ ڈالا جائے کہ کون مال رکھے اور کون قیمت۔

۲۔ مال فروخت کر کے قیمت آپس میں بانٹ لیں۔

مسئلہ 676: اگر مال تقسیم افرازی یا تقسیم تعدیلی سے تقسیم کے قابل نہ ہو، اور دو شریکوں میں سے ایک رد کے ذریعہ سے تقسیم کا مطالبہ کرئے اور دوسرا شریک اس کی بات کو ماننے کے لیے تیار نہ ہوتو اس دوسرے شریک کو مجبور کیا جائے گا کہ قرعہ ڈالا جائے تا کہ معین ہوجائے کہ عین مال کس نے رکھنا ہے اور قیمت کس نے لینی ہے اور اگر اس بات پر مجبور نہ کر سکتے ہوں تو انہیں فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اور اس مال کی قیمت ان کے درمیان تقسیم کر دی جائے گی، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہوتو حاکم شرعی یا اس کا وکیل اس مال کو فروخت کر کے پیسے دونوں کے درمیان تقسیم کرئے گا۔

مسئلہ 677: تقسیم عقد لازم ہے، پس دو شریکوں میں سے کسی ایک کے لیے اس عقد کا فسخ کرنا جائز نہیں ہے، اگر چہ وہ دعوی کرئے کہ اس میں غلطی اور اشتباہ ہوا ہے، اگر یہ بات بینہ سے ثابت کرئے تو ٹھیک ہے، اور اسے ثابت نہ کر سکے تو اس کے دعوی کو سنا ہی نہیں جائے گا، ہاں اگر وہ دعوی کرئے کہ اس غلطی کا میرے شریک کو بھی پتہ ہے، تو اسے اختیار ہے کہ شریک سے حلف لے کہ مجھے اس کا پتہ نہیں تھا۔

مسئلہ 678: جب مال کے تقسیم کرنے کے بعد پتہ چلے کہ کچھ مال کسی دوسرے شخص کا ہے، اگر وہ مال کسی ایک کے حصہ میں ہوتو تقسیم باطل ہوجائے گی، اور اگر دونوں کے حصہ میں ہو اور مساوی ہوتو تقسیم درست ہوگی اور اُن میں سے ہر ایک کے پاس جس کا مال ہو وہ اسے واپس دے دے، اور اگر اس کا مال ان دونوں کے پاس مساوی صورت میں نہ ہو، جیسے ایک کے حصہ میں دو ثلث ہو اور دوسرے کے حصہ میں ایک ثلث ہوتو بھی تقسیم باطل ہوجائے گی۔

مسئلہ 679: جب وارث میت کے ترکہ کو آپس میں تقسیم کر لیں پھر پتہ چلے کہ میت پر کسی کا قرض ہے، پس اگر ورثاء اس کے خاص اموال سے اس کے قرض کو ادا کر دیں یا اسے قرض خواہ معاف کر دے یا کوئی خوشی سے میت کا قرض چکتا کر دے تو اُن کی تقسیم درست ہوجائے گی، اور اگر ایسا نہ ہوتو تقسیم باطل ہوجائے گی۔

پس اولاً ضروری ہے کہ اس ترکہ سے میت کا قرض ادا کریں، پھر باقی کو تقسیم کریں، اور وارث ایسا بھی کر سکتے ہیں کہ سابقہ تقسیم کو جائز قرار دیں اور حساب کر کے اپنے اپنے حصوں سے میت کا قرض ادا کر دیں۔

فصل: دعواؤں کے احکامات کے بارے میں۔

مسئلہ 680: مدعی اسے کہتے ہیں، جو کسی دوسرے شخص پر کسی شے کا دعوی کرے، اور وہ عقلاء کے نزدیک اس کو ثابت کرنے کے لیے پابند ہو، جیسے کسی کے خلاف مال یا حق یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور شے کا دعوی کرے یا قرض کے ادا کرنے یا عین مال کے ادا کرنے کا دعوی کرے جو اس پر واجب ہو۔

اس میں عقل اور بلوغ معتبر ہے مگر جب بچے کے دعوی پر اثر مترتب ہو جیسے تہمت کو مدعی علیہ کی طرف متوجہ کیا جائے، ایک قول ہے کہ اس میں رُشد بھی معتبر ہے، لیکن اظہر ہے کہ اس میں رشد معتبر نہیں ہے۔

مسئلہ 681: مدعی کے دعوی کے سننے میں ضروری امور:

ا۔ اس کا دعوی اپنے لیے ہو۔

۲۔ اس کا دعوی ایسے شخص کے لیے ہو۔ جس کے پاس اُس کی طرف سے دعوی کرنے کی ولایت اور سرپرستی ہو۔

پس جس مال کا دوسرے کے لیے دعوی کیا جائے وہ سنا نہیں جائے گا مگر جب وہ دوسرے کا ولی ہو یا اس کا وکیل ہو یا اس کا وصی ہو۔

۳۔ اس کے دعوی کا تعلق جائز اور مشروع شے کے ساتھ ہو۔

پس اگر مسلمان دوسرے مسلمان کے خلاف شراب یا سور وغیرہ کا دعوی کرے تو اسے سنا نہیں جائے گا۔

۴۔ اس کے دعوی کا تعلق ایسی شے کے ساتھ ہو جو شرعی اثر رکھتی ہو پس اگر ہبہ یا وقف کا بغیر قبض کے دعوی کیا جائے تو اسے سنا نہیں جائے گا۔

مسئلہ 682: جب کسی کے حق کا کوئی دوسرا شخص دعوی کرے جیسے ولی یا وصی یا وکیل، اگر گواہوں کے ذریعہ سے مدعا کو ثابت کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو ٹھیک ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو اسے اختیار ہے کہ منکر سے حلف مانگے، اب اگر وہ حلف اٹھا دے تو دعوی ساقط ہو جائے گا، اور اگر منکر کہے کہ مدعی حلف دے، مدعی کے حلف دینے سے حق ثابت ہو جائے گا، اور اگر وہ حلف نہ دے تو اس کی طرف سے دعوی ساقط ہو جائے گا تو یہ کافی ہے۔

اب صاحب حق اختیار رکھتا ہے کہ اس کے بعد دعوی کی تجدید کرے۔

مقاصہ کے بارے میں فروع

(مقاصہ یعنی ایک شخص کا مال کسی دوسرے شخص نے دینا ہو اور وہ دے نہ رہا ہو تو صاحب مال اپنے مال کی اس کے مال سے بھرپائی کرے)

مسئلہ 683: جب کسی شخص کا مال کسی دوسرے مرد کے پاس ہو تو وہ اس سے اس کی اجازت کے بغیر وصول کر سکتا ہے، لیکن اگر اس کے ذمہ میں قرض ہو اور مدعی علیہ اس کا اعتراف کرے اور دینے کے لیے تیار ہو تو اس کی اجازت کے بغیر وصول کرنا جائز نہیں ہے، یہی حکم ہے جب وہ امتناع کرے اور اس کا امتناع حق کی بابت ہو، جیسے جب علم نہ ہو کہ اس کا مال اس کے ذمہ میں ثابت ہے تو اس صورت میں مقدمہ حاکم کے پاس لے جائیں گے۔

لیکن جب اس کا امتناع ازروی ظلم ہو، خواہ اس کا معترف ہو یا انکار کرنے والا ہو، جسے تقسیم کا حق ہے وہ اس کے اموال سے اپنا حق لے سکتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ حاکم شرعی یا اس کے وکیل کے اذن پر موقوف نہیں ہے، اگرچہ اذن کا حاصل کرنا احوط ہے، اور اس سے بھی احوط ہے کہ اپنا حق لینے کے لیے حاکم کے حضور مقدمہ پیش کیا جائے۔

اگر کسی نے کسی کو مال دیا ہوا ہو اور وہ اسے دے نہ رہا ہو تو وہ اپنے شخصی مال کے بدلے میں اس کے اموال سے لے سکتا ہے، اگرچہ اس سے لینے پر قدرت نہ رکھتا ہو

مسئلہ 684: جو مال کسی کے ذمہ میں ہو اس سے اس مال کے علاوہ دوسری جنس کا مال وصول کرنا جائز ہے لیکن اُس کے مال کی اور اِس کے مال کی قیمت مساوی ہو کیونکہ زائد کا وصول کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ 685: اظہر ہے کہ اپنے مال کی بھرپائی امانت سے کی جاسکتی ہے جب امانت اسی مال کی جنس سے ہو البتہ یہ مکروہ ہے اور اگر امانت اور اس کے مال کی جنس ایک نہ ہو تو احوط ہے کہ اپنے مال کی بھرپائی اس کی امانت سے نہ کرے۔

مسئلہ 686: ضروری نہیں ہے کہ اپنے مال کی بھرپائی خود کرے بلکہ کسی اور کو اس کام میں وکیل بنا سکتے ہیں، بلکہ یہ ولی کے لیے بھی جائز ہے، پس اگر بچے یا پاگل کا مال کسی دوسرے کے پاس ہو اور وہ مال دینے سے انکار کرے تو ان دونوں کے لیے مال کی بھرپائی کرنا جائز ہے، بنابراس کے حاکم شرعی کے لیے جائز ہے کہ جو لوگ حقوق شرعیہ مانند خمس یا زکات ادا کرنے سے امتناع کریں، اُن کے اموال سے وصول کر لے۔

فصل: املاک کا دعویٰ

مسئلہ 687: اگر کوئی شخص ایسے مال کا دعوی کرے جو کسی کے قبضہ میں نہ ہو اور وہ اس دعوی کرنے والے کا ہوگا، اگر ایک گروہ کے پاس بیگ ہو اور اُن میں سے ایک شخص کہے کہ یہ میرا ہے اور دوسرے اس کے بارے میں کچھ نہ کہیں تو وہ اسے دے دیا جائے۔

مسئلہ 688: ایک مال کی بابت دو شخص جھگڑا کریں تو اس کی چند صورتیں ہوں گی:

اول۔ مال کسی ایک کے ہاتھ میں ہو۔

دوم۔ مال دونوں کے قبضے میں ہو۔

سوم۔ مال کسی تیسرے شخص کے ہاتھ میں ہو۔

چہارم۔ مال کسی کے قبضے میں نہ ہو۔

پہلی صورت: دونوں میں سے ہر ایک کے پاس گواہ ہوں جو گواہی دیں کہ یہ مال اس کا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ دونوں میں سے صرف ایک کے پاس گواہ ہوں کہ یہ مال اس کا ہے، تیسری بات یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی کے پاس کوئی گواہ نہ ہو۔

پہلی بات کے مطابق، جس کے پاس مال ہو وہ دوسرے کے دعوی کا انکار کرے، اس صورت میں حکم لگایا جائے گا کہ یہ شخص حلف دے تو مال اس کا ہے، لیکن اگر وہ انکار نہ کرے بلکہ کہے کہ مجھے صورت حال کا علم نہیں ہے، اور مال اسے دوسرے شخص کی طرف سے میراث وغیرہ کے ذریعہ سے ملا ہو، اس صورت میں وہ شخص حلف دے جس کے پاس گواہ زیادہ ہوں، اگر حلف دے تو مال اس کا ہو جائے گا، اور اگر ان کے گواہوں کی تعداد مساوی ہو تو ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے گا، جس کے حق مین قرعہ نکلے وہ حلف دے اور مال لے لے۔

ہاں، مدعی جس کے پاس مال ہو وہ تصدیق کرے کہ دوسرا شخص واقعاً صورت حال سے ناواقف ہے، لیکن دعوی کرے کہ جس شخص کی طرف سے اسے مال ملا ہے، اُس نے اس مال کو غصب کیا تھا، یا اُس کے پاس مال عاریہ کے طور پر تھا، یا اس طرح کی کوئی اور صورت تھی، اس صورت میں اگر وہ گواہ پیش کر دے تو مال اُس کا ہوگا، اور اگر گواہ پیش نہ

کرے تو مال اُس کا ہوگا جس کے قبضہ میں ہے۔

دوسری بات کے مطابق، اگر گواہ مدعی کے حق میں گواہی دیں تو اس کے ذریعہ سے حکم مدعی کے حق میں جاری ہوگا، اور اگر گواہ قبضے والے کے حق میں گواہی دیں تو حلف کے ساتھ حکم اس کے حق میں جاری ہوگا، لیکن بغیر حلف کے اس کے حق میں حکم اشکال رکھتا ہے، اور اظہر ہے کہ کوئی اشکال نہیں ہے۔

تیسری بات کے مطابق، قبضے والے پر حلف دینا واجب ہے، اگر حلف دے تو حکم اس کے حق میں جاری ہوگا، اور اگر حلف دینے سے انکار کرے اور حلف کو مدعی کی طرف لوٹا دے، اگر مدعی حلف دے دے تو حکم اس کے حق میں ہوگا، اور اگر مدعی حلف نہ دے تو مال قبضے والے کا ہوگا۔

دوسری صورت: اس میں بھی تین حالتیں پیدا ہوتی ہیں، دونوں کے پاس گواہ ہوں، دونوں میں سے ایک کے پاس گواہ ہوں، بالکل گواہ نہ ہو۔

پہلی حالت کے مطابق، اگر دونون حلف اٹھائیں یا دونوں حلف نہ اٹھائیں تو مال دونوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم ہوگا، اور اگر ایک شخص حلف دے اور دوسرا شخص حلف نہ دے تو حلف دینے والے کے حق میں حکم لگایا جائے گا۔

دوسری حالت کے مطابق، جس کے پاس گواہ کے ساتھ قسم ہو مال اُس کا ہوگا۔

صرف گواہ کے ساتھ اکتفاء کے جواز میں اشکال ہے، اور اظہر ہے کہ اشکال نہیں ہے۔

تیسری حالت کے مطابق، دونوں حلف دیں، اور اگر دونوں حلف دے دیں تو مال آدھا آدھا لیں گے، یہی حال ہے جب دونوں حلف نہ دیں اور اگر ایک حلف دے تو حکم اس کے حق میں ہوگا۔

تیسری صورت: یہ دعوی کے موضوع کے، دو میں سے ایک کے ہاتھ میں مال کے نہ ہونے کے لحاظ سے چوتھی صورت کی مانند ہے، اس صورت میں فرق یہ ہے کہ جب وہ شخص کہ جس کے قبضہ میں مال ہے، ان دو میں سے ایک کی تصدیق کرے یا وہ دونوں کی تصدیق کرے اور وہ تصدیق کرنے والا عادل ہو تو وہ عادل گواہ ہو جائے گا، جس کی گواہی مؤثر ہوگی، اور جہاں گواہوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے، اُن کی تعداد میں اضافے کا باعث ہوگا، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، اور اگر وہ دونوں کے مال ہونے کا اعتراف نہ کرے، تو اس کا حکم بلافرق چوتھی صورت والا ہوگا۔

چوتھی صورت: اس میں بھی تین حالتین پیدا ہوتی ہیں، دونوں کے پاس گواہ ہوں، دونوں میں سے ایک کے پاس گواہ ہوں، بالکل گواہ نہ ہو۔

پہلی حالت کے مطابق ، دونوں حلف دیں یا دونوں حلف سے انکار کریں، تو مال ان کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا، اگر ایک حلف دے اور دوسرا حلف سے انکار کرے تو مال حلف والے کا ہوگا۔

دوسری حالت کے مطابق، مال اس کا ہوگا جس کے پاس گواہ ہوں گے۔

تیسری حالت کے مطابق، اگر دو میں سے ایک حلف دے اور دوسرا حلف نہ دے تو مال حلف اٹھانے والے کا ہوگا، اور اگر دونوں حلف دیں تو مال آدھا آدھا دونوں کا ہوگا، اور اگر دونوں حلف نہ دیں تو دونوں کے درمیان قرعہ ڈالا جائے گا۔

اس مسئلہ میں بینہ (گواہ) سے مراد دو عادل گواہ یا ایک مرد گواہ اور دو عورتیں گواہ ہیں، لیکن یہاں ایک مرد گواہ کی مدعی کی قسم کے ساتھ گواہی بینہ نہیں ہے، اگرچہ اس سے بھی حق ثابت ہوجاتا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ 689: جب کوئی شخص ایسے مال کا دعوی کرے جو دوسرے کے پاس ہو، اور وہ اعتراف کرے کہ یہ مال کسی اور کا ہے تو اس سے مخاصمہ (یعنی جھگڑا) برطرف ہوجائے گا، اس صورت میں اگر مدعی بینہ (گواہ) قائم کرے کہ یہ مال میرا ہے تو مال اس کا ہوگا لیکن دوسرے کی ضمانت میں ہوگا، جیسا کہ پہلے غائب پر دعوی کی بابت گزر چکا ہے۔

مسئلہ 690: جب کوئی شخص دوسرے کے خلاف مال کا دعوی کرے اور وہ مال اس وقت اس کے ہاتھ میں ہو ، پس اگر بینہ (گواہ) قائم کرے کہ یہ مال پہلے سے اس کے قبضہ میں ہے یا یہ مال اس کی ملکیت ہے تو اس بینہ کا کوئی اثر نہیں ہے، اور اس سے ابھی اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوگی ، بلکہ قبضہ تقاضا کرتا ہے کہ مال اُس کا ہے جس کے ہاتھ میں ہے ، ہاں مدعی کو حق حاصل ہے کہ اس سے حلف کا مطالبہ کرے ، اور اگر بینہ قائم ہو کہ اس مال پر جو ہاتھ ہے یہ اس کے لیے امانت کا ہاتھ ہے، یا اس سے اجارہ کا ہاتھ ہے یا اس سے غصب کا ہاتھ ہے تو اس کے ذریعہ سے اس پر حکم جاری ہوگا، اور ید فعلی (اس موجودہ وقت والا ہاتھ) معتبر نہیں رہے گا، ہاں اگر ہاتھ والا شخص بھی بینہ قائم کرے کہ اس وقت مال اس کا ہے تو قسم کے ساتھ اس کے حق میں حکم جاری ہوگا۔

اور اگر ہاتھ والا شخص اقرار کرے کہ یہ مال پہلے والے مدعی کا تھا، اور دعوی کرے کہ یہ مال میں نے خرید کرلیا ہے، اب اگر اپنے مدعی پر بینہ قائم کرے تو ٹھیک ہے ورنہ قسم کے ساتھ، ہاتھ والے کا قول قبول کیا جائے گا۔

فصل: اختلافِ عقود

مسئلہ 691: جب شوہراور بیوی کا عقد کے بارے میں اختلاف ہو، یعنی شوہر کہے کہ عقد متعہ کا ہے اور بیوی کہے کہ عقد دائمی والا ہے، یا شوہر کہے کہ عقد دائمی ہے اور بیوی کہے کہ عقد متعہ کا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہاں دائمی عقد والے کے دعوا کو قبول کیا جائے گا، اور جو عقد متعہ کا دعویدار ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے مدعا پر گواہ پیش کرے، اور اگر گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعی عقد دائمی سے قسم لے کر عقد دائمی کا حکم جاری کیا جائے گا، یہی حال ہے جب شوہراور بیوی کے گھر والوں کے درمیان اختلاف ہو جائے۔

مسئلہ 692: جب مرد اور عورت دونوں کے اعتراف سے زوجیت ثابت ہو جائے، اور کوئی دوسرا شخص دعوی کرے کہ یہ عورت میری ہے پس اگر وہ اپنے دعوی پر بینہ (گواہ) پیش کر دے تو ٹھیک ہے، اور اگر وہ اپنے دعوی پر بینہ (گواہ) پیش نہ کرے تو اُسے حق حاصل ہے کہ ان دونوں میں سے جس سے چاہے حلف لے سکتا ہے۔

مسئلہ 693: اگر ایک مرد دعوی کرے کہ یہ عورت میری ہے اور وہ عورت اس کی زوجیت کا اعتراف نہ کرے اور ایسا بھی نہ کہے کہ میں صورت حال سے ناواقف ہوں اور دوسرا شخص بھی دعوای کرے کہ یہ میری بیوی ہے اور دونوں شخص اپنے مدعا پر بینہ (گواہ) پیش کریں اور حلف دیں، جن کے گواہوں کی تعداد زیادہ ہو فیصلہ ان کے حق میں ہوگا اور اگر دونوں کے گواہوں کی تعداد مساوی ہو تو ان دونوں کے درمیان قرعہ ڈالا گا، جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ حلف دے اور اگر وہ حلف نہ دے جس کے گواہوں کی تعداد زیادہ ہے یا جس کے نام کا قرعہ نکلا ہے تو اس سے زوجیت ثابت نہیں ہوگی، کیونکہ دو بینہ آپس میں ٹکرانے سے درجہ اعتبار سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

اور جب زوجہ ہر ایک کی زوجیت سے انکار کرے، تو اگر دونوں میں سے ایک بینہ (گواہ) پیش کرے اور گواہ گواہی دیں کہ یہ اس کی زوجہ ہے تو ٹھیک ہے، اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک کے پاس بینہ (گواہ) نہ ہوں تو عورت کو چاہیے کہ حلف دے جس سے دعوی ختم ہو جائے گا۔

ہاں، اگر حاکم حکم صادر کرے یہ بینہ یا اس کی مانند کے ذریعہ سے اس کی بیوی ہے اور وہ عورت جانتی ہو کہ میں واقعی طور پر اس کی بیوی نہیں ہوں اور بینہ (گواہ) جھوٹے ہوں تو اس صورت میں عورت کے لیے زوجیت کے آثار کو مرتب کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ 694: جب دولوگوں کا عقد میں اختلاف ہو، اور مال نقل کرنے والا بیع کا مدعی ہو اور جس کی طرف مال منتقل کیا گیا ہے وہ ہبہ کا مدعی ہو، یہاں ہبہ والے کے دعوی کو قبول کیا جائے گا، بیع کے مدعی پر لازم ہے کہ اسے ثابت کرے خواہ ہبہ لازمہ ہو جیسے اس میں تصرف واقع ہوا ہو یا یہ قریبی رشتہ دار کے لیے ہو یا ہبہ جائزہ ہو۔ لیکن جب معاملہ برعکس ہو، اور ناقل ہبہ کا دعوی کرے اور منقول الیہ بیع کا دعوی کرے تو مدعی بیع کی بات قبول کی جائے گی، اور مدعی ہبہ پر اپنے دعوی کو ثابت کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ 695: جب مالک اجارہ کا دعوی کرے اور دوسرا عاریہ کا دعوی کرے، تو عاریہ کے مدعی کے قول کو قبول کیا جائے گا، اور اگر معاملہ برعکس ہو تو مالک کے قول کو قبول کیا جائے گا، اور ان دونوں حکموں میں تردد ہے۔

مسئلہ 696: جب دو جوگ اختلاف کریں، مالک دعوی کرے کہ جو مال تلف ہوا ہے وہ قرض تھا، اور قابض دعوی کرے کہ یہ امانت تھی، تو یہاں مالک کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

لیکن، اگر مال موجود ہو، اور وہ قیمتی ہو تو ودیعت (امانت) والے کے قول کو قبول کیا جائے گا۔

مسئلہ 697: جب دولوگ اختلاف کریں، مالک دعوی کرے کہ یہ مال امانت تھا اور قابض دعوی کرے کہ یہ مال رہن تھا، پس اگر قرض ثابت ہو تو قابض کے قول کو قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا، اور اگر قرض ثابت نہ ہو تو مالک کے قول کو قبول کیا جائے گا۔

مسئلہ 698: جب دولوگوں کا رہن میں اتفاق ہو، اور مرتہن کہے کہ ہزار درہم کی رہن ہے اور راہن دعوی کرے کہ سو درہم کی رہن ہے تو راہن کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

مسئلہ 699: جب دولوگ عین مال کی بعنوان بیع یا اجارہ قبض میں اختلاف کریں، پس قابض بیع کا دعوی کرے اور مالک اجارہ کا دعوی کرے تو ظاہر ہے مدعی اجارہ کا قول قبول کیا جائے گا اور مدعی بیع پر لازم ہے کہ اپنے مدعا کو ثابت کرے۔

مسئلہ 700: جب بایع اور مشتری قیمت کی زیادتی اور کمی میں اختلاف کریں، اگر مبیع مال تلف ہونے والا ہو تو قسم کے ساتھ مشتری کے قول کو قبول کیا جائے گا، اور اگر مبیع مال باقی رہنے والا ہو تو بعید نہیں ہے کہ بایع کے قول کو قسم کے ساتھ قبول کیا جائے، جیسا کہ یہ مشہور ہے۔

مسئلہ 701: جب مشتری بایع پر شرط کا دعوی کرے، جیسے قیمت کا جلد ادا کرنا یا درک کرنے پر رہن کی شرط کا دعوی کرے یا اس کے علاوہ کوئی اور شرط لگائے تو بایع کے قول کو قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا، یہی حکم ہے جب دولوگ مدت کی مقدار میں اختلاف کریں اور مشتری زیادہ مدت کا دعوی کرے۔

مسئلہ 702: جب دولوگ مال مبیع کی مقدار میں اختلاف اور قیمت کی مقدار میں اتفاق رکھتے ہوں، پس مشتری

دعوی کرئے کہ مال مبیع دو کپڑے ہیں اور بایع کہے کہ ایک کپڑا ہے تو بایع کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا، اور جب دونوں کا مال مبیع کی جنس میں اختلاف ہو یا قیمت کی جنس میں اختلاف ہوتو یہ مورد دعاوی کے موارد میں سے ہوگا پس اگر اُن دونوں میں سے ایک کا دعوی بینہ (گواہوں) یا حلف سے ثابت نہ ہوتو دعوی کے فسخ کا حکم لگایا جائے گا۔

مسئلہ 703: جب دولوگ اجارہ میں اتفاق رکھتے ہوں اور کرایہ کی کمی وبیشی میں اختلاف رکھتے ہوں تو مدعی کمی کے قول کو قبول کیا جائے گا، اور مدعی زیادہ پر لازم ہے کہ اپنے دعوی کو ثابت کرئے، یہی حال ہے جب عین مستاجرہ میں کمی وبیشی کا اختلاف ہواور اجرت میں اتفاق ہو یا اختلاف مدت کی کمی وبیشی میں ہواور عین مال واجرت کی مقدار میں اتفاق ہو۔

مسئلہ 704: جب دولوگ ایک معین مال میں اختلاف کریں، اور اُن میں سے ہرایک دعوی کرئے کہ ہم نے اسے زید سے خرید کیا ہے اور اسے قیمت دی ہے، پس اگر بایع دو میں سے ایک کے لیے اعتراف کرئے اور دوسرے کے لیے اعتراف نہ کرئے تو مال اُس کے لیے ہوگا جس کے لیے اقرار کیا ہے، اور دوسرے کے لیے ہے کہ بایع سے حلف لے خواہ دونوں میں سے ہرایک اپنے مدعا پر بینہ (گواہ) قائم کرئے یا بینہ قائم نہ کرئے۔

ہاں، جب غیر مقرلہ اپنے مدعا پر بینہ (گواہ) قائم کرئے تو بایع کا اعتراف درجہ اعتبار سے گرجائے گا اور اس کے لیے مال کا حکم لگایا جائے گا۔

اس صورت میں بایع پر لازم ہے کہ مقرلہ سے جو شے اپنے اعتراف کے ذریعہ سے قبض کی ہے اُسے واپس کردے اور اگر بایع اصلاً اعتراف نہ کرئے اور ان دونوں میں سے کوئی ایک اپنے مدعا پر بینہ (گواہ) قائم کرئے تو اس کے حق میں حکم ہوگا اور دوسرے کے لیے ہے کہ بایع سے حلف مانگے، اگر وہ حلف دے دے تو اس کا حق ساقط ہوجائے گا، اور اگر وہ حلف کو اس کی طرف لوٹا دے اور یہ حلف دینے سے انکار کردے تو اس کا بھی حق ساقط ہوجائے گا، اور اگر حلف دے دے تو اس کا قیمت کے اخذ کرنے میں حق ثابت ہوجائے گا، اور اگر ان میں سے ہرایک اپنے مدعا پر بینہ (گواہ) پیش کرئے یا کوئی بھی اپنے مدعا پر بینہ (گواہ) پیش نہ کرئے تو بایع حلف دے گا، پس اگر وہ حلف دے کہ میں نے ان دونوں میں سے کسی سے بیع نہیں کی تو ان دونوں کا حق ساقط ہوجائے گا، اور اگر حلف دے کہ میں نے ان دونوں میں سے ایک سے بیع نہیں کی تو خاص کر کے اُسی کا حق ساقط ہوجائے گا اور اگر حلف سے انکار کرئے اور حلف کو ان دونوں کی طرف لوٹا دے، اب اگر وہ دونوں حلف دے دیں تو مال اُن کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا، اور اگر وہ دونوں حلف نہ دیں تو اُن دونوں کا حق ساقط ہوگا، اور اگر اُن دونوں میں سے ایک حلف دے تو مال حلف دینے والے کا ہوگا، اور اگر بایع ان دونوں میں سے ایک سے بیع کا اعتراف کرئے، لیکن کس سے بیع کی ہے اُسے معین نہ کرئے تو اس پر مال کی بابت دودعووں کا حکم جاری کیا جائے گا، اس پر کسی کا ہاتھ نہیں ہوگا، جیسا کہ مسئلہ ۶۸۸ کی صورت چہارم کے احکام میں

گزر چکا ہے۔

مسئلہ 705: جب دو شخصوں میں سے ہر ایک دوسرے کے ہاتھ میں موجود مال کا دعوی کرے اور اُن میں سے ہر ایک بینہ (گواہ) پیش کرے کہ دونوں مال اس کے ہیں، دونوں قسم دیں تو جس کے پاس جو مال ہوگا وہ اس کی ملکیت ہوجائے گا۔

مسئلہ 706: جب میاں بیوی کسی شے کی ملکیت میں اختلاف کریں جو دو میں سے ایک کے مختصات میں سے ہے، وہ شے اس کی ہوگی، اور دوسرے پر اپنا مدعا ثابت کرنا لازم ہے، اور جو مال ان دونوں کے درمیان مشترک ہے جیسے گھریلو ساز و سامان، اگر علم ہو یا بینہ (گواہ) قائم ہو کہ یہ چیزیں عورت اپنے ساتھ لائی ہے، تو وہ عورت کا مال ہوجائے گا، اور مرد پر زیادہ والے اپنے مدعا کو ثابت کرنا لازم ہے، اگر گواہوں سے ثابت کرے تو وہ مال اُس کا ہوگا اور اگر ایسا نہ کرسکے تو اسے حق حاصل ہے کہ بیوی سے قسم مانگے۔

اور اگر کسی کو کسی شے کا علم نہ ہو تو مال دونوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، اور یہی حال ہے جب دونوں میں سے ہر ایک کے ورثاء کا دوسرے کے ساتھ اختلاف ہو یا دونوں کے وارثوں کے درمیان اختلاف ہو۔

مسئلہ 707: جب عورت مرجائے اور اس کا باپ دعوی کرے کہ میری بیٹی کے پاس کچھ چیزیں عاریہ کی ہیں اور یہ احتمال وارد ہو تو اظہر ہے کہ اس (باپ) کے دعوی کو قبول کیا جائے، فریق دوم کو حق حاصل ہے کہ بیوی کے باپ سے حلف لے کہ ان چیزوں کی ملکیت اس کی بیٹی کی طرف منتقل نہیں ہوئی تھی۔

لیکن اگر مدعی مرنے والی کا باپ نہ ہو (جیسے عورت کا شوہر یا اس کے شوہر کا باپ دعوی کرے) تو اس پر لازم ہے کہ اپنے دعوی کو گواہوں کی گواہی سے ثابت کرے، ورنہ وہ مال عورت کے وارث کا اس کی قسم کے ساتھ ہوگا۔

ہاں، جب وارث اعتراف کرے کہ مال مدعی کے لیے ہے اور دعوی کرے کہ اس نے اپنی مرحومہ بیوی کو ہبہ کردیا ہے تو اس کا دعوی تبدیل ہوجائے گا، وارث پر لازم ہے کہ اپنے دعوی کو بینہ (گواہ) سے یا ہبہ کے منکر سے حلف طلب کرکے ثابت کرے۔

فصل: میراث کا دعوی

مسئلہ 708: جب مسلمان مرجائے اور دو بیٹے چھوڑ جائے جو اپنی زندگی کے بعض مراحل میں کافر ہو گئے ہوں ،اور کافر مسلمان سے وراثت نہیں پاتا ہے،اُن دو میں سے ایک باپ کی وفات سے پہلے مسلمان ہوا ہو اور دوسرا باپ کی وفات کے بعد مسلمان ہو،اب دونوں اختلاف کریں کہ ان میں سے کون پہلے مسلمان ہوا ہے،پس پہل کے دعوی والے پر لازم ہے کہ اپنے دعوی کو ثابت کرے،ورنہ اس کے بھائی کی بات کو قبول کیا جائے گا۔

لیکن جب صورت حال سے جہالت کا دعوی کرے تو مدعی تقدم حلف لے سکتا ہے کہ مجھے باپ کی وفات سے پہلے اس کے مسلمان ہونے کا علم نہیں ہے،بشرطیکہ وہ دعوی رکھتا ہو کہ اسے اس بات کا علم ہے۔

مسئلہ 709:اگر میت کا ایک بیٹا کافر اور ایک مسلمان وارث ہو ،اور باپ مرجائے اور بیٹا مسلمان ہوجائے ،اور وہ دعوی کرے کہ میں باپ کی وفات سے پہلے مسلمان ہوا ہوں اور اس کی اس بات کا اس کا مسلمان وارث انکار کرے تو بیٹے پر واجب ہے کہ ثابت کرے کہ وہ باپ کی موت سے پہلے مسلمان ہوا ہے،اور اگر اسے ثابت نہ کر سکے تو وارث نہیں ہوگا۔

مسئلہ 710: جب کسی شخص کے ہاتھ میں مال ہو،اور دوسرا شخص دعوی کرے کہ یہ مال اس کے میت مورِث کا ہے ،اب اگر اس پر بینہ(گواہ) قائم کرے اور ثابت کرے کہ میں اس کا وارث ہوں تو سارا مال اسے دے دیا جائے ،اور اگر علم ہو کہ اس کا ایک بھی وارث ہے تو اسے اُس کا حصہ دیا جائے گا،اور غائب کے حصہ کو محفوظ رکھا جائے گا،اور اسے تلاش کیا جائے گا ،اگر مل گیا تو اسے اس کا مال دے دیا جائے اور اگر نہیں ملا تو اس کی بابت مجھول المالک والا معاملہ کیا جائے گا،اگر وہ مجھول ہو یا ایسا معلوم ہو جس تک مال کا پہچانا ممکن نہیں ہوتا ہے،ورنہ اس کی بابت ایسے مال کا معاملہ کیا جائے گا جس کے مالک کی خبر مفقود ہوتی ہے۔

مسئلہ 711: جب کسی عورت کا ایک بیٹا ہو اور ماں بیٹے دونوں کے پاس اپنا اپنا مال ہو اور وہ دونوں مرجائیں ،اور عورت کا بھائی دعوی کرے کہ میرا بھانجا ماں سے پہلے مرا ہے اور اس عورت کا شوہر دعوی کرے کہ پہلے عورت مری ہے

اور پھر بیٹا مرا ہے تو شوہر کے لیے اپنے حق سے قدر متیقن ہے، جب فرض یہ ہو کہ بیٹا ماں کی زندگی میں مرا ہے، یہ عورت کے بھائی اور اس کے شوہر کے درمیان نزاع اور جھگڑا ہوگا جو عورت کے نصف مال اور بیٹے کے سدس مال میں ہے۔

البتہ عورت کا دوسرا نصف مال اور بیٹے کا سدس مال سے پانچواں حصہ دونوں فرض کی بناء پر شوہر کے لیے ہے، اس صورت میں اگر دونوں میں سے ہر ایک اپنے مدعا پر گواہ پیش کرے، تو دونوں سے حلف لے کر متنازعہ مال ان دونوں کے لیے آدھا آدھا ہوگا۔

یہی حال ہے جب گواہ موجود نہ ہوں اور دونوں فریق حلف دیں، اور اگر ان میں سے کوئی ایک بینہ (گواہ) پیش کرے تو مال اس کے لیے ہے، اور اگر دونوں حلف نہ دیں تو اُن کے درمیان قرعہ ڈالا جائے گا۔

مسئلہ 712: تنازع دور اور ختم کرنے کے لیے حاکم کا حکم مؤثر ہوتا ہے اور ظاہری طور پر اس کے مطابق آثار مرتب کئے جاتے ہیں، لیکن واقعیت میں اس کا اصلاً کوئی اثر نہیں ہے، پس اگر مدعی کو علم ہو کہ وہ مدعی علیہ پر کسی شے کا استحقاق نہیں رکھتا ہے اور اس کے باوجود حاکم کے حکم کے مطابق وہ مال لے لیتا ہے تو اس کے لیے اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ مال مالک کو واپس کردے۔

اور یہی حکم ہے جب وارث کو علم ہو کہ مورِث نے مدعی علیہ سے ناحق مال لیا ہے۔

صحیحہ ہشام بن حکم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انما اقضی بینکم بالبینات والایمان وبعضکم الحن بحجته من بعض فایما رجلٍ قطعت له من مال اخیه شیئاً فانما قطعت له به قطعة من النار۔

میں تمہارے درمیان گواہوں اور ایمان کے ذریعہ سے فیصلہ کرتا ہوں، اور آپ لوگ ایک دوسرے سے اپنی دلیل کی زبان سے فیصلہ کرتے ہو، پس جس شخص نے اس کے بھائی کے مال سے کوئی شے کاٹتا ہوں، سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس کے لیے جہنم کے ایک ٹکڑے کو کاٹ دیتا ہوں۔

***

فهرست

فہرست

کتاب التقلید و الاجتهاد

عنوانات	صفحہ نمبر
مقدمہ	7
تکلیفِ شرعی، ایک شرف ہے	9
علم فقہ کی اہمیت	11
اجتہاد و تقلید	13
مسائل تقلید	14

کتاب الطهارة

طہارت کا بیان	19
پانی کی قسمیں اور ان کے احکام	20
آبِ مطلق	20
آبِ قلیل	20
آبِ جاری	21
آبِ کثیر	21
بارش کا پانی	22
آبِ مضاف	22
بیت الخلاء کے احکام	23
رفع حاجت کے واجبات	23
استنجاء	23
اِستبراء	24
وضو کا بیان	25

وضوءِ جبیرہ 26
وضو میں خلل واقع ہونے کے احکام 28
مبطلاتِ وضو 29
اغسال کا بیان 31
غسل جنابت 31
وہ امور جن کی بجا آوری غسل جنابت پر موقوف ہے 32
غسل کے واجبات 32
غسل جنابت کے احکام 34
خون کی قسمیں اور اُن کے احکام 35
حیض 35
حائض کی اقسام 40
حیض کے احکام 41
اِستحاضہ 42
اِستحاضہ کی اقسام اور احکام 42
نفاس 44
احکام الاموات 46
اِحتضار 46
غسل میت 46
تکفین 49
حنوط 49
نماز جنازہ 50
تدفین 52
غسل مس میت 54
تیمم کا بیان 55
تیمم کن چیزوں پہ کیا جا سکتا ہے 56
تیمم کا طریقہ کار 57
تیمم کی شرائط 58
نجاسات کا بیان 59
انتقال نجاست 62

نماز میں معاف نجاستیں 63
مطہرات کا بیان 64

کتاب الصلاۃ

نماز کا بیان 69
فریضہ نمازوں کی تعداد 70
نمازوں کے اوقات 70
قبلہ 72
نمازی کا لباس 72
نماز پڑھنے کی جگہ 73
اَذان اور اِقامت 75
نماز کے واجبات 77
قرآنِ کریم کے واجب سجدے 83
تعقیبات 85
نماز کے مبطلات 86
نماز میں سلام کا جواب دینا 86
نماز میں کسی چیز کا کم یا زیادہ ہو جانا 87
شک 88
رکعتوں کی تعداد میں شکوک 88
نماز کے بھولے ہوئے اجزاء کی قضا کرنا 89
سجدۂ سہو 90
دوسری واجب نمازیں 91
نمازِ جمعہ 91
نماز جمعہ کی کیفیت 93
نمازِ عیدین 94
نمازِ آیات 95
قضا نمازیں 97
بڑے بیٹے کا باپ کی قضا نمازیں پڑھنا 98

نمازِ جماعت 99
جماعت میں شریک ہونے کے احکام 99
امام جماعت کی شرائط 102
جماعت کے احکام 103
مسافر کی نماز 104
قواطعِ سفر 109
مسافر کے احکام 110

کتاب الصوم

روزہ کا بیان 113
مبطلاتِ روزہ 115
روزے کا کفارہ 118
قضا کے موارد 120
روزے کے صحیح ہونے کی شرائط 120
رویتِ ہلال 122
ماہِ رمضان کے قضا روزوں کے احکام 122
اِعتکاف کا بیان 123

کتاب الخمس

خمس کا بیان 127
سال کے اخراجات کی حد بندی 130
اَحکامِ منافع 133
خمس کے مستحقین اور اُس کا مصرف 136

کتاب الزکوۃ

زکوۃ کا بیان 139
کن کن چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ 139
جانوروں کی زکوٰۃ 140

کرنسی کی زکوٰۃ 142
غلات کی زکوٰۃ 143
اَموالِ تجارت کی زکوٰۃ 144
مستحقینِ زکوٰۃ کی اقسام 145
مستحقین زکوٰۃ کے اوصاف 146
فطرہ کا بیان 148
فطرہ دینے کا وقت 149

کتاب الامر بالمعروف و نہی عن المنکر

اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر 153
شرائطِ وجوب 155
خاتمہ 162
اُمورِ معروفہ 162
اُمورِ منکرہ 168

حج و عمرہ کا بیان

فریضہ حج 173
حج اسلام واجب ہونے کے شرائط 176
حج کی نیابت 176
عمرہ کی اقسام 177
حج کی اقسام 177
حج تمتع کی اجمالی صورت 178
عمرہ تمتع کے اعمال 179
عمرہَ تمتع کا میقات 179
واجباتِ احرام 180
نیت 180
تلبیہ 180
محرمات احرام 181
واجب طواف اور اس کے بعض احکام 184
واجباتِ طواف 184

دوسری قسم 185
نماز طواف 186
سعی اور اس کے بعض احکام 186
تقصیر کے احکام 186
حج تمتع کے اعمال 187
احرام حج 187
وقوفِ عرفہ 187
مشعر الحرام میں وقوف 188
منی کے واجبات 188
جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا 188
قربانی 189
تقصیر 190
اعمال منی کے بعد کے واجبات 191
منیٰ میں رات گزارنا 191
رمی جمرات 192

تجارت

احکام تجارت 195
عقد بیع 205
احکام بیع سلف 207

خیارات

خیارات 211
احکام شفعہ 218
احکام صلح 219
احکام اجارہ 221
اجارہ کی بابت مسائل 225
احکام جعالہ 228

زراعت کے احکام 229
احکام مضاربہ 231
احکام مساقات 234

کتاب النکاح

احکام نکاح 237
احکام عقد 237
عقد دائمی کا صیغہ 238
عقد کے شرائط 239
اسباب تحریم 243
احکام عقد دائمی 246
نکاح متعہ 249
متفرق مسائل 250
رضاعت کے احکام 254
رضاعت اور اس کے آداب 259

کتاب الطلاق

باب طلاق 263
طلاق کی عدت 265
وفات کی عدت 266
طلاق بائن اور طلاق رجعی 268
طلاق خلع 270
طلاق مبارات 271
غصب کے احکام 274
کسی کی گم شدہ چیز کا ملنا 279
گمشدہ حیوان کے بارے میں مسائل 283

ذبح و شکار کے احکام

ذبح کے احکام 287
کھانے اور پینے کے احکام 297
کھانے پینے کے آداب 302

نذر و قسم کے احکام

احکام نذر 307
احکام قسم 311
احکام عہد 314
احکام وصیت 320
احکام کفارات 328

کتاب المیراث

میراث کے احکام 335
وراثت کے مختلف مسائل 349
باب حدود و تعزیرات 352
باب قضاوت 354
قسم کے احکام 360
فصل: املاک کا دعویٰ 368
فصل: اختلافِ عقود 371
فصل: میراث کا دعوی 375

***

مرکز معارف اسلامی
www.maarefislami.com